

# حقیقتِ مذہبِ اسلامی



حکیم فاضل عالم صدیقی



مرکز اشاعتِ دینِ اسلام

گاردن ٹاؤن لاہور (پاکستان)



# فہرست

نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۱	نذر عقیدت	۱۴	۱۸	شیعہ اور صحابہ کرامؓ	۸۲
۲	عرض حال	۱۹	۱۹	صرف تین	۸۲
۳	خلافت	۲۱	۲۰	ایک بھی نہیں	۸۲
	پہلا باب		۲۱	کور باطنی	۸۳
۵	مقدس رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ	۳۲	۲۲	تقسیم	۸۵
۶	صدیق اکبرؓ شیعہ کتب کی روشنی میں	۴۰	۲۳	امیر یزید اور واقعہ کربلا	۸۹
۷	سابق الایمان	۵۱	۲۴	تضاد بیانی کا دوسرا رخ	۹۵
	دوسرا باب		۲۵	حضرت علیؓ نے تبرکاً اپنے بیٹوں کے نام	
۸	کفریت واحدہ	۵۴		اصحاب ثلاثہ کے نام پر رکھے	۹۵
۹	شیعیت کا پس منظر	۵۷	۲۶	دیگر فاطمیوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے	۹۵
۱۰	ایران کے مجوسی	۶۳		علاوہ معاویہؓ اور یزید بھی تھے	۹۶
۱۱	یہود و مجوس کا گٹھ جوڑ	۶۶	۲۷	امیر یزید کا سلوک سوگواروں کے ساتھ	۹۷
۱۲	سیدنا علیؓ کی خلافت	۶۷	۲۸	سانحہ کربلا کے اثرات	۹۸
۱۳	حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ نے اصحاب		۲۹	ہاشمی اور اموی	۱۰۴
	ثلاثہ اور معاویہؓ و یزید کے ہاتھ پر بیعت کی	۷۵	۳۰	دور جاہلیت میں اموی اور ہاشمی	
۱۴	حضرت علیؓ اور حسینؓ صحابہ کرامؓ کے حق			قرابت داریاں	۱۰۶
	میں کیا کہتے ہیں	۷۷	۳۱	عہد اسلام میں ہاشمی اور اموی شہزادیاں	۱۰۷
۱۵	حضرت علیؓ کا خط امیر معاویہؓ کے نام		۳۲	معرکہ صفین کے بعد رشتہ داریاں	۱۰۹
۱۶	تبصرہ	۷۹	۳۳	کربلا کے بعد رشتہ داریاں	۱۱۰
۱۷	معاویہؓ و یزید اور علیؓ، حسنؓ، حسینؓ ایک		۳۴	تاریخ شیعیت پر ایک اجمالی نظر	۱۱۷
	دوسرے کی نظروں میں	۸۰	۳۵	اسلامی فتوحات کا سہرا کس کے سر؟	۱۳۰



نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۳۶	فتوحات کا پسو دور	۱۳۰	۵۷	فہرست شہر بانو	۲۱۶
۳۷	فتوحات کا دوسرا دور	۱۳۴	۵۸	دو جیسے لکھنے بخش دیا گراس کے	۲۱۷
۳۸	مرحومہ دوازدہ آئمہ، حضرت علیؑ	۱۳۹	۵۹	بندوں نے نہیں بخشا	۲۱۸
۳۹	عبد المطلب کے انتقال کے بعد نبی		۶۰	امیرِ مدینہ کے فتوے پر بیعت کرنے والے صحابہ کے لکھ	۲۱۹
۴۰	علیہ السلام کی کفالت	۱۴۰	۶۱	فتاویٰ لکھی	۲۲۰
۴۱	سیدنا علیؑ کے متعلق چند غلط فہمیاں		۶۲	سیدنا علیؑ (زین العابدین) چوتھے مرحوم امام	۲۲۱
۴۲	اور ان پر تحقیقی نظر	۱۵۰	۶۳	واقعہ حرہ اور علیؑ بن حسینؑ	۲۲۲
۴۳	سیدنا علیؑ کا تہذیب	۱۵۶	۶۴	شیعان امام چہارم کے کربلا	۲۲۳
۴۴	صدیقہ کائنات اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ	۱۶۷	۶۵	مرحوم امام خیم محمد باقر	۲۲۴
۴۵	اکابر صحابہؓ کی گوشہ نشینی	۱۷۳	۶۶	پانچویں امام کی موت کا ڈرامہ	۲۲۵
۴۶	شیعان علیؑ کا اپنے امام کے ساتھ سلوک	۱۷۵	۶۷	چھٹا امام جعفر (صادق)	۲۲۶
۴۷	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	۱۸۰	۶۸	شیعوں کا اپنے چھٹے امام سے سلوک	۲۲۷
۴۸	تحقیق حدیث مدینۃ العلم	۱۸۲	۶۹	امام ہفتم موسیٰ کاظم	۲۲۸
۴۹	حضرت حسنؑ	۱۹۰	۷۰	امام ہشتم علی رضا	۲۲۹
۵۰	حضرت حسنؑ کی زہر خورانی کا موقعہ	۱۹۵	۷۱	امام نهم محمد تقی	۲۳۰
۵۱	حضرت حسینؑ اور ان کے شیعوں	۱۹۷	۷۲	امام دہم علی نقی	۲۳۱
۵۲	کیا ابن زیاد، ابن سعد اور بصرہ بھی		۷۳	گیارھویں امام حسن عسکری	۲۳۲
۵۳	شیعوں تھے؟	۱۹۹	۷۴	بصرہ	۲۳۳
۵۴	ابن سعد	۱۹۹	۷۵	امام حسن عسکری کے وقت شیعوں کی تعداد	۲۳۴
۵۵	شمر	۲۰۰	۷۶	قائم آل محمد کی پیدائش کا افسانہ	۲۳۵
۵۶	قائمین حسینؑ سب شیعوں تھے	۲۰۰	۷۷	حسینؑ کی شہادت سے حسن عسکری	۲۳۶
۵۷	واقعہ کربلا	۲۰۱	۷۸	کی موت تک	۲۳۷
۵۸	چند تنقیحات	۲۰۴	۷۹	بارھویں امام کی کارستانیاں	۲۳۸
۵۹	بصرہ	۲۱۳	۸۰	محمد ہدی کے متعلق شیعوں کے متروکہ حقائق	۲۳۹



نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
	تیسرا باب			حسن کی اولاد سے خروج کرنے والوں	۹۷
۷۹	دین محمد بدعات	۲۶۸		کے حالات	۲۶۸
۸۰	تو لا وبرا	۲۷۰	۹۸	اولادِ حسینؑ سے خروج کرنے والے	۲۷۰
۸۱	شیعہ اور قرآن	۲۷۵	۹۹	اولادِ حسینؑ سے خروج کرنے والوں	۲۷۵
۸۲	ماتم اور تعزیر داری	۲۷۹		کا شجرہ نسب	۳۷۲
۸۳	تبصرہ	۲۸۱		چھٹا باب	
۸۴	شیعہ اور اذان	۲۸۳	۱۰۰	عبد اللہ میمون القلاح	
۸۵	متمہ	۲۹۰	۱۰۱	میمون القلاح کا شجرہ نسب	۳۹۲
۸۶	ندائے لغیر اللہ	۲۹۳	۱۰۲	عبد اللہ بن میمون القلاح کے حالات	۳۹۷
۸۷	موعظت	۲۹۶	۱۰۳	فاطمین مصر	
۸۸	مسجد نبوی اور مقصودۃ النبویۃ الشریفہ	۳۰۱	۱۰۴	عبد اللہ المہدی باللہ	۴۰۳
۸۹	باغ فدک	۳۰۵	۱۰۵	قائم بامر اللہ	۴۰۳
	چوتھا باب		۱۰۶	ابو طاہر اسمعیل	۴۰۴
۹۰	اہل التشیع کا عقیدہ امامت	۳۱۹	۱۰۷	المعز الدین اللہ	۴۰۴
۹۱	شیعوں کے فرقے	۳۳۷	۱۰۸	نزار العزیز باللہ	۴۰۵
	پانچواں باب		۱۰۹	الحاکم بامر اللہ	۴۰۵
۹۲	مزعموہ آئمہ کی موجودگی میں خروج کرنے والے علوی	۳۴۰	۱۱۰	سب سلف اور الحاکم	۴۰۶
۹۳	صرف علوی ہی کیوں بار بار خروج کرتے رہے	۳۴۳	۱۱۱	فرقہ دروزیہ کی ابتداء	۴۰۹
۹۴	شیعوں کے آئمہ کے متعلق اہلسنت کا عقیدہ	۳۴۳	۱۱۲	روضہ رسول اللہؐ سے گستاخی	۴۱۱
۹۵	خلافت موقتہ کے خلاف خروج کرنے والے علوی	۳۴۴	۱۱۳	حجر اسود سے گستاخی	۴۱۲
۹۶	شجرہ حسنؑ کی اولاد سے خروج کرنے والے	۳۴۷	۱۱۴	اعزاز دین اللہ	۴۱۲
			۱۱۵	المستنصر	۴۱۳
			۱۱۶	فرقہ نزاریہ کی ابتداء	۴۱۴
			۱۱۷	ابوالقاسم احمد المستعلی باللہ	۴۱۵



نمبر	عنوانات	صفحہ	نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۱۸	اسد الدین شیرکوہ اور صوح الدین بانی	۴۱۷	۱۳۳	خلاف عثمانیہ اور شیخ	۴۵۶
۱۱۹	اسامی فرقی کی اسم شاہیں		۱۳۵	مغلیہ دور میں شیخ و درجہ جابل شیخوں	
	یا آقا خانی	۴۱۹		پیشیوں کا اثر	۴۵۳
۱۲۰	نزاریہ یا باطنی	۴۲۰	۱۳۶	سید محمد جو پوری	۴۵۰
۱۲۱	حسن بن صباح	۴۲۱	۱۳۷	شجرہ نوابان اودھ	۴۵۵
۱۲۲	حسن بن صباح کے جانشین	۴۲۲	۱۳۸	برہان الملک	۴۵۶
۱۲۳	دروزیہ	۴۲۷	۱۳۹	مغدر جنگ	۴۵۷
۱۲۴	طیبی یا بوہرے	۴۲۹	۱۴۰	شجاع الدولہ	۴۵۸
۱۲۵	امام طیب	۴۳۰	۱۴۱	مزید چند بدکرداریاں	۴۵۹
۱۲۶	بوہرے	۴۳۱	۱۴۲	آصف الدولہ	۴۶۰
۱۲۷	دولت حمیدیہ پر تبصرہ	۴۳۳	۱۴۳	سعادت علی خان غازی الدین حیدر	۴۶۳
	ساتواں باب		۱۴۴	بادشاہ بیگم	۴۶۴
۱۲۸	خلاف عثمانیہ اور شیخ	۴۳۹	۱۴۵	نصیر الدین حیدر	۴۶۶
۱۲۹	برآکر	۴۴۶	۱۴۶	محمد علی پسر سعادت علی خان	۴۸۷
۱۳۰	بریدی		۱۴۷	امجد علی ، واجد علی	۴۸۷
۱۳۱	معز الدولہ کی صفی کادر وائیاں	۴۵۱	۱۴۸	برصغیر میں شیعیت کی مختلف چند شکلیں	۴۹۳
۱۳۲	بنی بویہ پر ایک نظر	۴۵۲	۱۴۹	نام شاہی پنچہ	۵۰۰
۱۳۳	سکھم بادشاہ عباسی	۴۵۳	۱۵۰	پیر مشائخ اور اس کے پیروکار	۵۰۱



# کتابیات

بشری آف اسلام  
یاد آیام مولانا عبدالحی  
یادگار انیس  
یسوی

ISLAM BELIEVES  
INSTITUTION

اسلام معتقدات و آئین  
مصنفہ ہنری لامن

D. B. MCGDDNALD

DEVEL OF

MUSLIMS

THEOLOGY P 42

MEMOIR SERLES

BY DE GOEOR

FALESTINE UNDER

THE FATEMED

CALIPHS

BY-S-LPNE

POOLE P-170

SPRINGETT

کتاب الہمد فی اتباع الائمة  
کتاب الاولہ والشواہد  
بہترین منصور المین  
محاسن المؤمنین

میج الاعزان

محافظات تاریخ اسلام

من لا یخضرہ الفقیہ

مشکوٰۃ

مہدیہ منظم شاہ حسین نقوی

مجموعہ واجدہ

مرآۃ العقول

مجموعہ اہل اہل

منہا زل الائمہ

وقائم الاسلام

مقدس یزی

مجمع ارباب الملک

مشرق وسطیٰ میں مذہب

مؤلفہ پرفیسرے جی آبرجی

منہج البلاغہ

ناسخ التواریخ

نور الہندی

وفار الوفا

بہائے سہیل مذہب کی

حقیقت اور اس کا نظام

غنیۃ الطالبین

غزوات جیدی

فضائل مرقضوی

فک النہاء

فاطمی دعوت اسلام حسن نظامی

فاطمین مصر

فتوح البلدان

فتح الباری

فتاویٰ بزازہ

فتاویٰ شاہ رفیع الدین

فتاویٰ عالمگیری

فتوح م

قزوینی

کافی کتاب الروضہ

کتاب الخطط والآثار

کتاب خرافات

کامل المبرد

کشف المنة

کتاب النسب قریش

کتاب مختصر شیخ حسن بن

سیمان بحوالہ مختار نامہ

کتاب المصانج فی

اثبات الامامت

کوکب فلک

زود کوثر

روضۃ القیوم

روضہ کافی

ریاض الشہادہ

رسالہ باسم البشارت

فی اثبات الامامت الحاکم

سیر المتأخرین

سیر الجلیہ

سفر نامہ عجاز

فاضل سلیمان منصور پوری

سند نقوش

آپ بقی نبر

شہادت حسین

شرح مواقف

شیخان ہند جو لشر

صراح

علم ہند

طبقات الکبریٰ

طراز مذہب مظفری

طبری

طبقات ابن سعد

عمدة الطالب

عقد الفرید

عبرت ہرندس وینا وینا



# مقدمہ حقیقت مذہب شیعہ

## طبع ثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

در مغالین کا سہ رنڈاں بخاری منگید

کیں حریفان خدمت جام جہاں ہیں کوفہ اند

قد سیال بے بہرہ انداز جرہ کاں اکرام  
ایں تظادل ہیں کہ باعشاق مسکین کرہ اند

آج تلبیسات، تحریفات، تدلیسات اور تشکیات کے خار ہائے واذ گونہ نے  
حق و یقین کے چمنستانوں کو دھنسا کر بیک طرفت و زمان "دین اسلام" کے مر ملا مستقیم  
پر گامزن قافلوں کے قلوب و اذبان کو اشراک و بدعات اور یاس و قنوطیت کے سراب  
کی بھول بھلیوں میں دھکیلنے پر پورا زور صرف کر دیا ہے۔

عالمین علوم نبویہ نے یقین و حکمت کے ان سرچشموں سے جو نور نبوت سے مستنیر  
خلافت علی منہاج النبوة کے راحت بخش، سرور اور عدل و احسان کے ظل رفعت و مہمت  
کے سکون بخش سایہ میں چار و فلک عالم میں پھیلے ہوئے تھے صرف نظر بلکہ غصہ و بغض کے  
بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

اور چند بد باطن، بد کردار، بد اعمال، بد افعال اور بد نصاب و جودوں کی دسیسہ کا دیوں  
کو جولا کھوں بلکہ کروڑوں قلوب و اذبان کو اپنی پیٹ میں لے چکے تھے کی ہمنوائی کو  
عین باسلام سمجھ لیا ہے۔ اللہ اعلم۔

بد کردار اغیاس کی اس یلغار کے پاس علمی، عقلی، یا روایتی قسم کی کوئی متاع نہ تھی اور  
نہ ہے۔ ان کے پاس صرف مالوسی، چالوسی اور دنیوی مفاد کے ہتھیار تھے اور ہمارے  
عالمین جبر و دستار، سند نشینان منبر و محراب اور بزم خویش ابرار و انبیاء لے ہمیشہ اپنے  
آپ کو ذلیل وادی کی اصطلاح کے نقاب میں ان کے مال و مایہ کیلئے لے گئے تھے



بلند کھاکہ اشراک کی یہ پُرفتن یلغار اندہی اندہ کس طرح امانت سے نورِ ایمان  
اور روحِ اسلام کا آخری قطرہ بھی لپٹ لینے پر اپنی تکان دینا یاں داد پر لگائے ہوئے ہے۔  
جن عباد الطواغیت کے ہاں الوہیت نمد ہمارا، رسالت بے کار، قرآن محروم  
صحابیت مجروح اور اہمات المؤمنین کی طہات و عصمت داغدار ہو ایسے مشکلین،  
مجبورین، منافقین، مشرکین اور لاادریتین سے اس امید پر گفتگو کہ یہ گمراہ عناہین و مبتلین  
راہِ راست پر آجائے گا۔ اور یا ان کے اعتراضات و شبہات جن کا منبع و سرچشمہ یونانیات  
ملاحات، مادیات، مجوسیات، یہودیات اور اسرائیلیات کے دقاتر و مقالات کا چرہ ہیں  
ان کے سامنے حق و یقین کی شاہراہ کی طرف راہنمائی نتیجہ خیز ثابت ہوگی، بالکل خیالِ عام  
اس لیے یہ جو کچھ بھی ہے اپنے ان خود فراموش فریب خوردہ بھولے بھٹکے ہم کیش  
و ہم نواؤں کے لیے جو ان بد نہاد آبائے کے حکموں میں آکر اپنے وظائف کو بھول  
چکے ہیں۔ اور طواغیت و ابالہ؟

کہا جاتا ہے کہ دعا بجا کر کھلائی جاتی ہے اگرچہ کالت جانکنی ہی کیوں نہ ہو مگر مندی  
لاش کو بقراط و جالینوس کی سیخائیاں تو درکنار خود دستِ سیماسے زمکی کا لٹ  
آنا ناممکن ہے۔

جن کی ذہنی توانائیاں ندرِ طاغوت عقل کی تمام پٹائیاں تلہیس ابیس کی بھیٹ پر  
افہام و نفہیم؟

بہرِ طہیت آدم زخمیر و گراست تو توقع ز گل کوزہ گراں میداری

صَوَّبَكُمْ عَمِّي فَهَلْ لَا يَرْجِعُونَ

فرزندِ اسلام کا خالق مالک، رائق اور معبود ایک، اور اس کے ملائکہ، کتابیں، رسول  
برحق، تقدیر، معاد، حشر و نشر برحق مگر اپنا ایک ایک آفت نے سر نکالا اور ہانک لگائی۔  
رب سے بھوٹ کا صہ و رنگن۔ یہ قرآن وہ نہیں جو محمد رسول اللہ پر نازل ہوا تو  
بتلائے باقی کیا ہو گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَعَنُوا ذِي الْفُلِّ الْكَبِيرِ وَاسْتَمِيعُوا لِقَوْلِي وَتَحِيَّتِي

لَكُمْ أَلَا سَلَامٌ دِينًا وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَبْغُوا لَكَ دِينَ اللَّهِ أَلَا جَاهٌ

سب کچھ کیا کرایا، دھرا دھرا بارہ گیا۔ اور اس کے بجائے تین چار قدر شخصیتوں کے



علاوہ سات آٹھ بھول الاحوال قسم کے لوگ رب التوح والعلوم رب السموات والارض  
بنادیتے گئے اس دعویٰ کے مدعی خود ہی بتائیں، اس تحقیق انبی کے خالق اور محقق  
خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ایسے عقائد کے حامل بھی اپنے اس دعویٰ میں کچھ صداقت رکھتے ہیں  
کہ ہم بھی مسلمان ہیں؟ ہا تو ابڑھا نکرو ان گنتم صدیقین۔

اور اپنوں کی طرف سے ہمیں وعظ پلائے جا رہے ہیں کہ وہ اپنے ان دعادی میں  
صادق ہیں یا کاذب۔ ان کو ان کے ”دین و مذہب“ میں سرست چھوڑ دیا جائے مگر ایسے  
عقل کے پیدل، ابن الدہام والدرینار ان باتوں کو کہیں بھولے جا رہے ہیں کہ انہیں ان کی  
دنیا میں جب بھی مست چھوڑ دیا گیا انہوں نے کیا کیا گل کھلائے جن لوگوں کے جبریل سے  
آج تک فاروق اعظمؓ کے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ جن کے پنجوں میں ابھی تک  
عثمانؓ کے گوشت کے ٹوٹے لٹک رہے ہیں۔ جن کے خنجر ابھی تک علیؓ کے خون سے  
آلود ہیں جن کے نیزے حسینؓ کے قلب کو شکافتہ کر چکے ہیں، جنہوں نے بنیاد میں ایک  
کدڑے سے زائد فرزند ان اسلام کو گھائل کیا ہو۔ جن کی بے نیام تلواروں نے دہلی میں قتل عام  
کیا ہو جن کی دسیہ کاریوں نے میسور کا جنازہ نکال کر فرنگی کی بات کے محل کو کندھا دیا  
ہو جن کی عبادت کا مرکزی نقطہ امہات المؤمنینؓ پر دشنام طرازی اور سب صحابہؓ رہے ہو۔  
جن کا مذہبی شعار ہی مسلمانوں کے احساس و جذبات کو کھینچا ہو تو ایسے گروہ کیلئے —  
ایک مسلمان پر فرض عظیم عائد ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے دل میں ایک خشنخس بھر ہی ایمان کی  
دیتی ہو کہ مجوس و یہود کے کاشتہ اس زہر آلود پودے کی مسموم فضا سے فرزند ان توحید  
کو بچایا جائے۔

مگر جب بعض داعیان حق نے اپنوں کو اس زہر آلود، متعفن اور کرب آلود فضا سے  
بچنے کی تلقین کی طرح ڈالی تو چند ایسے ہاتھ جو بظاہر اپنوں کے تھے مگر اس متعفن فضا کی  
آلودگیوں سے یَخْبِطُكُمُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ کے مصداق نور ایمان سے تھی ہر جگہ  
تھے اور انہیں کے سرتال پر جھوم رہے تھے ایسے آڑے آگے جو اپنوں میں ٹھن گئی  
اور ایسی ٹھنی کہ داعیان حق بھی اپنے نصب العین کو بھول کر انہی اپنوں سے دست بگریباں  
ہو کر غیر محسوس انداز میں اپنی توانائیاں صرف کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور نتیجہ یہ کہ  
”وہ لوگ“ اپنے تخریبی مقاصد میں کامیاب ہوتے چلے گئے۔ دور نہ جانیے۔ ماضی قریب



میں سرکاری مدارس کے طلباء کے لیے درسیات کا نصاب مرتب ہوا۔ ان لوگوں نے اپنی حسب مرضی جو پلا شامل نصاب کرایا مگر انہوں کی بے خبری، بے علمی، بے حسی، اور نا کجی کا یہ عالم کہ ان کے مرتب کردہ نصاب پر صحت اگر ٹھاپاں کر کے یہ سمجھ لیا کہ ہم بھی، ہیں اور پوری ملت کے لیے ایک الیہ پیدا کرنے کا موجب بن گئے۔ اور پورے پر اسے مذہبی مدداری کے منافعاً جواب سے مطمئن کرنے کی کوشش کی گئی۔

میں نے نشہ میں "اختلاف امت کا الیہ" لکھا۔ دوران تحریر شرک و بدعت کے مالہ و ماعلیہ کے سرچشموں کی جہتم ہوئی۔ میں ابھی اس جہتم میں چند قسم ہی چلا تھا کہ عجیب عجیب اکشافات نے چلا کر رکھ دیا۔ کتاب پریس میں پہنچی گئی تو ضمیر نے کہا میاں تم کس احمقوں کی دنیا میں کھو گئے۔

ان احناف یا شوافع یا حنابلہ یا مالکیوں میں چند لوگوں کی سراط مستقیم سے پھیلاہٹ پر تم بھر مک لٹے۔ مگر یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ بات تو تب تھی کہ ان بھولے بھٹکے لوگوں کو بتاتے کہ کبھی اپنے خمن ایمان کے ان قزاقوں کو پہچانو۔

اسی "پہچان" کے لیے نشہ میں حقیقت مذہب شیعہ، طبع ہوئی، وقت گھنٹا ملا اور میں ان سنگھار چٹانوں عظیم صمراؤں، طویل و عریض دلدلوں اور ناپیدا کنارہ مندوں کو عبور کرتا آگے بڑھتا رہا۔

"حقیقت مذہب شیعہ" کے آخری باب قدہ مشترک میں جامہ قسم کی تعلید نام نہاد تصوف اور چند عجبی اصطلاحات کے چہرے کی نقاب کشائی کی گئی تھی۔ بوجہ زیر نظر کتاب میں وہ باب شامل رکھنا ناگزیر ہو گیا۔

ترمیم مضافہ کی وجہ سے کتاب کی موجودہ ضخامت اب اس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی نیز اس باب میں جن اشارات پر مبنی ایک راستے کا تعین کیا تھا اب اس پر باقاعدہ چند کتابیں مندرجہ شدہ پر آپکی ہیں جن میں سے توحید خالص اور اسلامی تصوف بڑی خاصے کی وزن دار جزئی ہیں۔

لے انشاء اللہ تقریب اس موضوع پر ایک مبسوط تالیف قارئین کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔

عہ تالیف ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی حزب اللہ کراچی۔

سے شائع کردہ ماہنامہ میثاق لاہور ستمبر اکتوبر ۱۹۸۸ء تالیف پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔



قدمشترک پر جن نام نہاد متصوفین کی ایکائیاں آنی شروع ہو گئیں تھیں۔ خدا کرے  
ان کے مطالعہ سے استفادہ کی صورت میں ان کے فاسد مادہ کا اخراج ہو جائے۔  
حقیقت مذہب شیعہ کی اشاعت پر جن صاحبان علم و فضل نے حوصلہ افزائی کی ان  
کی فرست طویل ہے۔ چند قدا اور اور بلند بالا شخصیتوں میں سے۔

کسی نے اسے مذہب شیعہ کی انسائیکلو پیڈیا کہا۔

کسی نے اسے شیعیت پر حجت آخر قرار دیا۔

کسی نے نظریہ سے بچنے کی دعائیں دیں۔

کسی نے ایں کارنامہ تو آید و مرھاں چنین کنند کے کلمات سے حوصلہ بڑھایا۔

کسی نے اسے تحفہ اثنا عشریہ، آیات بیتات، لیسوۃ الشیعہ اور کتاب شہادت کی  
ایک کڑی قرار دیا۔

اور کہیں کہیں سے یہ آوازیں آئیں کہ اگر ہم حقیقت مذہب شیعہ کا مطالعہ نہ کرتے  
تو مشرک ہی مریجاتے وغیرہ وغیرہ۔

اخبارات و رساکی نے جو کچھ لکھا وہ بھی سینکڑوں صفحات سے کیا کم ہوگا۔ چنانچہ  
تعلیم القرآن راولپنڈی نے اپنے شمارہ اپریل ۱۹۷۷ء میں لکھا۔

”دور حاضر میں جبکہ اہلسنت اپنے عقائد و حقوق کے تحفظ سے غافل ہیں رد شیعیت  
کے سلسلہ میں نہایت توجہ اور ہمت کوشش کی ضرورت ہے مولف اس حیثیت سے  
شکر ہے کہ مستحق ہیں کہ انہوں نے طویل عرصہ تاریخ شیعیت کے مطالعہ میں گزارا  
اور قدیم و جدید سنی، شیعہ مصادر کی روشنی میں یہ ضخیم کتاب مرتب کی۔ جس میں شیعہ مذہب  
کا آغاز پس منظر ان کے مختلف آئمہ اور فرقے، عہد بعثت ترقی، اسلام کش سرگرمیاں



موزی اہلبیت کر کشیش، دین میں ہدایت، خلافت بنوامیہ، بنو عباس اور خلافت عثمانیہ اور سلطنت مغلیہ میں شیعوں کے کارنامے، اسماعیلی فرقہ کے فتلہ احمد شاہیں علویوں اور امویوں کے تعلقات اور حادثہ کربلا وغیرہ بہت سے متنازعہ امور پر مورخانہ گفتگو کی گئی ہے اہل سنت پر شیعہ اثرات کے ضمن میں کئی حقائق سے پردہ اٹھا گیا ہے۔ مگر اس سب کچھ میں میری دلچسپی کا کوئی سامان نہ تھا۔ البتہ ذیلے شیعیت کی طرف سے ج دیکھنا، لینا، پکڑنا، دوڑنا، جہلے نہ پائے کی باہر کار سن کر بڑا لطف آیا۔ ملاحظہ ہو المبلغ سرگودھا اپریل ۱۹۷۷ء۔

• انہوں دسین ہلے اپنے خون کی سرنی سے اسلام کی صداقت کی ایک ہی ان مٹ رو، پھوڑی ہے کہ جسے اب دنیا محمود احمد عباسی، میرت دہلوی اور فیض عالم صدیقی جیسے لاکھوں یزید پیدا کرتی ہے اس کو مٹانے کے؟ یہاں اس پر تبصرے کا وقت ہے نہ موقع وہ سب کچھ قارئین کے لیے زیر نظر کتاب میں موجود ہے، دیکھنے اور غور کرنے کی بات صرف اس قدر ہے کہ کم و بیش ساڑھے چار سو سال سے ایک یزید کو آج تک کو سننے دینے والوں نے اگر میرت یا عباسی کو چند کو سننے دینے کے بعد مجھے بھی اس صف میں لاکھڑا کرنے کی زحمت گوارہ فرمائی ہے تو غم نہ کرنا چاہیے۔ فیض عالم کی زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں سے متجانہ زبان ماحتاب سے اس منفرد مرد مہاجر کے خاک پا کو اپنی آنکھوں کے لیے کھل الجواہر کھنڈے دلے پیلہ ہو چکے ہیں اور فیض عالم کی زندگی میں نہ سہی اس کے مرنے کے بعد یہ تعداد انشاء اللہ لاکھوں کروڑوں تک پہنچ جائے گی انہیں خولہ مخاء اس غم میں ہلکان ہو کر اپنا خون خشک نہ کرنا چاہیے ان کی دسیسہ کاریاں، ابلہ فریبیاں اب کوئی ڈھکی چھپی نہیں رہ گئیں ان کی وہ نبٹ آمیز شیطنیت جو کبھی یہود و مجوس کی تیار کردہ اسلام کش سرگرمیوں کی طفلی تھی اب وقت کے تقاضوں کے تحت جس طرح اسلام دشمن جذبات سے مغلوب ہو کر ہمسایہ کے بھارت میں جن سنگھ کے حضور میں سجدہ ریز ہوئی ہے یہ کسی دوسری دنیا کا واقعہ نہیں۔

نیشنل ہیرو لکھنؤ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۷ء میں دیکھیے۔

کہ کس طرح کوئی کلب صادق، مولوی علی نامہ سعید جن کے نام کے ساتھ مجتہد کا لائحہ بھی ہے ماکر حضور لوہاں وغیرہ نے مل کر مشورہ اسلام دشمن جماعت جن سنگھ سے رجوع کیا اور



صحابہ کرام کی شان میں دشنام طرازی کے لیے (مؤلف) چنانچہ ڈاکٹر پی ڈیکور ایم ایل سی گری مانج دھرن، سابق میئر، لال بی منڈن کارپوریٹر اور شوراج بہادر جن سنگھیوں نے شیعوں کو تعاون کا بھرپور یقین دلایا چنانچہ چند دنوں میں صرف کھنوں میں پندرہ ہزار سے زائد شیعوں نے جن سنگھ کی مہم کے قیام پر کر دیئے۔ جن سنگھ کا چوٹی کا لیڈر ناناجی۔ دیش مکھ ڈاکٹر کپور کے ہمراہ فوراً کھنوں پہنچا اور شیعوں کو بھرپور امداد کا یقین دلایا شیعوں نے تہ دل سے دیش مکھ کا شکریہ ادا کیا۔ اسی دوران نہایت گہری سازش سے سنیوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے اہل ہندوؤں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے الفیغ اور مسلم سینا کے فرضی ناموں سے چند پوٹریج کلا کے شہر کے بعض مقامات پر چسپاں کر دیئے گئے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا چنانچہ امام بارہ آصفی میں شیعوں کی دعوت پر ناناجی دیش مکھ نے ایک طویل تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت آپ (شیعوں) کی مخالفت نہ کرے گی تو ہم آپ کی مخالفت کریں گے اور دیکھیں گے کہ آپ کی مذہبی رسموں میں مداخلت کون کرتا ہے شیعوں کی ان مذہبی رسموں سے مراد سب صحابہ کرام رہے (مؤلف) میں کھنوں ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی ماجد علی دہلی تک ہلا کر رکھ دوں گا۔

انہیں ایام میں یہ لم بھی تراشی گئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہمارا جہ چندر گپت سے بڑے دوستانہ تعلقات تھے۔ چنانچہ آپ کو بلا سے آنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ (ماخوذ از انسانیت کی فریاد مولفہ ڈاکٹر منظر الحسینی)

گمان جنت الخمار کے باسی افسانہ طرازیوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ چندر گپت تو ۳۳۰ ق م میں بر گیا تھا اور حسین ۶۲۶ ق م میں پیدا ہوئے۔ گویا چندر گپت کے مرنے کے دو سو چھیانوے سال بعد۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی امامت کے دوسرے رازوں کی طرح کا کوئی راز ہو۔

ایک دیدہ ویر، ایک صاحب بنسبت جو اس بات کا مدعی ہو کہ میں مسلمان ہوں یا ایک ان پڑھ اور جاہل جو صرف مسلمانوں کے نام تک ہی اسلام کا واقف ہو ان میں سے جو بھی اس قسم کے اسلام دشمن عناصر کی ہمنوائی کا سُرالا اپنے کا ارتکاب کرے گا۔ ایک سچے مسلمان کی نظروں میں اس کا اسلام یقیناً مشکوک ہے بے غیرتی کی ایسی ذیل رواداری کی اسلام میں گنجائش نہیں۔

فیض عالم راجوروی

ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ



## نذر عقیدت

اس معلوم دنیا میں وہ وقت صرف ایک بار ہی آیا کہ چالیس لاکھ مربع میل پر مشتمل  
مہذب ترین انسانوں کی آبادی کا مجاہد و ماؤی، یگزار حجاز کا مرکزی مقام مدینۃ النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم بنا۔ قیصر و کسری کی ہزار سالہ عظیم الشان سلطنتیں صفحہ ارضی سے نیست و نابود  
ہو چکی ہیں۔ معلوم دنیا کا ہر اقلی و اعلیٰ فرد وقت کے "شہنشاہ اعظم" کی خوشنودی کے حصول  
کے لیے مدینۃ النبی کا رخ کیے ہوئے ہے۔ وحدت دین۔ وحدت فکر وحدت اعمال کا یہ دور  
اپنی مثال آپ ہے۔ امن، فراغت، آسودگی، خوشحالی اور ولایت کا یہ عالم ہے کہ کوئی زکوٰۃ قبول  
کرنے والا نہیں ملتا۔ گویا اسلامی عروج کا نقطہ انجام ہے۔ اس عظیم الشان سلطنت کا  
شہنشاہ اعظم علم الہی میں *مُرَحَّمَاءُ بَيْنَهُمْ* ملا اعلیٰ کی زبان میں خداوندین اور ساکنین سطح  
ارضی کی زبان میں امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہے۔ حجاز کے بدو اسے عثمان بنی کے  
نام سے پہچانتے اور جانتے ہیں؟

مجوسیت کا باطنی بغض، ناطق بالصدق والصواب خلیفہ دوم کو ابو لولو کی شکل میں  
شہید کر چکا ہے جس سے متاثر ہو کر یہودیت عہد الشرن ساکی شکل میں پر پرزے  
نکال رہی ہے *أَشْدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ* کی بجائے *مُرَحَّمَاءُ بَيْنَهُمْ* کی رافت، نرم دلی، تواضع  
انصار اور رحم نے مجوسیت اور یہودیت کو کھلم کھلا گھوٹا جوڑ کا موقع دیا۔ تو تمام سلطنتیں  
ان کی تخریبی سرگرمیوں نے ایک جال پھیلا دیا۔ امیر المومنین کو خبریں پہنچتی ہیں تو وہ سب  
کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مگر تخریبی عناصر مدینہ میں گھس کر قنصلارت کو گھیر لیتے ہیں یہ دیکھ کر تمام بزرگ ہستیاں  
عرض پرداز ہیں۔

امیر المومنین! حکم دیجئے کہ ان باغیوں کو بزور شمشیر مدینہ سے نکال دیا جائے۔



نہیں میرے بھائیو! امیر المومنین جواب دیتے ہیں۔  
 میں نہیں پانتا کہ میری ذات نبیؐ کے شر میں کسی انسانی ہان کے ضیاع کا موجب  
 بنے۔ اور پھر اپنے طور پر چند فوجوں قسریاً مرگے رہے ہیں۔ مگر باقی حقیقی  
 دیوار پھانڈ کر اس عظیم انسان کو شہید کر دیتے ہیں۔

آپ کی شہادت

ملت اسلامیہ کا وہ الیہ ہے جو آگے پہل کر نبیل و عین کے سرکوں میں ایک لاکھ سے  
 زائد مسلمانوں کی شہادت کا موجب بنا مگر شہادت عثمانؓ کا یہ قصاص بھی کارکنانِ قضا  
 قضا و قدر کے ہاں پورا نہ اترتا۔ اور دہائی صدی تک تمام عالم اسلام خاک و خون میں تڑپتا رہا  
 اور آج تک شیعہ سنی کی چپقلش کی صورت میں موجود ہے۔

ایک ذرہ ناچیز اپنی حقیر ترین کوششوں کا یہ نذرانہ

اسی شہید اعظمؓ

کے حضور میں عقیقہ تمنا نہ پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں  
 اور اس شہید اعظمؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین



## عرض حال

شیعوں اور سنیوں کے درمیان نامعلوم کب مباحثوں، مناظروں اور مجادلوں کی بنا رکھی گئی کہ آج تک یہ سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہے۔ ہر دور میں فریقین خم ٹھونک کر آستینیں چڑھائے ایک دوسرے کے خلاف برسوں کا نظر آتے ہیں اور فریقین کی ان باہمی چیلشوں نے اصل حقیقت کے چہرے کو اس طرح غبار آلود کر دیا ہے کہ آج اصلیت کا سراغ لگانا ناممکن ہو کر رہ گیا ہے۔ اور پھر فریقین نے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور ایک دوسرے کا منہ بند کرنے کے لیے ایک دوسرے کی کتابوں سے ایسے ایسے الزامی جراثیم ڈھونڈ نکالے ہیں جنہیں آج ایک نظیف الطبع آدمی سنا بھی پسند نہیں کر سکتا۔ اس باہمی منافرت میں فریقین کے جن پڑھے لکھے لوگوں نے زیادہ حصہ لیا اب ان کے پاس یہی ایک کام باقی رہ گیا تھا جس کے ذریعے وہ تنور شکم کا ایندھن فراہم کرتے۔ ان میں اس قسم کے بھی چند لوگ ضرور ہوئے ہیں جنہوں نے بات کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی اور آخر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے۔ نواب محسن الملکؒ کی قسم کے لوگوں سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔ لیکن اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُومِ کے مصداق اکیلا چنا بھاڑ نہ جھونک سکا۔

شیعہ سنی چیلش نے ہزاروں کتابوں کو جنم دیا جن پر جی بھر کر فریقین نے ایک دوسرے پر اپنے دل کا غبار بھی نکالا اور اپنے حواریوں سے واہ واہ کی داد بھی لی اور پھر اس ذریعہ سے دولت بٹی گئی یہ سب کچھ ہوا اور اس وقت تک ہوتا رہے گا

ملہ نواب محسن الملک سرسید کے جانشین تھے پہلے شیعہ تھے پھر اپنی تحقیق سے مسلک المحدث اختیار کیا اور اپنی تحقیق کے نتائج کے طور پر ایک کتاب آیاتِ قلمبند کی نگہ سرسید نے اپنی زندگی میں اسے شائع نہ ہونے دیا۔



نہیں میرے بھائیو! امیر المومنین جواب دیتے ہیں۔  
 میں نہیں چاہتا کہ میری ذات نبیؐ کے شہر میں کسی انسانی جان کے ضیاع کا موجب  
 بنے۔ اور پھر اپنے طور پر چند نوجوان فخر امارت پر پہرہ دے رہے ہیں۔ مگر باغی حقیقی  
 دیوار پھاند کر اس عظیم انسان کو شہید کر دیتے ہیں۔

آپ کی شہادت

ملت اسلامیہ کا وہ المیہ ہے جو آگے چل کر جبل و عین کے معرکوں میں ایک لاکھ سے  
 زائد مسلمانوں کی شہادت کا موجب بنا۔ مگر شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قصاص بھی کارکنانِ قضا  
 قضا و قدر کے ہاں پورا نہ اترتا۔ اور ربیع صدی تک تمام عالم اسلام خاک و خون میں تڑپتا رہا  
 اور آج تک شیعہ سنی کی چپقلش کی صورت میں موجود ہے۔

ایک ذرہ ناچیز اپنی حقیر ترین کوششوں کا یہ نذرانہ

اسی شہید اعظمؑ

کے حضور میں غقیہ نمندانہ پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں  
 اور اس شہید اعظمؑ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین



## عرض حال

شیعوں اور سنیوں کے درمیان نامعلوم کب مباحثوں، مناظروں اور مجادلوں کی بنا رکھی گئی کہ آج تک یہ سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہے۔ ہر دور میں فریقین خیم ٹھونک کر آستینیں چڑھائے ایک دوسرے کے خلاف برسوں کا نظر آتے ہیں اور فریقین کی ان باہمی چیلشوں نے اصل حقیقت کے چہرے کو اس طرح غبار آلود کر دیا ہے کہ آج اصلیت کا سراغ لگانا ناممکن ہو کر رہ گیا ہے۔ اور پھر فریقین نے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور ایک دوسرے کا منہ بند کرنے کے لیے ایک دوسرے کی کتابوں سے ایسے ایسے الزامی جملات ڈھونڈ نکالے ہیں جنہیں آج ایک لطیف الطبع آدمی سننا بھی پسند نہیں کر سکتا۔ اس باہمی منافرت میں فریقین کے جن پڑے لکے لوگوں نے زیادہ حصہ لیا اب ان کے پاس یہی ایک کام باقی رہ گیا تھا جس کے ذریعے وہ تنور شکم کا ایندھن فراہم کرتے۔ ان میں اس قسم کے بھی چند لوگ ضرور ہوئے ہیں جنہوں نے بات کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی اور آخر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے۔ نواب محسن الملکؒ کی قسم کے لوگوں سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔ لیکن التادۃ کا لعدۃ دم کے مصداق اکیلا چنا بھاڑ نہ جھونک سکا۔

شیعہ سنی چیلش نے ہزاروں کتابوں کو جنم دیا جن پر جی بھر کر فریقین نے ایک دوسرے پر اپنے دل کا غبار بھی نکالا اور اپنے حواریوں سے واہ واہ کی داد بھی لی اور پھر اس ذریعہ سے دولت جی کی یہ سب کچھ ہوا اور اس وقت تک ہوتا رہے گا

ملہ نواب محسن الملک سرسید کے دانشور تھے پہلے شیعہ تھے پھر اپنی تحقیق سے مسلک المحدث اختیار کیا اور اپنی تحقیق کے نتائج کے طور پر ایک کتاب آیات بینات قلمبند کی مگر سرسید نے اپنی زندگی میں اسے شائع نہ ہونے دیا۔



جب تک اس قسم کے لوگ زندہ ہیں ع

ثقلے خود ز خود گفتن نہ زید مرد عاقل را

یہ تعلق ہے نہ مجذوب کی بڑ۔ بلکہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اسے حق سمجھ کر کھا ہے اور اسے تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کرتے ہوئے اپنے قلب و وجدان میں ایک قسم کا سرور، راحت، اطمینان اور کیف محسوس کرتا ہوں کہ شیعہ مذہب کے تالذ و ماعلیہ اس انداز میں اس سے پہلے کچھ بھی قلمبند نہیں کیا جاسکا اس کتاب میں آپ بیک وقت شیعہ مذہب کے پس منظر کے علاوہ اس کے عقائد و نظریات اس کی عمدہ بہد ترقی اور اسلام دشمن سرگرمیوں سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

فیض عالم راجوردی



# خلافت

خلافت کا مادہ خلافت ہے اور اگر ایک شخص کے بعد دوسرا اس کا نائب یا جانشین ہو تو اسے خلیفہ کہتے ہیں خواہ یہ نیابت صحت و عزل کی وجہ سے ہو یا اپنے اختیار اور منصب کو سپرد کرنے کی وجہ سے۔

قرآن میں یہ لفظ متعدد مقامات پر آیا ہے آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ فی الارض فرمایا ہے۔ آدم علیہ السلام کے بعد ان کی نیابت جن کے سپرد ہوئی وہ سب خلیفہ فی الارض ہوئے اور اس زمین کی وراثت و خلافت یکے بعد دیگرے جن قوموں کے سپرد ہوتی رہی اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت گزار رہیں وہ سب اس خلافت کی مستحق رہیں۔ قرآن مجید کی ان آیات میں اسی امر کی طرف اشارات ہیں۔

وہی پروردگار ہے جس نے تم کو زمین میں خلافت دی۔  
پھر ان قوموں کے بعد ہم نے تم کو ان کی جگہ دی تاکہ دیکھیں تمہارے کام کیسے ہیں۔  
اور یاد کرو جب تم کو قوم نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا۔  
اسے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

پھر فرمایا:

اگر تم نے اپنا فرض ادا نہ کیا تو میرا پروردگار تمہاری جگہ کسی دوسرے کو دے گا۔  
اسی خلافت فی الارض کو وراثت سے تعبیر کیا۔  
یقیناً زمین کی حکومت ہمارے صالح بندوں کی وراثت میں آئے گی۔ اسی خلافت فی الارض کو "ملکین" سے بھی تعبیر کیا۔  
اسی طرح ہم نے یوسف کی عظمت منہ میں قائم کر دی۔  
اسی ملکین کا مسلمانوں سے وعدہ فرمایا۔

وہ لوگ کہ اگر ہم ان کی طاقت زمین میں جمادی تو ان کا کام یہ ہو گا کہ غار کو قائم کریں گے، نیکو ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

غرضیکہ خلافت، وراثت، ملکین کا اصل مقصد نیکی اور برائی کے اعلان کا ظہور



اور برائی سے لوگوں کو بچانا ہے۔

اب ذرا واضح طور پر سنئے :

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ انہیں زمین کی خلافت دے گا۔ ٹھیک اسی طرح جیسے پہلی قوموں کو دی گئی۔ اور ایسا کرے گا کہ ان کے لیے ان کا دین حق قائم ہو جائے گا اور خوت کی گھڑیاں امن کی خوشحالی اور کامرانی سے بدل دی جائیں گی۔“

ابو العالیہ کی روایت کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ہجرت کے بعد مسلمانوں کا کفار کے حملوں اور منافقین کی ریشہ دوانیوں سے یہ حال تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے ہتھیار اپنے جسم سے الگ نہیں کر سکتے تھے۔

مندرجہ بالا تمام آیات سے واضح ہوتا ہے خلافت سے مراد زمین کی حکومت و تسلط ہے اور جب کسی کو زمین پر کامل حکومت و اختیار نہ ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان تمام خصائص سے ہمہ صفت موصوف خلیفہ ہوئے آپ نے اڑھائی سال کی قلیل مدت میں منکرین زکوٰۃ، مدعیان نبوت، اور منافقین کا قلع قمع اس طرح کیا کہ آج ہم دھاللات پڑھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔ واقعات اس حد تک سرکشی و طغیان، نافرمانی و بغا کی صورت میں امنڈ کر مدینۃ النبیؐ کو گھیرے میں لے چکے تھے کہ کبار صحابہ تک آپؐ کی خدمت میں عرض کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اسامہؓ کا لشکر واپس بلا لیا جائے۔ نبی علیہ السلام کے دور نبوت و رحمت کی نبی کا مکمل نقشہ صدیق اکبرؓ کی خلافت و رحمت کا طرہ امتیاز بنا رہا صدیق اکبرؓ کے بعد سطح ارضی کا وہ کامل ترین انسان خلعت خلافت کا جامہ دربر کیے نمودار ہوا۔ کہ ایک طرف قادسیہ اور یرموک میں دنیا کی دہڑی سلطنتوں کا تختہ الٹا جا رہا ہے اور دوسری طرف خلیفہ وقت ایک بدو کے چوہے میں پھونکیں مار مار کر آگ جلا رہا ہے اور اس کی بیوی بدو کی درد زہ میں مبتلا عورت کو خیمہ میں سنبھالے ہوئے ہے۔ اور جب اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو چوالیس لاکھ مربع میل کا علاقہ ایک خوشحال اور فارغ البال سلطنت کی صورت میں پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔

اب خلعت خلافت کا جامہ شہید اعظم حضرت فدا المعینؓ کی وفات گرامی سے



زینت افزا ہوتا ہے کہ سلطنت کی وسعت ملک میں قاذغ ابالی، نو مسلموں کے بھگتے  
یہودیت نصرانیت اور مجوسیت کی ملی بھگت اندر ہی اندر ایک آتش فشاں لاوا بن  
چکی ہے اور آخر خلیفہ ثالث شہید کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک خلافت کا انعقاد اور خلافت کی ذمہ داریوں  
سے عہدہ برائی غرضیکہ امورات سلطنت "خلافت علی منہاج النبوة" کا جیتا جاگتا  
نمونہ تھا۔

حالات کی ستم ظریفی کہ اب خلافت کا حامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پہنایا جاتا ہے مگر صورت  
یہ ہے کہ سب سے پہلے تابعین عثمان کا سر کردہ لیڈر اشتر نخعی آپ کے ہاتھ پر بیعت  
کرتا ہے اور بیعت کے لیے آگے بڑھنے والے ہاتھ رک جلتے ہیں۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم  
میں پڑ جاتے ہیں۔ تمام ملک میں پھیلے ہوئے اجل صحابہ رضی اللہ عنہم شدید و حیران رہ جاتے ہیں۔  
ابن خلدون کہتے ہیں — را علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت  
مختلف شہروں میں تھے اور علی رضی اللہ عنہ کے بیعت کے وقت موجود نہ تھے ان میں سے بعض نے  
بیعت کی اور بعض نے توقف کیا تا آنکہ جمہور کا اجماع ہو جائے اور وہ کسی امام پر متفق ہو  
جائیں۔ ان میں سعد بن ابی وقاص، سعید بن جبشہ، ابن عمر، اسامہ بن زید، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن سلام  
قدام بن مظعون رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، کعب بن مالک، لہان بن بشیر  
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، مسلمہ بن مخلد، فضام بن عبد بن غرضیکہ بڑے بڑے صحابہ کرام بیعت  
سے رُکے رہے۔

ابن خلدون آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ایسے حضرات کی رائے تھی کہ ان کی بیعت منعقد نہیں  
ہوئی جو صحابہ اہل حل و عقد تھے وہ دور دور بکھرے ہوئے تھے اور بہت تھوڑے اصحاب  
موقع پر موجود تھے۔ بیعت اس وقت منعقد ہوتی ہے جب اہل حل و عقد متفق ہو جائیں  
آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ان کے بعد کی صدی کے لوگوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ  
کی بیعت ہو گئی تھی اور تمام مسلمانوں پر اسی کی پاسداری لازمی تھی اور یہ کہ رائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ  
کی درست تھی نیز یہ کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی خطا پر تھے خصوصاً سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ  
اور زبیر رضی اللہ عنہ کیونکہ انہوں نے بقول بعض راویوں کے بیعت کر کے توڑ دی تھی (مقدمہ ابن خلدون  
صفحہ ۱۵۰ طبع مصر المطبعة النورانیہ) حالانکہ ابن خلدون کا یہ قول غلط ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ



لے بیعت کر کے توڑ دی تھی بلکہ بعض روایات کے مطابق بیعت کی ہی نہیں تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں اکثریت قاتلین عثمانؓ کی تھی اور اسی وجہ سے کبار صحابہؓ کی اکثریت اس معاملہ میں بالکل کنارہ کش رہی۔ الغرض جنگ جمل اور صفین کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ایک لشکر کے ہاتھ سے جو بعد میں خارجی ہو گیا تھا شہید ہو گئے۔ آپؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ سے کم عرصہ میں ہی تمام امور امت دستبردار ہو گئے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے گوشہ نشین ہو گئے اور تمام امت نے نہایت خوشی سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اسی موقعہ کے لیے کسی من چلنے نے حدیث سفینہ کھڑی جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کر کے دنیا سے رخصت کر کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہتھیار بٹھا دیا۔

اس حدیث کے الفاظ ہیں خلافت تیس برس رہے گی اور پھر ملک ہو جائے گا۔ یارانِ طریقت نے ہر دور میں تمام نصوص کے مقابلہ میں اس حدیث کو حرف آخر کے طور پر پیش کر کے اس پر بے شمار عمارتیں کھڑی کیں یہاں تک کہ ابوالکلام آزاد اور ابو الاغلی مودودی بھی اس تسامح کا شکار ہو گئے۔ یا نسلی عصبت کی بھینٹ چرھ گئے۔ گویا قید زمانی و مکانی سے آزادین کو تیس برس کے زمانہ میں محدود کر کے رکھ دیا اور خیال نہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اگر ۴۱ھ میں نہ ہوتی اور مزید چند برس زندہ رہتے تو خلفائے راشدین کے زمرہ سے نکل جاتے یا اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بجائے اور کوئی جلیل القدر صحابی بن جلتے تو وہ بھی کھٹکنے بادشاہ ہوتے پھر یہ بھی دریافت طلب امر ہے کہ حضرت سفینہؓ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یا نہیں اگر کی تھی تو کیا انہیں یہ حدیث یاد نہ تھی اور پھر انہوں نے کسی دور میں یہ حدیث بیان کیوں نہ کی۔ دراست کے علاوہ روایت کے لحاظ سے ابن العربیؒ نے العواصم من القواصم میں اس حدیث کو غیر صحیح بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ بغرض محال یہ حدیث صحیح ہی سہی مگر نصوص صریحہ یعنی کتاب اللہ سنت رسولؐ اجماع صحابہؓ اور قیاس سب کے خلاف ہے۔ یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ کیا صرف حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو ہی خلافت جیسے اہم مسئلے کا جمہور صحابہ رضی اللہ عنہ سے ہٹ کر کوئی مخصوص علم دیا گیا تھا کہ خلافت تیس برس تک رہے گی۔

۱۰۰ میں نے اپنے رسالہ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ کے فائدہ غزنویہ پر ایک نظر میں اس موضوع پر تفصیل بحث



پھر یہ حدیث بیان کرنے سے کیا بستر نہیں تھا کہ وہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہتے کہ تم خلیفہ نہیں ہو اس لیے تمہیں اللہ اور رسول کی بیعت لینے کا حق حاصل نہیں عقلاً نقلاً روایتاً وراثاً غرضیکہ کسی صورت میں باور نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ کہے ہوں رفق کی ہمنوائی میں حدیث سفینہ کو تو خوب اچھا لایا۔ جو روایت و روایت دونوں طرق سے قابل حجت نہیں مگر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا کہیں ذکر نہیں۔  
عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قد وررہی الاسلام بخمسين وثلاثين او سبع وثلاثين فان يهلكوا فبيل من هلك وان يقول لهم دینہم یقر بہم سبعین عامًا قلت ایہما قلت ایہما بقی او متا مضی قال ما مضی۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے روایت کی فرمایا نبی علیہ السلام نے پھرتی رہے گی حسی دین اسلام کی پینتیس سال یا پچھتیس سال یا پینتیس سال پس اگر ہلاک ہوں پس ان کا راستہ ہے ہلاکت کا اور اگر دین کا کاروبار ان کے لیے مضبوط ہو جائے تو ستر برس تک رہے گا۔ کہا میں نے ستر برس اس وقت سے ہیں کہ باقی رہے گا اس وقت سے کہ گزرا فرمایا تمام ہو گا ابتداء اس وقت سے کہ گزرا۔ (ابوداؤد)

اس حدیث کے واضح طور پر تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ ۳۵-۳۶ یا ۳۷ سال تک جو نبی علیہ السلام کے معاہدہ یہود سے شروع ہوا یعنی جب اسلامی سٹیٹ کی بنیاد رکھی گئی اور شہادت ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر ختم ہو گیا۔ دوسرا دور فانی یُہلکوا قبیل من هلك یہ دور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی برائے نام خلافت کا دور ہے اور تیسرا دور وان یقر لہم دینہم سبعین عامًا یہ دور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے شروع ہو کر ۱۰۵ھ بمشام تک پہنچا یہاں ایک بات اور ذہن میں رکھیے الخلافۃ بالمہدیمۃ سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر ختم اور والملك بالشام سیدنا معاویہ سے شروع۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو کوفہ میں تھے اس روایت کو ان روایات سے ملا کر دیکھئے جن کا مفہوم اس قسم کا ہے یعنی اکثر مواقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے ابو بکرؓ اور عثمانؓ نے فلاں کام کیا۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی اور مجتہد ہونا مسلم ہے آپ نے بیس سال تک خلافت کا منصب سنبھالے رکھا اور ہمیں کسی مقام پر ان کے دور خلافت میں یہ قبول نظر نہیں



آئی کہ ان سے کسی ایک فرد نے کسی ایک امر میں کسی ایک مقام پر بھی اختلاف کیا ہو جبکہ یہ نظر آتا ہے کہ محل و صفین کے معرکوں کے بعد جو خلا پیدا ہو گیا تھا اس کو کس طرح آپ نے پُر کیا۔ خوارج جو حضرت علی رضی کی شہادت کا موجب بنے تھے انہیں کس طرح حضرت معاویہ رضی نے ختم کیا۔ تاریخ اسلام کا یہ دور امن، فارغ البالی، خوشحالی، آہادی رائے میں اپنی مثال آپ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت عقیل رضی نے اپنے سگے بھائی حضرت علی رضی کا ساتھ چھوڑ کر آپ کی مصاحبت قبول کر لی تھی۔ سیدنا حسین رضی، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی، سیدنا محمد بن علی رضی، ابی طالب اور دیگر اہلہ صحابہ دمشق جاتے رہتے تھے اور مہینوں وہاں قیام کرتے تھے۔

یہاں بعض اذہان نے افضل و مفضل کا مسئلہ تخلیق کر کے اس بحث کا ایک اور انداز میں ذکر شروع کرنے کی طرح ڈالی مگر ان عقل اور دیانت سے محروم لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ سیدنا علی رضی اگرچہ بے مثل عالم عارف، زاہد اور فقیہ ہونے کے علاوہ شجاعت، سخاوت، عزیمت، خطابت اور جوانمردی میں ایک خاص مقام رکھتے تھے مگر یہ تمام مناقب و فضائل اور اخلاقی مکارم ان کی ذات تک ہی محدود رہے اس لیے آپ کی بیعت کے وقت جن لوگوں کی اکثریت آپ کے گرد جمع ہوئی تھی وہ ایسے لوگ تھے جن کے کردار، جن کے اخلاق جن کی ذہنیتیں نہایت گھٹیا تھیں وہ لوگ خون عثمان رضی میں اپنے ہاتھ رنگ چکے تھے ان کے پیش نظر حضرت علی رضی کی اس میں اُمت کو تباہ و برباد کرنا تھا اور جو واقعی مخلص تھے ان کی رائے دب کر رہ گئی اور یہی وجہ تھی کہ سکا بھائی ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گیا تھا۔ بخلاف آپ کے حضرت امیر معاویہ رضی کی پشت پر ایسی طاقت تھی جو مخالف اور تباہ کن تحریکوں کو سر اٹھانے سے پہلے ہی اس کا سر کچل دینے کی طاقت اپنے اندر رکھتی تھی۔ جو لوگ حضرت علی رضی کی شہادت کا موجب بنے جن لوگوں نے چھ ماہ کی قلیل مدت میں حضرت حسن کو خلع خلافت پر مجبور کیا۔ وہی لوگ حضرت معاویہ رضی کی خلافت کے پرچم کے نیچے آتے ہی تمام چوکرٹیاں بھول گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی نے بڑی دور اندیشی، عقل مندی اور فراست سے تمام حالات کا جائزہ لے کر ہی امیرِ بصرہ کی ولی عہدی کی بیعت لی اور جن لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی انہوں نے بصدق دل امیرِ بصرہ کی ولی عہدی کو قبول کیا۔



بے شک سیدنا سعد بن وقاص یا حضرت عبداللہ بن عمرؓ یا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھی نامزد کیا جاسکتا تھا مگر انہوں نے خود پر خدا و غیبت امیرِ یزیدؓ کی ولی عہدی کو قبول کر لیا۔ تو دوسروں کو اس میں کلام کرنے کا کیا حق ہے۔

بیس سال کی کامیاب خلافت کے بعد امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا اور امیرِ یزیدؓ خلیفہ بنے آپ مخالف و موافق تاریخوں کے تمام کونے کھدے کھنگالے اور ایسی چوٹی کا زور لگا کر دیکھ لیجئے آپ کو صرف دو اشخاص کے علاوہ ایک فرد نظر نہیں آئے گا جس نے امیرِ یزیدؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو اور ان دونوں نے بھی بیعت سے اس وقت صرف توقف کیا خود مدعی خلافت بعد میں ہوئے اور دونوں یعنی عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ کعبہ شریف میں پناہ گزین ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت امیرِ یزیدؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے کبار صحابہ کے اسماء گرامی اپنے مقام پر آئیں گے

یہ ہے خلافت امیرِ یزیدؓ کی اصل صورت حال جسے جبر و زور کہا جائے یا سیاسی چال، مکر و فریب کہا جائے یا لالچ و تحریص لیکن قانوناً اور شرعاً اجماع تھا اور ان لوگوں کا اجماع تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہترین جماعت قرار دیا اور زمین پر اپنا گواہ بنایا اور فرمایا:

أُولَئِكَ هُمُ الرَّاşِدُونَ

اور یہ وہ لوگ تھے جو اپنی اخلاقی جرأت، ایمانی جوش، ثباتِ قلب، سیاسی اور ملی حمت میں انسانیت کی ان اعلیٰ اقدار کے مالک تھے کہ معمولی سی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی خلافت پر مجتمع نہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے عابدِ اجماع علمِ قلوب کے آفتاب پیکر شجاعت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن سے سیراب کا ساتھ دینے سے الگ ہو گئے۔

انہیں امیرِ یزیدؓ کی ایسی کس ہیبت نے مرعوب کیا کہ وہ اپنی تمام دینی استقامت سے دستبردار ہو کر اسے خلیفۃ المؤمنین ماننے پر تیار ہو گئے پھر امارتِ یزیدؓ اور آپ کی ولی عہدی کے درمیان دنوں یا مہینوں کا فاصلہ نہیں بلکہ پورے دس سال کا طویل زمانہ ہے تمام اُمت جانتی تھی کہ ہمارے ہونے والے خلیفہ یہی امیرِ یزیدؓ ہیں مگر کامل دس سال سب کے سب خاموش رہے۔ اور انہیں اس وقت امیرِ یزیدؓ میں شراب نوشی اور زنا کاری



اور دیگر فسق و فجور کا شہ بھر نظر نہ آیا۔

اب کس شرعی یا عقلی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ امیر یزید کی خلافت پر تمام امت کا اجماع نہیں ہوا تھا۔ سمعہ اکابرین ملت انہیں نہایت ناہم، صوم و صلوة کا پابند شجاع ترین خلیفہ، علم و عمل کا پیکر، اخلاص و ایثار کا منبع جانتے اور سمجھتے تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے امیر یزیدؓ کے خلیفہ ہونے کے وقت حضرت امیر معاویہؓ کے لیے دعا مغفرت کی اور فرمایا۔

”ان کے فرزند (یعنی یزیدؓ) ان کے گھر کے صلح افراد میں سے ہیں آپ لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور اپنی اطاعت اور بیعت پر مستقیم رہیں“

(الانساب والاشراف بلاذری)

بلاذری المتوکل علی اللہ اور دیگر عباسی خلفاء کے ندیموں میں سے تھے اور عباسی خلفاء کے سامنے انہوں نے امیر یزیدؓ کو امیر المومنین کے لقب سے ہی اپنی کتاب میں ذکر کیا مگر کسی عباسی خلیفہ نے انہیں نہ ٹوکا۔

حضرت نافع سے روایت ہے کہ جب اہل مدینہ کے چند افراد نے امیر یزیدؓ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے متعلقین اور فرزندوں کو جمع کر کے فرمایا میں نے نبی علیہ السلام سے یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر غدر کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا ہو گا۔ ہم نے اس شخص دیزیدؓ سے خدا اور رسول کی بیعت کی ہے اور مجھے اس سے بڑا کوئی غدر نظر نہیں آتا کہ ہم ایک شخص سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کریں اور پھر اس کے خلاف لڑنے کھڑے ہو جائیں۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ تم میں سے کسی نے اس کی بیعت توڑ لی ہے یا ہنگامہ میں کوئی حصہ لیا ہے تو پھر میرا اور اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا (صحیح بخاری کتاب الفتن)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے داعی عبداللہ بن مطیع اپنے ساتھیوں کے ساتھ محمد بن علی بن ابوطالب المعروف بابن الحنفیہ کے پاس گئے اور کہا کہ یزیدؓ شراب پیتا ہے نماز نہیں پڑھتا کتاب اللہ کے احکام کی پیروی نہیں کرتا آپ اس کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ساتھ دیں تو آپ نے فرمایا کہ:

میں کافی عرصہ امیر یزیدؓ کے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے ان میں ایسی کوئی بات نہیں



دیکھی میں نے انہیں ہمیشہ غار کا پابند۔ خیر کا متلاشی۔ فقہ کا سائل اور سنت کا مشع پایا  
 ہے عبد اللہ بن مطہر بن نے جواب دیا کہ وہ صرف آپ کو دکھانے کے لیے ایسا کرتے  
 تھے تو محمد بن حنیفہ نے فرمایا انہیں مجھ سے کیا خوف تھا جو وہ میرے سامنے بندگی  
 کا اظہار کرتے تم جو شراب کی بات کرتے ہو کیا انہوں نے تمہارے سامنے پی بے اور تم  
 خاموش رہے تو تم بھی اس گناہ میں برابر کے شریک ٹھہرے اور اگر چھپا کر پی بے تو جس  
 بات کا تمہیں علم نہیں اس کا بیان کرنا جائز نہیں یہ طویل گفتگو البدایہ والنہایہ ۸ : ۲۳۳  
 اور القواصم میں موجود ہے اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ محمد بن علی بن حسین  
 کے بھائی اور یزید حسین کا مفروضہ قاتل ہے

بالکل یہی موقف تمام بنو ہاشم کا تھا۔ سیدنا علی (زین العابدین) جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے  
 وارث اور ولی الدم تھے سیدنا زید بن حسن رضی اللہ عنہ سیدنا حسن المثنیٰ بن حسن رضی اللہ عنہ جو کہ کربلا میں موجود  
 تھے ان سب نے امیر المومنین یزیدؓ کو اپنا بزرگ اور مربی سمجھا۔ ان کی بیعت پر مستقیم رہے  
 اہل مدینہ کی بغاوت کی خبر سب سے پہلے انہوں نے امیر المومنین کو دی تو ابون اور مختار ثقفی  
 سے کوئی تعلق نہ رکھا سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ کا ساتھ نہ دیا۔ سیدنا علی زین العابدینؓ نے  
 کربلا کا تمام واقفہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اگر وہ امیر یزیدؓ کو اپنے والد کا قاتل سمجھتے تو  
 ایسا ہرگز نہ کرتے۔

ان کے علاوہ سیدنا عمر بن علی بن ابی طالب سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ابی طالب  
 سیدہ زینبؓ کے شوہر سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بلکہ سب بنو ہاشم امیر یزیدؓ کی بیعت  
 میں تھے اور آخر تک سبائیوں کی فتنہ انگیزیوں سے الگ تھلگ رہے بلکہ ایک موقع  
 پر سیدنا حسن المثنیٰ بن سیدنا حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک رافضی سبائی کو کہا کہ بخدا اگر  
 اللہ نے ہم کو تم پر قابو کا موقع دیا تو ہم تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے اور تمہاری توبہ  
 قبول نہیں کریں گے امام ابن عساکر ۴ : ۱۶۵ منقول از القواصم من القواصم حاشیہ ص ۱۸۵  
 بلکہ سیدہ زینبؓ نے مدینہ کی نسبت اپنے اس نیک طبع داماد کے ہاں باقی زندگی گزار کر داعی  
 اجل کو دمشق میں ہی بسیک کہا ان کا مزار آج تک دمشق میں موجود ہے۔

امیر یزیدؓ سیدنا عبد اللہ ابن جعفر کے ولادت تھے سیدنا عبد اللہ کی دختر کا نام ام محمد  
 تھا جو سیدہ زینبؓ کی سوتیلی بیٹی تھیں۔ بلکہ قرآن اس بات کے موید ہیں کہ وہ سیدہ



زینبؓ کی سگی بیٹی تھیں۔

غرضیکہ امیر یزیدؓ کی خلافت پر اجماع امت نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ آپ خلیفہ برحق تھے اور اسی وجہ سے وہ تمام تحریکیں جو بنو امیہ کے خلاف وقتاً فوقتاً ابھرتی رہیں ظاہر و باطن ہر طرح سے ناکام رہیں۔

اور یہ تحریکیں کیوں فنا نہ ہوئیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ:

اے ایمان والو! تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی اور ان کی تابعداری کرو جو تم میں حکم والے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر مسلم شخص پر امیر کی بات سننی اور اطاعت کرنی واجب ہے۔ حکم اُسے پسند ہو یا ناپسند بشرطیکہ معصیت کا حکم نہ ہو اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سنا ہے نہ اطاعت کرنا۔

(رواہ احمد عن عبد اللہ بن عمرؓ)

جس نے اطاعت کا عہد کرنے کے بعد توڑ دیا تو اللہ کے سامنے اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو ایسی حالت میں مر گیا کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو تو جاہلیت کی موت مرا۔

(رواہ مسلم عن عبد اللہ بن عمرؓ)

غرضیکہ اس قسم کی تصریحات کا احاطہ ایک طویل وقت کا مقتضی ہے۔

افسوس کہ سیدنا حسینؓ کو فیوں کے چکر میں آکر مکہ سے روانہ ہوئے مگر حقیقت حال کے انکشاف کے بعد جب مقام کربلا میں فرمایا کہ مجھے اپنے ابن عم (امیر یزید) کے پاس جانے دو تو جو کو فیوں کے دفعہ کے لوگ آپ کے ساتھ تھے انہوں نے حضرت حسینؓ کے اس اقدام میں اپنی موت کے سائے لہراتے دیکھ کر آپس میں فیصلہ کیا کہ ہمارے بچاؤ کی صورت ایک ایسی صورت ہے کہ حسینؓ کو ختم کر دیا جائے اور اپنے فیصلہ کے مطابق حضرت حسینؓ پر ہلہ بول دیا امیر سعد نے یہ ہڑ بونگ دیکھی تو لشکر لے کر پہنچ گئے مگر حسینؓ نے اپنے چند خاندان والوں کے شہید ہو چکے تھے غدار کوئی امیر ابن سعد کے ہاتھوں دراصل حاصل جہنم ہو گئے مگر آج تک کئی خود ساختہ مجدد اور مجتہدان بد باطن اور کذاب رافضیوں کی روایات کے بل بوتے پر امیر یزیدؓ کو حضرت حسینؓ کا قاتل گردان کر انہیں جہنمی بنانے کی فکر میں



اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے کا سامان کر رہے ہیں۔

امیر یزیدؓ کی وفات کے بعد سیدنا عبدالعزیزؓ نے زبردستی پر بھی انعقاد خلافت نہ ہو سکا۔ اور مرج راہط میں امیر مروان خلیفہ منتخب ہو گئے اور یہ سلسلہ خلافت سلطان عبدالحمید عثمانی تک چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اسی یہودی سازش کے ہاتھوں خلافت کا فائدہ ہوا۔

۱۔ آج ہر بصیرت سے کورادینت سے عادی، بظاہر علم و تحقیق کا مدعی مگر بہ باطن ضد اور عصبیت کا شکار یہی رٹ لگائے جا رہا ہے کہ ظالم یزید کے ہاتھوں مظلوم حسین شہید کر دیئے گئے۔ کیا کبھی اس طرف بھی کسی نے غور کیا کہ حضرت حسینؓ ۱۰، ۹ ذی الحجہ کو مکہ سے روانہ ہو کر ۹ صدیل کا قاصد طے کر کے کس طرح یکم محرم کو کربلا پہنچے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے یہ سفر تیس دن میں طے کیا اور ۹ محرم کو کربلا پہنچے۔ اگر آپ کی روانگی کے بعد مکہ کے گورنر نے امیر یزید کو اطلاع دی تو مکہ سے دمشق کا سفر ۱۲۸۰ میل کا ہے جو ۳۰ دن میں قاصد نے طے کیا۔ پھر امیر یزید کا حکم لے کر قاصد نے دمشق سے کوفہ کا ۴۲۰ میل کا سفر ۱۳ دن میں طے کیا پھر کوفہ سے ایک دن میں کربلا پہنچا۔ اس حساب سے سفر میں اس کے ۵۰ دن صرف ہوئے جس سے صاف یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ قاصد کے کربلا پہنچنے سے ۲۰ دن پہلے شہید ہو چکے تھے۔ اور قاصد کے کربلا پہنچنے ۴ دن پہلے حضرت حسینؓ کا کنبہ چار سو چالیس میل کا سفر کر کے دمشق پہنچ چکا تھا۔ اس زمانہ میں سفر کی منزلیں مقرر تھیں۔ منزل سے ادھر یا ادھر جنگلوں یا صحرائوں میں قیام کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ حضور بنی کریمؐ نے جمعرات ۱۲ ستمبر کو سے ہجرت فرمائی تھی اور ۲۲ ستمبر سوموار کو مدینہ میں نزول ا جلال فرمایا تین دن غارتوں کے نکال کر باقی سفر وہی ۲۲/۳۰ میل کا بنتا ہے مگر چند محمول رافضیوں کی وضعی روایات نے آج بڑے بڑے تابعہ عصر کے ذہنوں کو تپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔

اسی طرح اس امر کی طرف بھی غور کیجئے کہ آج ہر شخص حضرت حسینؓ کے ساتھیوں کی تعداد ۲۵، بیان کرتا ہے مگر مشہور شیعہ فاضل آل محمد بحوالہ ملائے مجلسی محمد حسن قزوینی اور صاحب مقام اپنی مشہور تصنیف تصویر کربلا میں ۱۲۵ افراد کے نام لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان میں سے ۹ زندہ بچ گئے تھے مشہور شیعہ مورخ مسعودی بالسوسوار اور اس سے زیادہ بیان کرتا ہے ابو القاسم زیدی ہزار سوار سو پیاوے اور پچاس دکاندار بیان کرتا ہے ملا مجلسی کا بیان ہے کہ اس عدد ۲۲ نفر ابن سعد کے لشکر سے کٹ کر حضرت حسینؓ کے ساتھ اگڑل گئے تھے شخص تصویر کربلا۔ منازل کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو خلافت معاویہ و یزید علامہ محمود احمد عباسی اس موضوع پر ماقم کی تالیف واقعہ کربلا میں تفصیلی بحث تھی جو حکومت مرہادین پنجاب کے حکم سے ضبط ہو چکی ہے۔



## پہلا باب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ

کے

# صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت عیسیٰ کو گزرے چھ صدیاں گزر چکی ہیں۔ عیسائیت تیشی شکنجہ میں کسی جا چکی ہے۔ یہودیت بھی عزیزہ کو خدا کا بیٹا کہہ رہی ہے۔ ہندوستان میں ۳۳ کروڑ دیوی اور دیوتاؤں کے علاوہ ہر کنکر شکر ہے۔ جزیرہ نما عرب میں ہر قبیلہ کا بت الگ ہے۔ اس سطح ارضی پر انسان بتوں کی بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں۔ لڑکیاں زندہ درگور کی جا رہی ہیں۔ سوتیلی ماؤں کو گھر دل میں ڈالا جا رہا ہے۔ حقیقی بیٹیوں اور بہنوں سے حرم خانے آباد کیے جا رہے ہیں انسان انسانوں کو جانوروں کی طرح نیچے اور خریدتے ہیں۔ غرضیکہ معلوم دنیا میں ایک اللہ کا نام لینے والا ایک متنفس بھی موجود نہیں۔

ریگ زار حجاز کا مرکزی مقام مکہ ہے جس میں بیت اللہ ہے مگر اس میں بھی تین سو ساٹھ مہمبود، براجمان ہیں، کفر، شرک، زنا کاری، مے خواری، جوا، ڈاکہ زنی، غارت گری، قتل و غارت سے کرہ ارغنی ڈالواں ڈول ہو رہا ہے کہ اچانک چشم فلک دیکھتی ہے کہ مکہ کے بازاروں گلیوں، خانہ کعبہ کے عین اور کبھی کبھی کسی مجلس میں ایک نوجوان نمودار ہوتا ہے وہ سب سے زالا ہے سب سے الگ تھلک رہتا ہے۔ سب لوگ اپنے آپ کو اس کی تعظیم کرنے پر مجبور پاتے ہیں۔ کیونکہ وہ یتیموں کا ہمدرد ہے۔ غلاموں کا سہارا ہے۔ یراؤں کا آسرا ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ مسافروں کی خبر گیری کرتا ہے۔ بات کا سچا اور قول کا پکا ہے۔ اکثر لوگ اس کا اصلی نام تک بھول چکے ہیں۔ بلکہ صرف صادق اور امین کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اسے کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم و حیا کا پتلا لگتے ہیں۔



مگر چالیس سال کا طویل دور گزار ملے کے بعد وہ ایک انت درگوں کی نظروں میں ایک خطوبی جلتا ہے۔ اس کی دشمنی صرف کہ تک محدود نہیں بلکہ وہ پورے عرب معاشرہ کی دشمنی مول لے چکا ہے۔ پوری قوم، پہلا معاشرہ، پہلا شہر بلکہ پہلا ملک نہرا کہد لہذا یہاں تکال کو اس پر اٹھ پڑتا ہے۔

وہ کیا کرتا ہے؟ کہاں کرتا ہے؟ یہ بات کبھی ضرورت نہیں۔ اس کی دشمنی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ان کے خود ساختہ خداؤں کو بڑا کرتا ہے اور ایک ان دیکھے خدا کی پرستش کا حکم دیتا ہے، گھروں میں، مجلسوں میں، بازاروں میں گلیوں میں جہاں بھی دو چار آدمی لگنے ہوتے ہیں۔ موضوع سخن صرف ایک ہے کہ کھوکھو کو ختم کر دیا جائے یہ ہمارے بتوں کو بڑا کرتا ہے۔ ان حالات میں کسی طرف سے حمایت و مدد یا نصرت و تائید کی آواز کا بلند کیا نامت کو دعوت دینے کے مترادف ہے مگر اس حالت میں بھی چند سلسلے ابھر کر اس انسان اکمل کی طرف پلکتے ہیں۔ اور اس کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہتے ہوئے اس کے ہر قول کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ ان کی یہ حرکت کفر کی برداشت سے باہر ہے اور اپنے پورے تہذیبی حربوں سے ان پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

اس کے ان ساتھ دینے والوں کو گھنٹوں اور پیروں نیزوں کی اینٹوں سے کچھ کے دے دے کر شہید کیا جاتا ہے۔ ماؤں سے بچے پھینے جاتے ہیں۔ خاندانہ دلی سے عورتیں الگ کی جاتی ہیں ان کی جائیدادیں پھین لی جاتی ہیں۔ انہیں مادہ نذاذ شکار کے شہر بدہ کیا جاتا ہے ان کے جسموں پر خنجر کی نوکوں سے خراشیں لگائی جاتی ہیں مگر ان تمام تعذیبی شکنجوں میں جکڑے ہوئے ہونے کے باوجود ان کے عزم و ثبات میں کوئی فرق نہ آتا۔

حضرت یاسرؓ، حضرت عمارؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت زینبہؓ، حضرت خیرہؓ، حضرت بلالؓ، حضرت نہب بن استؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت سالمؓ، حضرت زید بن حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تہذیبی واقعات بڑھ کر آج بھی جسم کے روگئے کمرے ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے چند تو ان غیر انسانی اذیتوں اور معذرتوں کی تاب نہ لا کر انہیں تعذیبی شکنجوں میں کسے ہوئے ہی خود اس برہنہ و سدا گئے اور زندہ بچنے والوں میں سے بعض کو مگر غیر انسانی سزاؤں کی یاد بھی آ جاتی تھی تو بے ہوش ہو جاتے تھے۔



اور پھر جب انہوں نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں قیام کیا تو کفر نے "بد" "احد" اور "خندق" میں ان کو صفحہ ہستی سے ملیا میٹ کرنے کا پورا زور لگایا۔ مگر یہ وہاں سے بھی کنڈن بن کر نکلے۔

ایک مسلمان کی کشمکش حیات کا مقصد صرف اور صرف اس قدر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے تخلیق انسانی کا مقصد، عبادت کی غرض ذات اور اسلام کا مدعا یہی تھا کہ نبی علیہ السلام جس تعلیم کو لے کر تشریف فرما ہوئے تھے اس کا آخری سبق یہی تھا۔ اور صحابہ کرامؓ اس تمام معیار پر پورے اترے اور اس مقصد کی تکمیل میں انہوں نے وہ سب کچھ کر دکھایا جس کے بعد اس کا کوئی مقام نہیں۔

رحمۃ للعالمین دیکھتے ہیں کہ

”آل یا سرمد عذاب کے شکنجے میں گئے ہوئے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

پاس سے گزرتے ہیں مگر ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور صرف اس قدر

فرما کر رہ جاتے ہیں کہ آل یا سرمد تمہیں جنت کی بشارت ہوگا

مگر وہ مظلوم ان حالات میں بھی آگے بڑھتے ہیں اور بڑھتے چلے جاتے ہیں ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں۔ اہل مکہ کے ہر ظلم و ستم کو برضا و رغبت قبول کرتے ہیں۔ ہر طرح سے ستائے جاتے ہیں۔ انہیں کوڑوں سے ضربیں لگائی جاتی ہیں۔ انہیں دھکتے انگاروں پر لٹایا جاتا ہے۔ انہیں زنجیروں میں باندھ کر تپتی زمینوں پر لٹایا جاتا ہے۔ تختہ دار پر کھینچا جاتا ہے۔ غرضیکہ ان کے ساتھ ہر وہ سلوک کیا جاتا ہے جو ظلم کے عنوان سے ایک انسان تصور کر سکتا ہے۔ مگر ان تمام تعذیبی حرکوں نے ان تمام آزمائشوں نے انہیں راہ حق سے شتمہ بھر بھی ادھر ادھر نہ کیا۔ ان صاحبان ”عزم و استقلال“ نے کسی ترہیب کسی تحریش کسی ترغیب اور کسی تحریف سے داعی برحق کی مفارقت گوارائی اور آپ کی معیت و مصاحبت کو ترک نہ کیا۔

یہ معیت و مصاحبت محض تعلق کی بنا پر نہ تھی بلکہ عشق و محبت کے آخری نقاط سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھی۔

کائنات کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ وہ لوگ بیس سال سے زائد زمانہ مختلف قسم کی نئی



معیشتوں، اذیتوں، بلاؤں اور آفتوں کا نشانہ بنے رہے مگر اُن تک نہ کی اور اپنے  
 ہادی، اپنے رہنما، اپنے قائد، اپنے محبوب، اپنے سالار اپنے محسن کا ساتھ نہ چھوڑا۔  
 یہ لوگ آگے چل کر اصحابِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے ملقب ہوئے اور  
 یہ وہ سعادت ہے جو مقام نبوت کے بعد تمام سعادتمندوں کا حوتِ آخر اور نقطہ انجام ہے۔  
 صحابہ اصحابی کی جمع ہے۔ صحابی کے لفظی معنی ساتھی اور رفیق کے ہیں اور اصطلاحاً  
 صحابہ سے وہ نفوس قدسیہ مراد ہیں جنہوں نے نبی علیہ السلام کی رفاقت اور محبت  
 اختیار کی اسلام میں اصطلاحی حیثیت سے ہر اس شخص کو صحابی کہتے ہیں جس نے حالتِ  
 اسلام میں نبی علیہ السلام کی زیارت کی۔

صحابہ کرام کا وجود اس سطحِ ارضی پر اپنی مثال آپ تھا نہ اس سے پہلے کوئی گروہ  
 اس قسم کا پیدا ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا۔

نبی علیہ السلام جس دین کو لے کر آئے تھے صحابہ کرام نے نہ صرف اسے قبول کیا بلکہ  
 اسے چار دانگ عالم میں قائم و نافذ کرنے کے لیے سب کچھ قربان کر دیا۔ سطحِ ارضی پر  
 پیغمبرانِ علیہم السلام کے بعد تمام کائنات میں پاکیزہ تر، اعلیٰ تر، ممتاز تر، افضل تر یہی  
 جماعت تھی یہ نفوس قدسیہ روشنی کے مینار۔ پہاڑی کے چرغا۔ اقام عالم کے رہنما اور  
 فاتح تھے کسی انسان کے لیے جو اعلیٰ سے اعلیٰ معیار مقرر کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام کا کردار کی  
 معیار سے بھی ہزار گنا بلند تھا۔ ان کی زندگی کا ہر گوشہ ان کی سیرت کا ہر لمحہ ان کے کردار کی  
 برکات سب کے سب مثالی حیثیت کے حامل تھے خواہ اس کا تعلق معاشرت سے  
 ہو یا معاملات سے سیاست سے ہو یا عبادات سے۔ اسلام لانے سے پہلے ان میں بڑے  
 بڑے ثروت مند تاجر بھی تھے اور بھیر بکریوں کی طرح بکنے والے غلام بھی، ذی دجاہت  
 اور ذی عزت مقام کے حامل بھی تھے اور گناہ مزدور بھی۔ رستم و اسفندیار کی آنکھوں  
 میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے والے بھی تھے اور اپنے سایہ سے بدکنے والے بھی۔ مگر جب  
 حلقہ گروشِ اسلام ہوئے تو سب ایک صف میں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے در نہ میں  
 پانی ہوئی کسی خوبی کا کسی مقام پر ذکر تک نہ کیا۔ انہیں اگر فخر تھا تو نہ اس بات کا  
 کہ ہم محمدؐ کے غلام ہیں۔ خاتم النبیین کی رفاقت کی سعادت نے انہیں قرآن مجید کا اولین  
 مخاطب بنایا۔ ان میں سے بعض کو اسی دنیا میں جنت کی بشارت سے سرفراز فرمایا۔



ان پاکباز ہستیوں نے ایک لمحہ کے لیے بھی نبی علیہ السلام کی رفاقت کو بھرنے  
کو ارادہ کیا۔ ان کے پیش نظر قرآن کا یار شاد تھا۔

اے نبی کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے

اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور

تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند

ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ کی جدوجہد سے عزیز تر ہیں

تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے (توبہ)

صحابہ کرامؓ کو حضورؐ سے جو محبت تھی وہ اپنے ماں باپ بھائی بہن اعزہ و اقارب

بلکہ دنیا کے تمام رشتوں سے زیادہ تھی وہ اس بات کو گوارا کرنا تو بڑی بات ہے اس کا

تصور تک نہ کر سکتے تھے کہ حضورؐ کو ایک کانٹا بھی چُھے۔ وہ اس کے بدلے میں اپنی جان

تک پر واندہ دار نثار کرنے کے لیے تیار ہر جاتے تھے۔ صحابہ کا یہ عشق ہمہ گیر تھا۔ آپؐ

کی خاطر تکلیفیں اٹھائیں۔ آپؐ کے لیے ہجرتیں کیں اور زندگی کے ہر مرحلے میں آپؐ کے

دوش بدوش چلے۔ انہوں نے اس صداقت کو پالیا تھا اور ان کو یہ حقیقت سمجھ آ گئی تھی

کہ ہمارا سب کچھ اللہ کا ہے اور نبی کا حکم اللہ کا حکم ہے، یہ دنیا اور اس کے لوازمات

سب عارضی ہیں۔ ابدی اور حقیقی زندگی اُخروی ہے۔ اور اُخروی زندگی کی کامیابی کا

انحصار نبیؐ کی جان نثاری۔ نبیؐ کی تابعداری، نبیؐ کی خوشی اور نبیؐ کی فرماں برداری پر منحصر

ہے انہوں نے اس حقیقت کو جس طرح سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید، حمایت، مدد

اور دلجوئی کا پروانہ بدیں الفاظ ان کے حق میں جاری فرمایا اور ان کے لیے ابدی نجات

کی سند بدیں الفاظ انہیں مرحمت فرمائی۔

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑا اور جدوجہد

کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومنین ہیں۔ ان کے لیے

خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔ اور جو لوگ بعد میں ایمان

لائے اور ہجرت کر کے آئے اور تمہارے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے لگے وہ

بھی تم میں شامل ہیں۔

(انفال)



جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کی وہ افضل خلائی ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے یہاں یہ ہے کہ بنے والے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہری بہتی ہیں ان ٹکڑے ہمیشہ بدیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ (بدلہ) ملتا ہے (پھر) ان (شخص) کو جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

(بتینہ)

صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر ایمان لاتے ہوئے اپنا تن من و عن سب کچھ لٹا دیا اور یہ ساری متاع دنیا دراصل ہے بھی بے مایہ۔ اس مایہ کے مقابلہ میں جو انہیں ملا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے مہرتے ہیں۔ ان سے جنت کا وعدہ (اللہ کے ذمہ ایک پختہ وعدہ ہے، توراۃ، انجیل اور قرآن میں اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ (توبہ) بشارتوں پر بشارتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اسے نبیؐ آپ کے لیے اور تابع فرمان مومنین کے لیے اللہ کافی ہے۔ (انفال) لیکن رسولؐ اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے (ان سب نے) اپنی جان و مال سے (خدا کی راہ میں) جہاد کیے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے (دنیا اور آخرت کی سب) خوبیاں ہیں اور (آخر کار) یہی فلاح پانے والے ہیں۔ (توبہ)

اور مہاجرین میں سے جن لوگوں نے (اسلام قبول کرنے میں) سبقت کی اور سب سے پہلے (ایمان لائے) اور (زیر) وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص نیت سے مسلمان ہوئے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے ان کے لیے (دہشت کے لیے) باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہری بہہ رہی ہیں (ادیم) ان میں ہمیشہ رہیں گے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے۔ (توبہ)

(اے پیغمبر) جب مسلمان ایک درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے تھے خدا ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور ان کو اطمینان عنایت کیا اور انکو فتح دی (سورہ فتح)



محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے لیے بڑے سخت ہیں (مگر) آپس میں رحم دل ہیں (اسے مخاطب) تو ان کو رکوع کرتے سجدہ کرتے دیکھئے گا (وہ) خدا کے فضل اور خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات اور انجیل میں بھی ہیں اور وہ روزِ رُزق ترقی کرتے جائیں گے جس طرح کھیتی کہ اس نے (پہلے زمین سے) سوئی نکالی پھر اس نے اس (سوئی) کو قوی کیا۔ چنانچہ وہ (رفتہ رفتہ) موٹی ہوئی۔ آخر کار اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی (اور اپنی ہر بادل سے) کسانوں کو خوش کرنے لگی (اور خدا نے ان کو روزِ افروز ترقی دی) اس لیے کہ (ان کی ترقی سے ترسا ترسا کر) کافروں کو جلانے۔ ان میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان سے خدا نے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا۔ (سورة الفتح)

تم (مسلمانوں) میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے راہِ خدا میں مال خرچ کیے اور (دشمنوں سے) لڑے۔ وہ (دوسرے مسلمانوں کے) برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ درجے میں ان (مسلمانوں) سے بڑھ کر ہیں۔ جنہوں نے فتح (مکہ) کے پیچھے (مال) خرچ کیے اور لڑے اور اللہ نے سب سے حسن سلوک کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (سورة الحديد)

بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ (سورة الانبياء)

(وہ مال جو بے لڑے ہاتھ لگا ہے منجملہ اور حقداروں کے) محتاجوں (ہاجرین کا دینی حق) ہے جو (کافروں کے ظلم سے) اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے (اور اب وہ) خدا کے فضل اور (اس کی) خوشنودی کی طلب گاری ہیں لگے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسول کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ (سورة الحشر)

صحابہ کرام کی نجی اور مجلسی زندگیاں بہت پاکیزہ تھیں۔ صحابہ کلام کے سوا دنیا کے کسی آدمی کو ہم مثال کے طور پر پیش نہیں کر سکتے۔ کہ اس کی ظاہری اور باطنی زندگی یکساں



تقی۔ متقون۔ معلمین، فائزون۔ راشدین۔ شاکرین کے تمنوں کے براہ راست وہی حاصل تھے۔ کسی انفرادی نوعیت کے معاملہ میں یا کسی اجتماعی نوعیت کے معاملہ میں ان میں غفلت کوئی، سہل انگاری یا سستی نے کبھی راہ نہیں پائی۔ ان کے قدم ہر آن ہر لحظہ، ہر وقت اور ہر مقام پر رب العالمین کی رضا جوئی اور خوشنودی کی طرف ہی بڑھتے رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق قرآن مجید کے چند اور ارشادات سے اپنے قلب و روح کو گروائیے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے لیے ہجرت کی بعد اس کے کہ وہ ستائے گئے، مزدور ہم ان کو دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور یقیناً آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے کاش وہ اس کی تفصیل جانتے۔ (نحل)

لیکن اسلام کے لیے اپنی ان عظیم الشان اور عالی خدمات کے باوجود انہیں اس بات کا مطلق احساس نہ تھا کہ وہ بھی کچھ ہیں۔ سب کچھ قربان کرنے کے باوجود غور، تکبر، بڑائی کسی قسم کی دنیاوی عرص، آرزو اور خواہش کا ایک ٹمہ بھر بھی ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ یہ سب کچھ جو ہم سے ہوا یا ہو رہا ہے ہماری کوششوں کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کا نتیجہ ہے۔ وہ ہر لمحہ سہمے سہمے اور خوفزدہ رہتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کسی کوتاہی کی وجہ سے یہ ہماری حقیر سی خدمات قبول بارگاہ نہ ہو سکیں پھر وہ آخرت کے اجر کے ایسے عریض تھے کہ ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ہمیں دنیا میں ہی ایسی نعمتیں نہ مل جائیں کہ وہاں خالی ہاتھ رہ جائیں۔ اسی بنا پر وہ ہر لمحہ استغفار میں گزارتے تاکہ اس جدوجہد میں بر بنائے بشریت جو لغزشیں ہو گئی ہوں ان کی تلافی ہو جائے، پکارا اٹھتے:

مالک! ہم ایمان لائے۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ اور ہمیں آنش دوزخ سے بچالے۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں۔ استقامت باز ہیں۔ فرمانبردار اور نیاز مند ہیں۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں (آل عمران) پس سیرت و کردار، حسن اعمال، ثبات و استقلال، ایثار و قربانی کا یہی وہ نمونہ ہے جس کے متعلق خبر صادق نے فرمایا ہے کہ

”ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے بدایت پاؤ گے۔“

تعداد صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق سیرت کی کتابوں میں معمولی سا اختلاف ہے مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار



پر اکثر کا اتفاق ہے۔ ان میں سے ۱۲۶۹ کے حالات تفصیلاً مختلف سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں ذکر کیا ہے۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں براہ راست قرآن مجید نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشنودی کا پیغام سنایا ہے۔ یہاں تک کہ صلح حدیبیہ کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو نبی علیہ السلام نے اپنا ہاتھ قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے یٰۤاَللّٰهُ فُزِقَ اَیْدِیْہُمْ کے مشرودہ جانفزا سے اس کی تصدیق فرمائی۔

میں دل کی گہرائیوں سے رقت بھرے جذبات لے کر شیعہ اصحاب کے صاحب علم بزرگوں و دستوں اور بھائیوں کی خدمت میں عرض کر دیا گا کہ آخر کس چیز نے آپ کو اصحاب ثلاثہ کے سب و شتم پر آمادہ کیا۔ کیا سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زبان مقدس سے آپ کو کوئی ایک واقعہ بھی ثبوت کے طور پر پیش کر سکتے ہیں کہ ان بزرگوں نے کسی مقام پر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق دشنام طرازی تو درکنار کبیدہ خاطر ہی اظہار کیا ہو۔

خدا لا ذرا غور کر کے بتائیے کہ اگر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا دور تاریخ اسلام سے نکال دیا جائے تو آج ہمارے پاس کیا رہ جاتا ہے۔ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق آپ کی معتبر تفاسیر اور دیگر کتب میں کیا لکھا ہوا ہے۔ کیا کبھی آپ نے اس طرف نظر ڈالنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے۔

## صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام شیعہ کتب کی روشنی میں

۱۔ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ الْخَبْرُ ۲۴ کی تفسیر میں شیعہ مذہب کی اہم ترین تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ جَاءَ بِالصِّدْقِ سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَقَ بہ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں (مجمع البیان جلد ۴ ص ۱۷۷)



۲۔ ان میں اس قدر بقیہ ہے کہ جو بکری یعنی حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ اسلام لانے والے ہیں البیان جلد ۲ صفحہ ۱۷۱

۳۔ نبی ابلاغۃ شیعہ حضرات کے نزدیک حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے خطبات و خطبات ارشادات عالیہ اصیبات کا مجموعہ ہے۔ نبی ابلاغۃ کی آج تک سینکڑوں شرحیں لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ نبی ابلاغۃ میں حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ارشاد بدیع الفلام رقم ہے۔ خلیفہ رسول جناب صدیق اسلام میں سب سے افضل اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محسوس تھے اور اس خلیفہ کے خلیفہ فاروق اعظمؓ نے اسی طرح تھے جیسا تو نے کہا۔ میں قسمیہ کتابوں کہ ان دونوں حضرات کا مرتبہ اسلام میں بڑا عظیم الشان ہے اور بے شک ان کی موت سے اسلام کو سخت صدمہ اور زخم پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے اور ان کے احسن اور بہترین اعمال کی ان کو جزا دے۔

(شرح نبی ابلاغۃ شیعہ مجتہدین مشیم بحرانی جزو ۲ ص ۱۷۱)

یہ امر مفروق کے نزدیک مسلمات کا وہ حصہ ہے کہ نبوت کے بعد مقام صدیقیت ہے اور قرآن میں اس بات کا شاہد ہے اور شیعوں کے امام اول یعنی ان کے مزعومہ خلیفہ بافضل نبوت کے بعد صدیقیت کے مرتبہ و مقام پر حضرت ابوبکرؓ کو ہی متمکن دیکھتے ہیں اور انہیں ہی خلیفہ اول کہتے ہیں۔

۴۔ شیعوں کی ایک معتبر ترین کتاب احقاق الحق میں حضرت امام جعفر کا ایک ارشاد تحریر ہے

”جناب ابوبکرؓ میرے ہاں ہیں۔ کیا کوئی آدمی اپنے اچلو کو گال دینا پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی شان اور عزت نہ دے اگر میں صدیقؓ کی عزت و عظمت اور تعظیم و تکریم کو تسلیم نہ کروں۔“

(ترجمہ احقاق الحق ص ۱۷۱)

شیعوں کے مزعومہ امام ششم کا یہ ارشاد جہاں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صدیقؓ کو آپ بھی صدیقؓ کہتے تھے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام ششم متوفی ۱۲۹ھ کے زمانہ تک شیعوں کا یہ ”اصول دین“ یعنی تبرا بھی تک موصوفی دھود میں ہی نہیں آیا تھا۔ یہ یاران طریقت کی بہت بعد کی پیداوار ہے۔

پھر امام جعفر صادقؓ کے قول سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ کسی بد بخت نے آپ کے سامنے ایسی حرکت کی ہے جس پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔







ہشدرہ کی اور خباثت کی پٹیاں چٹھہ جائیں تو ان کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے اور ایسا آدمی جو پہلے کھتا رہے مگر کم از کم اس قدر توبہ شروع لیا جاتا کہ ابو بکرؓ کے ایک ذی مرتبہ آجہ اور ریشہ انداز کے شہری ہیں۔ آخر ان قدر ٹھانڈا چھوڑ بی کر کم کا ساتھ دینے کے لیے تیار کیوں ہو سکتے تھے۔

۸۔ مجالس المؤمنین شیعوں کی نہایت اہم ترین تصنیف ہے۔ قاضی نور اللہ شہرستانی جے شیعہ شہید ثالث کہتے ہیں۔ اس میں مرقوم ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صحابہ کی جماعت میں فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکر صدیقؓ کی سبقت و فضیلت صوم و صلوٰۃ سے نہیں بلکہ ان کے دل کی نصیحت سندی اور اخلاص کا ثمر ہے (ترجمہ مجالس المؤمنین ص ۱۵۷)

۹۔ شیعوں کے مزعوم امام نہم حضرت محمد تقی متوفی ۲۲۰ھ کا ایک قول اجماع طبری میں مرقوم ہے۔

میں "جناب عمرؓ کے فضائل کا منکر نہیں۔ لیکن ابو بکر صدیقؓ فاروق اعظمؓ سے افضل ہیں۔" (ترجمہ اجماع طبری ص ۱۵۷)

گویا تیسری صدی کے شروع تک یعنی امام نہم تک مزعومہ ائمہ یا دیگر فاطمی حضرات شیخین کی توصیف میں رطب اللسان تھے۔

۱۰۔ امام جعفر صادقؓ کا ایک اور قول سن لیجئے،

امام موصون نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دونوں کے دونوں عادل و منصف امام تھے۔ حتیٰ ہی پر زندگی گزاری اور حتیٰ ہی پر دنیا سے تشریف لے گئے۔ قیامت والے دن دونوں پر رحمت ہو۔

(ترجمہ احقاق الحق ص ۱۷۱)

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق امام جعفر صادقؓ کے الفاظ میں دونوں عادل اور منصف امام تھے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شیعہ بیچ مسئلہ اصولات دین و عدالت اور امامت کے آپ کو کہتے ہیں عدالت و امامت منحصر ہے ساتھ دعا زہ ائمہ کے اور امام ششم عدالت و امامت کی



نفیلت کی دستار حضرت شیخینؒ کے سر باندھ رہے ہیں۔

۱۱۔ واقعہ ایک ضمن میں سورۃ نور کی آیت نمبر ۱۲ وَلَا يَأْتِلُ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ۔ کے متعلق شیعوں کی معتبر ترین تفسیر مجمع البیان جلد ۲ ص ۱۲ پر مرقوم ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ اور مسطحؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ مسطح حضرت ابوبکرؓ کا قریبی رشتہ دار تھا اور نہایت غریب تھا آپ اسے ماہوار کچھ رقم دیا کرتے تھے۔ واقعہ انکے بعد آپ نے اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”نفیلت والے“ اور کشائش والے مالدار لوگ اپنے رشتہ داروں کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچیں۔ گویا شیعہ قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ ”أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ“ تھے۔

۱۲۔ وَ سَيُجَنَّبُهَا الَّذِينَ الَّذِينَ يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ کی تفسیر میں مجمع البیان جلد ۵ ص ۵۰ پر لکھا ہے کہ ابن زبیرؓ نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے ہی حضرت بلالؓ رضی اللہ عنہما حضرت عامر بن فہیرہؓ جیسے مسلمان ہونے والے غلاموں کو ان کے کافر مالکوں سے خرید کر آزاد کیا تھا شیعوں کی مشہور اور معتبر ترین تفسیر میں گویا تسلیم کیا گیا ہے کہ:

اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا۔ جو بڑا پرہیزگار ہے۔ جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے (کہ یہی اس کا مقصود ہے) اس کے ذمے کسی کا احسان نہ تھا کہ اس دینے سے) اس کا بدلہ اٹارنا (مقصود) ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا (یعنی آخرت میں اسے بے حساب نعمتیں ملیں گی) (سورۃ البیل آیت ۱۱)

ایک طرف یہی شیعہ صاحبان ان کے لیے تبرائی لم تراش کر ان پر سب و شتم کا طوفان باندھتے ہیں اور دوسری طرف اللہ کے بے پناہ فضل و کرم، خوشنودی اور رضامندی کا صرف انہیں ہی حامل قرار دیتے ہیں۔

نہج البلاغۃ کی شرح در نجفیہ میں شیعوں کے مجتہد اعظم لکھتے ہیں۔

كَانَ عِنْدَ حَفْصَةَ  
مَرْضَاهُ يُصَلِّي بِالنَّاسِ  
بِنَفْسِهِ فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ  
بَنِي طَلِيبِ السَّامِ كَامَرَضٍ جَبَّ يَمَكُ خَفِيفٍ  
رَبَّ خُودِ لُؤْكَوْنَ كُوْنَ نَازٍ بِرُحَالَتِهِ رُبَّ  
أَوْ رَجَبٍ بِيَمَارِي فِي شَدِّتٍ بِدَارِكِي تُوْ



اَعَزَّ مِنْ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّبِيِّ  
وَاَنْ اَتُوْهُ بِمَنْ صَلَّى بِالنَّبِيِّ  
بَعْدَ ذِكْرِكَ يَوْمَئِذٍ مَشْرُوكٌ  
ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں  
اس کے بعد حضورؐ کی زندگی میں  
ابوبکرؓ دو دن لوگوں کو نماز پڑھاتے  
رہے پھر حضورؐ وفات پا گئے اور وہ

نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ کو نمازوں میں جو کام انجام  
ترین سنا ہے۔ امام بنا کر اس بات کو واضح کر دیا۔ کہ میرے بعد ابوبکرؓ ہی خلیفہ ہوں  
گے اور حضرت علیؓ نے بعد شوق آپؐ کی خلافت کو قبول کیا تھا۔

۱۔ حضرت علیؓ نے اُسے نماز کی تیاری کر کے مسجد میں حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ  
کے پیچھے نماز پڑھی۔ (احتجاج ج ۱ ص ۲۳۵ ترجمہ)

۲۔ حضرت علیؓ نے نماز کا امداد کیا۔ مسجد میں حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز  
پڑھی۔ (تفسیر قی)

۳۔ حضرت علیؓ نے مسجد میں پہنچے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ (مرآۃ العقول ص ۲۸۸)  
۴۔ شیعوں کے مقابل احمد کے ترجمہ قرآن کے ضمیمہ ص ۱۱۱ میں بھی مرقوم ہے۔ کہ حضرت علیؓ  
نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔

۵۔ غزوات حیدری ص ۱۲۱ پر بھی یہی عبارت مرقوم ہے۔

۶۔ امام نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے آپؐ نے  
کہا ہاں اور یہ بیعت بیعت خلافت تھی۔ (احتجاج ج ۱ ص ۲۸۸)

۷۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔

(احتجاج ج ۱ ص ۲۸۸ ردضہ کافی صفحہ ۱۱۵-۱۳۱)

ایک نہایت ہی حیران کن بات اور بھی سن لیجئے۔ اہل سنت و جماعت کے مختلف  
فروں نے مختلف نظائر و شہود سے صدیق اکبرؓ کی خلافت پر استدلال کیا ہے مگر شیعہ  
حضرات نے اس ضمن میں ایک حدیث پیش کر کے صرف حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا ثبوت  
ہی پیش نہیں کیا بلکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور ساتھ ہی  
امہات المؤمنینؓ کے بلند مقام کا اقرار بھی کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ ایک دفعہ کچھ



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک دفعہ کچھ غمگین سی بیٹھی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غمگین بیٹھے دیکھ کر فرمایا کہ میں تم کو ایک خوشخبری نہ سناؤں کہ میرے مرنے کے بعد میرے جانشین ابوبکر ہوں گے۔ اور ان کے مرنے کے بعد تمہارے باپ عمران کے جانشین ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ مجھے اللہ علیم وخبیر نے بتایا ہے۔

(تفسیر قمی ص ۲۵۴ تفسیر رانی ص ۵۲۳ تفسیر مجمع البحرین ص ۲۱۳)

گویا بقول شیعہ مفسرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔

ثَانِي اثْنَيْنِ اِذْ هَمَّ اِنْفِاخُ الْخَامِرِ فِي تَفْسِيرِ اِمَامِ حَسَنِ عَسْكَرِيٍّ فَرَمَاتے ہیں کہ ہجرت کا سفر مشکلات، ایذاؤں اور صعوبتوں کا سفر تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہجرت میں رفاقت سفر کے لیے نبی علیہ السلام کو فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لائق ترین شخص ہیں چنانچہ انہیں ساتھ لے کر جائیے تفسیر امام حسن عسکری کے الفاظ ہیں وَ اَمْرًا لَكَ فَاِنَّكَ اِنْ اُلْتُكَ وَمَا عَدَّكَ وَ اَدْرَاكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ (۲۱۳)

اسی تفسیر امام حسن عسکری میں چند سطور کے بعد مرقوم ہے :

پھر نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا گویا تو اس بات پر راضی ہے کہ تو اس سفر میں میرے ساتھ رہے اور کفار جس طرح مجھے قتل کرنے کے لیے تلاش کریں۔ تجھے بھی تلاش کریں اور یہ بھی مشہور و معروف ہو کہ تو نے ہی شرک کے خلاف توحید والوہیت اور رسالت و نبوت کے دعویٰ پر مجھے آمادہ کیا۔ اور میں جو کچھ کر رہا ہوں تیرے ہی کہنے سے کر رہا ہوں۔ اور میری دوستی و رفاقت کے باعث تجھ پر طرح طرح کے عذاب پڑیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو وہ ہوں کہ اگر جناب کی محبت و انس میں شدید تر سے شدید اور اشد تر سے اشد بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا جاؤں اور قیامت کے روز تک ان میں پھنسا ہوں مجھے موت بھی نہ آئے جو ان مصائب سے نجات کا موجب بنے اور نہ کسی قسم کی کشائش لے جو ان مصائب سے رہائی دلائے اور یہ سب مصائب آپ کی محبت میں



ہوں تو مجھے زیادہ پسند ہے دنیا کی عیش و عشرت اور خوشحالی کی زندگی کی نسبت اور اس دنیا میں اگر تمام بادشاہوں کی حکومتوں اور سلطنتوں کا مالک بن جاؤں۔

آپ کی مخالفت کی صورت میں زندگی گزارنا ہرگز پسند نہیں۔ میرے اہل و عیال اقرباء و رشتہ دار اولاد اور والدین سب آپ پر قربان ہوں <sup>مستطاب</sup>۔  
۱۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو حکم خداوندی ہجرت میں اپنے ساتھ رکھا۔ مصنف حیات القلوب لکھتا ہے۔

اللہ رب العزت نے اسے نبیؐ آپ کو حکم دیا ہے کہ جناب ابوبکرؓ کو ساتھ لے جائیے  
(جلد ۲ ص ۲۲)

۱۸۔ بہر حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اور ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ لے جانا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بغیر نہ تھا۔ (مجالس المینہ ص ۲۰۳)

۱۹۔ نبی علیہ السلام ہجرت کی رات کو جب حضرت ابوبکرؓ کے دروازے پر پہنچے اور ان کے کان میں سفر کی آواز دی تو حضرت ابوبکرؓ فوراً گھر سے نکلے اور ہمراہ ہوئے جب بیابان کا حصہ طے ہوا۔ تو نبی علیہ السلام کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو کندھے پر سوار کر لیا۔ اور یہ بہت تعجب کی بات ہے۔  
(عملہ حیدری)

اقوال شیعہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت خانہ کعبہ کی دیواروں سے بتوں کو دور کرتے وقت نبی علیہ السلام حضرت علیؓ کے کندھوں پر سوار ہوئے کسی اور کے کندھوں پر اس لئے سوار نہ ہوئے کہ نبوت کا بوجھ امام کے بغیر کوئی نہ اٹھا سکتا تھا۔ مگر عملہ حیدری کا مصنف کہتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو کندھوں پر سوار کر کے سفر کیا۔

يُخْرِفُونَ اَنْكَلِمَ عَنْ مَوَاجِنِهِ

۲۰۔ اب مغزوات حیدری بھی ملاحظہ ہو۔ مرزا باذل شہید شیعہ عالم لکھتے ہیں۔  
ہر گاہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرا سے نکلے تو پہلے درخانہ ابوبکرؓ ہی اپنی محاذ پر آئے کسی واسطے کہ ابوبکرؓ کو آپ نے مطلع کر دیا تھا کہ ہمارے ساتھ چلنا۔ پس آپ نے آواز دیا اور گھر سے بلا کر اپنے ہمراہ لیا۔ جب شہر سے باہر نکلے تو شرب کا راستہ پیش نظر رکھا۔



حضرت رسول خدا نے نعیم مقدس کو پاؤں مبارک سے نکال لیا اور پیر ہنہ راہی سفر ہوئے  
 یہ حال دیکھ کر ابوبکرؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شلے پر بٹھایا اور تھوڑی دُور  
 اور چلے۔ ناگاہ صبح کے آثار نمودار ہوئے۔ مجبوراً لب راہ ایک جائے پناہ تلاش کی اس  
 دشت میں ایک غار نظر آئی جسے عرب کے لوگ غار ثور کہتے تھے۔ آخر کار بوجہ خوف  
 اس غار میں پناہ لی پہلے حضرت ابوبکرؓ غار میں داخل ہوئے وہاں بہت سوراخ دیکھے  
 تو اپنی قبائلی پھاڑ پھاڑ کر سوراخ بند کئے۔ ایک سوراخ رہ گیا تو مردانہ دار اپنا قدم اس میں  
 استوار کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی غار میں تشریف فرما ہوئے اور اسودہ ہو کر بیٹھے (۶۵)  
 مندرجہ بالا تمام حوالہ جات شیعوں کی معتبر کتب سے لئے گئے ہیں۔ ان میں چند  
 امور ات مستبطل ہوتے ہیں۔

- ۱۔ حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت ہجرت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔
- ۲۔ صدیق اکبرؓ کی اس موانت و غمخواری کا صلہ انھیں یہ ملے گا کہ وہ جنت میں بھی نبی اکرمؐ  
 کے رفیق اور ساتھی ہوں گے۔
- ۳۔ صدیق اکبرؓ نے مصائب و شدائد کو بخوشی قبول کر کے کا حق رفاقت کا حق ادا کیا۔  
 اور دنیا کی ہر چیز نبی علیہ السلام پر قربان کر دی۔
- ۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے اور انہیں ساتھ لے لے۔
- ۵۔ حضرت ابوبکرؓ نے نبی اکرمؐ کو اپنے کندھوں پر سوار کرنے کا شرف حاصل کیا۔
- ۶۔ غار میں خود پہلے داخل ہو کر سوراخ بند کئے اور جو باقی رہ گیا۔ اسے اپنے پاؤں  
 سے بند کر دیا۔

۲۱۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ہا حضرت علیؓ کو سیدہ فاطمہؓ کے رشتہ کے متعلق نبی کریمؐ  
 سے عرض کرنے کی جرأت دلائی اور رضا مند کیا۔ ورنہ حضرت علیؓ میں نبی علیہ السلام  
 کی خدمت میں یہ عرض کر کے کی جرأت ہی نہ تھی۔

(ملخص الزہراء ۲ مصنفہ خان بہادر اولاد حیدر فوٹا)

شیعہ اصحاب اس بھری دنیا میں ایسی قربانی، رفاقت، خدمت و ایثار کا کوئی نمونہ  
 پیش کر سکتے ہیں؟  
 شیعوں کی تائید و تحریک میں تو اس قسم کے نظائر بے شمار ملیں گے کہ علیؓ کے ساتھیوں



نے ان سے دھوکا کیا۔ حق کے ساتھیوں نے انہیں زخمی کیا۔ جیسی کو بلانے والوں  
یعنی ان کے شیعوں نے انہیں شہید کیا۔ الغرض یا زودہ اثر اپنے ہی ساتھیوں کی  
نافرمانیوں، عیاریوں اور غداروں سے شہید ہوتے رہے۔ تکلیفیں اٹھاتے رہے  
اور قریب ہوتے رہے۔ شاید اپنے اثر کے ساتھیوں کی بدکرداریوں پر پردہ ڈالنے  
کے لئے یہ لوگ نبی علیہ السلام کے ساتھیوں کو نشانہ سب و شتم بنانے پر آمادہ ہوئے۔  
سیدنا صدیق اکبرؓ کا شخصیت کے نکھار کے بعد سیدنا فاروق اعظمؓ یا دیگر  
صحابہ کرامؓ کے اذکار جلیلہ کی اس مقام پر چنداں ضرورت نہ تھی۔ چونکہ اس تالیف  
کے بعد نہایت شرح و بسط سے صحابہ کرامؓ کے حالات ”مقام صحابہؓ“ میں بیان کئے  
جائچکے ہیں۔ تاہم سیدنا فاروق اعظمؓ کے عدل، انصاف، سطوت، طنطنہ جرات،  
حق گوئی، بے باکی، عزم و استقلال، محبت اہل بیت، صبر و ثبات اور فتوحات کی ایک  
وسیع دنیا ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس لئے یہاں کتب شیعہ سے ہی چند واقعات  
کے اعادہ کے بغیر آگے بڑھنا ناگزیر ہے۔

یہاں ایک قاری کے ذہن میں یقیناً یہ خلش پیدا ہوگی کہ دنیائے رض و شیعیت  
سب صحابہؓ کو جز دایکان کہتی ہے۔ پھر ان کی کتب میں صحابہ کرامؓ کی توصیف یعنی چربا  
بات و راصل یوں ہے کہ قلم جب تک ناصر علی، یادر علی اور حیدر علی کے قسم کے  
شیعوں کے ہاتھ میں رہا۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ تاریخ اسلام صرف اور صرف اذکار  
صحابہؓ سے عبارت ہے۔ ان کو مجبوراً یہ کر پڑی کہ سیلی گریبان نکلتا پڑیں۔ مگر جب تلم  
کلب علی، کلب عباس اور کلب حسین کے ہاتھوں میں آگیا تو انہوں نے بیک جنبش کل  
سب کچھ پیچھے پھینک دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب شیعہ بھان متی کا ایک ٹوکرا اور  
شیعہ بازی کا ایک پٹا ہو کر رہ گیا۔ اس میں ہاتھ ڈالو اور جو چاہو نکال لو۔  
جملہ معتزفہ کے طور پر یہ چند سطور قلمبند ہو گئیں۔ ذکر تمنا ناطق الصدق و  
الصواب سیدنا فاروق اعظمؓ کا۔ ان لوگوں کی امہات الکتاب سے حضرت فاروقؓ  
کے متعلق چند توصیفی کلمات سن لیجئے :-

سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔ جب ابو بکرؓ کا آخری وقت آیا تو انہوں  
نے سر کو بلایا اور خلافت پر درکری۔ ہم نے ان کی بات مان لی۔ اٹھا



کی بیعت سے انکار نہ کیا۔ وہ خیر خواہی کے دھیرے پڑنا تم رہے۔  
عمرؓ کی سیرت پسندیدہ تھی اور وہ عمرؓ بھرا قبائل مندر ہے۔

(منہج البلاغۃ مترجم رئیس احمد جعفری اقتباس خط ۸۸ تا ۸۸۵)

تفسیر مجمع البیان اور منہاج الصادقین میں شیعہ مفسرین لکھتے ہیں کہ:-  
أَشَدُّ أَوْ عَلَى التَّقَابِ حضرت عمرؓ کے حق میں نازل ہوئی جہنوں  
نے بدر کے قیدیوں کے متعلق حکم دیا کہ ہر قیدی کو اس کا مسلمان رشتہ دار  
قتل کر دے۔

سیدنا علیؓ نے وفات فاروقؓ کے وقت کہا:- أَدَى إِلَى اللَّهِ طَاعَتُهُ  
وَالْعَقَاءُ بِحَقِّهِ یعنی عمرؓ نے اللہ کی پوری پوری اطاعت کی۔ اور کماحقہ  
تقویٰ اختیار کیا۔

(منہج البلاغۃ)

سب سے اہم بات:-  
سیدنا علیؓ نے اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثومؓ کا سیدنا فاروقؓ سے نکاح کر دیا۔  
تفصیل کے لئے:-

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ نو لکھنؤ۔ باب المستوفی ص ۲۱۱۔  
الصافی مطبوعہ نو لکھنؤ کتاب الحجۃ جز سوم بات شصت و یکم صفحہ ۲۸۱-۲۸۲  
الاستبصار فی اختلاف من الاخبار جلد ثانی مطبع جعفریہ ص ۱۸۵۔

تہذیب میں محمد بن احمد سے روایت:-  
مجالس المؤمنین، مصائب النواصب، سیف صام، خراج و جراح، بحار الانوار، شرح  
فی، کتاب شہادت، الفرق۔

استیعاب جلد اول صفحہ ۲۲۔ تحفۃ العلوم صفحہ ۱۱۲، اصول کافی باب مولد النبی،  
حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۹، ۱۸۸، ۲۸۸۔

ناسخ التواریخ جلد ۱۔ کتاب ۲، شافی شرح اصول کافی باب مولد النبیؐ

لے تفصیل کے لیے راقم کی تالیف "مقام صحابہ" کتب شیعہ مذہب کی روشنی میں۔



## سابق الایمان

بلا اختلاف اس بات پر تمام شیعہ و سنی متفق ہیں کہ تمام اُمت میں سابق الایمان ہونے کا مقام موت چار اصحاب کو حاصل ہے۔ مردوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عورتوں میں ام المومنین حضرت خدیجہ اکبری رضی اللہ عنہا، لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں نذیر بن ثابت رضی اللہ عنہ چنانچہ طبری شیعہ نے بھی اپنی تفسیر میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے۔

میرے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر بد نصیب کوئی نہیں جو آج اپنے قلب و ذہن میں ہر قسم کی آلائشوں اور غلاظتوں کا انبار سموئے ہوئے ہو۔ اور پھر ان پاک بزرگوں کے ایمانوں کو ناپنے اور ماپنے میں بلا وجہ ہلکان ہوتا پھرے۔ وہ سب چمنستان نبوت کے شاداب پھول تھے۔ ان سب کی خوشبوؤں سے قیامت تک زمانہ ہمکا رہے گا۔ جس طرح گلاب کے پھول کی خوشبو اپنے مقام پر روح افزا ہے۔ اسی طرح موتیا کی خوشبو اور دید اپنے نرے پن میں باصرہ نواز اور دماغ کو معطر کرنے والی ہے۔ جس طرح چنبیلی کی خوشبو روح کو وجد میں لانے والی ہے۔ اسی طرح کل شبور روح و وجدان میں وجد پیدا کرتی ہے مگر اس کے باوجود جس طرح ان کی خوشبوؤں میں فرق ہے اسی طرح ان کے طبی خواص اور افعال بھی جدا جدا ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مراتب و فضائل بھی جدا جدا ہیں۔ صدیقؑ اپنے مقام پر ام المومنینؑ اپنے مقام پر۔ علیؑ اپنے مقام پر اور زیدؑ اپنے مقام پر الگ الگ مقام رکھتے ہیں مگر ان میں جو مقام صدیق اکبرؑ کا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

۱۔ ہم ان چار مبہتوں کو سابق الایمان کہتے ہیں مگر فرق مراتب کو سمجھنے کے لیے میں زندگی کی سرگذشت پر غور کیجئے ۱۹۵۵ء سے لے کر ۱۹۷۹ء تک میری قیام گاہ مالہ جالب علیہ السلام میں رہا جامع مسجد کی خطابت کے فرائض کے علاوہ دست و دہرائی کا بھی شغل تھا۔ ۱۹۷۹ء میں تشبہ کے مرکزی ایک نئی مسجد کی تعمیر شروع کی اور درس و تدریس کے کام کو آگے بڑھایا۔ بارہ تیرہ سال زندگی کا ایک اچھا خاصہ حصہ ہوتے ہیں۔ اچانک ۲۰۰۰ میں چند ایک واقعات سے متاثر ہو کر ایسی جامد تقلید سے کنارہ کش ہو گیا جو غیر محسوس انداز میں رخصت کی زبان تھی۔ (بقیہ صفحہ ۵۲ پر)



مگر قربان ہوں میرے ماں باپ حضرت صدیق اکبرؓ کی روح پر فتوح پر کہ آپؓ نے جو نبی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا آپؓ پر ایمان لے آئے وہ درقربن نزل جس نے آپؓ کے نبی برحق ہونے کا خود اعلان کیا۔ اس کے متعلق بھی اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ کہ وہ ایمان لایا اور وہ عبدمنان (ابوطالب) جو بچپن سے نبوت تک آپؓ کو دیکھتا رہا۔ وہ بھی اس سعادت سے محروم رہا۔ نبوت کے وقت حضرت علیؓ کی عمر پانچ سال کے قریب تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام المومنینؓ کو نماز پڑھتے دیکھا مگر پانچ سالہ بچہ کیا سمجھ سکتا ہے آخر ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؓ نے شفقت آمیز انداز میں اصول دین سمجھائے اور فرمایا کہ انہیں قبول کرلو۔ مگر حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اپنے ابا سے پوچھ لوں۔

الغرض بیوی یا غلام یا پانچ سالہ بچے کا ایمان لانا اپنی جگہ اور حضرت صدیق اکبرؓ کا ایمان لانا اپنی جگہ۔ اس حقیقت کی رشتہ میں ہم صرف صدیق اکبرؓ کو ہی سابق الایمان کہہ سکتے ہیں گھر کے لوگ تو لازماً، یقیناً بغیر کسی سوچ کے گھر کے سربراہ کے دین پر ہوں گے، مگر ہمت جرات، استقلال، ایثار قربانی اس مرد مجاہد کی قابل داد ہے جو دوسرے قبیلے، دوسرے محلے دوسرے خاندان کا ہو۔ معاشرہ میں بلند مقام رکھتا ہو۔ کامیاب تاجر ہو۔ ثروت مند ہو اور اسے اس بات کا یقین ہو کہ میں صرف ایک اکیلے انسان کا اکیلا ساتھی بن کر پوری قوم کو اپنا دشمن بنانے کی دعوت دے رہا ہوں۔ یہ تھے صدیق اکبرؓ جنہیں ہم سابق الایمان

بقیہ ہاشیہ صفحہ گذشتہ) میرا ایسا کرنا ایک سخت ان لوگوں کی نظروں میں ناقابل معافی جرم بن گیا جو ہیں فقر کے جوئے سیدھے کرنا بھی باعث فخر سمجھتے تھے مگر میری دونوں بیویوں، بیٹیوں اور بیٹیوں نے بغیر کسی حیل و حجت کے میرا ساتھ دیا۔ خیال مٹا اس طرت منقلب ہوا کہ گھر کے لوگوں کا دین گھر کے سربراہ کا دین ہوتا ہے سیدہ خدیجہؓ رضی اللہ عنہا یا سیدنا زینبؓ کا فوراً مشرف باسلام ہونا وہ مقام نہیں رکھتا جو سیدنا صدیق اکبرؓ کا مشرف باسلام ہونا رکھتا ہے میری تیرہ سال کی صاف شفات اور مثالی زندگی ایک آدمی کو میرا ساتھ دینے پر آمادہ نہ کر سکی قربان جائیں ہم اور ہمارے ماں باپ اس ازل سید اعظمؐ پر جس نے جو نبی محمد رسول اللہؐ کی زبان سے سنا میں نبی ہوں اس نے کہا صدقت اور کائنات کے گوشہ گوشہ سے آوازیں آنے لگیں ایسے مرنے میں صدیق رضی اللہ عنہ۔



کے اصل مقام پر فائز دیکھتے ہیں۔

آج

یارانِ طریقت نے یہاں بھی اپنی جدت طرازی سے مردوں میں ابوبکر رحمہ عورتوں میں خدیجہ اکبری رحمہ لڑکوں میں ثلی رحمہ اور غلاموں میں زید رحمہ کی لم صرف حضرت صدیق اکبر رحمہ کا مقام کم کر کے دکھانے کے لیے تراشی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سابق الایمان صرف ابوبکر رحمہ صدیق بی ہیں۔ گھر کے لوگ تو لامحالہ سربراہ کے دین پر ہوتے ہیں۔ چونکہ آپ ایک کامیاب تاجر نہایت ملنسار اور بامروت انسان تھے اور لوگ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے اس لیے آپ کی تبلیغ سے چند روز میں ہی حضرت عثمان رحمہ حضرت زبیر بن العوام رحمہ عبدالرحمن بن عوف رحمہ طلحہ بن عبد اللہ رحمہ سعد بن ابی وقاص رحمہ بلال حبشی رحمہ نہدیہ رحمہ مہدیہ کی لڑکی۔ بنی المصل کی ایک لونڈی ام عبیس رحمہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ آخر الذکر پانچ چونکہ غلام تھے اور کفار نے ان پر تشدد کرنا شروع کر دیا۔ اس لیے آپ نے ان سب کو خرید کر آزاد کر دیا۔

قبول اسلام سے کربنی علیہ السلام کی وفات تک صدیق اکبر رحمہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ نبی علیہ السلام کی معیت میں گزرا۔ ہجرت کے متعلق بھی شیعوں کی مشورہ منظم کتاب حملہ حیدریہ سے سن لیجئے۔ شعر

۵۔ نزدیک آں قوم ہر مکر رفت بسوئے سرائے ابوبکر رفت

پئے ہجرت او نیز آمادہ بود کہ سابق رسولش خبردار بود

بنی بردخانہ اٹل چوں رسید بگو شمش ندائے سفر در کشید

چوں ابوبکر رحمہ ز اں حال آگاہ شد

رخانہ بر دل رفت و ہمراہ شد (حملہ حیدریہ)

مگر افسوس کہ شیعیت تو صدیق اکبر رحمہ کی دشمن تھی ہی — اس کے خدا واسطے کے بیکل بھی خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر کہہ اٹھے:

”اسلام کا یہ نازک ترین مطالبہ ہے اور اتنا نازک ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبر رحمہ جیسا

بے نفس مشروع اور سراپا للہیت انسانی بھی اس کو پورا کرنے سے چوک گیا۔

ترجمان القرآن، ج ۲، ص ۱۵۵، ۱۵۶

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ



## کفر ملت واحد ہے

اسلام کے خلاف مجوسیت یہودیت اور عیسائیت کا گٹھ جوڑ

وَلْتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا

۸۲ : ۵

اور تو سب لوگوں میں سے مسلمانوں کے ساتھ زیادہ دشمنی کرنے والا یہودیوں اور مشرکوں کو پائے گا۔



حضرت عمر فاروق کی شہادت کے بعد دشمنان اسلام کی خفیہ سازشوں خفیہ سرسائیوں اور خفیہ انجمنوں کا جو سلسلہ شروع ہوا، وہ آج تک دنیا میں مسلسل موجود ہے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جاسکتا جس میں یہ دشمن اسلام خفیہ کردہ اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف نہ رہا ہو۔ کبھی یہ گروہ ابولولو کی شکل میں تھا کبھی یہ عبداللہ بن سبا اور سبائیہ گروہ کی شکل میں دکھا گیا۔ کبھی ان کا نام خوارج ہوا اور کبھی یہ عباسیوں اور علویوں کی صورت میں بنو امیہ کے خلاف سازش میں مصروف اور کبھی یہ عباسیوں کے خلاف علویوں کی طرف سے کوششوں میں مصروف رہا۔ کبھی اس کا نام فدائی اسماعیلیہ گروہ ہوا۔ کبھی اس نے قرطبین کی شکل اختیار کی۔ کبھی اس خفیہ سرسائی نے نسلوں اور انارکسٹوں کی شکل و صورت میں ظہور کیا۔ کبھی اس نے ڈپلومیسی اور ڈیپلکریسی کا جامہ پہنا۔ کبھی شنشاہیوں کی وزارت خارجہ کے دفتر میں اس کو جگہ ملی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام سے دہائی بعد کا تمام زمانہ کبھی ان خفیہ سازشوں والے گروہ سے خالی نہیں رہا۔ غرضیکہ دنیا میں صرف بیس پچیس سال ہی ایسے گزرے ہیں کہ جب ہم اس سازشی خفیہ گروہ کو معدوم اور غیر معلوم پاتے ہیں اور یہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا زمانہ تھا۔ اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی یہ خفیہ گروہ برابر دنیا میں موجود پایا جاتا رہا۔ یہی لوگ آگے چل کر جبل اور صفین کے المیہ کا موجب بنے سانحہ کربلا کی باگ ڈور بھی انہی کے ہاتھوں میں تھی۔ یہی لوگ سادہ لوح علویوں کو سیٹج پر لا کر کھڑا کرتے رہے۔ اور ان کے قتل کا موجب بنتے رہے۔ تاریخ اپنے ورق الٹی رہی اور یہ کبھی قرامطہ کی صورت میں نمودار ہوئے کبھی آل بویہ کی شکل میں مسلمانوں کے قتل عام کا موجب بنے۔ ان لوگوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں سادہ لوح اور فریب خوردہ مسلمان شریک

سلاہ ابولولو آج شیعوں میں بابا شجاع کے نام سے مشہور ہے اور شیعہ بڑے اہتمام اور ہتاف اعدگی سے بابا شجاع کے نام کی عید مناتے ہیں تفصیل آگے آئے گی۔



تھے مگر بطور تخم کام کرنے والے ہر دور میں چند افراد ہی رہے۔ بغداد کے لئے ہلاکو کے  
 دلیل راہ ہی بنے۔ بایزید یلدرم کے مقابلہ میں تیمور کو یہی لوگ لائے۔ اسماعیل صفوی  
 کے مشیر کار تھے نوابان اودھ کی صورت میں یہی لوگ شیخ پر نمودار ہوئے ہمیشہ ان کا  
 ہاتھ ایک رہا۔ مگر تخریبی انداز بدلتے رہے۔ ترکی میں انھیں اتحاد ترقی کی طرح ڈال کر خلافت  
 کا خاتمہ انہوں نے کیا۔ اور ترکی ترکوں کیلئے ہے کا نعرہ لگا کر اسلامی اقدار کو ترکی سے خارج  
 البلد کرایا۔ ناصر کے پیچھے عرب قومیت کے نعرے کے خالق ہی تھے۔ جنہوں نے مصر کو  
 ”ہم آل فرعون ہیں“ کا نعرہ لگوا دیا۔ اور لاکھوں فرزند ان توحید کو خاک و خون میں نہ پا کر شہید کیا۔  
 مجوسیت اور سبائیت کے گٹھ جوڑ میں جن سادہ لوح مسلمانوں نے ”حب الہیت“  
 کے پُر فریب نعرے سے متاثر ہو کر ایک مذہبی شکل اختیار کی۔ اس کتاب میں انہیں فریب  
 خوردہ مسلمانوں کا تازہ مخی اور مذہبی جائزہ لیا گیا ہے۔

مشرکین اور یہود کی دوسری صورتیں جو آج فری میسن۔ لائٹنر اور روٹری کی شکل میں  
 تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کا مقصد بھی عرف اور صرف اسلام دشمنی ہے۔  
 یہود کے ہاتھوں جو لوگ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے فریب خوردگی کا شکار ہوئے  
 انہیں بزدلے کار لانے کیلئے جن حربوں سے کام لیا گیا ان میں سے اولین مقام شرک کو ملا۔ اور  
 شرک و بدعت کی تمام صورتیں آج شیعیت اور کسی حد تک بعض جامد عقائدین کے ہاں  
 عین اسلام ہیں۔ ان کے خالق ہی لوگ تھے۔

آج یہود کے تخریبی انداز سراسر بدل چکے ہیں مگر اسلام میں سادہ لوح مسلمانوں  
 کا جو فریب خوردہ گردن شیعیت کی صورت میں موجود ہے اس نے اپنے مبتدعانہ اور  
 مشرکانہ افعال کے زور سے اثرات سے دنیائے توحید کے اذہان کو سیت شرک سے مسموم  
 کر کے توحید کے شجرۃ کے پہلو پر پہلو شرک کے شجرۃ نبیۃؐ کا آب یاری کا ہے اس  
 کی بیخ کنی؟

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند



## شیعیت کا پس منظر

زیر نظر سطور میں مذہبی سیاست اور تاریخی نقطہ نگاہ سے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصب خلافت کے جھگڑے کو صاحب اور اک شیعہ اصحاب کی خدمت میں پیش کرنا مطلوب ہے۔ بنی علیہ السلام کی وفات کے وقت دو طاقتیں اس ربیع ارضی پر حکمران تھیں۔ عیسائی اور مجوسی۔ مگر ان دو طاقتوں کے علاوہ تیسری اور طاقت بھی تھی جو کسی ملک کی حکمرانی تو نہ تھی مگر ان دونوں سے خطرناک، چالاک اور اپنے عیار از حربوں میں پیمثال تھی۔ قرآن نے اصحاب الاخذہ کے نام سے ان کا ذکر کیا ہے۔ مولوی روئے نے ایک بیار۔ یہودی کے قصے میں ان کی فطرت کا نقشہ کھینچا ہے کہ اس نے کس طرح اپنے کان اور ناک کٹوا کر عیسائیوں میں پہنچ کر انہیں تباہ کر دیا۔

ہجرت کے وقت مدینہ میں یہود کا بڑا زور تھا۔ عبد اللہ بن سلام مشہور یہودی عالم کے اسلام لانے کے وقت جو کچھ پیش کیا وہ یہودی ذہنیت کی منہ بولتی تصویر تھی۔ حضرت صفیر بن جثح بن اخطب اپنے چچا اور خالد کی گفتگو کے متعلق فرماتی ہیں کہ چچا نے میرے والد سے پوچھا کہ یہ وہی (یہودی) ہے۔ والد نے کہا۔ ہاں! پھر چچا نے پوچھا تو اس کے متعلق تمہارے دل میں کیا جذبہ ہے؟ والد نے کہا۔ دشمنی ہی دشمنی۔

مسلمانوں کی ہجرت کے وقت مدینہ کے تمام کاروبار پر یہودی چھائے ہوئے تھے۔ مسلمان بھی ان سے قرض لیتے رہے۔ مگر ان مفلوک الحال اور غریب الدیار اور بے یار و مددگار مسلمانوں کی حالت جب جنگ بدر، اُحد اور خندق وغیرہ کی لڑائیوں کے بعد ایک خود مختار ریاست کی ہو گئی تو یہودی چکر اس سے پہلے بھی یہودیوں نے ہر موقع پر مسلمانوں کی مخالفت کی۔ غزوہ خندق کے خالق اور غزوہ اُحد کے روح رواں بھی یہی تھے مگر فتح مکہ کے بعد ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

اس سے پہلے بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقار یعنی یہودی کے تینوں بڑے بڑے قبیلے اپنی ریاستی اور رؤسائے سطح سے اپنی بد اعمالیوں، وعدہ خلافیوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے گر چکے تھے اور ان کا حاسد از جذبہ عمل اور مخالفت از رویہ براہ راست حمار کرنے کی طاقت کھو



چکا تھا۔ اس لئے انہیں اپنے اسی نمک کٹے باپ کی سنت پر عمل کرنے کی سوجھی اور وہ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ سعد بن حنیف، زید بن اہل الصلت، نعمان ادنیٰ ابن عمرو، رافع بن جریدہ، رفاعہ بن زید بن تالوت، سلسلہ ابن برم، کنانہ ابن صوریہ ان لوگوں کے سرخیل تھے۔

مدینہ میں مسلمانوں کو جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ان میں سب سے بڑی مشکل انہیں یہودی کی پیدا کردہ تھی ان لوگوں کی زیر زمین (UNDER GROUND) تحریک اس وقت زوروں پر تھی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے دار البقا کو غایم سفر ہوئے آپ کی وفات کے بعد ایک سخت ازدحام اور مافین زکوٰۃ کے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے صدیق اکبرؓ کی بصارت و رسالت اور تدبیر و فراست نے ان فتنوں کا خاتمہ کیا ان تھا کر رہی ملک بقاء ہو گئے۔ آپ کے بعد تخت خلافت فاروق اعظمؓ کے قدم مہمنت لزوم سے مزین ہوا۔ تو ایران اور روم کی در عظیم الشان سلطنتوں سے مکر او ناگزیر ہو گیا۔ اگر اس وقت مسلمانوں کی فوجیں یرموک اور قادسیہ میں آگے بڑھ کر مجوسی اور عیسائی افواج قاہرہ کو ان کی سرحدوں سے پیچھے نہ دھکیلیں تو شاید نتیجہ الٹ ہوتا۔

اس ہنگامہ اور فتوحات کے دور میں یہودی ریشہ دوانیاں بدستور اپنی اندرونی طاقت بڑھانے میں مصروف رہیں۔ حتیٰ کہ حضرت ذوالنورینؓ کی خلافت کا زمانہ آگیا خلیفہ ثمالؓ کے زمانہ تک مختلف صوبوں میں یہودی ذہن اپنے اپنے طرز پر کام میں لگے رہے یہاں تک کہ یہود کو عبداللہ بن سباؓ یعنی نو مسلم یہودی کے وجود میں ایک شاطر کی انتہائی ہستراگی۔ مشہور شیعہ کتاب رجال کشی کے صفحہ ۱۷ پر مرقوم ہے کہ عبداللہ بن سباؓ شہر صنعاء میں کارہنے والا ایک یہودی تھا۔ بظاہر مسلمان ہو کر اس نے چند روز مدینہ میں گزارے اور حالات کا مطالعہ کرتا رہا۔ پھر بصرہ پہنچ کر حکیم بن جیلہ سے ملا۔ جو ذمیوں کو ٹوٹنے کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کے حکم سے نظر بند تھا۔ یہاں اس نے بڑی چال بازی سے کہنا شروع کیا کہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنے کے تو قائل ہیں۔ لیکن ان سے افضل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ آنے کے قائل نہیں۔

(تاریخ اکبر شاہ خاں اور ابن کثیر مصری ص ۱۷۷)

چند نو مسلم اس کے چکر میں پھنس گئے تو اس نے کہنا شروع کیا کہ جس طرح بنوت پر ایمان لانا فرض ہے امامت پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ بعض موقوفوں پر کہا کہ جناب امیر



پیکر انسانی میں خدا پس (غیبتہ الطالین) علیؑ خدا میں اور میں ان کا نائب ہوں اور جال کنی۔  
پھر اس نے قتل کر کے شرف کیا کہ حضرت علیؑ کے سوا دوسروں کو خلیفہ بنانا بڑی حق تلفی  
ہے۔ اس کی تلافی یوں ہو سکتی ہے کہ خلیفہ کو قتل کر کے علیؑ کو خلیفہ بنایا جائے۔

(البدا یہ و النہایہ اور تاریخ ابکر شاہ خاں)

جب حاکم بصرہ عبداللہ بن عامر کو اس کی اطلاع پیشہ دیاتیوں کا علم ہوا اور اس نے بلا  
کر ڈانٹ پلائی تو یہ چپ چاپ وہاں سے بھاگ کر کوفہ جا پہنچا۔ مگر بصرہ میں اپنے کافی  
ہم خیال چھوڑ گیا۔ اور کوفہ کو اپنا مرکز بنا کر ایسے ہی عقائد کا پرچار شروع کیا۔  
کوفہ میں سعید بن عاص گورنر کو اس کی فتنہ انگیزیوں کی خبر ہوئی تو وہ شام کی طرف  
بھاگ نکلا۔ مگر کوفہ میں مالک بن اشتر نخعی۔ یحییٰ بن زیاد۔ علقمہ بن قیس۔ ثابت بن قیس  
جندب بن زہر عامری۔ جندب بن کعب ازدی۔ عمرو بن جعد۔ عمرو بن حنظلہ وغیرہ  
اپنے متعدد جانشین پیدا کر گئے۔

مگر شام میں حضرت معاویہؓ اس کے کردار سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے اس لئے  
وہ شام میں نہ ٹیک سکا اور مصر پہنچ گیا۔ اس کے مصر پہنچنے پر اس کے مجوزہ دستور العمل کے  
مطابق کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے اپنے اپنے عمال کے خلاف حضرت عثمانؓ کی خدمت میں  
شکایتیں لکھ کر بھیجنا شروع کیں۔ اور پھر مصر سے بھی یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ نے چند لوگوں کو دریافت حالات کے لئے ان مقامات پر بھیجا۔ مگر  
معلوم ہوا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

سلسلہ میں حج کے موقع پر تمام عمال اکٹھے ہوئے اور حالات پر غور کیا گیا اور چند اصلاحی  
تدابیر سوچنے کے بعد مجلس برخواست ہو گئی۔ مگر سازش کی یہ کھچڑی اندر اندر پکتی رہی۔  
ایک دفعہ عبداللہ بن سبا نے حضرت ابوذرؓ کے سامنے بھی بڑے محتاط انداز سے  
اپنے خیالات کا اظہار کیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ مجھے تو تم یہودی نظرات سے عبادہ بی  
صامتؓ سے اس قسم کی گفتگو کی تو انہوں نے پکڑ کر معاویہؓ کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اسے  
دشمن سے نکال دیا۔

اس بارہ پھر تخریری خط و کتابت شروع ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے سلسلہ کے حج  
پر سب کو جمع کیا۔ ان آیات میں عبداللہ بن سبا کے بیان کی سہولتیں جمع ہوئے۔ حج کے موقع پر



اچھی خاصی بحث و تمحیص ہوئی۔ لوگ ہر قسم کے اعتراض کرتے رہے اور آپ جواب دیتے رہے۔  
 مگر بغیر کسی ٹھوس فیصلہ پر پہنچنے کے اجلاس برخواست ہو گیا۔ اور لوگ رخصت ہو گئے۔  
 عبداللہ بن سبا نے مصر میں بیٹھ بیٹھے اپنے تمام خفیہ انتظامات مکمل کرنے تحریر  
 کا اصل راز سوائے چند خاص انخاص مسلم تہا یہودیوں کے کسی اور کو معلوم نہ تھا۔ گویا ان  
 لوگوں نے حب علیؑ اور حمایت اہل بیتؑ کی آڑ میں اسلامی خلافت کو درہم برہم کرنے کا منصوبہ  
 تیار کر لیا۔ اور عرب کے سادہ لوح اور مجھم کے نو مسلم عبداللہ بن سبا کے فریب میں آ گئے۔  
 آخر مصر، کوفہ اور بصرہ کے سازشیوں نے آپس میں رابطہ قائم کر کے مدینہ کا عزیمت کیا۔  
 شوال ۳۷ھ میں مصر سے چھ سو، بصرہ سے چھ سو، کوفہ سے چھ سو کا قافلہ نکلا۔  
 ان لوگوں نے مدینہ کے قریب پہنچ کر علیؑ، طلحہؑ، زبیرؑ اور حضرت عائشہؑ سے رابطہ قائم  
 کیا۔ ان سب نے ملامت کی۔ آخر فیصلہ ہوا کہ کم از کم مصر کا عامل ضرور تبدیل کر دیجئے۔  
 چنانچہ محمد بن ابوبکرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا گیا۔

واپس جانے کے تین چار روز بعد قافلے پھر اکٹھے ہو کر نعرے لگاتے ہوئے مدینہ میں  
 داخل ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت علیؑ نے وجہ پوچھی تو انہوں  
 نے کہا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے غلام عبداللہ بن سعد کے ہاتھ مصر کے عامل کو قتل کھا ہے  
 کہ ان لوگوں کے مصر پہنچتے ہی انہیں قتل کر دیا جائے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ سے مصر، کوفہ اور بصرہ ایک دوسرے کی مختلف  
 امتوں کی طرف واقع ہیں۔ اگر مصر کے لوگوں کو یہ شکایت پیدا ہوئی تو مخالف سمتوں میں  
 سفر کرنے والوں کو اس بات کا کیسے علم ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودی اپنی اس سازش  
 کو جو انہوں نے سالہا سال کی کوششوں سے تیار کیا تھا۔ پر دان چڑھا کر ہی دم لینا چاہتے تھے۔  
 الغرض حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور چالیس روز یہ محاصرہ قائم رہا۔  
 آپ نے اپنے بچاؤ کے تمام انتظامات سے انکار کر دیا تھا۔

غرفیکہ خلیفہ ثالثؑ شہید کر دیئے گئے۔  
 خدا رحمت کند ایسے عاشقانِ پاک طینت را



یہودیوں کی ان تمام کاروائیوں سے مجوسیوں کا باخبر رہنا مستبعد نہیں بلکہ یہودیوں نے مجوسیوں کی تحریک سے متاثر ہو کر کام شروع کیا تھا۔ یہودیوں کی ان سازشوں سے سالوں پہلے ایک فرزند مجوس، تاملق بالصدق والصواب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثانی کو شہید کر چکا تھا۔

ابن سباد کے تیار کروا گئے ہیں۔ مجوسی بھی موجود تھے۔ دونوں کا مقصد ایک، دونوں کا طمع نظر ایک، دونوں کا ارادہ ایک۔ پھر یہ یقینی بات ہے کہ یہودیوں کے ساتھ مجوسی بھی ضرور تھے۔ خلیفہ دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجوسی شقاقیت کا شکار ہوئے۔ اور جامع القرآن کامل الحیاء والایمان ذی النورین حضرت عثمانؓ ابن عفان خلیفہ ثالث یہودی ریشہ دہیزوں کی بمینٹ چڑھ گئے۔

قاتلین عثمانؓ شہادت عثمانؓ کے وقت پورے طبرستان پر مدینہ پر نابض تھے ابن سباد کا ایک نائب واقفی بن حرب اعلیٰ جو مصری بلوایوں کا ایڈ تھا۔ تین دن تک امیر مدینہ رہا۔ حضرت ذوالنورینؓ کی محصوری کے ابتدائی ایام میں مسجد نبویؐ میں نمازیں بھی پڑھاتا رہا۔ (طبری جلد ۵، صفحہ ۱۲۹) صرف جمعہ کی نماز حضرت علیؓ پڑھاتے رہے۔ نہایت حیران کن بات یہ ہے کہ حضرت ذوالنورینؓ شہید ہو جاتے ہیں۔ شیعوں کے خلیفہ بلا فصل حضرت حیدرؓ کو ان موجود ہیں۔ نمازیں باغی پڑھاتے ہیں اور آپ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن سباد یہ بات ہزاروں سال سے متجاوز افراد کو نہ سنیں کروا چکا تھا کہ علیؓ دمی ہیں۔ امام ہیں۔ بلکہ اپنے خاص خاص لوگوں کو یہ بھی بتا چکا تھا کہ علیؓ خدا ہیں اور میں ان کا نائب ہوں۔ مگر علیؓ کو آگے لا کر خلافت ان کے حوالے نہیں کرتے۔ مقام غدیر ہے کہ کیا علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تمام سازش کے مالہ اور مالیر سے قطعاً بے خبر تھے۔ صحابہ کرامؓ پر ایک سکتہ کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ باغی مدینے کی گلیوں میں ڈکارتے پھر رہے تھے ہر شخص اپنی جگہ پر ہر سال اور مہرہ دست تھا۔ تین روزہ تک یہ کیفیت رہی اور

۲۔ ابوہریرہ کو حضرت عبدالرحمان چند روز پہلے ہرمزان نو مسلم مجوسی اور جفید عیسائی غلام کے پاس دیکھ چکے تھے۔ ابوہریرہ آپ کو دیکھ کر گہرا اٹھا تو اس سے وہ خبر گر پڑا جس سے بعد میں حضرت فاروق اعظمؓ شہید کئے گئے۔



چوتھے روز باغیوں نے خلافت کا تاج سیدنا علیؑ کے سر پر رکھ دیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ سیدنا طلحہؓ و زبیرؓ جو اجل صحابہ میں سے تھے باغی ان کے سر پر پرتلاویز لے کر کھڑے ہو گئے اور کہا بیعت کرو ورنہ تمہارے سر ظلم کر دیئے جائیں گے۔

ذرا اطمینان کی نصیحت پیدا ہوتی تو آپؐ کو عبداللہ بن سباد کے نظریات بھی معلوم ہوئے۔ اب آگے مناقب آل ابی طالب تالیف محمد بن علی مازندرانی مطبوعہ بمبئی جلد ثانی صفحہ ۱۲ سطر ۱۲ ملاحظہ کیجئے۔

عبداللہ بن سباد سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سباد نبوت کا مدعی اور علی مرتضیٰ امیر المومنینؑ کی الوہیت کا مقتقد تھا۔ پس جب امیر المومنینؑ کو عبداللہ بن سباد کے اس عقیدے کا علم ہوا تو آپؐ نے اُسے بلا کر دریافت کیا۔ اس نے اعتراف کیا اور کہا آپؐ معبود برحق ہیں۔ پس کہا علیؑ نے اس سے افسوس ہے تجھ پر تحقیق شیطان تم سے تمسخر کرتا ہے۔ تیری ماں تیرے ماتم پر روئے۔ اس عقیدہ سے باز آ جا اور توبہ کر۔ پس جب اس نے انکار کیا۔ تو آپؐ نے اُسے قید کر دیا۔ تین روز متواتر اُسے توبہ کی ہدایت کی جب وہ تائب نہ ہوا تو اُسے آگ میں جلا دیا۔

تھوڑے سے لفظی تغیر کے ساتھ ہی واقعہ کتاب الصادقین فی شرح الاربعین تصنیف علی حسین زنگی پوری مطبوعہ مطبعی اثنا عشری سید عابد علی ص ۴۴ پر مرقوم ہے البتہ وہاں پر یہ الفاظ زاید ہیں کہ :-

اس نے جہاں شیعہ کی طرف رجوع کر کے امیر المومنین علی مرتضیٰؑ کی الوہیت کا انہیں سبق دیا۔ اور آپؐ نے اس کو معہ اس کے متبعین کے آگ میں جلا دیا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شہادت ذوالنورینؑ کا کرتاد حضرت ابن سباد تھا۔ جہاں شیعہ کو علیؑ کی الوہیت کی طرف رغب کرنے والا ابن سباد تھا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس فرقہ کا بانی ابن سباد ہی تھا۔ اب دیکھا ہے کہ علیؑ نے اُسے معہ اس کے متبعین کے جلا دیا۔ اس سے صاف



دافع ہوتا ہے کہ بعد میں حضرت علیؑ کی طرف امامت اور صایت، الوہیت اور بلا فصل خلافت کے جو نظریات منسوب کئے گئے وہ عبداللہ بن سبا کے جلائے جانے پر ختم نہیں ہوئے بلکہ پوشیدہ کر دیئے گئے۔ اور بہت بعد دوبارہ اجاگر کئے گئے۔

عبداللہ بن سبا کے آگ میں جلانے کی روایت بھی من گھڑت ہے۔ تمام تاریخیں اس بات کی شاہد ہیں کہ جنگ جمل سے پہلے حضرت ام المومنینؑ اور حضرت علیؑ کے درمیان مفاہمت کی فضا پیدا ہو چکی تھی۔ مگر بائیسوں نے اپنے گروہ کے ایمان پر ام المومنینؑ کی قزح پر حملہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ جنگ صفین میں بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جب قاتلیں عثمانؓ کو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر سے الگ کرنا چاہا تو بیس ہزار آدمی لشکر سے الگ ہو کر کئے گئے کہ ہم سب قاتلیں عثمانؓ ہیں۔ گویا اب عبداللہ بن سبا ایک ابن سبا نہیں تھا بلکہ بیس ہزار ابن سبا تھے۔ اور ابن سبا خود ان میں موجود تھا۔ علیؑ کرم اللہ وجہہ نے ابن سبا کو کب جلایا کہاں جلایا اور کس تاریخ میں کھسکے کہ آپ نے ابن سبا کو جلایا تھا یہ ایک من گھڑت اور وضعی بات ہے۔ عبداللہ بن سبا کے نظریات پر تو بعد میں یہ تمام عمارت کھڑی کی گئی بعض تاریخوں میں یہ بھی کھسکے کہ آپ نے ابن سبا کو جلا وطن کر دیا تھا۔ مگر کب جلا وطن کیا۔ وہ تو آخر وقت تک آپ کے ساتھ رہا۔ حضرت حسنؑ کے خلع خلافت کے وقت اسی کے ایمان سے آپ پر حملہ کیا گیا اور بہت بعد کہیں اپنی موت مرا۔

## ایران کے مجوسی

ان لوگوں کے دلوں میں کینہ کی پہلی چٹکائی اس زندقہ بھڑکی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ میں باقی بادشاہوں کو دعوت اسلام کے نامہ نامے مبارک کھتے وقت پر دیز شاہ ایران کو بھی نامہ لکھا۔ پر دیز نے بغیر ہڑ سے ہی اسے چاک کر کے اپنے ایک گورنر کو جو یمن کا عامل تھا کھا کر محمدؐ کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کرے۔ مگر جب باذان کے فرستادہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ آج کی شب تمہارے بادشاہ پر دیز کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ اور پر دیز کے نامہ مبارک چاک کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اس نے میرا قتل نہیں چاک کیا



بلکہ اپنی سلطنت کو چاک کیا ہے۔

اب آگے مشہور شیعوں مؤرخ حسین کاظم زادہ کی زبان سے سنئے۔  
 جس دن سعد بن ابی وقاص خلیفہ دوم کی جانب سے ایران کو فتح کیا۔  
 .... ایرانی اپنے دلوں کے اندر کینہ و انتقام کا جذبہ پائے رہے ...  
 ... یہاں تک کہ فرقہ شیعہ کی بنیاد پڑ جانے سے پورے طور پر اس کا  
 اظہار کرنے لگے۔

صاحبان واقفیت و اطلاع اس بات کو بخوبی جانتے اور مانتے ہیں کہ شیعیت  
 کی بنیاد ظہور میں اعتقادی مسائل اور نظری و نقلی اختلافات کے علاوہ ایک  
 سیاسی مسئلہ بھی تھا۔

آگے چل کر اس سیاسی مسئلہ کو یہی مصنف واضح کر کے لکھتا ہے کہ :-  
 ایرانی ہرگز اس بات کو کبھی نہ بھول سکتے تھے نہ مٹا کر سکتے تھے  
 اور نہ قبول کر سکتے تھے کہ مٹی بھرنے والے پیروں نے  
 جو جنگل و صحرا کے رہنے والے تھے ان کی مملکت پر تسلط کر لیا ہے۔  
 ان کے تمام خزانوں کو لوٹ کر غارت کر دیا ہے اور ہزاروں لوگوں کو  
 قتل کر دیا ہے۔

آگے چل کر یہی مصنف لکھتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدائن و غیرہ کے مفتوح ہزاروں  
 ایرانیوں کو لونڈی و غلام بنالیا۔ اور حضرت علیؓ اور حسینؓ نے اپنے اپنے حصے میں آئے  
 ہوئے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اور پھر ان کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی آزاد کر دیا۔  
 اس طرح تمام قیدی آزاد ہو گئے۔

ایرانیوں کی نفرت کا ایک اور واقعہ بھی اسی حسین کاظم زادہ کی زبان سے سنئے :-  
 ہرمزان ایرانی کو خوزستان کا سابق والی اور "یکے از بزرگ زادگان و  
 صاحب افسران ایران" تھا۔ مع ایک اور شخص کے قتل کر دیا۔ کیونکہ  
 ابو لوہا کثر ہرمزان کے پاس جاتا رہتا تھا حضرت عثمانؓ نے بیات  
 کو عدالت پر پیش کر دے کہ خون بہا اپنے پاس سے ادا کر کے عبید اللہؓ  
 کو آزاد کر دیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ نے عبید اللہؓ کو قصاص میں قتل کر



دینے کا مشورہ دیا تھا۔

مصنف یہ واقعہ لکھنے کے بعد اس پر حاشیہ لکھ کر دیتے ہوئے کہتا ہے۔  
اس معاملے نے ایرانیوں کے دلوں میں عمرو عثمانؓ کے خلاف غصہ اور  
کینہ کا آگ کو بھڑکا دیا اور حضرت علیؓ امیر المومنین کے ساتھ کی محبت  
کو اور زیادہ کر دیا۔ ایرانی جو اپنے بادشاہ اور سرپرست سے محروم ہو  
گئے تھے۔ اس دن سے حضرت علیؓ کو اپنا حامی اور مہربان سمجھنے لگے۔  
اور ان کے اور ان کے اولاد کے حق میں اپنے انخلاص و محبت کا اظہار  
کرنے لگے۔

(مخلص از تجلیات مدح ایران در ادوار تاریخی)

حالانکہ یہ سب جھوٹ اور فریب ہے۔ حضرت عثمانؓ نے عید اللہ کو ہرمزان  
کے بیٹے تباذان کے حوالے کیا تھا۔ ہرمزان بظاہر مسلمان تھا مگر دہ پردہ پکا اسلام دشمن  
جو کی تھا۔ اور اس کا بیٹا تباذان پکا مسلمان تھا۔ اور اپنے باپ کی سازش سے بھی واقف  
تھا۔ اسی نے عید اللہ کو ”اللہ کے واسطے چھوڑ دیا تھا۔ طبری اس  
واقعہ پر آگ عنوان قائم کر کے تبصرہ کرتا ہے (طبری ج ۵ ص ۴۲) حضرت عثمانؓ  
نے اپنے پتے سے کوئی خوب بھاد نہیں کیا تھا۔ یہ صرف بھی سازش کی سحر کاری ہے اور  
لطف بہ کر بڑے بڑے محققین اور مؤرخین نے اسے درست تسلیم کر لیا۔

اسی طرح لونڈی اور غلام بنانے والا پہلا واقعہ بھی سزا سر غلط ہے۔ صرف  
اہواز کے مقام پر بنیاد ت ہوئی تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے بنیاد ت کھل کر دہاں کے لوگوں  
کو گرفتار کیا۔ مگر حضرت عمرؓ کے حکم سے سب چھوڑ دیئے گئے۔ مدائن کی فتح کے  
وقت بھی سب نے جزیہ دینا قبول کیا۔ اور ذی بن کر ہشا منظور کیا۔ اور وہ  
بدستور اپنی جائدادوں اور املاک پر قابض رہے۔ صرف جلولاک جنگ میں مال  
غنیمت کے علاوہ غلام اور لونڈیاں مسلمان لشکریوں کے ہاتھ آئیں ان میں اعلیٰ خاندان  
کی لڑکیاں بھی تھیں۔ حضرت عمرؓ سے یہ سب بایا بجلو لیا ت سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

(ماخوذ مخلص طبری ج ۴ ص ۱۱۱ تا تاریخ الامم اسلامی ج ۲ ص ۱۸۱ اخبار الطیل ص ۱۶۲)



## یہود و مجوس کا گٹھ جوڑ

عبداللہ بن سبا کی زیرِ زمین سرگرمیاں اور مجوسیوں کی ریشہ داناںیاں ایک دوسرے سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں۔ دونوں اسلام دشمن تھے۔ دونوں کے دل میں اسلام کے خلاف بغض و عناد کی چنگاریاں مسلک رہی تھیں۔ دونوں اپنے اپنے مقام پر پورے طور پر اسلام کے خلاف محاذ قائم کر چکے تھے مگر دونوں کے طریق کار میں معمولی سا فرق تھا۔ مجوسی اپنی زبان، طرزِ معاشرت، نشست و برخاست اور زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں عرب کے طریق زندگی میں اپنے آپ کو مدغم نہیں کر سکتے تھے۔ مگر یہود عربی النسل تھے ان کا طرز زندگی بالکل عربی تمدن کو اپناتے ہوئے تھا۔ مجوسی پہلی نظر میں پہچانے جاتے تھے کہ یہ غیر عرب ہیں۔ مگر یہودیوں کو مسلمانوں میں گھل مل جانے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ دونوں کے مل جانے پر قیادت کا یہودیوں کے ہاتھ میں آ جانا قدرتی امر تھا اس لئے یہاں مؤرخین نے اسلام دشمنی میں صرف یہودیوں کا نام لیا ہے۔ درنہ فلسفہ تاریخ کا ایک مبتدی بھی حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتا کہ سبائی عنصر صرف یہودی اسلام دشمن گروہ پر مشتمل نہیں تھا بلکہ پورا مجوسی تمدن، مجوسیوں کا سرمایہ، مجوسیوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ شیعیت کی پوری دنیا میں مجوسیت اور شیعیت کا چر بہ ہے۔ اسلام دشمنی میں سبایت کی نسبت مجوسیت کو اولیت کا مقام ہے سبایت سے پہلے مجوسیت شہادتِ نازق کا کارنامہ انجام دے چکی تھی۔ گوتیادت کا ناجِ سبایت کے سر ہوا۔ مگر اس میں روح پھونکنے والی قوت مجوسیت کی تھی۔ حضرت علیؑ کے متعلق جن عظیم کا اظہار سبایت نے کیا وہ تمام مجوسی اعتقاد کا چر بہ تھا۔ اور جس طرح یہودیوں کو عرب کی اجارہ داری کے چھن جانے کا صدمہ یا مجوسیوں کو ایرانی سلطنت کے خاتمہ کا اندیشہ تھا۔ اسی طرح عیسائیوں کو مصر سے ملک بدر ہونے کا غم تھا اور یرموک میں پٹنے کا صدمہ۔ سبائی زندہ جو مصر سے مدینہ پہنچا اس میں عیسائی نو مسلم کی اکثریت تھی اور کوفہ کے وفد میں مجوسی نو مسلم زیادہ تھے یوں سمجھئے کہ مجوسی، یہودی اور عیسائی پورے طور پر اسلام کو ملنے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کر چکے تھے اور آخر انہوں نے علیؑ کی اڑھیس ہزار



یہ مدینہ النبی میں عین روزِ غزہ نبوی کے سلسلے حضرت ذوالنورین کو شہید کر دیا۔

## سیدنا علیؑ کی خلافت

۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔ ۲۱ ذی الحجہ ۳۵ھ کو تائین عثمانؓ نے سیدنا علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ منتخب کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کا زیادہ بخیلہ اور بکھرا طبقہ جان چکا تھا کہ غزہ کا دروازہ کھل چکا ہے اس لئے ان میں سے متعدد نے بیعت نہ کی البتہ طلحہؓ، سعدؓ، زبیرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ چونکہ معزز اور نامور صحابہ میں شمار ہوتے تھے اس لئے انہیں بیعت کے لئے مجبور کیا گیا۔

امیر مردان بن حکم بھاگ گئے اور ان کے خاندان والوں کو سیدنا علیؑ (زین العابدینؓ) اپنی جاگیر میں لے گئے اور بعد میں اپنے بیٹوں کے ہمراہ انہیں دمشق پہنچا دیا۔ اموی حضرت عثمانؓ کا خون آلودہ کرتہ اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں لے کر دمشق پہنچ گئے۔

ادھر حالات یہ تھے ادھر طلحہؓ اور زبیرؓ نے تائین عثمانؓ سے قصاص کا مطالبہ شروع کر دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں پورا انصاف کر دنگا مگر ابھی بلوائیوں کا زور ہے۔ اور امر خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوا میں اطمینان اور بہولت حاصل ہونے کے بعد اس طرف توجہ دوں گا۔

پھر سے دن آپ نے حکم دیا کہ کوثر، بصرہ اور مصر سے آئے ہوئے تمام لوگ واپس چلے جائیں یہ حکم سن کر ان سب اور اس کے ساتھیوں نے واپس چلتے سے انکار کر دیا۔ یہ گویا آپؑ کی خلافت کی پہلی بدنامی تھی کہ جن لوگوں نے آپؑ کے نام پر آپؑ کا نام لے لے کر عثمانؓ کو شہید کیا انہوں نے ہی حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ تھا شیطان علیؑ کا پہلا کردار اس کے بعد آپؑ نے عثمانی عمال کی سرزنی اور اپنے عمال کی تقرری کے پردانے جاری کئے۔ جو سب صرف کاغذی پردانے ہی رہے شام سے مخالفت کے نعرے بلند ہونے شروع ہو گئے گویا اب ان تمام فتنوں کا سبب اب شام پر حملہ تھا۔ مگر اس حملہ کی تیاری سے پہلے ہی مدینہ کا شائبہ جو حج سے واپس آ رہی تھیں حضرت عثمانؓ کے قتل سے آگاہ ہو کر واپس مکہ چلی گئیں۔ طلحہؓ اور زبیرؓ بھی حضرت علیؑ کی اجازت سے مدینہ چلے گئے۔



حالات نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ :-

۱۔ حضرت عثمانؓ کے قاتل ابی تک حضرت علیؓ کی نوج کے ساتھ تھے یعنی مجوسی یہودی

اور عیسائی گریہ۔

۲۔ حضرت علیؓ نے عثمانی عمال کی معزول اور اپنے معاون و انصار کی تقرری کے پرانے

جاری کئے مگر کسی پر عمل نہ ہوا۔

۳۔ طلحہؓ، زبیرؓ اور صدیقہؓ کائنات کی طرف سے قاتلین عثمانؓ سے تصامم کا تقاضا

شروع ہو گیا۔

۴۔ اکثر اہل مدینہ گوشہ نشین ہو گئے۔

اب مکر سے صدیقہؓ کائنات نے شدت سے خون عثمانؓ کا مطالبہ شروع کر دیا۔

واقعات کے سباق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن سباؓ کے سازشی یقیناً مکر

سینچ چکے ہوں گے۔ مگر صدیقہؓ کائنات ان کے قریب میں نہ آئیں۔

حضرت علیؓ ذی قاری میں پہنچے تو طلحہؓ و زبیرؓ بصرہ پہنچ کر ابابا بن بصرہ سے خون عثمانؓ

پر سبقت لے چکے تھے۔ غرض خانہ جنگی کی نضات تیار ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے تقاع کو سیفر

بنا کر ان کے پاس بھیجا اور حالات کو کچھ سنبھلنے نظر آئے۔ مگر سبائیوں نے خطر محسوس کر کے

انک ایک مجلس منعقد کی۔ اس میں اشتر غنصی، شریح بن ادنیٰ، عبداللہ بن سباؓ، سالم بن عبد

مطلب بن اشیم کے عاڑہ اڑھائی ہزار افراد شامل تھے۔

فیصلہ ہوا کہ اگر عائشہؓ اور علیؓ کے درمیان صلح ہو گئی تو دونوں کی تلواریں ہماری

گردنوں پر ہوں گی۔

امن کی نفاذ سازگار ہوتی جا رہی تھی کہ رات کو سبائی یہودیوں، مجوسیوں اور عیسائیوں

نے طلحہؓ اور زبیرؓ کی نوج پر حملہ کر دیا۔ گھبراہٹ میں طلحہؓ اور زبیرؓ نے علیؓ کی نوج پر حملہ

کر دیا۔ ہر فریق نے یہ سمجھا کہ دوسرے فریق نے دھوکا دیا پس وہ ہوا جو ہونا تھا جنگ

ہوئی اور دس ہزار مسلمان کھیت رہے۔

حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کو با احترام مدینہ روانہ کیا۔ فریقین کے مقتولین پر

نماز جنازہ پڑھا کر دفنایا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اسی ہزار کا لشکر جمع کیا اور دیہائے نرات

عبور کر کے شام کی سرحدیں داخل ہو گئے۔



ادھر سے معاویہؓ کا ٹکڑا لیا گیا۔ بات وہی تائیں عثمانؓ کے قصاص سے شروع ہوئی۔  
اسے مٹی کر تقریباً بیس ہزار سائے تھوں نے علوی نوح سے انگ ہو کر کہا کہ ہم سب عثمانؓ  
کے قاتل ہیں۔

یہاں فیصلی اثرات نے بعض اذہان کو اس حد تک متاثر کیا ہوا ہے کہ وہ نوراً اس  
قسم کے سوالات پیدا کر دیتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی حیثیت ایک صوبائی عامل کی تھی اور  
حضرت علیؓ کی حیثیت ایک سربراہ مملکت کی۔ معلوم نہیں کس ضابطہ یا قانون کے تحت  
معاویہؓ حضرت علیؓ سے غور عثمانؓ کا مطالبہ کر رہے تھے اور پھر وہ عثمانؓ کے جائز وارث  
بھی نہیں تھے بلکہ ایک دور کے رشتہ دار تھے، مگر ایسے اعتراض کرنے والے اس وقت کی  
انار کی کیا کیفیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جن سے پوری مملکت دو چار تھی۔ معاویہؓ حقیقت  
میں اس قسم کا مطالبہ کر کے حضرت علیؓ کو مجوسیت، یہودیت اور عیسائیت کے گٹھ جوڑ  
سے نکالنا چاہتے تھے۔

فریقین یعنی شیعوں نے دونوں نے اس موضوع پر مٹی بھر کر طبع آزمائی کی ہے مگر ابھی تک  
بات دیں کی وہیں ہے۔

حضرت علیؓ نے شام پر حملہ کا ارادہ کر لیا۔ اور جنگ صفین ہو کر۔ یہی مقتدرین کی تعداد  
ستراور نوے ہزار کے درمیان بیان کی جاتی ہے اور یہ نوح کی دہا تعداد تھی جو تمام کرنا رضی  
کو فتح کر سکتی تھی۔ آخر جب شامی افواج میں شکست کے آثار نظر آنے لگے۔ کہا جاتا ہے  
کہ عمر بن العاصؓ کے مشورہ سے قرآن کو نیزوں پر بلند کر کے کہا گیا کہ اے گروہ عرب  
خدا ردیوں اور ایرانیوں کے ہاتھ سے تمہاری عورتوں اور بچوں کو بچائے۔ تم نہا ہو گئے۔  
دیکھو یہ کتاب اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے۔

عمر بن العاصؓ اس فتنہ سے پورے طور پر باخبر تھے اور اگر معاویہؓ حضرت علیؓ کے  
حق میں دستبردار ہو جاتے تو تمام ملک کا ایک جیسا حشر ہوتا۔

حضرت علیؓ نے لڑائی بند کرانے کا حکم دے دیا۔ لیکن اشتراک اس کے سبائی گروہ  
کے آدمی لڑائی بند کرنے کے حق میں نہ تھے بلکہ وہ تو مسلمانوں کا قتل عام چاہتے تھے سال بھر  
کی جنگ کے بعد ۱۲ صفر ۳۵ کو ایک معاہدہ لکھ کر ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمر بن العاصؓ  
کو حکم مقرر کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو عمر بن العاصؓ نے چکر دے کر علیؓ کا منزل



کا اعلان کروادیا۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کی کے چکے میں آنے والے نہیں تھے۔ وہ بہت بڑے مدبر اور تجربہ کار انسان تھے اور نہ عمر بن العاصؓ اتنی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ علیؓ کی نام نہاد حکومت سے معزول کا فیصلہ سینکڑوں صحابہؓ سے مشورہ کے بعد ہوا تھا۔ جس پر عمل نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا اور اب اسی سبالی گردانے کا شروع کر دیا کہ علیؓ کا فر ہو گیا ہے۔

یہ سبائیوں کا دوسرا زیر زمین حملہ تھا (تفصیل دوسرے مقام پر ہے) حکیم کے فیصلے کے بعد معاویہؓ بدستور امیر شام رہے۔

نہردان کی شکست کے بعد خوارج میں سے تین آدمیوں نے علیؓ، معاویہؓ اور عمرؓ بن العاصؓ کے قتل کے فیصلے پر متفق ہو کر رمضان سنہ ۴۰ھ میں بیک وقت تینوں پر حملہ کیا علیؓ شہید ہو گئے۔ اور موخر الذکر دونوں بچ گئے۔

یہاں ایک نہایت توجہ طلب نکتے کی طرف تارئین کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؓ کا بھائی عقیلؓ ابن ابی طالب معاویہؓ کے ہمراہ تھا اور معاویہؓ کا بھائی زیاد بن ابی سفیانؓ حضرت علیؓ کی طرف سے فارس کا گورنر تھا۔

(ملخص از تاریخ اسلام جلد دوم اکبر شاہ خاں وغیرہم)

حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ منتخب ہو گئے مگر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ یہودی تحریک اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی تھی مسلمان تین گردہوں میں بٹ چکے تھے۔ خوارج، شیعہ اور سنی۔ خوارج تو ختم ہو گئے مگر شیعہ اور سنی کی پھیلشیں جاری رہیں۔

تمام عالم اسلام اموی حکومت پر مطمئن ہو کر خاموش ہو چکا تھا۔ مسلمان جبل اور صفین کی خانہ جنگیوں میں ایک لاکھ تک اپنے فرزندوں کو قربان کر چکے تھے اور وہ کسی حد تک اس فتنے سے واقف بھی ہو چکے تھے۔ اب معاویہؓ نے سربراہ مملکت بننے کے بعد اس گردہ کی گوشمالی کی طرف توجہ کی۔ ان کے سب بل نکال کر رکھ دیئے اور وقتی طور پر یہ فتنہ دب کر رہ گیا۔ معاویہؓ کے مرنے کے بعد یزیدؓ کے زمانہ میں واقعہ کربلا پیش آیا۔ تو اس بھی ہوئی راکھ سے مختار ثقیفی مسلمانوں کے سردوں پر برق جہنم بن کر کوندا۔ مختار جس کے عقائد و نظریات اور حالات دوسرے مقام پر لکھے گئے ہیں کے قتل ہونے کے کچھ عرصہ



بعد اموی گورنر حجاج بن یوسف نے اس قعر کو نیست و نابود کرنے کے لئے بڑی بڑی جیل القدر ہستیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان حالات میں بیانی نظریات کے پینے کے مواقع تقریباً ختم ہو چکے تھے۔

بیانیت کو خوب معلوم ہو چکا تھا کہ جزیرہ نما عرب میں اب اس کے پینے کی گنجائش نہیں اور سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ مجوسیت کے مرزدبوم میں پناہ لی جائے۔ ایران میں شہادت فاروقؓ کے دن کو بابا شجاع کی عید کے نام سے درپردہ منانے والے پیدا ہو چکے تھے۔ بیانیت کو اپنے دین و مذہب سے کوئی غرض نہ تھی۔ اس کا دین و مذہب صرف یہی تھا کہ اسلام کو ختم کیا جائے اب یہ لوگ گردہ در گردہ ایران میں پہنچنے شروع ہو گئے۔ ایران کی سرزمین مرکز سے بہت دور تھی اور ابھی اس ملک میں بڑے بڑے مرزبان اور دہقان اپنے آبائی مذہب پر کاربند تھے۔ انہوں نے ان نوادروں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور انہیں اپنے نظریات پھیلانے میں پورے تعاون کا یقین دلایا۔ چونکہ کھلم کھلا یہ لوگ اسی صورت میں اپنے نظریات پھیلا سکتے جب خاک از تودہ کلاں بردار کے مصداق کسی جیل القدر ہستی کو اپنی آڑ بنالیتے۔ اور وہ اسی حضرت علیؓ کی صورت میں پہلے ہی ان کے اذہان میں مقام حاصل کر چکی تھی۔ حضرت علیؓ کو آڑ بنا کر عوام میں اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لئے وصایت، ولایت اور امامت کے نظریات کی اشاعت ہی ایک کارگر حربہ تھا۔ اور اس حربہ سے اس قدر کام لیا کہ آج شیعہ مذہب کی بنیاد ہی ان باتوں پر ہے۔

امام مظلوم سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری زمانہ میں جب بایںوں نے یہ جھوٹا الزام لگایا کہ انہوں نے اصل قرآن جلا دیا ہے تو یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ بہتان ہے آپ نے اختلاف دالی چیز کو جلا دیا ہے اور متفق علیہ کو باقی رکھا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ خدا کی قسم اگر حضرت عثمانؓ کی جگہ میں ہوتا تو وہی کچھ کرتا جو انہوں نے کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ قاتلان عثمانؓ پر لعنت بھیجا کرتے تھے چنانچہ مشہور شیعہ عالم سید علی نقوی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو ان لوگوں



پر جنہوں نے عثمان بن عفان کو قتل کیا۔

(رجال بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۰-۱۵۱ مایہ مشن لکھنؤ)

ایک موقع پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ ہم سب سے افضل، سب سے زیادہ رحیم، سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ پاکباز تھے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۱، ص ۱۹۳)

جنگ ۵۰۰ کے بعد حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؑ کو کھاکرے ابن عم جو ہونا تھا ہرچکا۔ اب آپ کو صلح کرینی چاہیے۔ اس پر حضرت علیؑ راضی ہو گئے۔

(تاریخ ابن ابی شریبہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۳)

جنگ شیش کے زمانہ میں کسی عیسائی حکمران نے حضرت معاویہؓ کو امداد کی پیش کش کی انہوں نے جواب دیا کہ اگر میرے بھائی علیؑ تیرے خلاف فوج کشی کریں تو میں ان کی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے تیرے خلاف جنگ کروں گا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۱۹)

جب بعض یہودی سیانیوں نے حضرت معاویہؓ کو کانفرنس شروع کیا تو حضرت علیؑ نے اپنے تمام مقبوضہ ممالک میں اعلان کر دیا کہ ہمارا ادراہل شام کا خلا ایک، رسول ایک اور اسلام ایک ہے۔ ہاں خون عثمانؓ کے بارے میں ہمارے درمیان اختلاف ہے۔ اور ہم خون عثمانؓ سے بری ہیں۔

(منہج البلاغہ جلد ۳ ص ۱۲۵)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ ہر نماز کے بعد حضرت معاویہؓ پر لعنت بھیجا کرتے تھے لیکن لعنت تو کجا؟ وہ تو دوسروں سے ان کے خلاف کوئی بات نہ کہتی پس کرتے تھے۔ چنانچہ واقعہ صفین کے بعد جب چند لوگوں کو آپ نے معاویہؓ کو برا کہتے ہوئے سنا تو فرمایا۔ معاویہؓ کو برا مت کہو۔ معاویہؓ جب تم لوگوں سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ کتنے سرتن سے جدا ہوتے ہیں۔

(تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر صفحہ ۲۱۸)

جب حضرت معاویہؓ کو خبر پہنچی کہ حضرت علیؑ کو ان کے ایک شیعہ (جو بدیہی خارجی ہو گیا تھا) نے شہید کر دیا ہے تو بے اختیار رونے لگے۔ یوں نے حیران ہو کر درجہ



پوچھی تو کہنے لگے آج دنیا کا سہلے بڑا عالم شہید ہو گیا ہے۔  
مشہور شیعہ مؤرخ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ معادیہ دنیا میں پہلے شخص تھے جنہوں نے  
حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو دس لاکھ درہم عطا کئے۔

(ناسخ التواتر ج ۲ ص ۸۲۳ - ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۲۳ - تاریخ الامت ج ۲ ص ۸۲۳)  
جب حضرت حسنؑ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کرنیوں سے فرمایا کہ میرے والد مجھ سے  
فرمایا کرتے تھے کہ معادیہ کی امارت قبول کرنے سے کراہت نہ کرنا۔

(البیہ جلد ۸ ص ۱۲۱ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۲۶)  
حضرت حسنؑ کی طرح حضرت حسینؑ بھی حضرت معادیہؑ کی بہت عزت کرتے تھے۔  
ایک دفعہ جاح کو ذریعہ خطرہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے آلِ محمد تم میں سے جو بھی حشر کے دن  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہوا آئے گا نجات پائے گا۔ اس پر معادیہؑ نے پوچھا اے جاح کون ہے۔  
حضرت حسینؑ نے جواب دیا کہ جو لوگ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ،  
علیؓ اور آپؐ کو گایاں نہیں دیتے۔ (ابن عساکر ج ۸ ص ۳۱۲)

مشہور شیعہ مؤرخ ابن طغی نے لکھا ہے کہ امیر معادیہؑ نہایت حلیم اور بردبار  
تھے جب ابن عباسؓ ان کے پاس گئے تو انہوں نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کا ذلیفہ  
مقرر کیا۔ اس کے علاوہ عطیات بھی دیتے رہے۔ (الفخری ص ۹۲)

۸۳ھ میں جب امیر یزیدؒ امیر الموحج بن کر مکہ گئے اور حج کے بعد مدینہ پہنچے۔ تو  
عبداللہ بن جعفر طیارؒ نے جو حضرت علیؑ کے داماد اور حسینؑ کے بہنوئی تھے اپنی بیٹی سیدہ  
ام محمد کا عقد یزید بن معادیہؑ کے ساتھ کر دیا۔ (جمہرة الانساب ص ۶۲)

آج مروانؒ اور یزیدؒ کے نام گالی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں یہ لوگ جو تاریخ  
سے نا بلند، دین سے کورے، علم سے بہرہ اور عقل و خرد سے بیگانہ ہیں صرف شیعوں  
کی دیکھا دیکھی ایک رٹ لگانے جا رہے ہیں اور اس بات کا ذرہ بھر خوف ان کے  
دلوں میں نہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کن لوگوں کے حق میں کہہ رہے ہیں۔

ذرا مروان بن حکم کے متعلق بھی سنی لیجئے۔ حضرت حسینؑ کی دہ بھنی خدیجہ بنت  
علیؑ اور رطلہ بنت علیؑ اسی مروان کے درمیٹوں سے بیاہی گئی تھیں اور خود حسینؑ کی بیٹی  
سیدہ سکینہؒ مروان کے پوتے اصبح ابن عبدالعزیز کے نکاح میں تھیں۔



(طبقات ابن سعد ۴/۵۸ - ابن قتیبہ ۱/۱۲۲)

اگے چلے۔

مردانؓ کا آخری وقت ہے ایسے وقت میں لوگ اپنی ذات اور اپنی اولاد کے خیال میں پھنسے ہوتے ہیں۔ مگر مردانؓ اپنے بڑے عہد الملک کو کہتے ہیں کہ علیؓ (زین العابدین) نے مجھ سے ایک لاکھ درہم قرض لئے تھے۔ میرے مرنے کے بعد ان سے اس قسم کا مطالبہ نہ کرنا۔ (البدایہ جلد ۹ صفحہ ۱)۔

امیر یزدگرد کی بغاوت فرد کرنے کے لئے فوج بھیجتے ہیں۔ مگر امیر شکر کو ہدایت کرتے ہیں کہ علیؓ (زین العابدین) بن حسینؓ کی رعایت کرنا اور ان کی پوری عزت و تکریم ملحوظ رکھنا۔ کیونکہ انہوں نے ہی مجھے اس بغاوت کی خبر دی ہے۔

(طبری جلد ۲ صفحہ ۲)

خود شیوہ مصنفین نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ حضرت محمد باقرؑ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد مسلم بن عقبہؓ سے ملنے گئے تو اس نے میرے والد کو تخت پر بٹھایا۔ مزاج پر کی۔ والد صاحب نے جواب میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ مسلم نے کہا امیر المومنین یزدگردؑ نے مجھے آپ سے حسن سلوک کی ہدایت کی ہے۔ والد صاحب نے فرمایا ان کے لئے اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی طرف سے جزائے خیر۔

(جلاد العینین ص ۲۶۶ الامامہ و سیاست جلد ۱ صفحہ ۲۳)

محمد بن حنفیہ یعنی حضرت علیؓ کے فرزند ایک بار امیر یزدگردؑ کی ملاقات کو گئے۔ واپس آئے تو باغیوں کے امیر ابن مطیع نے ان سے کہا کہ یزدگرد فاسق فاجر اور شرابی ہے۔ اس لئے آپ اس کی بیعت توڑ دیں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا سے ڈرو۔ کیا تم نے اسے سب کچھ کرتے دیکھا ہے؟ میں تم سے زیادہ عمر اس کے پاس رہا ہوں۔ مگر میں نے ان میں سے کوئی بات اس میں نہیں دیکھی۔ (البدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۳)

مردان کے مرنے کے بعد عبدالملک خلیفہ ہوئے تو جن لوگوں نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی ان میں علیؓ (زین العابدین) بن حضرت حسینؓ بھی تھے۔ اسی لئے عبدالملک

نے امیر مردان بن حکم کے تفصیلی حالات کیلئے میری تالیف "امیر المومنین حضرت امیر مردان بن حکم" کا مطالعہ کیجئے۔



ان کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ جلد ۵ ص ۱۵۹۔ تابین ص ۲۰۲)

## حضرت علیؓ اور حسینؓ نے

اصحاب ثلاثہؓ اور معاویہؓ و یزید کے ہاتھ پر بیعت کی

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی۔

جنگ صفین سے واپسی کے موقع پر حضرت حسنؓ سے فرمایا:-

امیر معاویہؓ کی امارات کو برائے سمجھنا۔ اور اگر تم نے ان کی امارت سے  
بیلجھدگی اختیار کی تو تم دیکھو گے کہ کس مقدار میں لوگوں کی گردنوں کی کھوپڑیاں  
اڑیں گی۔ (منہج البلاغۃ ص ۸۳)

حضرت علیؓ نے ایک بار معاویہؓ اور ان کے رنقار کے متعلق فرمایا:-

(منہج البلاغۃ بحوالہ تفسیر اشاعریہ ص ۵۳۸)

حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کو کہتے ہیں تو دامادیئے۔ پیغمبر کے اس مرتبہ

پر پہنچا ہوا ہے۔ جن تک یہ دونوں (ابوبکرؓ اور عمرؓ نہیں پہنچے)

(خطبہ جناب علیؓ یزیدؓ نضاحت ترجمہ منہج البلاغۃ مترجمہ سید ذاکر حسین مطبع یوسفی دہلی ص ۱۷۱)

حضرت حسنؓ نے معاویہؓ سے صلح کی۔ شیعہ ان کی خدمت میں آئے اور بعض

ان میں سے امامؓ پر معاویہؓ سے بیعت کرنے کی وجہ سے ملامت کرنے لگے۔

(جلاد العیون)

ام میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ اس کی گردن میں بیعت خلیفہ ہو

جو زمانہ سے دافع ہوتی ہے۔ مگر ہمارے امام قائم کہ علیؓ ان کے

پیچھے نماز پڑھیں گے۔

(جلاد العیون بحوالہ احتجاج طبرسی)



اسی مضمون کی ایک حدیث بحوالہ کافی، حق الیقین ص ۲۴ پر بھی مضمون ہے۔  
حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جس پر سلیمان بن خرد  
نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بدرک واصل شد و حسین بیعت خود را شکست۔

(مہیج الاخوان ص ۴۱)

حضرت موسیٰ رکاعلم نے ہدی عباسی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُسے یا  
امیر المؤمنین کر کے خط لکھا۔ (اصول کافی کتاب الحج)

حالانکہ بقول حضرت جعفر الصادق (امیر المؤمنین کا خطاب جناب امیر سے پہلے  
کسی کا نہ تھا اور اگر کوئی بعد کو اختیار کرے تو وہ کافر ہے۔ حتیٰ کہ امام ہدی بھی  
اس لقب سے ملقب نہ کیے جائیں گے۔ (اصول کافی کتاب الحجۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے کہ ہم دونوں فریق مسلمان ہیں۔ ایک خدا اور  
ایک رسول کو ماننے والے ہیں ہم ان سے زیادہ مسلمان نہیں ہیں کہ انہیں بڑا کیا جائے۔

(تلخیص نہج البلاغۃ ص ۱۵۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روضہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول بھی الفاظ مرثیہ ہے۔  
نَوْرًا مِّنْ نُّوْرِ اَمَلِهِ قَبْرُ عَمْرٍا رَحْمٰتِیْ اَمَلُهُ تَعَالٰی کَمَا نُوْرًا مَّسَاجِدَ اَمَلِیْ بِالْقُرْآنِ -

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں چند روز تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے  
ہاتھ پر بیعت نہ کی تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج میں آمادہ  
کرنا چاہا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو حقارت سے جھڑک دیا۔ کیونکہ وہ اس فعل کو  
بُرا جانتے تھے جب ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ خلافت کے معاملہ میں کسی کی رشتہ داری کو  
کوئی دخل نہیں۔ بلکہ اس کے لیے اور ضروری باتیں قابل لحاظ ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے مستحق ہیں تو وہ خود بخود اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے  
ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ اور اس کے بعد سب سے زیادہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہی معین و مددگار  
اور دل سے فرمانبردار تھے۔

(تاریخ اسلام جلد اول ص ۵۶۲ اکبر شاہ نجیب آبادی)



## حضرت علیؑ اور حسینؑ صحابہ کرامؓ کے حق میں کیا کہتے ہیں؟

اہل سنت والجماعت کی معتبر کتابوں میں تقریباً انہی سندوں سے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس اُمت میں نبیؐ کے بعد سب سے افضل ابو بکرؓ ہیں۔ پھر ان کے بعد عمرؓ۔ چونکہ شیعہ حضرات کے سامنے یہ کوئی سند نہیں اس لیے آجے ہم ان کی معتبر کتابوں کو سرسری نظر سے ہی دیکھ کر اندازہ کریں کہ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ صحابہ کرامؓ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

۱۔ اور تھے سب سے افضل اسلام میں جیسا کہ تم نے بیان کیا اور سب سے زیادہ مخلص اللہ اور رسولؐ کے خلیفہ صلیقؓ رضی اللہ عنہ اور خلیفہ فاروقؓ رضی اللہ عنہ اور قسم اپنی جان (کے مالک) کی کہ یہ تحقیق مرتبہ ان کا اسلام میں بڑا ہے (اور ان کی وفات سے اسلام میں سخت زخم پہنچا اللہ ان دونوں پر رحم کرے اور ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے۔)

(شرح نہج البلاغہ مطبوعہ طہراں جلد ۳)

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کا خط بنام امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ

۲۔ جناب امیرؓ کا ایک خط سب شہر والوں کے مسلمانوں کی طرف بیان کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ قصہ جو ان میں اور اہل صفین میں واقع ہوا آپؓ فرماتے ہیں (ابتداء ہمارے معاملہ کی یہ ہوئی کہ ہمارا اور اہل شام کا مقابلہ ہوا اور ظاہر ہے کہ ہم دونوں کا رب ایک، نبیؐ ایک اور دعویٰ اسلام بھی ایک تھا نہ ہم ان میں زیادتی چاہتے تھے۔ اللہ پر ایمان اور رسولؐ کی تصدیق میں اور نہ وہ ہم میں زیادتی چاہتے تھے مگر جھگڑا پڑ گیا۔ ہم دونوں میں خون عثمانؓ پر اور ہم اس سے پاک ہیں۔ نہج البلاغہ)

۳۔ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جو آپؓ نہ جانتے ہوں نہ آپؓ کو کوئی ایسی بات بتاتا ہوں جس کو آپؓ نہ پہچانتے ہوں۔ یہ تحقیق جو میں جانتا ہوں۔ آپؓ بھی جانتے ہیں۔ آپؓ نے دیکھا ہے جیسا ہم نے دیکھا اور سنا ہے۔ آپؓ نے رسولؐ کی صحبت پائی جیسے ہم نے پائی۔ اور ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ حق پر عمل کرنے کے آپؓ سے زیادہ فقہار نہ تھے آپؓ رسولؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ نسبت ان کے قرابت قریب رکھتے تھے آپؓ نے دامادی رسولؐ پائی جو انہوں نے نہیں پائی۔

۱۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے اس واضح فرمان کے علیؑ رضی اللہ عنہ کے شیعہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)



یہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب (نہج البلاغہ قسم اول مطبوعہ مصر ص ۴۲۳)  
۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط کا ایک ٹکڑا۔

اور سوا اس کے نہیں کہ انتخاب کا مشورہ مہاجرین و انصار کا حق ہے اگر وہ کسی شخص پر اتفاق کر لیں اور اس کو امامت کے لیے نامزد کر دیں۔ وہ خط کا پسندیدہ امام ہے۔  
(نہج البلاغہ قسم دوم مطبوعہ مصر ص ۴۲۳)

۵۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک حدیث۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا یہ فرزند سرفار ہے اور مجھے خدا سے امید ہے کہ وہ مسلمانوں کے دو گرد ہوں میں مصالحت کر لے گا۔ (ناخ التواتر ص ۵۵)  
حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کی۔

۶۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنایا گیا۔ مگر آپ نے بطیب خاطر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے اپنی خلافت ان کے سپرد کر دی اور ان کی بیعت کر لی۔ اور وظیفہ لے کر الگ ہو گئے۔ (فضائل مرتضوی وغیرہ)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہروان کو لکھا کہ تمہارا خط ملا۔ تم ہرگز معترض امام حسین رضی اللہ عنہ نہ ہونا اور جب تک وہ تم سے تعلق نہ رکھیں تم بھی ان سے علافہ نہ رکھنا کہ جب تک وہ میری بیعت پر دفا کریں گے۔ میں ان کا معترض نہ ہوں گا۔ (جلال العیون ص ۲۹)

۷۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ :-

خدا کی طرف بلائے اور جہاد کر لے کی اجازت خدا کی طرف سے اس کو ملتی ہے جو مظلوم ہو۔ مظلوم وہ ہوتا ہے جو مومن ہو۔ مومن وہ ہے جس میں مندرجہ ذیل صفات پائی جائیں :

(۱) غیر اللہ کی عبادت نہ کرے۔ (۲) اس کے ایمان میں شرک کی آمیزش نہ ہو۔

(۳) کافروں پر سخت ہو۔ (۴) مسلمانوں پر مہربان ہو۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا طالب ہو۔ (۶) قتل ناخق اس سے صادر نہ ہو۔

(۷) زنا کار نہ ہو۔ (۸) اپنے گناہوں سے توبہ کیا کرتا ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرات نبی علیہ السلام کی دوسری بیٹیوں کے ہی سرے سے منکر ہیں۔

۱۰۔ آج کے شیعہ حضرات خلافت کو منصوص مانتے ہیں جو سیرت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے خلاف ہے



۱۹ ہر حال میں اللہ کا شکر کرتا رہا (۱۶) روزہ اور نماز کا پابند رہا  
 اور اس کی تائید میں امام صاحبؒ نے بہت سی آیات پر طعینیں اور یہ بھی تصریح کی  
 ہے کہ جن مہاجرینؓ نے روم اور فارس میں جہاد کیا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مافوق بہ جہاد  
 تھے۔ پھر فرماتے ہیں مہاجرینؓ پر دو طرح کے ظلم ہوئے۔ اہل مکہ نے ان پر ظلم کیے۔ ان  
 کو گھروں سے نکالا۔ اور ان کا مال چھین لیا گیا۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے  
 جہاد کیا پھر قیصر و کسری اور قبائل عرب و عجم نے ان پر ظلم کیے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ  
 اذن سے قیصر و کسری سے جہاد کیا۔  
 (فروع کافی جلد اول کتاب الجہاد صفحہ ۶۰۹ تا ۶۱۲ سے ملخص)

## حضرت علیؓ کا خط امیر معاویہؓ کے نام

۵۔ اِنَّهٗ بَا يَعْنِي الْقَوْمَ الَّذِيْنَ بَا يَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ مَا  
 بَا يَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِيْنَ يَحْشَاوْا وَلَا لِلْعَابِيْ  
 اَنْ يُّرَدَّوْا اِنَّ الشُّوْرَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنْ اجْتَمَعُوْ  
 عَلٰى رَجُلٍ وَاسْتَوْهٓ اَمَّا مَا كَانَ ذٰلِكَ يَنْتَهٰ رَحْمٰنِيْ - - -

ترجمہ ۱: تحقیق مجھ سے بیعت کی ہے ان لوگوں نے جنہوں نے بیعت کی تھی۔  
 ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ رمن سے انہیں شرائط پر جن شرائط کے ساتھ ان سے کی تھی  
 لہذا اب نہ حاضر کو اختیار حاصل ہے کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو کہ میری  
 خلافت کو رد کر دے۔ خلافت کا حق مہاجرینؓ اور انصارؓ کو ہے۔ وہ اگر اس شخص پر  
 متفق ہو جائیں اور اس کو امام کہہ دیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ امام ہے۔ (ریج البلاغ)

## تبصرہ

حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے انتخاب کے جواز میں حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ رمن  
 سے روم کے جہاد میں بڑی کی شہادت سے کسی کو انکار نہیں۔



کے انتخاب کی شرائط پیش فرماتے ہیں۔ جس کا صاف مطلب ہے خلفائے ثلاثہ خلافت کو علی برحق جانتے تھے۔

اس خط سے ثابت ہوتا ہے کہ ”امام کا منصوص ہونا“ یا ران طریقت کی بہت بعد کی ایجاد ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بطیب خاطر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کو تسلیم کیا۔

معاویہ و یزید اور علی رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ

ایک دوسرے کی نظر میں

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رحلت کے وقت امیر یزید کو وصیت کرتے ہیں: ”لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ پس ان کی نسبت و قرابت جناب رسالت اکبر سے تھے معلوم ہے۔ وہ حضرت کے بدن کے ٹکڑے ہیں۔ انہی کے گوشت و خون سے انہوں نے پرورش پائی ہے۔ کچے علم ہے کہ عراق والے ان کو اپنی طرف بلائیں گے۔ اور ان کی مدد نہ کریں گے۔ اگر تو ان پر قابو پالے تو ان کے حقوق اور عزت کو بچاؤ۔ اور ان کا مرتبہ اور قرابت جو رسول سے ہے اس کو یاد رکھنا۔ ان کے افعال کا ان سے مواخذہ نہ کرنا۔ اور اس مدت میں جو روابط کہ میں نے ان سے مضبوط کیے ہیں ان کو نہ توڑنا اور خبردار ان کو کوئی تکلیف نہ دینا۔“

(ترجمہ جلال العیون صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲)

اے بیٹا! ہوس نہ کرنا اور نیک کردار رہنا۔ تاکہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو تو تیری گردن پر حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا خون نہ ہو ورنہ کبھی آسائش نہ دیکھے گا اور ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔ (نسخ التواتر)

ایک دفعہ چند مساجدوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ حسین رضی اللہ عنہ ہر وقت آپ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ادب آپ خاموش ہی رہتے ہیں تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم دونوں نے غلط کہا۔ میں حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا کیا عیب بیان کروں۔ مجھ جیسے کو کب درست



ہے کہ کسی کی غلط عیب جوئی کر کے دوسروں سے بکدر کر لے۔ حسینؑ کا عیب کس طرح کروں کہ دشمنوں میں کوئی عیب نہیں پاتا۔ الغرض ایسی کوئی بات جو امام حسینؑ کو ناگوار خاطر دیتی معاویہؓ نے نہ کی۔ (ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۶۷)

امیر معاویہؓ کا معمول تھا کہ ہر سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے امام کی خدمت میں بھیجتے۔ اس کے علاوہ بیش بہا تحفے تحائف بھی بکثرت روانہ کرتے رہتے تھے۔ (ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۶۷)

ایک بار یمن کا خراج شام کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ جب قافلہ مدینہ پہنچا تو امام حسینؑ نے تمام مال ضبط کر کے تقسیم کر دیا۔ اور امیر معاویہؓ کو بذریعہ خط اطلاع دی تو معاویہؓ نے جواب میں لکھا:

اگر آپ اپنے اونٹوں کا قافلہ مجھ تک آنے دیتے تو جو کچھ آپ کا حصہ ہوتا میں اس سے دریغ نہ کرتا۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ اسے میرے بھتیجے آپ کا آمادہ مخالفت نہیں ہیں۔ اور جب تک میرے دم میں دم ہے آپ کو تکلیف نہ ہوگی۔ کیونکہ میں آپ کی قدر و منزلت کو جانتا ہوں اور آپ کو اس اقدام پر بھی معاف کرتا ہوں۔

(ناسخ التواریخ صفحہ ۵۷-۵۸)

یزیدؑ نے ولید بن عقبہ بن ابوسفیان کو جو خیر خواہان نبوت تھا اور امام حسینؑ کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

(جلد العیون صفحہ ۳۱۳-۳۱۵)

مدینہ کا حاکم اور مروان بن حکم کو جو جناب امیر اوران کی اولاد کا دشمن تھا برخواست کیا۔ (جلد العیون صفحہ ۳۱۴) امیر مروانؑ پر یہ صریحاً بہتان ہے کہ وہ حضرت علیؑ کا دشمن تھا۔ علیؑ کی شان میں معاویہؓ کا یہ شعر اکثر کتب شیعہ میں مرقوم ہے۔

خَيْرُ اَنْبَرِيَّةٍ بَعْدَهُ اَحْمَدُ حَيْدَرُ

تَا النَّاسِ عَرْضُ وَالْوَصِيُّ سَمَاءُ

امیر یزیدؑ کے متعلق سید منیر حسینؒ دیدی لکھتے ہیں کہ یزیدؑ صبح اٹھ کر نماز پڑھتا تھا اور طلوع آفتاب تک وظیفہ میں مشغول رہتا تھا۔ (لمحضر مختار نامہ ص ۱۰-۱۱)



صرف تین

حضرت محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے بعد سوائے تین آدمیوں کے سب مرتد ہو گئے (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا وہ تین بزرگ کون تھے آپ نے فرمایا : مقداد بن الاسودؓ - ابوذر غفاریؓ - سلیمان فارسیؓ و کبریت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا۔

صرف چار

یعنی علی رضہ اور ہمارے چار شخصوں کے سوا امت میں سے سب نے بخوشی بیعت کی را احتجاج طبرسی ص ۱۸۱ چوتھے سے مراد حضرت عمار رضہ ہیں۔ شیعوں کے مجتہد علامہ حسن علی المعروف ابن المطهر کشی سے روایت کرتے ہیں۔ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا ثَلَاثَةَ نَفَرٍ سَيِّمَانٌ، أَبُو ذَرٍّ، وَمُقَدَّادٌ قُلْتُ فَعَمَّا رَأَى قَالَ كَانَ حَاضِرًا حَيْضَةً ثُمَّ رَجَعَ الْحِجَابُ فَكَرِهَتْ بَارِقَةُ نَبِيِّهِ ابْنُ دُرٍّ وَنَشِدُوهُ كَمَا  
سوا سب مرتد ہو گئے ابو بکر حضری نے پوچھا کہ عمارؓ؟ تو امام نے کہا ایک بار اس کو حیض آیا پھر رجوع کر گیا۔ آگے چل کر امام نے کہا کہ سپا مسلمان صرف مقدورہ کیا تھا (کشی) ایک ہی نہیں۔ حضورؐ کی وفات کے بعد تمام بنی ہاشم مرتد ہو گئے (ابن المظاہر)



بارہ ہزار اصحاب نے رسولؐ بارہ ہزار تھے۔ آٹھ ہزار مدینہ سے دو ہزار غیر مدینہ سے۔ دو ہزار ہاکمہ لوگوں میں سے اور کوئی ان میں نہ قدری تھا نہ مری نہ حروری نہ معتزلہ نہ خودوائے۔ پس سب شب و روز روتے تھے اور دعائیں کرتے تھے کہ یا اللہ غیری مٹی کھانے سے پہلے ہماری روح قبض کر لے۔ (از امام جعفر کتاب خصال ابن بابویہ و حیات القلوب ملا باقر مجلسی پر ۵۸۸ ص) کتے ہیں دروغگوارا حافظہ باشد پہلی روایت کے مطابق تین دوسری کے مطابق چار تیسری کے مطابق ایک بھی نہیں اور چوتھی کے مطابق بارہ ہزار اور پہلی روایت میں اس محب اہل بیت نے علی رضی فاطمہؑ اور حسینؑ کو بھی نہ بھٹا۔ اگر کہا جائے کہ وہ تو امام اور معصوم تھے ان کے ارتداد کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تو دوسری روایت میں بھی حضرت علی رضی کے نام کی ضرورت نہ تھی۔ پھر سب کے ارتداد میں تو ایک بھی نہ بچا۔ چوتھی روایت میں جن فرقوں کے نام مذکور ہیں ان فرقوں کے بانیوں کے باپ بھی اس زمانہ میں پیدا نہیں ہوئے تھے جن کا ذکر فاضل مصنف نے کیا ہے معلوم ہوتا ہے یہ روایت کھڑے والے سب کے سب تاریخ سے بھی اور دین سے بھی جاہل تھے جن لوگوں نے حیات القلوب مجالس المومنین اور اختصاص کا مطالعہ کیا ہے وہ ان باتوں سے بے خبر نہیں جو بڑی شد و حد سے بیان کی گئی ہے کہ کسی کو علی رضی کی کائنات میں شک تھا کسی نے نافرمانی کی اور کسی پر کوئی ظالم مسلط ہوا اور کسی پر عذاب نازل ہوا کتاب اختصاص میں معتبر سند سے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے سلیمانؑ تیرا علم اگر مفقود نہ ہو پیش کیا جاوے تو وہ کافر ہو جائے پھر آنحضرتؐ نے مفقود کو فرمایا کہ اسے مفقود نہ کہ تمہارا صبر سلیمانؑ پر پیش کیا جائے تو وہ ضرور کافر ہو جائے۔

(ترجمہ از حیات القلوب جلد ۱)

کچھ منہ بے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

## کور باطنی

مگر سینکڑوں واضح آیات اور ہزار ہا روایات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علی الرغم



ایک گروہ نبی علیہ السلام کے وصال کے ربع صدی بعد پیدا ہوتا ہے اور وہی زبان میں اکثر صحابہ رضہ کرام کی خان میں گستاخیاں شروع کر دیتا ہے نصف صدی گزرنے کے بعد کہنا شروع کرتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے تمام صحابی مرتد ہو گئے تھے۔ گویا نبی علیہ السلام کی تئیس سالہ محنت سے سبچی ہوئی کھیتی اجاڑ کر رکھ دی جاتی ہے۔ آپ کی محنت سے لگایا ہوا تر و تازہ پُر بہار باغ جلا کر رکھ کر دیا جلتا ہے۔ دین حق کی تبلیغ کی مرکزی ریاست مرتدوں کے حوالے کر دی جاتی ہے گویا محمدؐ کو پیدا کر کے نہ اللہ اپنی مشیت کو پورا کرنے پر قادر ہو سکا نہ نبی تئیس سال میں منافقوں اور فاسقوں سے اپنے آپ کو بچا سکا۔ دنیا جس طرح کفر و عصیان کے سمندر کے بحر موج میں غوطے کھا رہی تھی اس سے بھی اسفل مقام پر پہنچ گئی۔ اس سے بڑھ کر نا انصافی، فراست کی کمی، بصیرت کا فقدان عقل کی بے مائیگی اور کیا ہو سکتی ہے کہ بیک جنبش قلم۔ بیک اشارہ ابرو بیک حرکت مجنونانہ اپنے نظریات کو پھیلانے کے لیے اسلام کو ہی سرے سے ختم کر دیا جائے۔ اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے میں ذرہ بھر خوف نہ لگایا جائے کہ جن کی زد میں آکر صحابہ کرامؓ تو درکنار نہ الشکی الوہیت قائم رہے اور نہ رسول کی رسالت بچ سکے۔ ایک صدی گزرنے کے بعد مجوسیت و یہودیت کا وہ پودا جو فاروق اعظم رضہ اور عثمان غنی رضہ کی شہادت کا موجب بنا تھا اور اپنے آپ کو شیخان علی رضہ کے نام سے منسوب کرتا تھا۔ اس نے علی رضہ اور اس کے جانشینوں کو بھی نہ بخشا عملاً تو وہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضہ سے نیٹ چکے تھے اب علی طاقت کھو کر زبانوں کے تیر چلانے لگے اور حضرات علی رضہ و حسین رضہ کے فرمودات کے خلاف وہ کچھ کہنا شروع کر دیا جس کا تصور بھی ان نفوس قدسیہ کے سایہ تک بھی رسائی نہ کر سکتا تھا۔ شیعوں کی تبراہازی سے متنفر ہو کر زمانہ حال کے ایک شیعہ مورخ کو اپنی قوم سے احتجاج کرنا پڑا کہ:

اسلام کی آسمانی کتاب کسی مذہب کے بنہ گوں کو وہ خواہ کیسے ہی ہوں برا کہنے کی اجازت نہیں دیتی مذہبی احکام سے قطع نظر عقلاً اور اخلاقاً بھی کوئی ضمیر کسی دوسرے کی توہین کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔

سنی اگرچہ ائمہ اہل بیت کی خلافت (خلافت بلائشل مولف) کے قائل نہیں



تاہم ان کا احترام کرتے ہیں۔

شیعوں کے اس فعل نے انہیں ہمیشہ مغلوب و مقہور رکھا۔ انہوں نے سیاسی و مذہبی نقصان اٹھائے۔ طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں بھیلیں دوسروں کی نظروں میں خیر و ذلیل ہوئے تاہم اپنی ضد پر جے ہوئے ہیں اور خود کو مومن کہتے ہیں۔ مگر یہ خبر نہیں کہ قرآن مومنوں کی تعریف میں وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ یعنی وہ بے ہودہ باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ کتاب ہے ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اس رسم کو جسے شیعہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ دوسروں کی مذہبی توہین اور دلائل داری بلکہ موجب نقص امن سمجھ کر جبراً و مکرراً روک دیا جائے۔

مجاہد اعظم جلد اول ص ۱۲۳ مولفہ شاکر حسین نقوی

اصحاب ثلاثہؓ سے سیدنا علیؓ کو ہرگز کسی قسم کی کوئی شکایت نہ تھی۔ اور نہ ان کے کسی کلام سے اس قسم کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ تعزیر، تہذیب، ماتم وغیرہ کی بدعات کے متعلق کسی دوسری جگہ شیعوں کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے وسط کی ایجاد ہیں۔ حضرت علیؓ کو اصحاب ثلاثہؓ سے بڑی محبت تھی اور انہیں جذبات محبت کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے تین بیٹوں کے نام اصحاب ثلاثہؓ کے نام پر رکھے۔

## تفہیم

یہاں قطع نظر لمبی چوڑی علمی موٹا گافیوں کے صرف قرآنی شواہد سے اپنے دیدہ دل منور کیجئے۔

ارشاد ہوتا ہے: الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَحْمَتِي لَكُمْ وَالْإِسْلَامَ دِينًا۔

اس مژدہ جانفزا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت شاد کام فرمایا جانتے ہیں جب ہجرت الوداع کے موقع پر سو لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کے سامنے آپؐ اپنا الوداعی



پیغام حاضرین کو سنا کر استفسار فرماتے ہیں۔ اے لوگو! کیا میں نے تم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔

جواب میں جاں نثار اور فدائی عرض کرتے ہاں یا رسول اللہ! آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ تین بار اس تکرار کے بعد پھر آپ اپنی انگشت مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے اپنی مقدس زبان سے گوہر بارہوتے ہیں اے اللہ تو گواہ رہ اے اللہ تو گواہ رہ اے اللہ تو گواہ رہ!!

سبحان اللہ! "قرآن جائیے اس مولائے قدوس کے" اس بھری دنیا کے اندر وہ دن ازل سے لے کر اب تک اپنی مثال آپ تھا۔ نبیؐ اور کون سا نبیؐ، ختم الرسلؐ اور افضل البشر نبیؐ، مجمع اور کیسا مجمع رضی اللہ عنہم ورضیٰ عنہ کا مجمع۔ ایسا پاک، مقدس، بزرگ اور بے مثال مجمع چشم فلک نے اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھے گی۔ دن اور رات اکبر کا دن، مقام اور دنیا بھر سے مقصد مقام مجمع اور کیسا مجمع۔ انبیاء کے بعد مفضل ترین انسانوں کا مجمع پھر کیسے ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس بے مثال اجتماع السعادات میں اپنی رحمت و ربوبیت سے سرفراز نہ فرمانے ارشاد ہوا تو کیا ارشاد اور کیا ارشاد؟

دین  
نعمتیں

اور مکمل دین

اور بھرپور نعمتیں

اور سلامتی کے دین پر رضامندی

رضامندی

گویا سرٹیفکیٹ ملتا ہے کیا سرٹیفکیٹ۔ مکمل دین کا۔ نعمتوں کے اتمام کا اور سلامتی

کے دین پر رضامندی کا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! سے کوئی زمینی اور آفاقی طاقت جو اس سرٹیفکیٹ کو منسوخ کرنے یا مٹا ڈالنے کی جرأت کرے۔ یہ جرأت نہ نصاریٰ سے ہوئی نہ یہود سے اس گستاخی کا ارتکاب نہ جو سی کر سکے نہ مظاہر پرست نہ بدھشٹو کے اندر یہ پارائے دریدہ دہنی پیدا ہو سکا۔

اور نہ ہنود میں ہاں اس میدان میں اگر کوئی اُترا بھی تو کون اُترا؟

جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتے ہیں اور بیک جنبش قلم اشارہ ابو بیک لفظ زبان۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تئیس سالہ محنت سے سینچی ہوئی بار آور کھیتی



کو بزمِ خویش جلا کر لکھ کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔

بڑی آسانی سے کہہ دیا کہ نبیؐ کے مرنے کے بعد سب مرتد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے نبیؐ کو مبعوث ہی کیوں فرمایا تھا۔ جس کے جسم مقدس کا پاکیزہ و مطہر خون مبارک بہا بہا کر اس کے لعین مبارک تک تر کر دیئے جس کے شکم مبارک پر فافوں کی وجہ سے پتھر بند ہوئے جس کے دندان مبارک شہید کرائے اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کے تمام ماتھے والوں کو مرتد بنا دیا۔ ایسا خدا نہ اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تھا اور نہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے لیے رسول تھا جس امت کے ایک ایک فرد نے یکہ و تنہا معلوم دنیا کے ظالم و جابر شہنشاہوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورا۔ جس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلام شہنشاہوں کے تاج پاؤں سے مسلتے معلوم دنیا کے ایک سر سے دوسرے سرے تک پہنچ گئے۔ اور جب سطح ارضی کی آخری سرحدوں تک پہنچے اور اپنے سامنے سمندر و اور دریاؤں کو حائل پایا۔ تو اپنے گھوڑوں کو بے دریغ پانی میں ڈال کر بہتے اور مسکرتے دوسرے کنارے پہنچ گئے۔ کتنے پاک اور مقدس تھے وہ لوگ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے وجہ و فرات کو پایاب کر دیا۔ اور کہیں پکار اٹھے کہ اے العالمین اگر ہم اپنے راستے میں یہ بحرِ خار حائل نہ پاتے تو جہاں تک پہنچ سکتے تیرا نام بلند کرتے چلے جاتے۔

کیا سورۃ اذا جاء نصر اللہ کے نزول کے بعد کوئی آدمی، آدمی ہوتے ہوئے کوئی انسان، انسان ہوتے ہوئے چہ جائیکہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتا ہو یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ تم معاذ اللہ نبیؐ نے اپنی تمام زندگی، منافقوں، مرتدوں اور کافروں میں گھر کر گزار دی اس کے ساتھی مرتد اس کی عورتیں منافق اس کے ساتھ جو بیس گھنٹے رہنے والے کافر اس پر پروانہ و ارشاد ہونے والے سب کے سب منافق و فاجر تھے۔ مگر منافقوں کا اتنا عظیم گروہ ایک نبیؐ سے ڈر کر مسلمان کیوں بنا رہا اس گروہ نے معاذ اللہ نبیؐ کو قتل کیوں نہ کر دیا اور یا معاذ اللہ وہ محسن انسانیتؐ وہ دانائے سب ان ساتھیوں سے ڈر کر تیس سال کا طویل دور اپنے دل کی بات ان کے سامنے پیش نہ کر سکا کہ تم سب منافق ہو یا میرے مرنے کے بعد منافق ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ تو اپنے نبیؐ کو تبلیغ اور اشاعتِ دین سے خوش ہو کر کہتا ہے کہ اب تمہاری



محنت اور کوشش کی ضرورت نہیں تم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب میرا کام دیکھو۔  
 وَإِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ نَوْمًا لِّمَنِ الْأَيْتُ الْكَاسِيَةُ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا  
 فوجوں کی فوجیں تیرے پاس بھیجتا ہوں کہ وہ تیرے حضور میں حاضر ہو کر میرا دین  
 سیکھیں۔ اب تو اس جسمانی مشقت کو چھوڑ دے اور اب صرف اپنے رب کی حمد کر اور  
 اس سے بلندی مراتب کی دعا مانگ وہ تمام بھولے بھٹکوں کو جب لوٹ کر آتے ہوئے  
 پاتا ہے تو خود ان کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

پہلے سرفیکسٹ کے بعد یہ ڈپلومہ اور ڈگری کس کی طرف سے؟ خالق کائنات کی طرف  
 سے کس کو ملا ع

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کارکردگی کی تعریفی سند اور پھر اس کے بعد اسے آلام  
 کرنے کی چھٹی۔ یعنی جو مشیت کو منظور تھا وہ ہو چکا۔ جوانی میں محنت اور جذبات کے  
 صلے میں پشیمانی مل جاتی ہے۔

اب اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ الْكَاسِيَةُ لِمَنِ الْغَلَبَةُ؟ علیہ السلام کے لیے خوشنودی کی سند اور پشیمانی  
 کا پردانہ آگیا۔ — منشاء مشیت پورا ہو گیا —  
 مَكَرَ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ كَا كَوْنِي عِلَاجَ نَحْسٍ رَهَا۔

بیہات ہیہات! آج ہر بھنگی چری، وارھی منڈا، بے نماز، توحید کا منکر،  
 سنت سے متنفر، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے نہ اللہ کا نام نہ رسول پر درود اور نہ کلمہ  
 شہادت، یہ پکارتا پھرے کہ نبیؐ کے بعد اس کے تمام سانسی مرتد ہو گئے تو اس میں نہ اللہ تعالیٰ  
 کی شان میں کوئی گھانا نہ نبیؐ کی ذات اقدس میں کوئی کمی نہ اور نہ اس پاکباز گروہ کے اعمال  
 صالحہ میں کچھ نقصان — اگر بگڑتا ہے تو اس کا اپنا ہی کچھ بگڑتا ہے۔  
 فَصَلَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ



## امیر یزید اور واقعہ کربلا

ولیدؓ کے بعد مدینہ کا حاکم عمرو بن سعید ہوا۔ اس کے زمانہ میں ہی حضرت حسینؓ نے مدینہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تھا جب آپؓ کی ہجرت کی خبر آپؓ کے بہنوئی اور چچا زاد یعنی عبداللہ بن جعفر بن طیار کو پہنچی تو عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے بھائیوں عونؓ اور محمدؓ کو حسینؓ کی خدمت میں ایک تاکید خط لے کر روانہ کیا کہ ایک جاگے میں بھی آنا ہوں۔ پھر خود عمرو بن سعید کے پاس پہنچے اور اس سے ایک امان نامہ لکھوایا۔ عمرو نے امان نامہ بھی لکھ دیا۔ اور اپنے بیٹے یحییٰ کو بھی ساتھ کر دیا۔ عبداللہ بن جعفرؓ اور یحییٰ بن عمروؓ نے خدمت میں پہنچ کر حاکم مدینہ کا تحریری امان نامہ بھی دیا۔ اور اصرار بھی کیا کہ آپؓ سفر سے دُک جائیں مگر آپؓ سفر عراق سے باز نہ آئے۔ (رجلاء العیون ص ۲۲۷)

اگر یزیدؓ یا عامل مدینہ امام کے دشمن ہوتے تو امام کے لیے خیر خواہانہ امان نامہ لکھ کر نہ بھیجا جاتا یزید کے دربار میں زجر بن قیس امام حسینؓ کی شہادت کی خبر پہنچاتا ہے۔ آگے ناخ التوارخ کے الفاظ پڑھیے:

”یزید کچھ دیر سر بگربان دم بخود رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہا۔ میں اس پر راضی تھا کہ بلا قتل حسینؓ میری اطاعت کی جاتی۔ لیکن میں اگر ان کے ساتھ ہوتا تو حسینؓ کو ضرور معاف کر دیتا (ص ۲۶۹)“

اسی طرح دربار یزیدؓ میں محضر بن ثعلبہ نے حضرت حسینؓ کی شان میں کوئی گستاخانہ کلمہ کہا تو یزیدؓ نے غصے سے کہا:

”محضر کی ماں نے ایسا کینہ اور سخت لڑکا نہ جتنا ہو گا۔ مگر ابن مرجمہ (ابن زبیل) کا خدا بلا کرے۔ (ناخ التوارخ)“

جب ولیدؓ نے گورنر بننے کے بعد مدت کے وقت حضرت حسینؓ کو بلا کر یزیدؓ کا خط پیش کیا۔ جس میں امیر معاویہؓ کی وفات اور یزیدؓ کی بیعت کا ذکر

ملہ عونؓ اور محمدؓ بن عبداللہ بن جعفرؓ کے بھائی تھے۔ عبداللہ کے بیٹے کا ہم علی الزبیری تھا۔ انہوں نے زینبؓ کے سفر کو بلا پر نہ روکنے کی وجہ سے طلاق دے دی تھی اور الزبیری کو روک لیا تھا۔



تھا تو آپؐ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَؐ پر سہ کر فرمایا کہ میرے خیال میں تو اس بات پر راضی نہ ہوگا کہ میں خفیہ یزیدؒ کی بیعت کر لوں۔ بلکہ یہ چاہتا ہوگا کہ علانیہ لوگوں کے سامنے مجھ سے بیعت لے تاکہ سب آدمیوں کو معلوم ہو جائے۔ (جلال العیون ص ۱۲۲)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؑ امیر معاویہؓ کو اپنا دشمن نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کافر سمجھتے تھے۔ نہ نہ کافر کی موت کو سن کر انا للہ پڑھنے کا کیا مطلب۔

یزیدؒ کی پوشیدہ بیعت کرنے سے بھی انہیں انکار نہ تھا آپؐ کو صرف علانیہ بیعت سے انکار تھا اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ حضرت علیؑ کی معاویہؓ سے صلح کے وقت خوارج کا الگ ہونا دیکھ چکے تھے۔ حضرت حسنؑ کے ساتھ شیعوں نے جو سلوک کیا تھا وہ بھی دیکھ چکے تھے پس علانیہ بیعت سے انہیں خوف تھا تو اپنے شیعوں کی طرف سے تھا۔ وہ یزیدؒ کو کافر تو درکنار فاسق فاجر بھی نہیں جانتے تھے۔ ورنہ خفیہ بیعت پر رضامند نہ ہوتے کاش کہ ولید اس وقت حضرت حسینؑ کی خفیہ بیعت پر رضامند ہو جاتا تو آگے چل کر ہلا کا واقعہ پیش نہ آتا۔

گو آپؐ نے علانیہ بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ مگر میدان کر بلا سے خود یزیدؒ کے پاس جانے کے لیے تیار تھے۔

(رسالہ القتل شیعہ مشن لاہور و خلاصۃ المصاب ص ۱۲)

حضرت حسینؑ امیر یزیدؒ کو اپنا دشمن سمجھتے تو اس کے پاس جانے کے لیے ہرگز آمادہ نہ ہوتے۔

ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ رات کا وقت ہے ولید مدینہ کا گورنر ہے حضرت حسینؑ اکیلے اس کے پاس ہیں۔ مردان وہاں موجود ہے۔ وہ ولید کو قتل امام کے لیے اشارہ بھی کرتا ہے۔ مگر ولید خاموش رہتا ہے اگر ولید کو یزیدؒ کا حکم ہوتا کہ بصورت انکار حسینؑ کو قتل کر دینا تو وہ ہرگز دریغ نہ کرتا۔ مگر مردان کے اشارہ کرنے کی روایت بھی وضعی ہے۔



اس موقع پر امام حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ اے ولد الزنا، ادرق نالی کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا خدا کی قسم تو جھوٹ بولتا ہے۔

(جلد العیون)

اب ولید، مروان کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تیری خرابی جو تو مجھے ایسا مشورہ دیتا ہے جو میرے دین و دنیا کی تباہی کا سبب ہے۔ خدا کی قسم میں اس پر راضی نہیں ہوں کہ ساری دنیا مجھ کو مل جائے اور میں خون حسین رضی اللہ عنہ میں شریک ہوں۔ سبحان اللہ کیا تو اسے پسند کرتا ہے کہ میں حسین رضی اللہ عنہ کو عدم بیعت یزید پر قتل کر دوں۔ خدا کی قسم جو خون حسین رضی اللہ عنہ میں شریک ہو گا۔ قیامت کے روز اس کی ایک نیکی بھی نہیں رہے گی۔ (جلد العیون)

یقیناً یزید کی طرف سے ولید کو قتل حسین رضی اللہ عنہ یا ان پر سختی کا حکم نہیں تھا۔ امیر مروان کے متعلق جلد العیون کی یہ بجواس سراسر واقعات کے خلاف ہے (مؤلف)

اسی ولید کے سر سے ایک بار امام خنہ نے تنہا عمامہ اتار لیا اور اس کی گردن میں لپیٹ کر زمین پر دے مارا۔

(جلد العیون ص ۳۹۵۔ تاریخ التواتر ص ۱۴۲ ج ۲)

ایک بار حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک آہنی کرسی ولید کو کھینچ ماری۔

(خلاصۃ المصاب ص ۱۵)

قافلہ اہل بیت دمشق میں پہنچتا ہے۔ یزیدؓ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنتا ہے تو جو کچھ کرتا ہے شیعوں کی معتبر کتابوں سے سنئے:

۱۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھتا ہے (خلاصۃ المصاب ص ۲۴)

۲۔ یہ واقعہ سن کر دانتوں تلے انگلی دبالتا ہے ونبج الاخران ص ۳۲

۳۔ رواتھتا ہے۔ (خلاصۃ المصاب صفحہ ۲۹۳۔ ۳۲۶)

۴۔ اس کی عورت روتی ہوئی بے پردہ محل سے باہر دربار یزید میں پہنچ جاتی ہے۔

(خلاصۃ المصاب ص ۳۱۵)

۵۔ یزیدؓ اپنی عورت کو کہتا ہے اے بندہ فرزند رسولؐ خدا اور بندگ قریش پر نوحہ

(جلد العیون)

دزاری کر دو۔



۶۔ یزید نہ صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی رہتا تھا (خلاصۃ المصاب ۱۹۲)  
 ۷۔ اس کی دختران روتی تھیں۔ (د۔ ۲۹۲)

۸۔ اس کی ہم شیرگان روتی تھیں۔ (د۔ ۲۹۲)

۹۔ اہل بیتؑ نے ماتم کی اجادت مانگی۔ یزیدؓ نے ایک مکان خالی کرا دیا۔ جس میں سات شبانہ روز ماتم ہوتا رہا۔ (خلاصۃ المصاب ۲۹۲)

۱۰۔ تباہ جلال قافلہ جب دمشق پہنچا تو یہ دیکھ کر یزیدؓ رو پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رسال تھا جس سے آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ اس نے سب کو اپنی زد و بند ہند بنت عامر کے پاس بھیج دیا۔ جب اہل بیتؑ حسینؑ محل میں پہنچے۔ تو گریہ زاری بلند ہوئی جس کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ (ایضاً ص ۲۹۳)

۱۱۔ امام حسینؑ رض کا سر سونے کے طشت میں رکھا اور کہا اے حسینؑ رض تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ تمہاری منہ سے کی جگہ کیسی اچھی ہے۔ (ایضاً ص ۲۹۳)

۱۲۔ حضرت علیؑ (زین العابدینؑ) کی عزت کی اور اہل بیتؑ کو اپنے گھر میں جگہ دی اور صبح و شام امام زین العابدینؑ کو اپنے دسترخوان پر بلاتا تھا۔ (جلال العیون)

۱۳۔ یزیدؓ نے حکم دیا کہ اہل بیتؑ کو خاص مکان میں اتارا جائے اور ان کی ضرورت کی ہر چیز بہم پہنچائی جائے۔ جب تک حضرت علیؑ (زین العابدینؑ) دسترخوان پر نہ آتے یزیدؓ کھانا نہ کھاتا نہ آرام کرتا۔ (طراز مذہب مظفری ص ۲۹۸)

۱۴۔ ملا اسحق الفرائینی اور صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ یزیدؓ نے مجمع عام میں ایک تقریر کی جس میں فرداً فرداً سب قاتلین حسینؑ رض پر لعنت کی۔

رمخص ترجمہ مقتل امام الفرائینی ص ۱۹۸

۱۵۔ علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے اور داماد، حضرت حسینؑ رض کے بہنوئی یعنی زینبؑ کے خاوند جنہوں نے حضرت حسینؑ رض کی کوفہ کی طرف روانگی کے وقت زینبؑ کو روکنا چاہا مگر وہ نہ رکس اور انہوں نے طلاق دے دی اور اپنا بیٹا ان سے لے لیا۔ یزیدؓ کو فداک امی دابی سے خطاب کیا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہؑ کے ایک بیٹے کا نام معاویہؑ تھا۔ یہ معاویہؑ یزیدؓ کے بڑے دوست تھے۔ مدح یزیدؓ میں ان کا ایک

سہ وہ ہند بنت عامرؑ تھی بلکہ عبد اللہؑ بن جعفرؑ طیار کی بیٹی ام محمدؑ یعنی سیدہ زینبؑ کی سوتیلی بیٹی تھی۔



اِذَا مَرَدُّكَ الْاَخْوَانُ بِالْغَيْبِ وَكَفَرُوا  
كَسَبًا اَخْوَانِ الصَّفِّ يَزِيدُ

دشمنوں کی مشرکتاب الاعلام الزرکلی ص ۱۴۱

اسی معاویہ کے بیٹے عبداللہ نے فرقۃ الطیار یہ کی بنیاد رکھی۔ یہ علول و تنازع کا قائل تھا اور مروان کے زمانہ میں اس نے خروج کیا۔

شمر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دربار میں پیش کر کے کہتا ہے

اَمْثَلًا مَّا كَانِي فِصَّةً وَذَهَبًا  
قَتَلْتُ خَيْرَ الْخَلْقِ اَمَّا وَاَبَا

یعنی میرے رکاب کو سولے چاندی سے بھر دے۔ میں نے اسے قتل کیا ہے جو ماں باپ کی طرف سے تمام جہان سے بہتر تھا تو اس کا جواب صاحب خلاصۃ المصابی کی زبان سے سنئے۔

یزید غصے ہوا اور بنظر غضب اس کی طرف دیکھ کر کہا خدا تیرے رکاب کو آگ سے بھرے۔ تیرے لیے نرانی ہو جب تو جانتا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ بہترین خالق ہیں تو تو نے انہیں کیوں قتل کیا۔ نکل جا میرے سامنے سے تیرے لیے میرے پاس کوئی جائزہ نہیں۔ (دستخط)

اس موقع پر صاحب تاریخ التواتر کے کلمات بھی سن لیجئے۔

”میری طرف سے ہرگز کچھ انعام نہ ملے گا۔ یہ سن کر شمر خائف و خاسر واپس ہوا۔ اور اس طرح وہ دین و دنیا سے بے نصیب رہا۔ (۲۶۹)

و مشق سے بوقت ضرورت حضرت علی رضی اللہ عنہ (رضی اللہ عنہ) کو مخاطب کر کے امیر یزید کہتے ہیں،

”خدا برا کرے ابن مرجانہ کا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے یہ سلوک کیا۔ واللہ اگر میں موجود ہوتا تو حسین رضی اللہ عنہ جو مانگتے انہیں دیتا اور ان سے اس بلا کو دفع کرتا۔ اگرچہ موجب ہلاکت میرے بعض فرزندوں کا بھی ہوتا۔ مگر جو مشیت خدا میں تھا ہوا۔ پس تم اپنے حوائج ضروری مجھے لکھ کر بھیجو تاکہ میں انہیں پورا کر دوں۔“

خلاصۃ المصابی ص ۱۴۱



***marfat.com***



ابن زیاد ملعون نے حسین رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں جلدی کی۔ میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔  
(جلار العیون ص ۵۲۴)

حسین رضی اللہ عنہ کو اس نے قتل کیا۔ خدا اس کو غارت کرے۔

(نا سخ التواریخ ص ۲۷۸)

خدا ابن زیاد کو غارت کرے۔ اس نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور مجھ کو دردوں جہان میں بدنام کیا۔  
(طراز مذہب منطری ص ۲۵۶)

خدا لعنت کرے ابن مرجانہ کو۔ میں نے اسے آپ کے والد کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ اگر میں ان سے لڑتا تو ہرگز قتل نہ کرتا۔ (اجتاج طبری)

خلاصۃ المصاب ص ۲۹۲، جلال العیون، نا سخ التواریخ میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ دمشق سے رخصت کے وقت یزید نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ایک ٹھیلی دیتے ہوئے کہا یا ام کلثوم خذ هذا المال عوض ما أصابکوا سے کلثوم ایہ مال آپ کی مصیبتوں کا معاوضہ ہے۔

یزید حضرت علی بن حسینؑ کو رواد رکھا کہ اس قلیل رقم کو قبول کیجئے اور وہ رقم کتنی بھی خود ہی مؤلف دولا کہ دینا بیان کرتا ہے۔ (ص ۲۹۲)  
پھر حضرت علیؑ (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ ہمیشہ خط لکھتے رہیں اور مجھ پر برابر اپنے حواج ضروری لکھا کریں تاکہ میں بجا لاؤں۔

(خلاصۃ المصاب ص ۲۹۵ جلال العیون ص ۵۲۴)

پھر امیر یزید نے نعمان بن بشیرؑ کو جو محب اہل بیتؑ تھا اہل بیتؑ کی حفاظت اور رفاقت کے لیے متعین کیا۔ جس نے پانچ سو سوار لے کر حفاظت تمام اہل بیتؑ کو مع الاحترام مدینہ پہنچایا۔  
شیعوں کی چند اور روایات سنئے؛

حضرت علیؑ (رضی اللہ عنہ) یزید کے ساتھ سخت کلائی سے پیش آتے ہیں مگر یزید کہتا ہے۔ میں نے تمہارے قتل کو معاف کیا (خلاصۃ المصاب ص ۲۹۵)  
امیر ابن زیاد کے متعلق امیر یزیدؑ کی زبان سے جو کلمات کہلوئے گئے ہیں۔

سراسر جھوٹ ہے۔



## تضاد بیانی کا دوسرا رخ

انہیں محبان اہل بیتؑ کی تضاد بیانی کا دوسرا رخ دیکھئے۔  
حضرت علیؑ (رضی اللہ عنہ) یزید کو مخالف کر کے کہتے ہیں۔  
”میں تیرا ایک مجبور غلام ہوں۔ چاہے مجھ سے خدمت لے چاہے بیچ

(کافی کتاب الروضہ)

ڈال۔  
امیر یزیدؑ کے تفصیلی حالات دوسرے باب میں حضرت حسینؑ کے ذکر کے تحت  
اپنے مقام پر آئیں گے۔

## حضرت علیؑ نے اپنے بیٹوں کے نام تبرکاً اصحابِ ثلاثہؑ کے نام پر رکھے

۱۔ ابو بکرؓ بن علیؑ رضی اللہ عنہ : کربلا میں شہید ہوئے۔

(ریاض الشہادتین بحوالہ تصویر کربلا ص ۸)

۲۔ عمرؓ بن علیؑ رضی اللہ عنہ : کربلا میں یزید باطلی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(نقشہ مقام بحوالہ کربلا ص ۸)

۳۔ عثمانؓ بن علیؑ رضی اللہ عنہ : کربلا میں خولیٰ بن یزید کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(نقشہ مقام بحوالہ تصویر کربلا ص ۸)

کربلا میں ان کا جزع تھا۔

اِنِّیْ اَنَا عُثْمَانُ ذُو الْفَلَاحِ شَیْخِیْ عَلِیُّ ذَا الْفَعَالِ الطَّاهِرِ  
وَ اَبْنُ عَمْرِو بْنِ الطَّاهِرِ اَخِیْ حُسَیْنِ خَیْرَةُ الْاَخَائِرِ

وَسَیِّدُ الْکِبَارِ وَالْاَصَاغِرِ

بِفِی الْرَّسُولِ وَالْوَحْیِ النَّاهِرِ (ذبح عظیم طبع جدید ص ۸)



## حسینؑ کے بیٹوں کے نام

- ۴۔ ابو بکرؓ بن حسنؓ بن علیؓ رضی اللہ عنہما، کربلا میں شہید ہوئے۔ (ریاض الشاداتین بحوالہ تصویر کربلا)  
 ۵۔ عمرؓ بن حسنؓ بن علیؓ رضی اللہ عنہما، میدان کربلا میں شہید زخمی ہوئے اور علاج سے بچ گئے۔  
 علاج کرنے والے کون تھے؟

(مؤلف) تصویر کربلا ص ۱۵۱ سطر ۱۵۔ مصنفہ سید آل محمد بحوالہ جلال العین  
 ریاض الشاہدۃ

## دیگر فاطمیوں کے نام اصحابِ ثلاثہ کے علاوہ معاویہؓ اور زیدؓ بھی تھے

- ۶۔ زین العابدینؓ کے ایک بیٹے کا نام عمرؓ تھا۔ جس کے پوتے محمد بن قاسم نے ماموں کے خلاف خروج کیا۔  
 ۷۔ اسی عمرؓ بن زین العابدینؓ کے پوتے محمد بن جعفر بن حسن بن عمرؓ نے المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا۔  
 ۸۔ اسی عمرؓ کے ایک پرپوتے حسن الاطروش ۳۰۱ھ میں ولیم میں المقتد باللہ کے زمانہ میں خروج کیا۔  
 ۹۔ اسی کے بیٹے یحییٰ نے المستول علی اللہ کے خلاف جہاد کیا۔  
 ۱۰۔ عمرو بن یحییٰ بن حسین بن زید کے بیٹے یحییٰ نے المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا۔  
 (تاریخ اسلام حصہ دوم اکبر شاہ خان ص ۲۹۴)  
 ۱۱۔ معاویہؓ بن عبد اللہ بن جعفر طیارؓ برادر علی کے بیٹے عبد اللہ نے فرقہ الطیاریہ کی بنیاد رکھی۔ جس کا عقیدہ تھا کہ آدم کی روح دراصل خدا کی روح ہے۔ اس نے امیر مروانؓ



کے خلاف غرض کی۔

۱۲۔ حقیقہ میں انی طائفہ اپنی علی کے ہاں کے ایک بیٹے کا نام پڑھا تھا۔ اور وہ ای بیٹے کی وجہ سے الیہ پڑھا تھا۔

۱۳۔ عبدالمذہب جعفر کے ایک پوتے کا نام پڑھا تھا۔

شیخہ اسماء الرحمال کی کتب مثلاً تنقیح المقال للہامی مقانی اور منتہی المقال لابی علی وغیرہ میں معاویہ بن نام کے ۲۱ اور یزید بن نام کے ۱۲۲ محدثین و روایات کا تذکرہ ہے۔

اہل سنت کے ہاں معاویہ بن نام کے ۱۹۶ اور یزید بن نام کے ۵۲ محدثین و روایات کا ذکر ہے۔

## امیر یزیدؓ کا سلوک سوگواروں کے ساتھ

مرزا مظفری کا مؤلف جو کہ سلطنت ایران اور مولف تاریخ التواریخ کا بیٹا ہے رقم طراز ہے کہ یزید نے زین العابدینؓ کے سامنے ان کے والد یزید گوار کا قصاص دس لاکھ روپیہ پیش کیا تھا اور وہ اس امر کی تردید کرتا ہے کہ وہ رقم دو ہزار درہم نہیں تھی بلکہ دو سو ہزار درہم (یعنی دس لاکھ تھی)۔

مرزا دبیر کے ایک مرثیے کے چند بند بھی ملاحظہ ہوں۔ جن میں اس بات کا اظہار ہے کہ یزید کے گھر سے اس کی بیری کھانا لاتی تھی۔

ہر کشتی و طبق میں ہو یہ جہاں جدا ہاتھوں پہ اور خواصوں کے سر پہ رکھیا  
خود مشک و جام اٹھ کے سوئے قلبیہا نذر حسین کرتی ہوں ستائی اسے خدا

ہمراہوں سے بولی کہ حق پر نظر کرو

چلتی ہوں سوگواروں میں غریاں سرگرد

وال سے برہمی سیروں کی جانب وہ نیک نام پڑھتی ہوئی درد تو کرتی ہوئی سلام

تھا خلق فاطمہ کا جو زینبؓ پہ اختتام چپکے سے بولی نفس سے وہ خواہر امامؓ

رکھتی ہے دوستیہ میرے مظلوم بھائی کو

با میرے بدلے بندہ کی تو پیشوائی کو



پسچی جو بے حواس وہاں ہند باوفا بیوں کے آگے کشتیاں رکھوائیں بابجا  
بچوں کے واسطے طبق میوہ خود رکھا شرما کے سب کے بچے بھی اور آلِ مصطفیٰؐ

زینبؓ و فور شرم سے یوں تھر تھرا گئی  
آواز استخوان سے لرزنے کی آگئی

پھر بیچ میں بھٹاکے سکینہ کوننگ سر ادبے پدر کی گود میں رکھا سر پدر  
پھر ماتم حسینؑ کیا سب نے یک دگر تربت سے نکلے بال بنی اپنے کھونکر

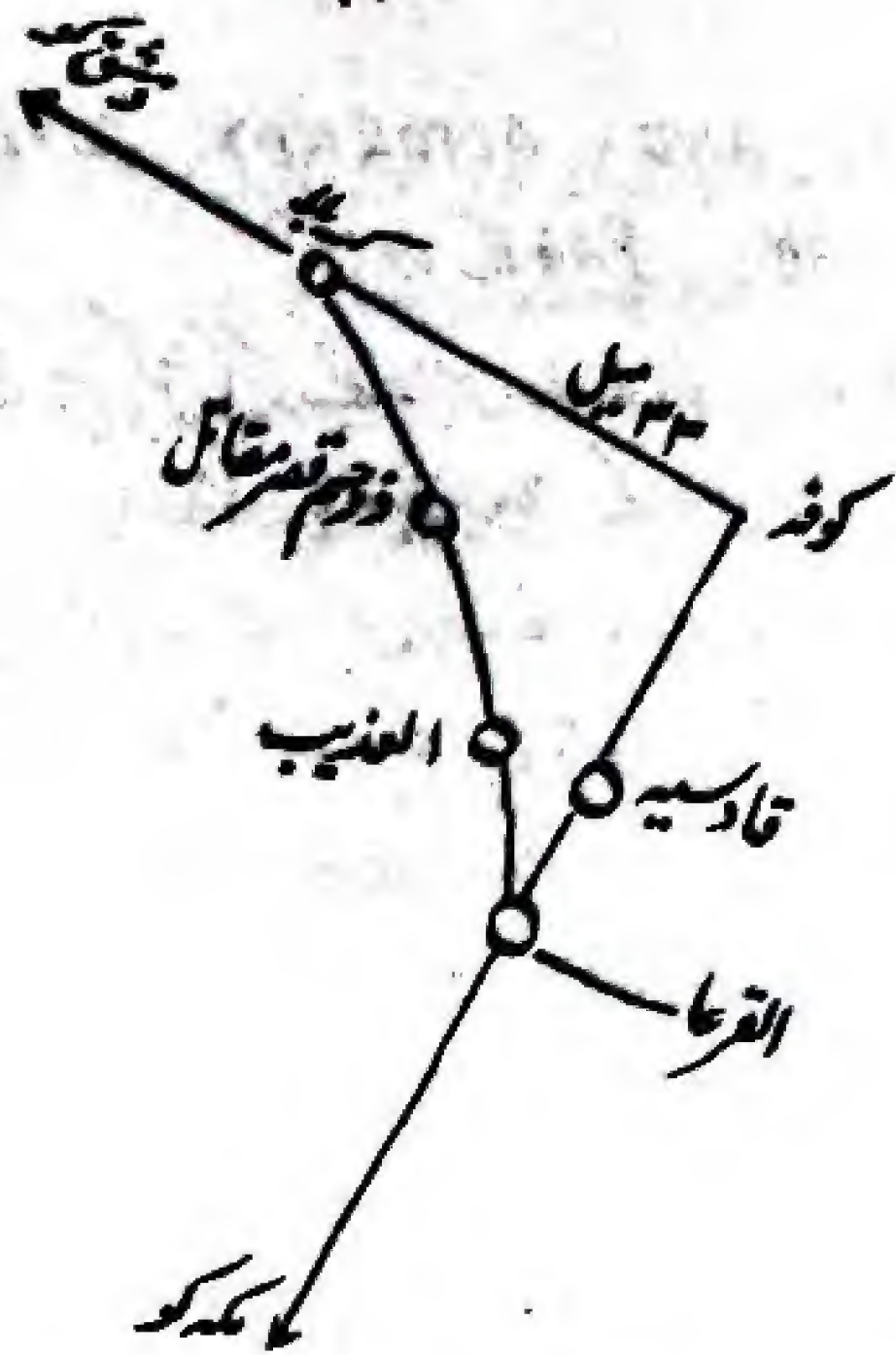
ماتم کیا حسینؑ رم کا اس زود شور سے  
زہراؑ نے آگے ہاتھ چوم لیے آگے گور سے

اس مرثیے میں۔ سوئے قبلہ، نذر حسینؑ رم، سقائی، عریاں سرگرد، سکینہ کوننگے سر  
بھٹانا۔ سر پدر اس کی گود میں رکھنا بایکد گراماتم کرنا۔ بنی کا تربت سے بال کھول کر نکالنا اور  
زہراؑ کا گور سے نکل کر ہاتھ چومنا وغیرہ شیعہ اصطلاحات سے آپ بصد شوق لطف اندوز  
ہوں۔ میں ان اشعار کے ذریعہ دبیر کی زبان سے صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ۔  
امیر یزیدؑ کی اہلیہ محترمہ خود مہمان خواتین کی خدمت میں کھانا پیش کرتی تھی۔ اور سیدنا  
علیؑ اور امیر یزیدؑ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔

## سانحہ کربلا کے اثرات

فریقین کے نزدیک یہ امر مسلمات کا درجہ رکھتا ہے کہ سیدنا حسینؑ رم کو پیہم خطوط  
لکھ کر کوفہ بلانے والے شیعیان علیؑ رم ہی تھے اور اس بات سے بھی کسی کو انکار نہیں  
کہ سیدنا حسینؑ رم ابھی کوفہ سے تین منزل دور تھے کہ آپؑ نے کوفیوں کی بے وفائی،  
بد عہدی اور طوطا چشمی دیکھ کر کوفہ کی بجائے اپنے قافلہ کا رخ دمشق کی طرف کر دیا تھا۔





القرعہ سے دور راستے نکلتے تھے ایک کوفہ کی طرف اور دوسرا دمشق کی طرف اور کربلا کا مقام اس راستے میں پڑتا ہے جو القرعہ سے دمشق کی طرف جاتا ہے آج بھی یہ مقام سطح ارضی پر موجود ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حسین کو کوفہ کے راستہ میں نہیں بلکہ دمشق کے راستہ میں شہید کیا گیا۔

کربلا کے مقام پر اپنے آپ نے تین باتیں پیش کی تھیں۔

- ۱۔ مجھے یزید کے پاس لے چلو (۲) مجھے واپس جانے دو۔
- ۳۔ مجھے کسی دوسرے ملک یا سرحدت کی طرف نکل جانے دو۔ چنانچہ ایم اے شریعتی لکھتا ہے۔

IMAM HUSSAIN OFFERED TO RETURN BACK OR TO GO TO BORDER OR TO CROSS IN TO NON MUSLIM COUNTRY RATHER THAN ACKNOWLEDGE THE CALIPHATE YAZID. BY M.A SHRIATI, TO B HAD OF PROF S.M. ABBAS MASHHADI, M.A, LL.B., ADVOCATE, HIGHCOURT



DACCA, AND ATTORNEY SUPREME COURT  
PAKISTAN. PAGE, ۲۹

یعنی امام حسینؑ نے پیش کش کی کہ مجھے واپس جانے دو یا سرحد کی طرف غیر مسلم  
ممالک کی طرف نکل جانے دیا جائے اور یا خلیفہ یزیدؑ کے پاس پہنچا دیا جائے۔  
حضرت حسینؑ کی یہ پیش کش کہ مجھے واپس جانے دیا جائے مریخا اس بات پر  
دلالت کرتی ہے کہ آپؑ نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا تھا۔ اور آپؑ امیر یزیدؑ  
کی خلافت کی گویا بالواسطہ معنوی طور پر بیعت کر چکے تھے۔ اور آپؑ کا یہ فرمانا کہ مجھے  
سرحدات کی طرف نکل جانے دو۔ اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں کہ آپؑ کسی مقام سے  
اسلامی سرحد عبور کر کے کسی غیر مسلم ملک میں چلے جاتے یہ آپؑ کی شان سے بعید تھا  
اور اگر آپؑ کسی سرحد پر جہاد کرنا چاہتے تھے تو آپؑ کے لیے ضروری تھا کہ خلیفہ وقت سے  
جہاد کی اجازت لیتے۔ اور پھر آپؑ کے پاس لشکر کہاں سے آتا؟

رہی آپؑ کی تیسری خواہش کہ مجھے امیر یزیدؑ کے پاس پہنچا دو۔ یہی بات مہنی بر حقیقت  
ہے۔ آپؑ نے جن امیدوں کے سہارے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا وہ ایک ایک کر کے دم توڑ  
چکی تھیں۔ اور آپؑ کی فہم و فراست جو کوفیوں کے خطوط کی بھرمار میں دب کر رہ گئی تھی وہ  
حالات کے بدلنے سے اب پھر ابھر کر سامنے آپؑ کی غمی مگراب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔  
معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں افواج خلافت کا مطالبہ یہ تھا کہ ہتھیار ہمارے  
حوالے کر دیئے جائیں۔ اور ہم اپنی حفاظت میں آپؑ کو دمشق پہنچا دیں گے اور آئیں کافا  
بھی یہی تھا۔ آپؑ نے اسے اپنی ہتک سمجھایا آپؑ کو اس بات کا خوف تھا کہ مکہ سے جو کوفی

۱۔ اسی مقام پر کسی ڈاکٹر منظر حسینؑ کو الہام ہوا کہ ہندوستان کے ہمارا جہ چندر گپت کے امام حسینؑ  
کے ساتھ بڑے دوستانہ تعلقات تھے۔ چنانچہ آپؑ کو بلا سے ہندوستان آنے کا ارادہ رکھتے تھے۔  
(ماخوذ از مظلوموں کی فریاد)

مگر عقل و ہوش سے بیگانہ ایسے لال بھکر میں کا جو تاریخ کا اتنا علم بھی نہیں رکھتے کہ چندر گپت  
۳۳۰ میں مر گیا تھا اور حسینؑ کی پیدائش اس کے مرنے کے ۲۹۶ سال بعد یعنی ۶۲۶ میں ہوئی تھی شاید  
یہ بھی امامت کا کوئی سمجھ بھگہ ہوگا۔



میرے ہوا آئے ہیں دیکھ کوئی نقصان نہ پہنچائیں چونکہ ان کا تھا ضابطہ حنا  
جاری تھا کہ ہمارے خطوط ہمارے غلام لے کر دے اور آپ وہ خطوط امیر مزید کے سامنے  
پیش کرنا چاہتے تھے۔

کوئی اس بات کو خوب جانتے تھے کہ حضرت حسینؑ نے جو بھی ہمارے خطوط خلیفہ  
کے سامنے پیش کیے ہم بلا حیل و حجت قتل کر دیجے جائیں گے۔ لہذا جس طریقے سے ہو  
کے حضرت حسینؑ ہم سے خطوط حاصل کیے جائیں۔ بات درباری تکرار سے چھینا بھیجی  
تک پہنچی۔ کوئیوں کی یہ گستاخی حضرت حسینؑ کا اہل قہار کے قبضے تک پہنچنے کا موجب  
بنی، وہ بدکردار، بد باطن اور غیبت طبع لوگ سیدنا حسینؑ کے مقام سے کہاں آگاہ تھے  
انہوں نے ہل بول دیا۔ اور جب تک خلافت کی فوجیں جلسے عاوتہ پر پہنچیں سیدنا حسینؑ  
معر چند اقربا کے شہید کیے جا چکے تھے۔ اِذَا يَلِيْكَ وَاِذَا لِيْكَ مَا اِجْعَلُوْنَ۔

کسی دوسرے مقام پر بیان کیا جا چکا ہے کہ سیدنا حسینؑ کی شہادت کا سب  
سے زیادہ رنج اور صدمہ جس شخص کو پہنچا وہ امیر مزیدؑ کی ذات تھی۔ امیر مزیدؑ نے  
بقیۃ السلف کے ساتھ جس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اس سے بڑھ کر کسی سکے بھائی  
سے بھی امید نہیں رکھی جاسکتی۔

آج ہر ممبر، ہر مجلس و عظم، ہر جلسہ، ہر اخبار، ہر رسالہ اور ہر کتاب میں جہاں بھی  
حق و باطل کے کسی معرکہ کا تذکرہ ہو تو فوراً سیدنا حسینؑ کی شہادت کا واقعہ نہایت  
رقت انگیز انداز میں دہرایا جاتا ہے اور امیر مزیدؑ کے فرضی مظالم اور فرضی برائیوں کو  
اس حد تک اچھالا جاتا ہے کہ گویا فرعون، نمرود اور چنگیز و ہلاکو سے بڑھ کر وہ ظالم  
تھا۔ اور یہ سنت اس حد تک معاشرہ پر حاوی ہو چکی ہے کہ ڈاکٹر نصر من اللہ سے  
لے کر کسی مولوی طیب تک اور کسی حکیم الامت سے لے کر میاں مریم الملت  
اس طرح واقعہ کربلا کا ذکر کرتے نظر آئے ہیں کہ گویا اس کے بغیر ان کے پاس کوئی مؤرخ  
ہے نہ اس سے بڑھ کر کوئی کارِ خیر۔

یہاں تک ڈاکٹر مکیا قبال جیسے عبقری بھی اس تسامح کا شکار ہو کر کہ اٹھے ع

موسیٰ و فرعون شبیر و یزید

اور مسٹر محمد علی جوہر نے تو ان سب کے کان کاٹ ڈالے۔ فرماتے ہیں۔



قتل حسینؑ اہل میں مرگ نہ بد ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اسی طرح اقبال کا ایک اور شعر ہے۔

مٹایا قیصر و کسری کے استبداد کو کس نے

وہ کیا تھا زور حیدرؑ، فقر و ذرہ صدف سلیمانیؑ

اب یہ عہد سے وہی صاحب حل کر سکتے ہیں کہ سیدنا حسینؑ کس طرح موسیٰ بنے اور امیر یزیدؑ کیسے فرعون بن گیا۔ اور حسینؑ کا قتل یزیدؑ کے لیے کس طرح مرگ ثابت ہوا۔ اور قیصر و کسری کے استبداد کو کس حیدرؑ نے مٹایا تھا۔ ہمیں تو تاریخوں سے جو کچھ معلوم ہوا وہ کچھ اس قسم کا ہے کہ قادیسیہ اور یرموک کے معرکے سیدنا فاطمہؑ کے زمانہ میں لڑے گئے اور اسلامی لشکروں کے قائد، مثنیٰ شیبانیؑ، ابو عبیدہ الجراحؑ اور خالد بن ولیدؑ کی قسم کے لوگ تھے اور سیدنا علیؑ مدینہ میں آرام فرماتے تھے۔

یہ شاعری جس طرح غیر محسوس طریقوں سے ہماری قومی تاریخ کا بیڑہ غرق کر رہی ہے اور کمر چکی ہے اس کا مداوا؟

ان لوگوں کو آج تک اس ۸۲ سالہ مردِ پیر کی شہادت نظر نہیں آئی۔ جس نے پیاسے مسلمانوں کے لیے کڑوی خرید کر وقف کیے۔ جس نے مسجد نبویؐ میں توسیع کرائی۔ جس نے غزوہ تبوک کے حبش کے لیے بے حساب سامان پیش کر کے نبی علیہ السلام سے یہ فخر عظمت حاصل کیا کہ حج سے بعد عثمانؓ کو اس کی کوئی لغزش نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ جس کے لیے مدینہ کے مقام پر نبی علیہ السلام نے چودہ سو صحابہؓ سے مرنے والے پر بیعت لی اور اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو **يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ** کے تصدیقی ارشاد سے شاد کام فرمایا جس کے حوالہ عقد میں نبی علیہ السلام کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں اور دوسری کے مرنے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی جوتی تو میں وہ بھی عثمانؓ سے نکاح میں دے دیتا۔ ایسا جلیل القدر عظیم الشان آٹھ لاکھ سے زیادہ مربع میل ممالک کا فاتح چالیس روز تک پورے خاندان سمیت اپنے مکان میں بھوکا پیاسا تڑپا تڑپا کر شہید کیا۔

نظر آیا ————— تو سانحہ کربلا



اور اسی بات مٹی اندیشہ غم نے جسے  
بڑھا دیا ہے یونہی زیب داستان کیلئے

کفر و اسلام اہل حق و باطل کے ہر تذکرہ میں ماقہ کربلا کو پیش کرنے والے اصل حقائق  
سے بالکل بے خبر کیوں ہو جاتے ہیں۔

معلوم نہیں یہ تجاہل عارفانہ ہے یا غرض اختیار کو خوش رکھنا مطلوب ہے یا  
علمی افلاس۔

مستقبل میں سانحہ کربلا نے جو زہریلے برگ و بار چھوڑے۔ ان کی مسموم فضا میں  
پل کر جوان ہونے والے آج تک امت مرحومہ کے لیے بلائے درماں بنے ہوئے  
ہیں۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد جزا اثرات چھوڑے ان میں ایک فیصدی بھی تعمیری  
پہلو نہیں۔ اور بنائے فیصدی سے زیادہ تخریبی پہلو ہیں۔

کبھی اس سانحہ نے تو ابین کی شکل میں مسلمانوں کے قتل عام سے اپنے مجوسانہ اور  
یہودانہ جذبات انتقام کی آگ بجھائی۔ کبھی مختار جیسے ظالم، جابر، شاطر، مکار اور عیار  
نے ہزاروں بے گناہوں کے سر قلم کر کے رکھ دیئے۔ اور پھر طالبیوں کے ہاتھ میں سانحہ  
کربلا ایک ایسا ہتھیار بن کر آیا کہ اسے لے کر وہ بار بار اٹھتے رہے۔ مخلوق خدا کو لوٹتے

سے مارتے رہے اور مرتے رہے اور ہر مرنے والے کے بعد یہ تحریک اپنے اندر زیادہ وزن  
پیدا کر کے آگے بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ آگے چل کر سانحہ کربلا نے قرامطیہ، باطنیہ  
اسماعیلیہ وغیرہ کی شکلیں اختیار کر کے اہل ملت پر کرکس وار بھیننے والے پیدا کیے۔

انہوں نے جس قتل و غارت کی طرح ڈالی وہ آگے چل کر فاطمین مصر، آل بویہ، اسماعیل  
صفوی، تیمور لیک، نادر شاہ دہانی، نوابان اودھ وغیرہ کی صورتوں میں تمام عالم اسلام  
کے لیے قیامت صفری بنی رہی۔

ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجئے تو صاف نظر آئے گا کہ اگر سانحہ کربلا رو نما نہ ہوتا  
اور اسے مجوسی، یہودی پروپیگنڈہ کے ذریعے پھیلایا نہ جاتا تو فتنہ سبائیہ اپنی موت  
آپ مر جاتا۔ اور اس کے بعد آج تک فرزندان توحید کو جن آلام سے دوچار ہونا پڑا  
یہ باب تاریخ میں کھا ہی نہ جاتا۔

مشرقی پاکستان کا المیہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ”یہاں ہم اور زبان“



کی بڑکے تیجھے کون سے عوامل کار فرما تھے۔ ادھر بھارتی فوجیں یہودی جرنیلوں کی قیادت میں مسلمانوں کے قتل عام میں مصروف تھیں ادھر مجوسی شہنشاہیت کے ارمان ہزار سالہ جشن آریہ مہر پر ملک و قوم کا لاکھوں روپیہ ہفتہ بھر تک برباد کیا جاتا رہا۔ اور پھر ادھر بنگلہ دیش کی تولید ہوئی ادھر شہنشاہ آریہ مہر نہایت سازداری سے اسلام آباد پہنچ گئے اور بلوچستان کے بارڈر پر ایرانی فوجیں پہنچ گئیں۔ یہ سب کچھ ایک گہری سازش کے تحت ہو رہا تھا گویا نچو سکندر مرزا اور یحییٰ خان جیسے بدتماش نہ کر سکے۔ وہ ہونے کے قریب پہنچ چکا۔ منصوبہ یہ تھا کہ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن جائے اور مغربی پاکستان کو ایرانی شیعہ سلطنت کی گود میں ڈال دیا جائے۔

بلوچستان کے بارڈر پر شیوہ فوجیں دیکھ کر ایک منچلے نے دوہائی دی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور مغربی پاکستان بچ گیا۔

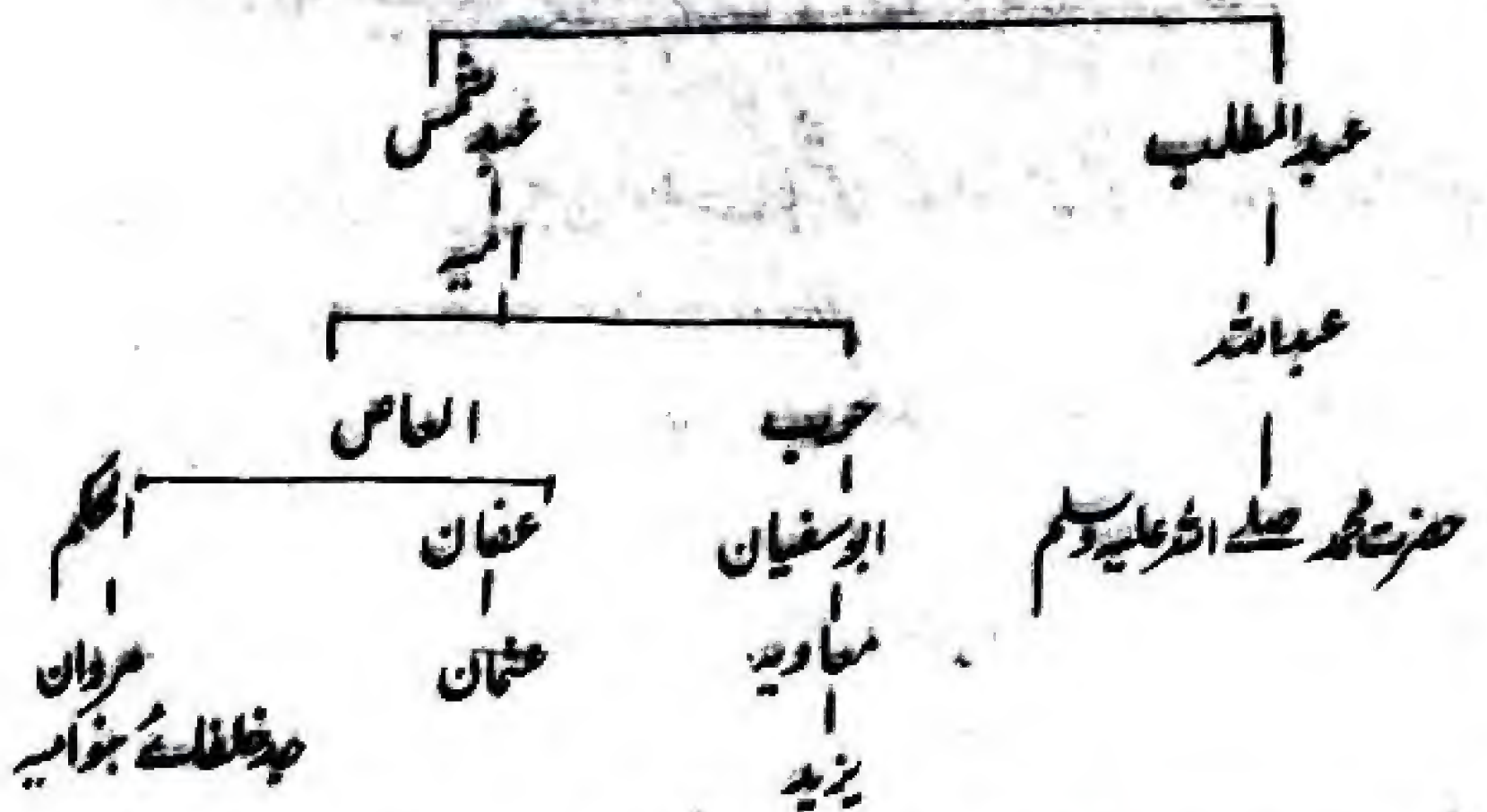
فاطمین مصر نے کیا کیا؟ آل بویہ اور ابن علقمی نے کیا کیا۔ میسور کا سقوط کس طرح عمل میں آیا اور انگریزوں کے لیے کس نے راستہ صاف کیا۔ جبر اسود کو کون اکھڑ کر اپنے مستقر پر لے گیا۔ بائزید پلدرم کے ساتھ کیا کیا اور اب کن لوگوں نے بھارت میں مسلمانوں کے خلاف راشٹر یہ سیوا سنگ سے اتحاد کیا ہے۔ ان واقعات کی تمام تفصیل اپنے مقام پر آگے آئیں گی۔ یہاں صرف اس قدر بتانا مقصود ہے کہ یہ سب کچھ سانحہ کربلا کے اثرات و نتائج ہیں۔

## ہاشمی اور اموی

آج ہاشمی اور اموی کی جو اصطلاحات زبان زد خواص و عوام ہیں یہ رفض کی سیداکرہ ہیں۔ جن کے پس منظر میں اموی سادات کو ہاشمی سادات کا دشمن ظاہر کھکھ کے فرزند ان اسلام کو اموی سادات سے متنفر کرنے کے سوا کچھ نہیں تھا اور یہ اصطلاحات تاریخوں میں بے دریغ استعمال کی جانے لگیں۔ ہاشمی اور اموی سب کے سب قبیلہ قریش کے مشہور سردار عبد مناف کی اولاد تھے۔



## عبد مناف



اگر یہ اصطلاحات وضع کرنی چاہیں تو ہاشمی اور شمس یا مطلبی اور اموی کہیں۔ یہ اُمّی بائگی کہ ایک طرف چچا کے نام کی طرف اس کی اولاد کا اور دوسری طرف بھتیجے کے نام کی طرف اس کی اولاد کا انتساب کیا جاتا ہے۔

یہاں بتلانا صرف یہ مقصود ہے کہ یہ ان سب لوگوں کا جو آج ہاشمی یا اموی کے ناموں سے تاریخوں میں ذکر ملتا ہے سب کے سب عبد مناف کی اولاد میں سے تھے۔ دور جاہلیت میں ان کے درمیان رشتہ داریاں تھیں اور اسلام لانے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا کہ ایک کی بیٹی دوسرے کی بیوی ہے اور دوسرے کی خالہ پہلے کے چچا کے نکاح میں ہے ایک کی بہن دوسرے کی بیوی ہے اور دوسرے کی بیٹی پہلے کے بھتیجے کی زوجہ اگر صرف اسی ایک بات پر غور کیا جائے تو رفض کا دوسرا شتم اور کذب و افتراء پر تیار کردہ محل کہ اموی ہاشمیوں کے دشمن تھے چند لمحات میں صفحہ ہستی سے ملیا میٹ ہو جاتا۔ اس مقام پر مخاطب الٰہی تشیع سے نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت کے ان برخود غلط علماء و فضلاء سے ہے جو صرف عقل کے پیدل لال بھکڑ ہی نہیں بلکہ اسماء الرجال، احادیث اور سیرت کی کتب کے اسفار اپنے کندھوں پر لاوے پھرتے ہیں۔ اس میں پڑھتے ہیں مگر اتنی عقل، سمجھ اور درایت سے عاری ہیں کہ حقائق کو سمجھ سکیں۔



## دور جاہلیت میں اموی ہاشمی قرابتداریاں

۱۔ سیدنا ابوسفیانؓ اموی کی بہن ابولہب ہاشمی کے عقد میں تھی۔ عتبہ، عقیبہ، معتبہ اسی کے بطن سے تھے۔

ر نسب قریش ۱۳۶۔ المجرم ۱۴۴۔ طبقات ابن سعد ۲: ۴۵۵ ابن قتیبہ ۱: ۷۰

بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۹۷

۲۔ حضرت ذوالنورینؓ کی سگی بھوپھی یعنی عاص کی بیٹی ام سعید عتبہ بن ابولہب کے عقد میں تھی۔ ابن ہشام ۱: ۷۰، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۹۷-۹۸

۳۔ سیدنا امیر معاویہؓ کی بہن ہند سیدنا علیؓ کے چچا زاد بھائی حارث بن نوفل کے عقد میں تھی۔ ان کے دو بیٹے عبداللہ اور محمد تھے۔ عبداللہ بصرہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ سیدنا یزیدؓ بن سیدنا معاویہؓ کے انتقال کے بعد اہل بصرہ نے آپ کے سامنے اس خیال کا اظہار کیا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لیتے ہیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۹۸۔ اسد الغابہ ۵: ۱۹۲

۴۔ سیدنا امیر معاویہؓ کی خالہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی سیدنا عقیلؓ کے عقد میں تھیں۔

طبقات ۸: ۲۳۹، ۲۴۰ اصابہ فی تمیز الصحابہ ۸: ۱۶۳

بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۹۸

۵۔ ربیعہ کی دوسری پوتی فاطمہ بنت شیبہ بھی عقیلؓ کے عقد میں تھی (السنن) سیدنا عقیلؓ بن جنگ صفین میں سیدنا معاویہؓ کے ساتھ تھے یعنی اپنے سگے بھائی سیدنا علیؓ کے مخالف کب میں۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بھوپھی سیدہ مہدیہؓ امیہ کے پوتے حارث

بن عرب کے نکاح میں تھی۔ کتاب العارف ۱: ۷۳، اسد الغابہ جلد ۱

طبقات الکبریٰ ۸: ۲۱۱۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۹۷۔ سورۃ القویٰ ص ۱۶



۷۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پھر بھی ام حکیم رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب کمریز بن ربیع بن حبیب بن ہاشم کے عقد میں تھی۔ ان کے بطن سے عامر اور اردی پیدا ہوئے۔ عامر کی پیدائش پرمان کے نانا عبد المطلب نے کہا تھا۔ ہاشم کی ہڈیوں کی قسم عبد مناف میں اس بچہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

(کتاب المحدثات ۱۱- ۱۹۶ مودة القرنی ۲، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۴)  
۸۔ اردی کا عقد عفان سے ہوا۔ دنیائے اسلام کا تیسرا خلیفہ، نبی علیہ السلام کا دوہرا داماد یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اردی کے بطن سے تھے۔

۹۔ سیدہ زینب بنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ریح کے نکاح میں تھیں۔ سیدہ زینب بنت رسول اللہ کے بیٹے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے روز نبی علیہ السلام کے ناقہ پر سوار تھے۔ یہ موک میں شہید ہوئے۔

## عہد اسلام میں ہاشمی و اموی رشتہ داریاں

۱۰۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کو ام المومنین رضی اللہ عنہا کا شرف حاصل ہوا۔

۱۱۔ سیدہ امہ بنت سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ یعنی نبی علیہ السلام کی نواسی سے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا (جلد ۱۱: ۲۴۱)

۱۲۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدہ امہ کا نکاح مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے ہوا۔

۱۳۔ عائشہ بنت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدنا حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے بطن سے دو بیٹے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آج سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ذوات قدسیہ پر سب دشتم کرنے والے ذما غور کریں کہ ان کی اس بد لگائی کی زد میں خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہیں آتے جنہوں نے اپنے پوتوں کے نام ابوبکر اور عمر رکھے۔ مجھے یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ ایک بار ایک بڑے جنادری قسم کے رافضی سے دوران گفتگو میں نے انہیں کہا کہ میاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں، پوتوں



اور پر پوتوں میں درجنوں ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نام کے بزرگ گزرے  
ہیں۔ اگر وہ لوگ بقول تمہارے اتنے بُرے تھے تو سیدنا علیؓ اور ان  
کی اولاد کے متعلق کیا خیال ہے جو اصحابِ ثلاثہؓ کے نام پر اپنی اولاد کا  
نام رکھتے رہے۔ فرمانے لگے اس لیے کہ وہ چوبیس گھنٹے سامنے رہیں۔  
اور دل کا غبار ہلکا کرنے کا موقع ملتا رہے میں نے کہا پھر تم انکی سنت  
پر عمل کرو اور اصحابِ ثلاثہؓ کے ناموں کے علاوہ معاویہؓ اور یزیدؓ  
شمر اور عبید اللہ بن زیاد کے ناموں پر نام رکھو تاکہ صبح و شام تم بھی دل کا  
غبار نکال سکو۔ جواب کیا دیتے بغلیں جھٹکتے ہوئے چل سکے۔

۱۲-۱۵۔ سیدہ رقیۃ الزہراءؓ اور سیدہ ام کلثومؓ ابولہب کے بیٹوں سے منسوب تھیں  
ابھی باقاعدہ نکاح اور رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت  
پر یہ نسبت منسوخ ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ دیگرے ہر دو شہزادیاں سیدنا  
ذوالنورینؓ کے حوالہ عقد میں آئیں۔ سیدہ رقیہؓ کے بیٹے کا نام عبد اللہؓ تھا  
عبد اللہ کے بیٹے کا نام امام زین العابدینؓ تھا۔ ان کے بیٹے سلطان عبد اللہؓ کی  
اولاد بدخشاں میں حکمران رہی اور آج ان کی اولاد ضلع مظفر آباد، بالائی ضلع ہزارہ  
میں موجود ہے۔ یارانِ طریقت نے اہل زین العابدینؓ کی بجائے علی بن حسینؓ کو  
زین العابدینؓ بنا دیا اور عبد اللہؓ کی آنکھ میں ایک مرغ سے ٹھونگ مروا کر بچپن میں  
مار ڈالا۔

۱۶۔ امیر معاویہؓ کی حقیقی بھانجی لیلیٰ بنت میمونہؓ یعنی امیر یزیدؓ کی پھوپھی بہن  
سیدنا حسینؓ بن علیؓ کے نکاح میں تھی۔ یعنی حسینؓ۔ معاویہؓ بھتیج داماد تھے  
اور یزیدؓ کے بہنوئی تھے۔

امیر یزیدؓ کے بھانجے سیدنا علی اکبرؓ کو بلا میں شہید ہوئے۔ مشہور شیعہ مؤلف علی نقوی  
سیدنا امیر معاویہؓ سے یہ قول منسوب کرتا ہے کہ علی اکبرؓ میں بنو ہاشم کی شجاعت  
بنو امیہ کی سخاوت اور قبیہ ثقیف کی خود مختاری کی تمام صفات بیک وقت موجود



تھیں۔ (شہداء کو ۱۳۱۵ھ)

## معزہ صفین کے بعد

صفین کی جنگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی جس میں فریقین اپنے موقف کو مبنی برحق سمجھتے۔ یہ جنگ نہ کسی نسل تعصب کی بنا پر ہوئی اور نہ ہی کسی نامانی تنازعہ کی وجہ سے اور نہ ہی خلافت کے لیے۔ یہ جنگ صرف خون عثمان کے قصاص کی وجہ سے ہوئی۔ اس وقت سپہکڑوں وہ اصحابی زندہ موجود تھے جو خون عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں جدیہ بیہ کے مقام پر نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور وہ بیعت الرضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔ وہ لوگ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص سے دستبردار ہوتا۔ بیعت الرضوان سے منحرف ہونے کے مترادف سمجھتے تھے قتالین عثمان رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے نشانے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں دندناتے پھر رہے تھے معلوم نہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے سامنے بے بس تھے یا اپنی خلافت کے تحفظ۔ ان پر مجبوری کرنے سے معذور تھے۔ بہر حال بیعت الرضوان میں شامل صحابہ رضی اللہ عنہ ان کو معاف کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور وہ سب کے سب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کپ میں تھے حتیٰ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی سیدنا عقیل بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے کپ میں تھے۔ بہر حال شدہ ہرجہ شدہ۔ یہ باہمی پچش ایک دینی معاملہ تھا۔ ملکی معاملات میں ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ قتالین عثمان رضی اللہ عنہ سے الگ ہرجلتے تو مع امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام عالم اسلام بلا توقف ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا۔ (الہدایہ والنہایہ)

درجوں کتب میں یہ واقعہ موجود ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس باہمی آپز کو دیکھ کر قیصر روم نے مسلم مالک پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اسے لکھا کہ یاد رکھا اگر تو نے اس قسم کی کوئی حرکت کی تو میں علی رضی اللہ عنہ کی فوج کا پہلا سپاہی ہوں گا جو تیرے مقابلہ کو نکلوں گا۔

یہی وجہ تھی کہ صفین کے بعد بھی ہاشمی اور اموی رشتہ داروں کا سلسلہ بدستور

جاری رہا۔



- ۱۷۔ سیدہ رملہ بنت سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔ معاویہ بن مروان رضی اللہ عنہ بن حکم میں نکاح میں آئیں۔  
(جمہرۃ الانساب ۸۰۔ مقام بنی امیہ ۱: ۲۰)
- ۱۸۔ سیدہ خدیجہ بنت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے بیٹے امیر المومنینؓ  
عبدالملک کے نکاح میں آئیں۔ (تاریخ الامت ۱۰، البدایہ ۹: ۲۹)
- ۱۹۔ سیدہ بنت سیدنا علی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمان بن عبداللہ بن عامر سے بیاہی گئیں۔ یہ  
وہی عامر ہیں جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔
- ۲۰۔ عامر کے بیٹے عبداللہ صفین کی جنگ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کپ میں تھے  
اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بڑی شدت سے لڑے۔ مگر لڑائی ختم ہونے کے  
بعد اپنی بیٹی ہند کا نکاح سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

## کربلا کے بعد

کسی دوسرے مقام پر کربلا کے حادثہ سے بچ نکلنے والوں کی تفصیل موجود ہے  
ان سب میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ (زین العابدین) نے آگے چل کر بڑی شہرت  
پائی وہ واقعہ کربلا کے عینی شاہد تھے۔ ان سے واقعہ کربلا کے متعلق کوئی روایت  
موجود نہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ خانوادہ نبوتؐ کی شہادت سبائی فتنہ انگیزوں کی  
شیطنیت تھی۔ اموی اور ہاشمی مصاہرانہ تعلقات جس طرح پہلے موجود تھے بعد  
میں بھی ان میں کوئی فرق نہ آیا۔

- ۲۱۔ سیدہ عائشہ بنت عمر بن عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح اسحاق بن عبداللہ بن سیدنا حسینؓ  
سے ہوا۔ (نسب قریش ۶۵، جمہرۃ الانساب ۴۷)
- ۲۲۔ سیدہ عائشہ بنت عاصم بن عمر بن عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح حسن بن علی بن حسینؓ سے ہوا  
جن سے عبداللہ اور محمد دو بیٹے پیدا ہوئے (نسب قریش ۶۵، جمہرۃ الانساب ۴۷)
- ۲۳۔ خلیدہ بنت مروان بن سعد بن عاصم سیدنا حسینؓ کے پڑوتے حسن کے نکاح  
میں آئی۔ (نسب قریش)

- ۲۴۔ سیدہ نفیثہ بنت زید بن حسن کا نکاح امیر مروان کے پوتے امیر المومنینؓ —



ولید بن عبد الملک سے ہوا جن سے اولاد بھی ہوئی۔ یہاں شیعیت کا ایک لطیفہ پڑھئے اور سو دھیئے۔ حمزة الطالب فی انساب آل ابی طالب کا مولف اس نکاح پر کس سوتیانہ انداز کی پھبتی کہتا ہے چنانچہ کہتا ہے خدرجت الی الولید یعنی ولید کے پاس چلی گئی۔ ان منہ پھٹ رافضیوں سے کوئی پوچھے کہ سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا تو تم نے کہا: اولاً فرج غضبت، ترجمہ کسی رافضی سے پوچھ لیجئے۔ بعد میں اس بکواس کے ترجمہ کی سکت نہیں سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ولید سے ہوا تو تم نے فوراً کہہ دیا وہ بھاگ کر ولید کے پاس چلی گئی۔

میرے شیعہ دوستو! اگر تمہاری کھوپڑیوں میں عقل کی ایک رتی بھی موجود ہے تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ کس طرح تمہارے گلوں سے ”حُب اہل بیت“ کی آڑ میں زہر ہلاہل کی شوگر کوٹنگولیاں نیچے اتاری جا رہی ہیں؟

زید بن حسن رضی اللہ عنہ اپنے چچا کے ساتھ کربلا میں موجود تھے۔ اس کے باوجود اپنی بیٹی کا نکاح ولید سے کر دیا۔ یہ تمام تفصیل حمزة الطالب صفحہ ۴۹ طبع اول مطبع جعفری مکتبہ پر موجود ہے۔

۲۵۔ حمزہ بن بنت حسین بن حسن رضی اللہ عنہ یعنی سیدنا حسنؑ کی دوسری پوتی امیر المومنین مروان کے دوسرے پوتے اسماعیل بن عبد الملک سے بیاہی گئی۔ جس کے بطن سے محمد اکبر، حسین، اسحق اور مسلمہ پیدا ہوئے۔

رحمة الانساب ۱۰۰ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۱۰۰

۲۶۔ سیدنا حسنؑ کی تیسری پوتی سیدہ زینب بنت حسنؑ مثنی جو واقعہ کربلا میں اپنے چچا کے ساتھ موجود تھی۔ اور بھر پور جوان تھی۔ اسی اموی خلیفہ ولید کے نکاح میں تھی۔

رحمة الانساب ۱۲۶

۲۷۔ ام قاسم بنت حسنؑ مثنی سیدنا عثمانؑ کے پوتے مروان بن ابان سے بیاہی گئی محمد بنی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بیوہ ہونے پر سیدنا علیؑ (زین العابدین) سے نکاح کیا۔

کتاب المجرم ۲۸۴۔ حمزة الانساب، ۲

۲۸۔ سیدہ بنت حسنؑ مثنی کا نکاح معاویہ بن امیر المومنین امیر مروان سے ہوا جن سے



ولید نامی ایک لڑکا ہوا۔ (رحمۃ الانساب ۸۰۔ ۱۰۰ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ۱۰۵)  
 ۲۹۔ حمادہ بنت حسن مثنیٰ یعنی سیدنا حسن کی چھٹی پوتی امیر المومنین امیر مردان کے  
 بیٹے کے بیٹے اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم کے نکاح میں تھی  
 ان سے سیدنا حسن کے تین اموی نواسے محمد الاصفہر، ولید اور یزید پیدا ہوئے۔

رحمۃ الانساب ۱۰۰۔ مقام بنو امیہ ۱۱۲

اب چند لمحات کے لیے سیدنا حسین رضی کی طرف آئیے۔ آج شیعہ تورکنار  
 نام نہاد سنی نبی محراب و منبر سے اپنے کلام کو گھماتے کے لیے بڑے سوز، درد  
 اور رقت سے یزید کو فی النار والستقر کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں  
 مگر ان عقل کے اندھیل فراست سے عاری بزرجمہروں اور لال بھکڑوں کو اس  
 قدر بھی معلوم نہیں کہ واقعہ کربلا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والوں نے ایک حادثہ  
 سمجھا۔ اس حادثہ سے پہلے ان کے آپس میں جو تعلقات تھے وہی بعد میں رہے۔

۳۰۔ سیدہ سکینہ بنت حسین رضی کو سیدہ زینب کے بعد دنیا ئے روافض نے کربلا کی  
 دوسری ہیروئن بنا کر پیش کیا ہے۔ کبھی ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ زینب نام  
 میں انتقال کر گئیں۔ کبھی کہا جاتا ہے وہ ابھی نابالغ تھیں۔ آپ کا پھوٹا سا تابوت ہر  
 سال محرم میں نکالا جاتا ہے۔ یہ روایت بڑے دردناک انداز میں بیان کی جاتی ہے  
 کہ آپ ابابا کہتی ہوئی خیمہ سے نکلیں اور سیدنا حسین رضی کے لاشے پر پہنچ کر سو  
 گئیں اور یہ خیمے میں شورا اٹھا کہ سکینہ بھی کھو گئیں  
 وہ جا کے اپنے باپ کے لاشے پر سو گئیں

معلوم نہیں سیدہ سکینہ کا تابوت کس خوشی میں نکلتا ہے۔ شاید علی ازم حسنینت  
 کا اتحاد اسلام سے مطلوب ہو۔ ہمیں تاریخ نے جو کچھ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ان کا  
 پہلا نکاح عبد اللہ بن حسن سے ہوا۔ واقعہ کربلا میں صاحب اولاد تھیں۔ کربلا کے  
 بعد جب قافلہ شام پہنچا تو بقول روافض یزید نے سکینہ کی طرف اشارہ کر کے کہا  
 کہ یہ لڑکی کس کی ہے؟ مگر جلاء العیون والے ملاحظہ کرتے ہیں کہ قافلہ کو عمل شامی  
 کے ایک حصہ میں اتارا گیا۔ شام سے مدینہ پہنچنے پر سیدہ سکینہ کا دوسرا نکاح۔  
 مصعب بن زبیر سے ہوا۔ جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ مصعب کے بعد تیسرا



نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکم اموی سے ہوا۔ عبداللہ کے مرنے کے بعد جو تھا نکاح اصمغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا۔ ان اصمغ کے نکاح میں اس وقت امیر زید کی بیٹی تھی۔ گویا سکینہ اپنے باپ کے قاتل کی بیٹی کی سوکن بنیں۔ ۹۶ھ میں آپ کا پانچواں نکاح زید بن عمرو بن سیدنا عثمان سے ہوا زید کے چچا ابان بن عثمان کے نکاح میں سکینہ کی چھوٹی بہن ام کلثوم بنت زینب بنت فاطمہ تھی۔

۳۱۔ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کا نکاح ثانی عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے نکاح میں تھی۔ ان سے محمد۔ اصغر۔ قاسم اور رقیہ پیدا ہوئے۔

دمقال الطالبین ۱۸۰۔ نسب قریش ۵۹۔ بحار الانوار ۱۱ : ۲۳۰ وغیرہ

۳۲۔ سیدہ ربیعہ بنت سکینہ جو عبداللہ بن عثمان سے تھی العباس بن ولید بن عبدالملک کے نکاح میں تھیں۔ (نسب قریش ۵۹)

۳۳۔ اسحق بن عبداللہ الارقط بن علی بن حسین کی شادی سیدہ عائشہ بنت عمر بن عاصم بن عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ یہ نیزہ نظر کتاب کا یہ موضوع نہیں کہ میں تفصیلی طور پر ان رشتہ داریوں کے متعلق بحث کروں۔ یہاں صرف اس قدر بتانا مقصود ہے کہ اگر ہاشمی اور اموی آپس میں دشمن تھے تو وہ ایک دوسرے کو اپنی لڑکیاں کیوں دیتے رہے اور مقتول یا مظلوم خاندان کی لڑکیاں ظالم یا قاتل خاندانوں کے گھروں میں کس طرح رہیں۔ بات بڑھتی جا رہی ہے مگر چند اور اس قسم کی رشتہ داریوں کے متعلق سن لیجئے۔

۳۴۔ محمد بن جعفر طیار کی بیٹی رملہ سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کے نکاح میں تھی۔

۳۵۔ ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر طیار جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں ان کا پہلا نکاح ابن عم قاسم بن محمد بن جعفر طیار سے ہوا۔ اور نکاح ثانی حجاج بن یوسف ثقفی سے ہوا جو اس وقت مشرق صوبجات کا گورنر جنرل تھا۔

۳۶۔ امیر حجاج بن یوسف ثقفی جسے سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کے داماد ہونے کا فخر حاصل تھا۔ خلفائے بنو امیہ کی طرف قلم مشرقی ممالک کا گورنر جنرل تھا۔ دیبل کے مقام پر رقیہ عائشہ لکھے صخر پر



اسی نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو فتح سندھ کے لیے بھیجا تھا۔ بعد میں علیحدگی ہو گئی تو تیسرا نکاح ابان بن عثمان سے ہوا اور ابان کے مرنے کے بعد چوتھا نکاح علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب سے ہوا۔

(المعارف ۹۰، بہرۃ الانساب ۶۱-۱۱۴، نسب قریش ۸۳، کتاب المعارف ۱: ۱۲۲)

۳۶۔ ام ابیہ بنت عبداللہ بن جعفر طیار عبدالملک کے نکاح میں تھی۔

۳۷۔ نفیسہ بنت عبداللہ بن عباس بن علی رضا ان کا نکاح عبداللہ بن خالد بن امیر مزید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مسلمانوں کے لئے دے قافلہ کی ایک خاتون کی آواز جب اس کے کان میں پہنچی تو اس نے گویا ایک عورت کی پکار پر بھرے دریا میں از خود رفتہ ہو کر بیکہ کہتے ہوئے فوراً امیر المومنین ولید بن عبدالملک کی خدمت میں فتح سندھ کی اجازت کے لیے قاصد دوڑا دیئے اور اجازت آنے تک اس نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو ایک کثیر لشکر کے ہمراہ سندھ پر حملہ کرنے کے تمام منصوبے سمجھا دیئے۔ امیر حجاج کی فوجی سکیم سے متاثر ہو کر امیر ولید نے اسے تمام مشرقی، شمال مشرقی اور مغربی ممالک کا گورنری کے ساتھ چیف آف سٹاٹ مقرر کیا۔ حجاج کی ہدایات کے تحت دس سال کے قلیل عرصہ میں اسلامی فوجیں ایک طرف ملتان و سرحد طرف چین کی سرحدات اور تیسری طرف مراکش تک اسلامی فتوحات کے پھریرے لہرائی ہوئی پہنچیں امیر حجاج پر سب سے بڑا اعتراض حضرت سعید بن جبیر کے قتل کا ہے۔ سعید بن جبیر اپنی ملیت، پاکبازی، سادہ لوحی کی وجہ سے شیعیت ایک آؤ بن گئے تھے مگر امیر حجاج خوارج اور رافضہ کے لیے ایک تیغ بے نیام تھا اس نے دیکھا کہ سعید کی وجہ سے شاید یہ فتنہ مزید سر نہ اٹھائے لہذا بہتر ہے کہ فتنہ کی اس آؤ کو ہی ختم کر دیا جائے حجاج کا قتل عام مسلمانوں کا قتل عام نہیں تھا بلکہ خوارج اور رافضہ کی یخ کنی تھی سلاطین

ہو۔ مروج الذهب، الکامل وغیرہ)

۱۔ خالد بن مزید کی طرف کیمیا کی بعض ترکیبیں منسوب ہیں۔ خالد بن مزید امیر مروان بن حکم کے پروردہ تھے۔ (مقدمہ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۴۶۸ و ۴۶۹)

عالم اسلام پر خلفائے بنو امیہ کے احسانات صرف دینی علوم کی ترویج و اشاعت اور فتوحات تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ پر یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آج سائنس کے جس قدر کلیات پر کام ہو رہا ہے ان کا بانی امیر مزید کا بیٹا خالد تھا جو تواتر بخذ سیرت کی کتابوں میں ابوباشم خالد کے نام سے (بقیہ صفحہ ۱۱۵ پر)



سے ہوا۔ نفیسہ کے بطن سے علی پیدا ہوا۔ وہ سفیانی کہلایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں صفین کے سرداروں علی رضہ اور معاویہ رضہ کا بیٹا ہوں۔ عبداللہ کے بیٹے علی نے امین عباسی کے دوستی خاصی شہرت حاصل کی امین اور ماموں کی

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ) متعارف ہے مورخین نے تواریخ کی ترتیب کے وقت تمام ندر فتوحات اور جنگوں پر صرف کیا۔ اور دوسری خدمات کی طرف توجہ نہ دی۔ محمد بن اسحاق بن کریم دراق اپنی تالیف الفہرست میں لکھتا ہے کہ صنعت کیمیا پر تصانیف کو منظر عام پر لانا خالد بن یزید کا کام تھا۔ خالد، خطیب، شاعر، فصیح اور صاحب رائے تھا۔ اس نے طب، نجوم اور کیمیا کے متعلق کئی کتب کا ترجمہ کیا۔ (الفہرست)

۶۴ھ میں امیر یزیدؒ کے انتقال کے وقت وہ بہت چھوٹا تھا۔ معاویہ بن امیر یزید کی خلافت سے دست بردار کے بعد عالم اسلام نے امیر مردانؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تو بقول طبری یہ فیصلہ ہوا کہ امیر مردان کے بعد امیر خالد بن خلیفہ ہو۔ خالد کو حمص کا گورنر بنایا گیا۔ امیر خالد کی ماں ام ہاشم بنت ابی ہاشم بنت عقبہ نے امیر مردان سے نکاح کر لیا۔ ۴ رمضان ۶۵ھ میں امیر مردانؒ کے انتقال پر امیر المومنین عبدالملک خلیفہ ہوئے مگر امیر خالد کا وقار قائم رہا۔ امیر المومنین عبدالملک نے ۶۶ھ میں امیر خالد کے مشورہ سے ہی اسلامی مکہ جلدی کیا۔

امیر خالد امورات سلطنت سے خود ہی متنفر تھا۔ چنانچہ ایڈورڈ براؤن نے

(ARABIAN MEDICINE) طب العرب میں لکھا ہے کہ سوری شہزادہ خالد بن یزیدؒ علم کیمیا کا دلدلہ تھا۔ اس نے عربوں میں یونانی علوم سے بہرہ ور ہونے کی تحریک کی۔ (کتاب الفہرست ابن النديم) خالد نے یونانی فلسفہ کے علماء کو مصر میں جمع کیا اور عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ یہیں جابر بن حیان اس کا شریک کار ہوا۔

قاضی صاعد اندلسی کہتا ہے کہ خالد طب اور کیمیا کا عالم تھا۔ اس ضمن میں اس کے کئی اشعار بھی ہیں (ملفوظات الام)

اس کتاب کے ماثیہ پر قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی لکھتے ہیں۔ امیر خالد کیمیا اور طب کا ہیہ عالم تھا ۴۵ھ / ۷۴ میں فوت ہوا۔ اس کو فن کیمیا کا باپ کہا جاتا ہے۔ ابیرونی نے اسے اسلام کا سب سے پہلا حکم لکھا ہے (انتار الباقیہ ص ۴۴) ڈاکٹر احمد مینوی بک نے بھی اپنی تالیف (بقیہ صفحہ ۱۱۶)



چقلش کو دیکھ کر اس نے ۱۹۸ھ میں خروج کیا مگر امین نے اسے بھگا دیا۔

۳۸۔ دنیائے شیعیت کی طرف سے سب سے زیادہ بابا کا سیدہ اس کلثوم بنت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح پر مچ رہی ہے اس نکاح کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے زیادہ وضاحت کے لیے راقم کی تالیفات مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اور شہادت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا مطالعہ کیجئے۔

آخر میں سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے موصوفہ کا پہلا نکاح حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ جن سے عبد اللہ، ابراہیم حسن اور زینب پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا یہ نکاح آپ کے بیٹے عبد اللہ نے آپ کے حکم سے کرایا۔ ان سے قاسم اور محمد دیباچ پیدا ہوئے۔ جب عبد اللہ کا انتقال ہوا اس وقت مدینہ کا گورنر عبد اللہ بن ضحاک بن قیس فری تھا۔ اس نے سیدہ فاطمہ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ موصوفہ نے انکار کر دیا۔ عبد اللہ گورنر مدینہ نے کہا کہ اگر تم مجھ سے نکاح نہیں کرو گی تو میں تمہارے لڑکے عبد اللہ بن حسن کو شراب کی سزا میں حد لگاؤں گا۔ اس وقت مدینہ کا قاضی ابن ہرمل تھا ابن ہرمل کو خلیفہ المسلمین نے کسی کام کے سلسلے میں دمشق طلب کیا۔ چلتے وقت ابن ہرمل نے سیدہ فاطمہ سے کہا کہ کوئی ضرورت نہ ہو تو بیان لیجئے انہوں نے کہا میری طرف سے امیر المؤمنین کی خدمت میں عرض کیجئے کہ عبد اللہ بن ضحاک گورنر مدینہ مجھے نکاح کے لیے مجبور کرتا ہے۔ قاضی ابن ہرمل نے دمشق پہنچ کر موصوفہ کا پیغام پہنچایا امیر المؤمنین یزید بن الملک یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گئے بھٹنا کر تخت سے اتر پڑے اور بید کی پھڑی زمین پر مار کر کہنے لگے ابن ضحاک نے یہ جرات کیسے کی۔ اور فوراً طائف کے گورنر عبد الواحد بن عبد اللہ نصری کو لکھا کہ میں نے تم کو مدینہ کا گورنر بنایا۔ مدینہ جا کر ابن ضحاک سے چالیس ہزار بطور تادان وصول کرو۔ اور اتنی سزا دو کہ میں اپنے فرش پر اس کی آواز سن لوں۔ ابن ضحاک کو معلوم ہوا تو گورنری چھوڑ کر مدینہ سے بھاگ نکلا اور چپ چاپ خلیفہ کے بھائی مسلم بن عبد الملک کے ہاں پہنچ کر پناہ لی۔ مسلم نے یزید رضی اللہ عنہ سے بطور سہ مانگا مگر یزید نے

(عاشیہ صفحہ گذشتہ) تاریخ انساب میں ان باقوں کو دوہرایا ہے وہ اگرچہ جرائد میں مرگیا مگر متاخر یہ کیلئے ایک شعر روشن کر گیا۔



انکار کر دیا اور اسے واپس مدینہ بھیج دیا۔ حاکم مدینہ نے اس سے چالیس ہزار وصول کر کے کنبل اور حاکر بانار میں کھمایا۔ رقیقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۰۴ اس واقعہ سے چند امور ثابت مستنبط ہوتے ہیں :-

۱۔ ہاشمی اور اموی اپنے درمیان رشتہ داریاں کرتے تھے مگر دوسرے قبائل سے اخترا نہ برتتے تھے۔

۲۔ سیدہ فاطمہ کی معمولی سی شکایت پر خلیفہ ایک گورنر کو بھی معاف کرنے پر تیار

نہ ہوا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ موصوفہ کو اپنے خاندان میں سے سمجھتا تھا

۳۔ اگر مولویوں اور ہاشمیوں کے درمیان واقعی مناقشات اور دشمنیاں تھیں تو دشمن

خاندان کی ایک بیوہ کے لیے ایک گورنر سے ایسا سلوک چہ معنی دارد؟

۴۔ ابن ہریرہ مدینہ سے دمشق روانہ ہوتے وقت سیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر

کہتا ہے کہ اگر خلیفہ کے نام کوئی پیغام ہو تو بتائیے۔ اس کا واضح طور پر یہ مطلب

ہو سکتا ہے کہ خلفائے بنو امیہ ہاشمی ساعات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کسی اور سے

قاضی نے یہ دریافت نہ کیا کہ کوئی پیغام ہو تو بتائیے۔

## تاریخ شیعیت پر ایک اجمالی نظر

گزشتہ اوراق میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ شیعہ مذہب، مذہب نہیں

بلکہ یہ یہودی، مجوسی اور عیسائی، اسلام دشمنی کی تحریکیں کا مرکب اور ملعونہ ہے۔

ذرا نظر تعمق سے غور کرنے والوں پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے

کہ شیعہ مذہب (تحریک) کے عقائد اور نظریات سب کے سب مجوسیت اور اسرائیلیات

کے تانے بانے سے تیار کردہ ہیں۔ اس وقت دنیا میں تقریباً ستر سے زائد مختلف الخیال

اور مختلف العقائد گروہ اپنے آپ کو سچا شیعہ کہلانے کے مدعی ہیں۔ چنانچہ مشہور مستشرق

ہنری لاسن اپنی مشہور تالیف (ISLAM BELIEF AND INSTITUTION)

(اسلام - عقائد و آئین) میں لکھتا ہے کہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے جاہ طلب اور کثیر التعداد

خلاف نے غور سے ہی دنوں میں شیعہ جماعت کو بہت سے ایسے فرقوں میں منقسم



کر دیا جو برابر ایک دوسرے پر سب و شتم کرتے تھے یہ لوگ سیاسی فہم و فراست سے عاری، رشک و حسد میں مبتلا اور منصب امامت کے بارے میں آپس ہی میں جوش و خروش کے ساتھ لڑتے جھگڑتے رہتے تھے وہ حکومت کے خلاف ایک حزب مخالف کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی سازشوں اور ایسی بغاوتوں کے حالات سے جو ناقص طور سے منظم کی گئیں۔ پہلی دو صدی ہجری کے واقعات ان سے ملوا اور بھرپور ہیں۔ (ترجمہ سر ڈیوڈ پینس ڈائریکٹر شعبہ السنہ شرقیہ لندن یونیورسٹی صفحہ ۱۲۳-۱۲۴)

لندن کی مشورہ یوزک کمیٹی نے سلسلہ مذاہب مشرق کی چھٹی کتاب "مذہب تشریف کے نام سے ۹۴۳ء میں شائع کی اس کے مؤلف ڈیوڈ ایٹ ایم ڈونالڈ سن ہیں یہ صاحب ۱۶ برس تک مشہد میں رہے اور اس کتاب کی تیاری میں قرآن مجید اور یورپی السنہ کی بکثرت کتابوں کے مطالعہ کے علاوہ عربی، فارسی کی مستند اور مشہور کتابوں اور ان کے تراجم سے مدد لی جن کی فہرست کتاب کے آخر میں بارہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ جن میں تفاسیر، احادیث، تاریخ و جغرافیہ، سوانح، حالاتِ آئمہ، علم کلام، ادغیہ و زیورات کی تمام کتب شامل ہیں۔ کتاب کے ۳۶۹ صفحات ہیں جن میں ۲۳ ابواب ہیں۔ اس کتاب کے باب چہام کے صفحہ ۴۱، ۴۲ پر مصنف لکھتا ہے:

و آئمہ کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے معمولی اشخاص کو غیر فانی بنا دیا گیا ہے۔ بہترین صورت جو اختیار کر سکتے ہیں یہ ہو گی کہ قدیم ترین ماخذوں سے جو معلومات فراہم ہوں ان کے ذریعہ سے یہ فیصلہ کریں کہ تعظیم و تقدیس کے جو خیالات ان کے وجود سے وابستہ ہیں ان سے قطع نظر کر کے حقیقی زندگی میں یہ لوگ کیسے تھے۔ تاہم زمانہ مابعد کی داستان نے جو الوہیت ان کو بخشی ہے اس کی تصویر کشی کی سعی کرنا ضروری ہے تا وقتیکہ ہم ان کی واقعی حالات سے گزر کر نہ دیکھیں کہ ان کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔ ہم شیعیان اسلام کی روح تک پہنچنے میں قطعاً ناکام رہیں گے اور ان حیرت انگیز جامع و مانع اصولوں کی نشوونما کی تصریح نہ کر سکیں گے جو اس مذہب کے بنیادی عقائد تصور کیے جاتے ہیں۔



قدیم ترین روایات حدیث ظاہر کرتی ہیں کہ خلافت کے متعلق حضرت علیؑ کے دعاوی کو ان کے دوست اور طرفدار محض سیاسی لصب العین نہیں بلکہ وہ قضا و قدر کی طرف سے ان کا مقرر کردہ حق تصور کرتے تھے اور اس نظریہ کے نشوونما پانے اور پھیلنے کا بہت کچھ تعلق اسلامی تاریخ کے اندر نسبتاً ایک حقیر حیثیت رکھنے والے فرد کی تعلیم اور جدوجہد سے ہے۔ جیسا کہ طبری نے لکھا ہے۔ حضرت عثمان رضی کی خلافت کے زمانہ میں ایک پُر جوش واعظ مسیحی عبداللہ بن سبا نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے ساری مملکت میں سیاحت کی تھی۔

ویل ہاسین مشہور جرمن مستشرق کا قول ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے وہ یہودی تھا، وہ حجاز، بصرہ، کوفہ اور شام سے ہوتا ہوا مصر پہنچا اور علی رضی کی موافقت میں سازش کرنے میں مشغول ہو گیا۔ اور اس بات کا اعلان کیا کہ ابوبکر رضی عمر رضی اور عثمان رضی خلافت کے غاصب تھے (اس کے بعد طویل عبارت ہے) اس نے یہ شوشہ بھی چھوڑا کہ نبی علیہ السلام ایک بار پھر دنیا میں آئیں گے اور قرآن مجید کی آیت ان الذی فرضنا علیک القرآن التراؤلہ الی معاد (قصص) سے نبی علیہ السلام کی رجعت کا استدلال کیا۔ اس نے بڑی شد و مد سے اس بات کی تبلیغ کی کہ روح الہی جو ہر پیغمبر کے اندر متمکن رہی اور درجہ بدرجہ ایک دوسرے تک پہنچتی رہی حضرت محمدؐ کی وفات سے حضرت علی رضی کی طرف اور حضرت علی رضی سے اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوئی۔ جو امامت میں اس کے جانشین بنے۔

اقول: آج دنیائے سبائیت کی طرف سے اس قسم کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں کہ عبداللہ بن سبا ایک فرضی شخصیت کا نام ہے اس قابل رحم گروہ کے ہاتھ میں ان کے ایک امام نے یہ ہتھیار تو تھما دیا کہ شیعیت کے ستر پہلو ہیں اور تیرہ سو سال سے یہ قابل رحم گروہ اس ہتھیار سے اپنا کام چلاتا رہا۔ مگر اب تحقیقی اور سائنسی دور میں یہ بے چارے اپنے جوتوں سے کہاں تک اپنی چندیا کو بچاتے رہیں گے ان سب اور رہتی دنیا تک ان کے سروں پر مونگ دلتا رہے گا۔

۱۔ ابن سبا کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے رجال کشی ص ۲۱ تاریخ ادبیات ص ۲۵

(بقیہ نکلے صفحہ پر)



پہلی صدی ہجری کے خاتمہ تک شیعہ مذہب خود شیعوں کے نزدیک بطور ایک سیاسی تحریک ہی موسوم رہا۔ ان کے نزدیک اہل سنت و جماعت منافق تھے نہ کافر، علویوں، عباسیوں اور امویوں کے درمیان باقاعدہ سلسلہ مناکحت و مصاہرت قائم تھا۔ علوی اپنی اولاد کے نام تبرکاً ابو بکر رحمہ عمر بن عثمان بن اور معاویہ رحمہ اور زیدؑ رکھتے تھے۔

جنگ جمل اور صفین شیعوں کے قتل کے مطابق سنی شیعہ جنگ تھی۔ مگر خود حضرت علیؑ کے متعدد اقوال اس بات پر شاہد ہیں کہ فریقین کے مقتول یا شہداء جنتی ہیں۔

دوسرا مناشہ واقعہ کربلا کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ جب کوفیوں کی بے وفائی کی خبر سن کر حضرت حسین واپس لوٹ جانے کو تیار ہو گئے تھے۔ بلکہ امیر زیدؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہو گئے تو کوفیوں نے جو انہیں ہمراہ لائے تھے تلواروں کی باڑ پر رکھ دیا۔

پھر یہ عجیب حیران کن امر ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت حضرت علیؑ (زین العابدینؑ) محمد باقرؑ، زید بن حسنؑ، حسن مثنیٰ زندہ تھے (مقالہ الطالبین ص ۱۹)

زید بن حسن کے ایک بیٹے کا نام حسن تھا۔ جو ابو جعفر المنصور کی طرف سے پانچ سال مدینہ کا گورنر رہا۔ اور حسن مثنیٰ کے خلاف عباسیوں کو مخبری کرتا رہا۔ اور علویوں میں سب سے پہلے اس نے عباسیوں کا شعار یعنی سیاہ لباس پہنا۔ عمدۃ الطالب ص ۱۹ طبع اول مطبعہ کتب

(۱) رقیۃ ماشیہ صفحہ گذشتہ (۲) مصنفہ نکلسن (۳) ڈی۔ آر۔ بی۔ اد پارٹین ص ۸۹ مصنفہ ہاسین (۴) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا مضمون عبد اللہ بن سجاد (۵) مقدمہ نفحات الانس جلد ۱ مرقومہ مدی توحیدی ص ۱۱ (۶) ترجمہ الابانہ عن اصول الدیانہ بز انگریزی کا مقدمہ ڈاکٹر مکلیں KLEIN (۷) الخلافہ سروریم میور ص ۲۱۹ (۸) شیخان ہند مصنفہ ڈاکٹر جے۔ این ہالسر ص ۱۹ عربوں کی تاریخ مصنفہ پی کے بی مطبوعہ لندن

۱۹۴۹ء ص ۱۱۰ (۱۰) خاندان فوجی مصنفہ پروفیسر عباس اقبال ص ۱۵۵

(۱۱) الملل والنحل شہرستانی ترجمہ افضل الدین مدثر کہ اصغہانی بخش اول ص ۱۵۵



مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی واقعات کو بلا کے متعلق کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ آج تک تاریخ و سیرت کی کتابوں میں کر بلا کے متعلق ایک بھی روایت نہیں ملتی اس مقام پر تھوڑی سی روایت سے کام لیجئے۔ تو معلوم ہو گا کہ کر بلا کے متعلق جو کچھ آج سیرت کی کتابوں میں لکھا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ کس نے دیکھا؟ کس نے بیان کیا۔ کس نے روایت کی؟ کون کس مقام پر کھڑا ہو کر نہایت ہی وقت نظری سے یہ تمام منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا؟ اور پھر اس نے ان واقعات کو قلمبند کر کے لوگوں تک پہنچایا۔ ان واقعات کی صداقت کا کیا معیار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چند نہایت ہی عقلمند سوچ بوجھ رکھنے والے آدمی ایک کمرہ میں بٹھا دیئے گئے۔ معاً دروازہ کھلا اور کمرے میں ایک آدمی داخل ہوا۔ دوسرا فوراً ہی اس کے پیچ لپکتا ہوا اندر داخل ہوا اور اس نے اتنے ہی پے بہ پے پستقل کے چند فار پیلے آدمی پر کر دیئے۔

اب کمرے میں بیٹھے ہوئے ان دانشوروں کو کہا گیا کہ اس واقعہ کو قلمبند کیجئے۔ آخر میں جب ان لوگوں کی تحریریں ملاحظہ کی گئیں تو کسی ایک کا بیان کسی دوسرے سے ذرہ بھر بھی مطابقت نہ رکھتا تھا۔ سب نے اپنے نظریے کے تحت اس طرح دو سیدھا سادا سا واقعہ تحریر کیا کہ اس کی اصل صورت ہی مسخ ہو کر رہ گئی۔

دنیا میں اس قسم کے ہزاروں واقعات ہوتے رہے اور ہوتے ہیں کہ دو فریق آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ اور غیر جانبدار تماش بینوں کا ایک گروہ لڑنے والوں کو دیکھتا ہے مگر عدالت میں پہنچ کر جب واقعہ کی صحیح صورت کا تجسس ہوتا ہے تو مجسٹریٹ سرپیٹ کر رہ جاتا ہے اور وہ اصل واقعہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے مگر کر بلا کا واقعہ ایک طرف چند نفوس ہیں۔ دوسری طرف ہزاروں اشخاص، غیر جانبدار کوئی بھی نہیں۔ جنگ ہوتی ہے اور موقع پر موجود ہر نکلنے والے خاموش ہیں۔ آخر وہ کیوں خاموش ہیں وہ چاہتے ہیں کہ واقعات بیان کیے جائیں مگر یہ سب کچھ منٹوں کے اندر ہو گیا ایک ادھر لپکا ایک ادھر جھپٹا۔ ایک یہاں سے پلٹا ایک وہاں سے بڑھا۔ غرضیکہ یہ سب کچھ ایسی جلدی میں ہو گیا کہ انسانی نظریے ہنگامہ خیز واقعات کا تعاقب کرنے سے عاری رہتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ (رضین العابدین) اور دوسرے صحیح رہنے والے حقیقت میں سمجھ



ہی نہ سکے کہ کیا ہو گیا ہے۔ اس صورت میں وہ بیان کیا کرتے پھر ایسے پاکیزہ  
 طبع لوگوں سے اس بات کی امید ہی نہیں رکھی جاسکتی تھی کہ وہ کسی قسم کے جھوٹ  
 یا مبالغہ آرائی سے کام لے کر اس واقعہ کو اس طرح بیان کریں گے کہ یہ مختصر سا  
 واقعہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ایک دیومالائی داستان بن جائے گا۔ کسی دوسرے  
 مقام پر مصنف مجاہد اعظم کی زبان سے کربلا کی داستان کے متعلق بیان کیا گیا ہے  
 کہ یہ سب کچھ ابو مخنف لوط بن یحییٰ انزدی متونی ص ۱۷۱ کی ذہنی ایجاد ہے جو واقعہ کربلا  
 سے پون صدی بعد پیدا ہوا۔

بنو عباس اور بنو فاطمہ نے مشترکہ طور پر بنو امیہ کے خلافت سیاسی جدوجہد کا آغاز  
 کیا۔ مگر عباسیوں کو حکومت ملی تو انہوں نے عام سنی عقائد کا ہی اظہار کیا۔ اگر ان دونوں  
 کی امویوں کے خلاف یہ تحریک مذہبی عقائد و افکار کی حامل ہوتی تو عباسی لازماً غالی  
 شیعیت کا نہ سہی تفضیلت کا ہی اظہار کرتے۔ تاریخ کی اس واضح صورت سے صاف  
 معلوم ہوتا ہے کہ امویوں کے خاتمہ اور عباسیوں کے عروج تک شیعیت کے  
 افکار و عقائد یا نظریات کا وجود تک نہیں تھا۔ اس تحریک کے پیچھے امامت کا تصور  
 ضرور تھا مگر معصوم عن الخطا امامت نہ تھی امامت رہنمائی یا پیشوائی کے مفہوم میں  
 تھی اور امامت کا معصوم عن الخطا تصور اس وقت پنپ بھی نہیں سکتا تھا۔ چونکہ  
 امامت کے پیچھے جو داستانیں اب ہمارے سامنے ہیں وہ صرف ائمہ المسلمین اور  
 ائمہ الکفر تک محدود تھیں۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ قرآن نے جس طرح کفار کے راہنماؤں  
 کو ائمہ الکفر کہا ہے اسی طرح مسلمانوں کے راہنماؤں کو ائمہ المؤمنین یا ائمہ المسلمین  
 کہا جاتا ہے مگر یہ کہا بھی نہیں گیا مگر امام کی بجائے خلیفہ کہا گیا۔ اور لفظ خلیفہ کی  
 نسلت سب سے پہلے حضرت ابوالبشر کے قاضی نبوت کے لیے خود قائد مطلق  
 نے موزوں کی تھی مگر امام کا لفظ اپنے اندر نہدرت رکھتا تھا نہ پاکیزگی۔ عجمی تصورات  
 و نظریات نے اسے اجاگر کر کے شہرت دی۔ سنیوں نے اس لفظ کا صحیح استعمال کیا۔  
 یعنی ان لوگوں کو امام کہنے لگے۔ جنہوں نے علم و ادب کے کسی شعبہ میں اپنا خاص مقام  
 پیدا کیا۔ مگر شیعہوں نے اسے ایک مافوق الفطرت ہستی بنا دیا۔ شیعیت نے مصر  
 میں فاطمی خلفاء کے زمانہ میں اپنے لیے پُر پُرے نکال کر بصورت مذہب اپنے آپ



کو پیش کیا۔ تو مامون نے ان کے اس ادعائے باطل کا زور توڑنے کے لیے حضرت  
موسیٰ رضاؑ و امام ہشتمؑ کو اپنا ولی عہد بنایا۔ شیعہ تو یہ بھی کہتے ہیں مامون شیعہ تھا  
پھر یہ بھی کہتے ہیں ”امام ہشتم“ کو اس نے نہ ہر دے کر شہید کرایا تھا تو اس نے شیعوں  
کی سابقہ روایات پر عمل کیا۔ اس میں شیعوں کا کیا قصور؟ اور اگر سنی تھا تو امام وقت مکان  
اور مایکون کے علم کا واقعہ ہوتے ہوئے اپنے شیعوں کے پاس مصر جانے کی بجائے  
مامون کے پاس کیوں آیا۔ مصر کی خلافت تو امام وقت کا حق تھا نہ کہ ایک مجہول النسب  
عجمی کا۔

ابتداء میں شیعہ سنی اور خوارج کی بحثوں کا تعلق عقائد کی بجائے آئین سیاست  
سے تھا۔ نظام عقائد دوسری صدی ہجری میں مرتب ہوئے۔ عقائد کے میدان میں  
رخنہ اندازی کا باقی واصل بن عطا ایک نہایت ذہین اور زبان آور شخص تھا مامون بصری  
کا شاگرد تھا۔ اس نے بنی امیہ کے (فرضی) مظالم پر پردہ ڈالنے کے لیے بہر وقت لگا آؤ  
میں ”انسان مجبور محض ہے سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے“ کا شوشہ پھوڑا۔  
معبد جہنی نے واصل بن عطا سے سن کر حسن بصری سے دریافت کیا۔ انہوں نے  
کہا کہ واصل غلط کہتا ہے۔ معبد تو بنی امیہ کے مخالف گروہ میں شامل ہو کر لڑا  
اور مارا گیا۔ مگر واصل نے اسی مدرسہ کے ایک کونے میں اپنا ایک الگ حلقہ درس قائم  
کر لیا اس کے ساتھیوں کو معتزلہ کا نام دیا گیا۔ اس چرچ میں معتزلہ نے روایت کو عقل  
کے ترازو میں تولنا شروع کیا یونانی فلسفہ بھی پہنچ چکا تھا اب ارسطو کے کلیات  
بھی دین کے حکمت بننے لگے اور حسن بصری کا حلقہ درس فلسفیانہ بدعتوں کا مرکز بن  
گیا ال وقت تک شیعیت ایک سیاسی تحریک ہی تھی۔ عقائد کے لحاظ سے معتزلہ  
پہلا فرقہ ہے۔ محدثین نے معتزلہ کے عقائد کو بھی زندقہ والحاد کے مترادف ٹھہرایا  
مسئلہ خلق قرآن نے بھی یہیں سے سر نکالا اور مامون نے اس مسئلہ کی سرپرستی  
میں بڑے ظلم کیے۔ مامون کے بعد مستنصر نے بھی پورا زور لگایا۔ اس وقت محکمہ عدلیہ  
کی کلیدی آسامیوں پر احناف قابض تھے۔ مگر خلق قرآن کے معاملہ میں ہمیں امام احمد  
احمد بن حنبل اور چند بزرگوں کے ناموں کے سوا کسی شافعی مالکی یا حنفی کا نام نہیں ملتا  
اور شیعہ تو سرے سے ہی اس موضوع میں خارج از بحث ہیں۔



ثانی کے مقلدین آپ کے اس قول کے ارد گرد چکر کاٹ رہے تھے کہ خبر واحد کے مقابلہ میں کوئی فقہی کلیہ دلیل نہیں بن سکتا۔ ابو حنیفہ کتاب و سنت کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا کلیہ ایجاد کر کے قیاس و رائے کی اشاعت کے میدان ہموار کر چکے تھے۔

ہمیں اس دور میں صرت امام احمد بن حنبلؒ کی ایک شخصیت ہی ایسی نظر آتی ہے جو قیاس و رائے کی سراسر مخالف تھی۔ آپ قیاس و رائے کو اثبات عقائد کے لیے بھی مہمل قرار دیتے تھے۔ یہ وجہ، استواء وغیرہ جیسے الفاظ کی تاویل کو بھی پسند نہ کرتے تھے۔ ابو الحسن شعرائی نے انہیں کلیات کو عقلی دلائل سے مضبوط کرنے کی کوشش کی مگر غنہلیوں نے اسے بھی شک و شبہ کی نظر سے دیکھا۔ عباسیوں کے دربار میں ہر فرقہ ہر عقیدہ ہر مسلک اور ہر مذہب و ملت کے علماء کو آزادی رائے کا پورا حق حاصل تھا۔ بڑی باقاعدگی سے بحث و تمحیص اور مناظروں پر گفتگوں صرت ہوتے تھے۔ مگر ان علمی مجالس اور عقائد کے اختلاف کے میدان میں شیعوں کا وجود محض صفر نظر آتا ہے۔ حالانکہ بقول شیعہ مورخین مامون خود شیعہ تھا۔ عجب حیرانی ہے کہ شیعہ بادشاہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے اپنے دربار میں مناظرے کرائے مگر اس کے مذہب کا وہاں کوئی نام بھی نہ لے۔

مامون شیعہ تھا یا معتزلہ۔ یہ معمولی سی بات تاریخ کے ہر معمولی سے طالب علم کو بھی معلوم ہے مگر شیعوں کا علمی افلاس دینی بے مائیگی اور سیاہیوں، مجوسیوں، مختاریوں، کیسانیوں، میمونوں کی ذہنی پراگندگیوں کے مہمل اور دورانہ کار نظریات نے انہیں اس حد تک ذہنی پراگندگی میں الجھا کر رکھ دیا تھا کہ ان کے پاس ایک بھی ٹھوس بات موجود نہیں۔

ائمہ اربعہ کے مقلدین اور معتزلہ۔ جمہیہ، قدریہ، وغیرہ کی دیکھا دیکھی میمون القلاء نے شیعیت کو باقاعدگی سے مذہب کی شکل دی اور قلیل عرصہ میں یہ لوگ سترے زائد مختلف الخیال، مختلف العقائد اور مختلف نظائر میں بٹ گئے۔

اصل بات یہ ہے کہ اموی حکومت کے کھنڈروں پر بنو عباس کی حکومت کا قہر تیار ہونے کے بعد یہود نے یہ سوچ کر کہ اب پھر حکومت بنو عباس کے مضبوط ہاتھوں



میں منتقل ہو چکی ہے ایک نئی فکری تحریک کے ذریعے مسلمانوں کے اندر تشنت و  
افراق کی طرح ڈالنے کا آغاز کیا اور قرآن کریم کی تعلیمات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے  
اور سنت رسول اللہ کو دین کے ڈھانچے سے خارج کرنے کی آواز بلند کی۔ انسائیکلو  
پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار سیل راتھ لفظ دہائی کے تحت لکھتا ہے کہ قرون وسطیٰ  
کی یہودی قوم ایک اجنبی اقلیت ہونے کی حیثیت سے اس پوزیشن میں نہ تھی کہ سائنس  
لب لباب فلسفے کے سوا اپنے ماحول کی ثقافت میں کوئی قابل ذکر حصہ لیتی۔ تاہم اس نے  
محض اپنے وجود ہی کے بل پر کافی حصہ لیا۔ دنیائے عرب میں اس نے یونانی کلاسیک  
کے تراجم میں اضافہ کیا۔ اور معتزلہ کے فلسفہ کے محرک بنے۔

گویا ”مجان علی رنہ“ کا بیوی اور اس تیار کرنے کے بعد اعتزال کا فتنہ کھڑا کیا۔ آگے  
چل کر شیعیت میں جو برگ و بار پیدا ہوئے یا جو کچھ شیعیت کی ہمنوائی کے لیے پیدا ہوا۔  
یا فتنہ خلق قرآن یا مصحف فاطمہ یا صحیفہ علی رنہ یا سترہ گز لمبا قرآن یا چالیس پاروں کا  
قرآن یا انکار حدیث سب قرآن سے دور لے جانے کے ذرائع یہود کی پیداوار تھے اور میں  
یہی وجہ ہے کہ مذہب شیعہ اور اس کی تمام شاخوں کے عقائد کے پیچھے اسرائیلیات  
کی قسم کی دور از کار تخیلات کی فراوانیاں ہیں۔ اور ان فراوانیوں میں اس قدر مزدکیت  
اور مجوسیت کے جراثیم آسانی سے داخل ہو گئے جب اس تحریک کی سرپرستی یہودیوں  
کے مطابق النعل بالنعل مجوسیوں کے ہاتھ پہنچی۔

یہاں بعض اذبان میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ یہ بالکل ایک نئی بات سننے میں آ  
رہی ہے۔ اس پر غور کرنے کے لیے صفات گزشتہ پر ایک بار پھر نظر ڈال کر دیکھا جائے  
توصات نظر آئے گا کہ تمام فتنوں کی ابتداء یہود کے مغضوب و ضال گروہ سے ہوئی  
یہ لوگ ہر دور میں اپنی ممکنہ بدلتے رہے اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے سامان  
پیدا کرتے رہے۔

سلہ ماضی قریب میں ”جدید ترکی“ کی تحریک بڑے عرصہ تک مسلمانوں کے لیے دل خوش کن  
بنی رہی مگر اس طرف سوائے چند ادنیٰ سطح کے علماء و فضلا کے کسی کی نظر نہ گئی کہ یہودیوں کے  
اس مرد بیمار کو ماڈرن اور جدید ترقی کا جامہ کسی نے پہنا یا مگر یہ حقیقت کسی سے رقیہ الجہ مغیرہ



یہودیت نے ہی مجبان علی رضا اور شیعان علی رضا کی اصطلاحیں وضع کر کے اپنی تمام تر توجہات ایران کی طرف مرکوز کر دیں۔ چوتھی صدی ہجری کے شروع تک

راقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ پوشیدہ نہیں کہ ترکی سے قرآن کو کس طرح خارج البد کیا گیا نماز، اذان اور دیگر اسلامی وظائف کو کس طرح ملک بدر کیا گیا عربی زبان کا کس طرح کلا گھڑا گیا اور کتنے ہزار بلکہ کتنے لاکھ نادار روزگار فرزند ملک اسلام کو تختہ دار پر لٹکایا گیا جن لوگوں نے انجمن اتحاد و ترقی کی بنیاد رکھی تھی وہ سب نو مسلم یہودی تھے اور انہیں دونہ کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے بڑی چابکدستی سے عوام کو گمراہ کر کے ترکی کو اتحاد و بے دینی کی گود میں پھینک دیا۔

سین اور پرتگال میں جب یہودیوں پر جبر و تشدد شروع ہوا تو انہوں نے ترکی میں اپنا اڈہ جمایا ۱۶۱۲ء میں ایک یہودی شیعہ نامی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر یہ سالونیکا ہوتا ہوا طرابلس الغرب کے راستے شام پہنچا اور بیت المقدس میں پہنچ کر اعلان کیا کہ اسرائیل کی واپسی کا وقت آگیا ہے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ ترکی سے ہوتا ہوا اٹالیہ، جرمنی اور ہالینڈ سے ہوتا ہوا تیسری بار پھر ترکی پہنچا تو سلطان محمد خان چہارم نے دوبارہ خلافت میں طلب کر کے پوچھا تو وہ بظاہر توبہ کر کے مسلمان ہو گیا اس کے ساتھ اس کے ہزاروں ساتھیوں نے بھی گویا تقیہ کر لیا اور یہ لوگ دونہ کہلانے لگے یہ لوگ بڑے ذکی اور فہم تھے۔ فرانس کے مسیحی مصنف بائرہیس نے اپنی مشہور تصنیف جمہوریہ اسرائیل میں بڑی وضاحت سے ان کے حالات و کیفیات پھر بحث کی وہ لکھتا ہے کہ اکثر ترکی کی کلیدی آسامیوں پر دونہ یہودی تعینات تھے، صوبہ یلویب کا گورنر دست پاشا بھی ایک نو مسلم یہودی تھا ڈاکٹر ناظم، فوزی پاشا، طلعت پاشا، مصوم آفندی جاوید بے اور ابو الضیاء توفیق سب یہودی تھے۔

۱۷۱۷ء میں فری میسن کی تحریک پیدا ہوئی جو آج تک ”تقیہ“ کی آرمیں دنیا کے تمام ملکوں میں اپنا جال پھیلے ہوئے ہے جن کا مقصد مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے سبیل سلیمانی تعمیر کرنا تھا اور آخر مسجد اقصیٰ میں آگ لگا دی گئی۔

۱۸۷۸ء کو علی سوادہ نامی ایک نو مسلم یہودی نے ماسومی تحریک کا رکن ہونے کی حیثیت میں بغاوت پیدا کر دی۔ مگر یہ کام روسکالییری اور اس کے ماسومی ساتھیوں نے آخری پارلیمنٹ

بقیہ آگے



شیعیت امویوں اور عباسیوں سے بُری طرح سہمی رہی۔ اگر ان کا غصہ اُبالا ہی

دقیقہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے سلطان عبدالحمید کو معزول کر دینے کی قرارداد منظور کرا لی اس قرارداد کو سلطان تک پہنچانے والی بیخ کنی کیٹی کا ایک ممبر فروری میں ہوا تھا۔

انجمن اتحاد و ترقی کے ابتدائی اجلاس فری میسن لاج میں ہوا کرتے تھے۔ آخر جو کچھ ترکی میں ہوا وہ ساری دنیا نے دیکھ لیا خلافت کا نام و نشان جو تمام دنیا کے مسلمانوں کی وحدت فکر کی علامت تھا۔ ختم ہو گیا بلکہ خالدہ ادیب خاں جو اسی گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔

کبھی آئی نہیں تھی اور نہ کبھی کوئی عثمانی بادشاہ خلیفہ ہونے کا مدعی ہوا۔ (CONFLICT OF THE EAST AND WEST) میں لکھتی ہے کہ ترکی میں خلافت

اسی طرح سوشلسٹ تحریک کے بانی بھی یہودی ہی تھے۔ کامل مارکس ایک یہودی ربی کا پوتا تھا ۱۸۶۴ء میں جو پہلی کانفرنس ہوئی اس کے دونوں رہنما مارکس اور لازاریل یہودی تھے مزدوروں کو درغلانے کے لیے انہوں نے غیر یہودی طبقے کے باشعور لوگوں اور مذہبی رہنماؤں کو قتل کرنے کے لیے جو جو حربے استعمال کیے ان سے آج تمام دنیا واقف ہے۔ پہلی بالشویک پارٹی کے ۵۰ فیصدی ممبر یہودی تھے۔ بالشویک انقلاب کے موقع پر ایک یہودی شاعر لاکاٹس کیلنر نے لینن کی تعریف میں ایک نظم لکھی۔ نیا یسوع آگیا۔ بین لینن

لندن کے جیوش کرائیکل نے ۱۲ اپریل ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں لکھا تھا کہ بالشویزم کے تصورات یہودی تصورات ہیں۔

رہس میں مارٹنگ پوسٹ کے رپورٹر ڈکٹر مارسلن نے لکھا کہ بالشویک انقلاب کے وقت ۵۴۵ لیڈروں میں سے ۴۷۷ یہودی تھے۔

ہٹلر اپنی خود نوشت میں لکھتا ہے کہ مارکس ازم کا عقیدہ یہودیوں کی پیداوار ہے ۱۹۱۹ء میں ارجنٹائن کی بغاوت کے دنوں لیڈر پیڈرو درلڈ اور میکا روزنباؤن یہودی تھے۔

۱۹۲۱ء میں چلی کی بغاوت کے سرغنہ یہودی تھے ۱۹۳۲ء میں یورائے گو کی بغاوت کے رہنما یہودی تھے۔

برازیل کی بغاوت کے تمام سرغنے ایک کے سب یہودی تھے میکسیکو میں بالشویک انقلاب بٹاکو المعروف لیکنز نے برپا کیا جو ایک شامی یہودی کا بیٹا تھا (بقیہ اگلے صفحہ پر)



آیا بھی تو گیارہویں امام تک اپنوں پہ نکالا۔ اس کے بعد ان میں یاس ناامیدی اور قنوطیت کے جذبات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور ان کی تخریبی سرگرمیوں نے تقیہ، ماتم، متہ، تعزیر داری، مرثیہ گوئی کی شکلیں اختیار کر کے عالم اسلام کو ایک بڑی مصیبت سے بچا دیا۔ اگر شیعوں میں یہ بدعتیں پیدا نہ ہوتیں اور ان کی ذہنی اور دماغی قوتیں اس طرف راغب نہ ہوتیں تو نا معلوم یہ لوگ کیا کرتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بوفری میں کاہن درجہ کا کن تھا۔

اب ایک نظر مصر پر بھی ڈالتے چئے ۱۹۶۷ء کی اسرائیلی فتوحات کے پس منظر سے اب آہستہ آہستہ پردے اٹھتے جا رہے تھے کہ صدر جمہوریہ مصر نے ایک خاص سازش کے تحت اقوام متحدہ کی فوجیں واپس بھجوائیں۔ اسرائیل کا حملہ ہوا اور انہوں نے تین روز میں ۲۶ ہزار مربع میل کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر نامر صاحب آخر تک یہی فرلتے رہے کہ ہم نے یہ کہا ہم نے وہ کیا۔ ہاں کیا اور ضرور کیا مگر کیا کیا؟

وہ یہ کیا کہ اپنے ہوائی اڈوں سے ایک ہوائی جہاز بھی اڑنے کی اجازت نہ دی اور وہ اسرائیل کے پہلے حملہ میں ہی سب کے سب بھسم ہو کر رہ گئے۔ اور ماشاء اللہ ان مسلمانوں کے وہ مجاہد جنہوں نے کفن بدوش ہو کر سامراجی ہتھکنڈوں سے نجات حاصل کرنے کے حلف اٹھائے ہوئے تھے۔ انہیں آپ پہلے ہی ختم کر چکے تھے۔ اس مسلمان نما یہودی نے بے دردی اور سفاکی سے مسلمان علماء کا خون بہایا اس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنی مشکل ہے۔ ترکی سے عربی خارج ابلہ کر کے اسلامی روایات کو ملیا میٹ کر کے ترکی جدید کی بنیاد یا قاہرہ کے چوکوں میں راعیس کے مجسمے اور اسلامی روایات کی بجائے فرعونی روایات کا اجاء؟

اور پاکستان میں گندھارا انڈسٹریز۔ یا سندھ کے دابہر کامروڈسب کے سب یہودی

ذہن کی پیداوار ہیں۔ اور مسلمان اب تک بے خبر ہیں۔

بلجیم کی کیونٹ پائی کا بانی چالس بائٹا سنای ایک یہودی تھا۔ انگلستان اور فرانس کی کیونٹ پارٹیوں کی باگ ڈور بھی یہودیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ امریکی کیونٹوں میں اکثریت یہودیوں کی ہے۔



مثلاً قاطیوں کے مغرب اقصیٰ اور مصر میں اہل سنت پر کس قدر ظلم ڈھائے عباسیہ، عثمانیہ اور مغلیہ دور میں انہوں نے کیا نہیں کیا۔ اور نوابانِ اودھ نے کون سی کسر باقی چھوڑی یہ لوگ جب تک بدعت سے دھڑکے اسلام کے لیے بلائے جانے رہے۔

حسن بن صباح اور اس کے جانشین جو ایک مدت تک خوف و ہراس کی شکل بنے رہے جن کے اہلکار خجروں سے ہزاروں جلیل القدر فرزندانِ اسلام موت کے گھاٹ اتر گئے صرف ماتم وغیرہ سے نفرت کا نتیجہ تھا۔ بغداد میں آل بویہ نے جو کچھ کیا وہ کیا کم ہے مگر جب انہوں نے تبر بازی، تعزیرہ داری اور ماتم شروع کیے مسلمان ان کے ظلموں سے بچ گئے۔

حسین طباطبائی نے ترکستان اور ایران کا راستہ تاتاریوں کو دکھا کر خوارزم شاہی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

ابن علقمی نے بغداد میں وہ قتل عام کرایا کہ دہلہ کئی روز تک پہلے تو لاشوں اور خون کا دیا بنا رہا۔ اور آخر علمی ذخیرے جب دیبا برد کیے گئے تو مہینوں کتابوں کی سیاہی سے سمندر تک دیبا بھی سیاہی کا دیا بن گیا۔

قاطیہ حکومت مصر نے ہر اس مسلمان کی گردن اڑادی جس نے علی رضا کی وضائیت و امامت کے خلاف زبان سے ایک لفظ بھی کہیں بھول کر نکال دیا۔

آصف خان نے نادر شاہ کو بلا کر دہلی میں قتل عام کرایا۔

لمتان میں ابوالفتح داؤد نے مسلمانوں کے خون سے کلنی بارہوی کھلی۔

رضیہ کے زمانے میں دہلی کی جامع مسجد میں ان لوگوں نے عین نماز جمعہ میں مشغول مسلمانوں کو تلوار کی دھار پر رکھ دیا۔

نوابانِ اودھ نے کون سا حربہ ایسا تھا جو وہ سنیوں کے خلاف استعمال کر سکتے تھے مگر نہ کیا ہو۔

بھے ان علماءِ اہل سنت کے علم و فضل پر رونا آتا ہے جنہوں نے صدیوں سے



شیعیت کے متبع، تقیہ، ماتم، تبر اور تعزیر وغیرہ کے موضوعات پر بحث و مناظرہ کے بازار گرم کر رکھے ہیں۔ مگر شیعیت کے ماعلیہ و مالہ کی طرف توجہ نہیں دی۔

خدا کے بند و اباء بدعات تو عالم اسلام کے لیے ایک رحمت ثابت ہوئی ہیں انہیں بدعات میں الجھ کر شدید مسلمانوں کے قتل و غارت کی ہابی کو ترک کرنے کا موجب بنے۔ ورنہ خاندان عباسیہ کے زوال کے بعد جب تمام عالم اسلام میں ہر منچلے نے اپنی الگ آزاد سلطنت کا کوس من الملک بجانا شروع کیا تھا یہ لوگ خرمین اسلام کو رکھ کا ڈھیر بنا کر رکھ دیتے۔

اودھ میں انہیں ایک صدی سے کچھ زائد اپنی من مانی کرنے کا موقع ملا۔ لیکن اللہ کا شکر کہ یہ اچھوت اور اچھوتیاں۔ امام بارگاہ اور تعزیر، اماموں کے نکاح اور ان کی سیدائش۔ متبعہ اور ماتم میں ہی پھنسے رہے۔ اور ان ہفوات سے انہیں جو فرصت کے چند لمحات میسر آئے وہ مسلمانوں کے لیے کتنے جانگزا ثابت ہوئے۔ اور اگر یہ لوگ ان ہفوات میں اپنا وقت ضائع نہ کرتے تو اس افراتفری اور طوائف الملوک کے دور میں تمام برصغیر کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالتے۔

## اسلامی فتوحات کا سہرا کس کے سر؟

پہلا دور: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جزیرہ نمائے عرب کا اکثر حصہ حلقہ ربگوش اسلام ہو چکا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد یوں معلوم ہونے لگا تھا کہ سوائے مدینہ طیبہ کے مرکزی مقام یا مکہ معظمہ کے مقدس مقام کے تمام عرب کی سرزمین مرتد ہو جائے گی۔ ہو جائے گی بھی ایک شاعرانہ سالفظ زیر قلم آگیا ہے۔ عملاً سب کچھ ہو چکا تھا۔ ایک طرف میلہ کذاب اسود غنسی، طلیحہ خویلدی اور سجاح نے اپنے اپنے مقامات پر نبوت کے دعوے کر کے ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کو اپنے پیچھے لگا لیا تھا۔ دوسری طرف ان کی اس نبوتانہ یلغار سے جو لوگ بچ گئے۔ انہوں نے اسلام کے ایک رکن کا انکار کر کے اپنے آپ پر



ارتداد کا لیل لگایا۔ اس موقع پر سیدنا صدیق اکبرؓ نے نہایت فراست، جرأت  
شجاعت اور استقلال سے، باوجود چند جلیل القدر صحابہؓ کے اس مشورہ کے کہ  
چند دن حالات کا انتظار کرنا چاہیے آپؐ نے فوری اقدام کر کے ان تمام فتنوں کا  
خاتمہ کر کے گویا از سر نو مسلم سٹیٹ کی بنیاد رکھی۔

آپؐ کے بعد سیدنا فاروق اعظمؓ نے دنیا کی سب سے دو بڑی سلطنتوں کو  
شکست دے کر مسلم سٹیٹ میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل کا اضافہ کیا۔

قادیسیہ اور یرموک کے میدانوں میں مجوسی اور عیسائی سلطنتوں کا تیا پانچہ کرنے  
کے علاوہ دمشق، حمص، بعلبک، بصرہ، ایلہ، نخل، اہواز، مدائن، جزیرہ، جلولاء، تکریت  
قلسریں، حلب، انطاکیہ، بلخ، سردج، طبرستان، شوشتہ، جند، نیشاپور،  
حلوان، حران، نصیبین، موصل، قیساریہ، مصر، ایبے سینا اور لیبیا تک۔ سکندریہ  
آذربائیجان، دینور، ماسیدان، ہمدان، طرابلس الغرب، رے، عسکر، کرمان، سجستان  
مکران، بلاد جیل، اصفہان، گویاکوفہ اور بصرہ سے لے کر بلخ سے پرے چین کی سرحد  
تک اور دمشق سے لے کر کوہ لبنان اور ایشیائے کوچک تک تمام ممالک اور شہر  
آپؐ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔

سیدنا عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں اسکندریہ میں دوبارہ جنگ ہوئی مغرب  
کی طرف تیونس اور طرابلس، الجزائر اور مراکش، سپین کا کچھ حصہ قبرص، جزیرہ رودس  
آذربائیجان آرمینیا، ایشیائے کوچک کا باقی حصہ اصطخر، جور، نیشاپور، بلخ،  
طبرستان، کرمان اور سجستان کا باقی حصہ گویا مشرق میں مکران، ہرات اور چینی ترکستان  
تک مغرب میں اندلس، بحیرہ خضر اور کوہ قاف تک اور جنوب میں بحیرہ عرب تک  
تمام شہر اور ممالک فتح ہوئے۔

حضرت علیؓ کی شجاعت کے جو واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے زمانہ تک محدود ہیں۔ اپنی خلافت کے زمانہ میں عثمانی مفتوحہ علاقوں سے  
نائد ایک انچ زمین بھی فتح نہ کر سکے۔

آپؐ کے بعد ولید بن عبدالملک اموی کی حکومت کے زمانہ میں حجاج بن یوسف  
گورنر مشرقی صوبجات کی ہدایات کے تحت محمد بن قاسم نے ملتان تک۔



مسلم بن قتیبہ باہلی نے چین تک اور موٹی بن نصیر نے سپین تک ممالک فتح  
کے آج تاریخ سے خلفائے ثلاثہ کا نام نکال کر کوئی اسلامی تاریخ مرتب کرنا مشکل  
ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

تمام اسلامی تاریخ اور خلفائے ثلاثہ گویا ایک دوسرے کے ہم معنی اور مترادف  
الفاظ ہیں۔ اگر صدیق اکبرؓ شروع میں ہی فتنہ ارتداد کا قلع قمع نہ کرتے اور اسلام سکر  
کر مدینہ اور مکہ میں محدود رہ جاتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان دو شہروں میں بھی مسلمانوں  
کو کوئی ممکنہ دیتا۔ صدیق اکبرؓ کی اس مسلم سٹیٹ کی سربراہی جب فاروق اعظمؓ  
کو ملی تو انہوں نے فتوحات کا دائرہ اور وسیع کر دیا اور آخر میں خلیفہ ثالثؓ کی فتوحات  
جن سرحدات پر پہنچ کر رک گئی۔ اس کے بعد اگر امویوں یا عباسیوں نے کچھ اضافہ بھی  
کیا تو آج دنیا کے نقشہ پر ہمیں ان کی فتوحات نظر نہیں آتیں آج اسلامی حکومتوں کی  
سرحدیں تقریباً ماسوائے معمولی سے اضافہ کے وہی ہیں جو شہادت سیدنا عثمانؓ  
کے وقت میں تھیں۔ الحاصل یہ کہ ربع مسکونہ کے تمام اسلامی ممالک جن میں شیعہ بھی  
ہیں اور چند خارجی بھی تمام خلفائے ثلاثہ کی فتح کی یادگار ہیں۔

کتنی احسان فراموشی، کدوں طبعی، پست ذہنیت اور گھٹیا سوچ ہے کہ آج نہیں  
محسین اسلام پر دن رات گالیوں کی بوچھاڑ کو عین اسلام سمجھا جاتا ہے اور ان کے  
قاتلین کے نام پر عیدیں منائی جاتی ہیں۔







## دوسرا دور:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مربع اربع زمین بھی فتوحات کے طور پر یادگار نہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ملک ان کے حوالے کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی سرحدات کی مضبوطی کی طرف توجہ کی ملک کا اندرونی خلقت ختم کر دیا۔ کتنی بڑی فراست تھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جنہوں نے خلافت سے دستبردار ہو کر عالم اسلام کو ایک بہت بڑے خوفناک، بھیاں تک اور تباہ کن خطرے سے بچا لیا۔ جو سیدوں کی سلطنت کا مرکزی مقام تو ختم ہو چکا تھا امدان کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔ مگر عیسائیوں کا مرکزی مقام ابھی تک موجود تھا اور وہ یرموک کے مقام پر ذلیل ترین تاریخی شکست کھانے کے بعد دم بریدہ سانپ کی طرح اندر ہی اندر بیچ و تاب کھا رہے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی چیلش کے زمانہ میں بھی اس خطرے نے سراٹھایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہر قتل کو لکھا تھا کہ اگر تم نے عالم اسلام کی طرف منہ کرنے کی جرأت کی تو تمہارے خلافت علی رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے سب سے آگے بڑھ کر تیرا سر کچلنے کو میں موجود ہوں گا۔ اس وقت تو ہر قتل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس ڈانٹ کو سن کر خاموش ہو گیا۔ مگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہر قتل پر پھر شرارت کا خوابیدہ بھوت جاگ کر سوار ہوا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تمام عالم اسلام کا سربراہ تسلیم کر کے یہ تمام ذمہ داری اس کے سر ڈال کر گوشہ نشین ہو گئے، سیاست، فراست اور جنگی تکنیک کے لحاظ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ تاقیامت عالم اسلام کے سر پر احسان عظیم رہے گا۔ جس نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑے خطرے سے بچا لیا ورنہ جمل اور صنفین میں انہی ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان نادر روزگار ہستیاں اس دنیا سے روپوش ہو چکی تھیں اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ماضی کی تاریخ دوہراتے تو معاویہ ان سے اچھے رہتے اور ہر قتل کی فوجیں شام سے ہوتی ہوئیں تمام جزیرہ مغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتیں۔

نہ معلوم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ تاریخ میں کیوں نمایاں مقام حاصل نہ کر سکا۔ اور بجائے اس کے مجاہد حسن رضی اللہ عنہ نے دوران کار مفروضات میں الجھ کر ان کی ذات کی طرف



چند مافوق الفطرت واقعات منسوب کر کے انہیں مجدد شرف انسانیت کے منصب سے اتار کر انسانیت کے خدام کے مقام پر لا بٹھایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اندرونی خلفشار سے مامون ہو کر سب سے پہلے توجہ اس نصرانی خطرہ کی طرف مبذول کی اور اس طرح اسلامی مملکت کی سرحدیں محفوظ رکھیں کہ وہ سیدہ پلائی ہوئی دیوار بن گئیں۔ اس کے بعد خوارج کی طرف توجہ کی اور حضرت علیؓ سے بچے بچے جو خوارج کبھی ایک جگہ سر نہکالتے اور کبھی دوسری جگہ سر نہکالتے تھے ان کا قلع قمع کیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دعویٰ خلافت نے ایک بار پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کو چکرا کر رکھ دیا۔ ابھی یہ معاملہ معلق ہی تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور امیر یزیدؓ کی خلافت کے زمانے میں مشہور صحابی رسول مسلم بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے لوا کے تحت مدینہ کی شورش ختم ہوئی جو واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے اور مسلم بن عقبہؓ کی وفات کے بعد حصین بن نمیرؓ کی شورش ختم کرنے کے لیے پہنچے تو امیر یزیدؓ فوت ہو گئے تو حصین بن نمیرؓ نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو کہا کہ خلیفہ یزیدؓ رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے ہیں۔ میرے ساتھ دمشق چلو میں تم کو عالم اسلام کا بادشاہ بنادوں گا مگر علی بن حسینؓ نے کہا میں اپنے دل میں وعدہ کر چکا ہوں کہ کسی کی بیعت نہ لوں گا۔ اس کے حصین بن نمیرؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے یہی لفظ کہے کہ یزیدؓ مر گیا ہے تم میرے ساتھ دمشق چلو میں تم کو عالم اسلام کا بادشاہ بنادوں گا آپ نے انکار کر دیا اور بلند آواز سے چلا چلا کر باتیں کرنے لگے تو حصین بن نمیرؓ یہ کہہ کر دمشق کی طرف روانہ ہو گیا کہ میں آپ کو عالم اسلام کی شہنشاہی پیش کرتا ہوں مگر آپ مجھے دھمکا رہے ہیں۔ اگر عبداللہ بن زبیرؓ اس وقت حصین کے کہنے پر عمل کرتے تو امیر مردان بن حکم کو عالم اسلام کی خلافت نہ ملتی۔ یزیدؓ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے معاویہ ثانی نے قبول سلطنت سے انکار کر دیا تھا۔ اور تمام عالم اسلام نے متفقہ طور پر امیر مردان کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

امیر مردان بن حکم کے بعد سیدنا عبدالملک کو تخت سلطنت ملا۔ یہ بہت بڑے عالم و فاضل، مدبر سیاست دان تھے۔ بیس سال سے ناند عرصہ نہایت کامیابی سے بار خلافت کو اٹھائے رکھا۔ ان کے دور میں سلطنت امویہ کو پودے طور پر



استقلال حاصل ہو چکا تھا۔ اس کے بعد امیر المومنین ولید رحمہ کو سلطنت ملی۔ ان کے دور میں محمد بن قاسم کے جھنڈے کے نیچے سندھ فتح ہوا۔ مسلم بن قتیبہ باہلی چین کی سرحدات تک پہنچ گیا اور موسیٰ بن نصیر مراکش کے مغربی سواحل تک فتوحات کے جھنڈے لہراتا دایں طرف گھونگھٹ کھا کر طارق کے ذریعہ سپین کو لوائے اسلام کے نیچے لانے میں کامیاب ہوا۔

امیر المومنین ولید فوت ہوئے تو سلیمان خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد عمر بن عبدالعزیز کے دور نے خلفائے راشدین کی یاد تازہ کر دی آپ کے بعد یکے بعد دیگرے یزید بن عبد الملک، ہشام بن عبد الملک، ولید بن یزید بن عبد الملک یزید بن ولید بن عبد الملک ابراہیم بن ولید اور مروان الحمار اورنگ نشین سلطنت ہوئے۔

یہ تمام دور سوائے عمر بن عبدالعزیز کے امیر مروان سے چلا اور آل مروان میں رہا اور مروان پر ہی جا کر ختم ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ دور مسلمانوں کی خوشحالی، فارغ ابالی فتوحات اور ملکی نظم و نسق کا بے مثال دور ہوا ہے۔

اب بتائیے اس تمام پہلی صدی ہجری میں شیعوں نے کون سی اسلامی خدمت کی سوائے اس کے کہ اصحاب رسول اللہ کو گالیاں دیں اور اندرونی سازشوں میں مبتلا رہے اور جب سازشوں کو کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے دھڑ دوچار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

تو ان میں سے ہی چند صاحب اقتدار لوگوں نے عباسیوں کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ چونکہ اس سے پہلے ہی ان کی تبلیغ کا رخ ایران کی طرف ہو چکا تھا۔ اور وہاں ان کے ہزاروں بلکہ لاکھوں ہم نوا پیدا ہو چکے تھے کوفہ کے شیعوں نے جس طرح حضرت مسلم رحمہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے پہلے مسلم رحمہ کو اور پھر حسینؑ کو شہید کیا۔ ایرانی شیعوں نے انہیں دودھ کی مکھی کی طرح باہر نکال پھینکا اور عباسیوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ فلسفہ تاریخ کا ایک معمولی طالب علم بھی اس حقیقت سے بے خبر نہیں اگر امویوں کے بعد عباسیوں کی بجائے حکومت علویوں کو ملتی تو آگے چل کر جس طرح ان لوگوں نے مصر میں اپنی حکومت کے دوران یا اودھ میں اپنی حکومت کے دوران جو کچھ کیا اس سے ہزاروں گنا زیادہ تمام عالم اسلام



میں کرتے۔ آج حنبلیوں کو بدنام کیا جاتا ہے کہ انہوں نے جنت البقیع کے قبے گرا دیے ہیں۔ یا عباسیوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امویوں کی قبریں اکڑ اکڑائیں مگر شیعہ حضرات ابو جبرہ اور عمرہ کو بھی نہ بخشے اور ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضریح مبارک سے بھی گستاخی کر بیٹھتے۔ آخر جبرہ اسود کو بھی نذکرہ سے اکھاڑ کر لے گئے تھے۔ اور پھر بموجب عقائد بعض اہل تشیع کہ جبریل رسالت علی رضی اللہ عنہ کے لیے لایا تھا اور محمد درمیان سے ہی اچک کر لے گئے۔ یا یہ

دست احمدؑ نے کیا ہے اپنے بازو کو بلند  
جب تو اونچا ہے نبوت سے امامت کا وقار

(ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت)

پر عمل کرتے ہوئے گنبد خضرا کے ملبہ سے نجف اشرف کے مفروضہ مزار علی رضی اللہ عنہ کو زینت دیتے۔ کس کو معلوم ہے کہ امام بارہ آصف الدولہ کی تعمیر کے لیے کتنی مسجدوں کو شہید کیا گیا تھا۔

حضرت حسنؑ نے خلع خلافت کا اعلان کر کے ہر قل کو اپنی طوفانی یلغار روکنے پر مجبور کیا۔ اور اللہ تعالیٰ جنت میں اعلیٰ مقام بخشیں ان علویں کو جنہوں نے اس وقت علویوں کو چھوڑ کر عباسیوں کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ گو عباسیوں کے آدھے بادشاہ بقول روافض شیعہ تھے۔ اور کچھ معتزلہ اور چند ایک سُنی۔ مگر مجموعی طور پر خلافت عباسیہ کا پہلا تین چوتھائی دور بھی تاریخ عالم کا سنہری دور ہے مگر جب اس خلافت میں آل بویہ کو اختیارات ملے تو انہوں نے جو کچھ کیا ان کے اس ذکر سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ عباسیہ خلافت کے دور میں ہی مصر میں فاطمی خلافت کی بنیاد رکھی گئی۔ انہوں نے جو کچھ کیا یا ادھکی سلطنت جب شیعوں کے قبضے میں آئی ان واقعات کے بڑھنے سے ہی رنگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (اس کی تفصیل دوسرے مقام پر دیکھیے)

۱۔ آخر عبید بن کے زمانہ میں ایسا کیا گیا۔ تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ اور ان کے ہمدی کا سب سے بڑا کارنامہ یہی بیان کیا جاتا ہے۔ دیکھو وہ حضرت صاحب کب نمودار ہو کر ایسا کرتے ہیں۔ تفصیل آگے آئے گی۔



آج اس ربع مسکونہ پر جو ستر کروڑ مسلمان موجود ہیں اور جن میں چند کروڑ خود شیعہ بھی ہیں اور آج تک سنیوں کی حکومتوں میں پھپھتے، پھیلنے اور ترقی کرتے رہے ان ستر کروڑ میں شیعوں کا بلحاظ فتوحات، بلحاظ علم و ہنر، بلحاظ جہاد و قتال بلحاظ رشد و ہدایت بلحاظ تبلیغ و ارشاد کیا حصہ ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے مفروضات کی قیود و رسوم کی سرکشگی کے خمار سے نکل کر دیکھیں تو انہیں اپنا وجود محض صفر نفی صفر نظر آئے گا۔ ہاں انہوں نے کیا اور بہت کچھ کیا۔ اور ہر جگہ کیا جہاں انہیں کرنے کی طاقت ملی، مسلمانوں کو قتل کیا۔ صحابہ کرام رض اور امہات المؤمنین کو گالیاں دیں۔ مسجدیں منہدم کر کے امام بارگاہے بنوائے اور زن، در، زمین غرضیکہ ہر قسم کے لالچ سے شیعیت کی تبلیغ کی۔

اولین دور تو دیکھ لیے۔ اب تیسرا دور بھی طر  
قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

— فاعتبروا یا اولی الابصار —

الغرض — آل بویہ نے آگ لگائی تو اپنے مسلمانوں کے گھر میں فاطمیوں نے آگ لگائی تو اپنے مسلمانوں کے گھر میں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان گھر کی آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے اور دشمنوں کے لیے میدان صاف ہوتا رہا۔ اور وہ والوں نے آگ لگائی تو اپنے گھر میں اور انگریزوں کے لیے میدان صاف ہو گیا۔

مرعومہ دوازده — آئمہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیعوں کے مرعومہ امام اول

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے مرنے کے بعد ان کے متبعین نے ان کے متعلق اچھے یا برے خیالات کا اظہار کیا مگر حضرت علی رض کی زندگی میں ہی ان کے محبوں



نے ان کے سامنے جو کچھ کہا اور جس کدہ کا مظاہرہ کیا دنیا کے کسی رہنما کے ساتھ ان کے متبعین کے ایسے سلوک کی مثال سے تاریخیں خالی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ استقلال، صبر، جرات، جوانمردی، حوصلہ اور عزیمت میں ایک بے مثال شخصیت کے حامل اور عظیم المرتبت انسان تھے۔ آپ کے سامنے ایک گروہ اٹھتا ہے اور وہ آپ کو علی الاعلان کافر کہتا ہے۔ دوسرا گروہ اٹھتا ہے تو وہ آپ کو الوہیت کا حامل کہتا ہے۔ تیسرا گروہ آپ کی امامت و وصایت کے نعرے لگاتا ہوا آپ کے ارد گرد منڈلاتا پھرتا ہے۔ غرضیکہ الوہیت کے اعلیٰ ترین مقام سے لے کر کفر کے ارذل ترین مقام تک تمام درمیانی منازل پر بٹھانے والے آپ کے سامنے اور دوبرو بھنگڑا ڈالتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر اللہ رے صبر و استقامت آپ زبانی اور بد زبانی دونوں طریقوں سے جو مکھی جنگ لڑتے ہیں۔ وقتی طور پر کامیابیاں بھی حاصل کرتے ہیں مگر بے نتیجہ۔ مومنانہ فراست ذہنی توازن کو بھانپنے والے ہوتے ساتھ ساتھ ہے۔ مگر بقول احمد امین مصری مصنف فجر الاسلام ان کی تصویر کشی سخت دشوار ہے، کیونکہ مبالغہات کا ذکر کا وہ انبار لگا دیا ہے کہ مورخ حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔

محقق لامن اور پروفیسر نکلسن اس بات پر متفق ہیں کہ ایک تخلیقی شخصیت اصلی شخصیت پر قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ولادت کے بارے میں عجیب عجیب باتیں کہی گئی ہیں۔

ملا باقر مجلسی نے ایک عیسائی راہب مشرم کا وضعی قصہ لکھا ہے کہ ابو طالب سے اپنی ملاقات میں اس نے کہا کہ تمہارے صلب سے ایک بیٹا ہو گا جو ولی خدا و پیشوای متقیان و وصی رسول پروردگار عالمیان ہو گا۔ ابو طالب نے برہان و دلیل کے لیے اس سے بہشت کا طعام طلب کیا۔ راہب نے دعا مانگی۔ رطب و انگور و انار بہشت کا خوان آگیا۔ ابو طالب نے انار بہشتی کھایا اس سے نطفہ مبارک رحم مادر میں قائم ہوا (جلد العیون ص ۱۷۱) اسی طرح اور بھی مختلف قسم کی روایات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ نطفہ قرار پاتے ہی زمین کا پنپنے لگی۔ کعب کے بت گھر پڑے۔ طائف کے راستہ میں ابو طالب کو ایک شیر ملا جو دم ہلانے لگا اور اپنا سر خاک پر ملنے لگا۔ ابو طالب کے پوچھنے پر بولا کہ تم ہی شیر خدا کے باپ ہو وغیرہ وغیرہ (جلد العیون ص ۱۹۲ مطبوعہ



نہران ۱۲۲

اپنے متعلق اس قسم کی باتیں بھی آپ کے کانوں تک پہنچتی رہیں مگر اس عزیمت و استقلال کے بے مثال پیکر نے جس حد تک ان کے بس میں تھا تردید بھی کی۔ جنگیں بھی لڑیں مگر آپ کی پوری زندگی صبر و ثبات کی ایک چٹان کی طرح اپنے مقام پر قائم رہی۔

حضرت علی رضی کی زندگی کے تین دور ہیں۔ پہلا دور نبی علیہ السلام کی وفات تک۔ دوسرا دور خلفائے ثلاثہ کے زمانے کا۔ تیسرا دور ان کی اپنی خلافت کا۔ نبی علیہ السلام کی زندگی میں حضرت علی رضی کی حالت بالکل ایک خانہ زاد فرد کی ہے۔ اصحاب ثلاثہ کی زندگی میں سوائے اہم اور ضروری امور کے مشغوروں کے کوئی کار نمایاں تاریخ کی کتابوں میں آپ کی طرف منسوب نہیں۔ اور آپ کی اپنی خلافت کا دوسرا سرنا کامیوں اور مسلمانوں کی تباہیوں کا دور ہے جس میں ایک انجی زین کی فتح تو درکنار اندرون ملک یعنی اپنے زیر امارت علاقہ میں بھی وہ کما حقہ امن اور آسائش کی فضا پیدا نہ کر سکے۔

حضرت علی رضی کو خلیفہ بلا فصل، وصی رسول اور امام اقل ثابت کرنے کے لیے ابو طالب کے متعلق بھی دیو مالائی داستانیں وضع کی گئیں۔ اور نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اہلسنت کے بڑے بڑے فضلاء و علماء نقاد و ادباء مؤرخ اور سیرت نگار بھی بڑی طرح شیعہ چابکدستی کا شکار ہو کر انہیں کی سی کہنے لگے۔

## عبدالمطلب کے انتقال کے بعد نبی علیہ السلام کی کفالت

ہماری تمام مروجہ تاریخیں۔ ہمارے تمام علماء اور پیران عظام ہمارے سب کے سب واعظ اور خطیب ہماری تمام مجالس اور محافل غرضیکہ جانا تمام معاشرہ الامام شاعر اللہ بڑی طرح اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد ابو طالب جن کا اصل نام عبدمناف تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھیل ہونے کا حال نہ کہ واقعہ مرچا غلط اور بالکل بے بنیاد ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عبدالمطلب



کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کے بڑے چچا زبیر بن عبد المطلب نے کی۔ مگر شیعہ پروپیگنڈا نے اس حقیقت کے چرے کو نہایت چالاک سے مسخ کر کے ابوطالب کا مقام بلند کر کے دکھانے کے لیے تمام واقعہ کو اس طرح موڑ توڑ کر تمام معاذر کے ذہنوں میں اس طرح راسخ اور پختہ کر دیا ہے کہ آج بڑے بڑے عالم اور فاضل بھی اس حقیقت سے واقف نہیں۔ اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیعہ تصورات نے اپنے پروپیگنڈہ کے بل بوتے پر حقائق کو مسخ کر کے پوری قوم کے ذہنوں کو اپنے مذمومہ تصورات میں کس طرح جکڑ رکھا ہے۔ زبیر کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور سینکڑوں اجل صحابہ رضی اللہ عنہم اس امر کے گواہ ہیں۔ مگر شیعہ پروپیگنڈے نے اپنے جالوں میں اس طرح سے پوری ملت کو جکڑ لیا کہ وہ آج تک اسے بخشے کو تیار نہیں۔ ظاہر ابوطالب کے اسی ایک واقعہ سے دوسری باتوں کا اندازہ کیجئے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

## عبد المطلب کی وفات کے وقت ان کے چھ

### بیٹے زندہ تھے

زبیر - الحارث - عبد مناف (ابوطالب) - عبد العزیز (ابولہب) - عباس - حمزہ  
زبیر ابوطالب اور عبد اللہ تینوں ایک ماں سے سگے بھائی تھے۔ زبیر سب سے بڑے تھے۔ طبقات ابن سعد میں زبیر کے متعلق لکھا ہوا ہے۔

۱۔ والنزبیر و حکان شاعرًا شریفًا والیہ اوصی عبد المطلب  
اور زبیر شاعر اور با عزت شخص تھے اور انہیں کو عبد المطلب نے اپنا وصی کیا تھا  
(جلد ۱ ص ۴۷)

۲۔ فاما الزبیر بن عبد المطلب فكان اشرف قریش و وجہہ صا۔

”لیکن زبیر بن عبد المطلب تو وہ قریش کے معزز اور بادشاہ سرداروں میں سے تھا اور شرح

(ابن ابی الحدید)



۳۔ مؤلف کتاب المجر یعنی قدیم ترین مورخ ابو جعفر محمد بن حبیب متوفی ۵۲۲ھ نے الحکام من قریش ثور من بنی ہاشم کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ بنی ہاشم میں سے عبد المطلب کے بعد زبیر اور ان کے بعد ابوطالب سردار ہوئے (ص ۱۳۲)

۴۔ "اشراف قریش" میں ہے کہ حرب بن امیہ کے مرنے کے بعد جب عہدوں کی تقسیم ہوئی تو ہاشمی خاندان میں بالترتیب زبیر، ابوطالب، حمزہ اور عباس سردار ہوئے۔

۵۸۱ شمسی میں حرب فجار کی جنگ لڑی گئی۔ یہ جنگ قبیلہ حوازن اور قبیلہ قریش کے درمیان لڑی گئی۔ اس جنگ میں بنو ہاشم کے سردار زبیر تھے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت بیس سال تھی۔ آپ اس جنگ میں مسلح شامل ہوئے۔ مگر عملاً جنگ میں حصہ نہ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ۵۶۱ شمسی کو ہوئی۔ حرب فجار ۵۸۱ شمسی کو لڑی گئی اس حساب سے اس وقت عمر شریف بیس سال سے کچھ کم یا زیادہ تھی اور آپ تیراٹھا اٹھا کر اپنے چچا زبیر کو دیتے رہے۔ ابوطالب کا اس لڑائی میں کہیں ذکر نہیں آتا (تاریخ اسلام حصہ اول ص ۱۹۵ اکبر شاہ خان۔ اشراف قریش ص ۱۶۵)

۵۔ کتاب المجر میں مرقوم ہے ہوفتیان قریش۔ وہ قریش کے بہادر جوان مردوں میں سے تھے (ص ۱۶۵)

۶۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ زبیر، خیم، کریم اور انصاف پرور تھے مظلوموں کی داد رسی کے متعلق آپ کے کئی واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عبد المطلب کی زندگی میں آپ ایک مظلوم کے سلسلے میں حرب بن امیہ سے الجھ پڑے۔ معاملہ نے طویل کھینچا تو آپ اپنے بھائی الغیداق کی ہمراہی میں اس مظلوم کو لے کر کعبہ

لے آج محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے متبرک مہینہ سمجھے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ محرم کا مہینہ زمانہ کفر میں بھی حرمت کا مہینہ تھا اس جنگ کو حرب فجار اسی لیے کہتے ہیں کہ محرم الحرام میں لڑی گئی تھی سیدہ فاطمہ کا نکاح ۲۱ محرم کو ہوا تھا۔ روافض کو چاہیے کہ اس مژدہ سنت کو زندہ کریں۔



میں جا بیٹھے۔ مگر معاملہ اور بڑھ گیا تو تمام بنو عبد المطلب تلواریں سونت کر آپ کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔

۷۔ زبیر اپنے زمانے کے بڑے تاجدار و صاحب ثروت شخص تھے (کتاب البحر المستقیم)۔  
۸۔ کسی زمانہ میں عرب میں چند لوگوں نے ایک عہد کیا تھا۔ جو مظلوموں کی اعانت و غیرہ کی دفعات پر مبنی تھا۔ اس عہد نامہ پر عمل و غیرہ تو متروک ہو چکا تھا۔ مگر اس کی یاد ابھی تک لوگوں کے دلوں میں موجود تھی زبیر بن عبد المطلب نے حب نجار کے بعد اس کی تجدید کی یعنی عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر تمام قبائل کے سرداروں کو اکٹھا کیا اور اس واقعہ کی یاد دلا کر اس کی از سر نو تجدید کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اس وقت اکیس بائیس سال کی تھی اور اپنے چچا زبیر کے ساتھ موجود تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں اسی کو علف الفضول کہا گیا ہے (شرح ابن ابی الحدید۔ تاریخ اسلام اکبر شاہ خان جلد اول ص ۱۱۱)

۹۔ زبیر کے مرنے پر ان کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک بڑا دروازہ مرثیہ لکھا تھا۔  
فرماتی ہیں۔

۱۔ تو روئے نیک ذات زبیر پر۔ ان پر رونے سے یہ بات جاتی رہی کہ کسی کریم پر روتی۔  
۲۔ یار میں کسی کریم و شریف کو پھینک دیتی تو میں ملازمت نہ کرتی۔ یار میں کسی کے مرنے پر بد حال اور تنگی ہو جاتی تب بھی میں پرواہ نہ کرتی۔

۳۔ اور میرے جی میں تو یہ بات تھی کہ میں مرنے والوں کو چھوڑ دوں اور ان کے پیچھے کوئی مرثیہ نہ کہوں۔

۴۔ مگر زبیر کے مرنے کو میں کیسے بھول جاؤں۔ اس کے مرنے پر صبر نہ کر سکی کیوں کہ میں نے اپنے سب بھائیوں میں زبیر کو کریم تر پایا۔  
۵۔ اگر میں اپنے منہ سے اس کے مرثیہ کو شعر نہ کہتی تو آنسو بہ بہ کر میری پسلیوں کو چور چور کر دیتے۔

سوائے زبیر کے ہمیں کسی تاریخ میں نظر نہیں آتا کہ حضرت صفیہ نے کسی بھائی کے مرنے پر کوئی مرثیہ کہا ہو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا آپ کو بہت صدمہ ہوا مگر مرثیہ ان پر بھی نہیں کہا۔ اور ابوطالب کا تو ذکر ہی نہیں۔



زیر کی وفات کا صحیح سن نہیں ملتا مگر حلف الفضول کے تھوڑے عرصے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپ مر گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت کسی کی کفالت کی ضرورت نہ تھی آپ بھر پور جوان تھے اور آزادانہ تجارت کرتے تھے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ زبیر کے مرنے کے بعد عبد مناف (ابوطالب) خاندان کے سرور ہوئے آپ کی مالی حالت بہت کمزور تھی (شرح ابن ابی الحدید)  
۲۔ چونکہ ابوطالب غریب تھے اس لیے اپنے اس خاندانی عہدہ کو نبھا نہیں سکتے تھے اور ان کی جگہ ان کے بھائی عباس سقایہ ورقادہ وغیرہ کے امورات انجام دیتے تھے۔

۳۔ قریش کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور تجارت کے لیے شام اور یمن کی طرف سفر کرتے پڑتے تھے۔ اس زمانے میں عرب جیسے ملک میں جہاں چوری، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کو ایک کھیل سمجھا جاتا تھا وہی لوگ سفر کر سکتے جو صحت مند اور صحیح الاعضا ہوتے تھے۔ مگر ابوطالب جو صحت کے لحاظ سے کمزور اور ایک ٹانگ سے لنگرے تھے اور صعوبات سفر برداشت کرنے سے مجبور تھے۔ اس لیے ان کی مالی حالت بہت پتلی تھی۔

۴۔ چونکہ لمبے سفر سے معذور تھے اس لیے گھر پر ہی کوئی چھوٹا موٹا کام کر کے گذر اوقات کر لیتے تھے ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ گھر پر ہی خوشبوئیں بنا کر بیچ لیا کرتے تھے۔  
(المعارف)

۵۔ ان کی یہ حالت باپ کی زندگی میں ہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عبد المطلب کی سرداری یا زبیر کی سرداری کے زمانہ میں ان کا نام نہیں ملتا۔ اور نہ ہی عہد جاہلیت کے کسی اہم واقعہ میں ان کا ذکر ملتا ہے۔

اب عبد المطلب کی بصیرت، معاملہ فہمی و جاہلیت اور فراست کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے وفات کے وقت نبی علیہ السلام کی کفالت کا بوجھ یقیناً اس بیٹے کے سپرد کیا ہوگا جو غریبوں کا مجدد، مظلوموں کا مددگار،

۱۔ المعارف میں ابی قتیبہ نے قریش کے مختلف خاندانوں کے جسمانی نقائص والوں کی ایک فہرست دی ہے  
المرج کے عنوان کے تحت سر فرست ابوطالب کا نام ہے (مست)



صاحب فراست، نیکی اور ہارسائی کا مجسمہ قبیلہ کا سردار، ذی عزت ذی دماہمت صاحب حوصلہ اور جرات مند شخص تھا کہ اس بیٹے پر یتیم پوتے کی کفالت کا بوجھ ڈالا ہوگا۔ جو معمولی حیثیت کا ایک پانچ اور کثیر العیال انسان تھا۔ اس مقام پر یارانِ طریقت نے پہلے تو قرعہ اندازی کا مفروضہ کر لیا کہ عبد المطلب نے پوتے کی کفالت و پرورش کے لیے زبیر اور عبد مناف (ابوطالب) اپنے دو بیٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا جو ابوطالب کے نام نکل آیا۔ اس لیے انہوں نے آنحضرت کی پرورش کی۔ اس قرعہ اندازی کے خالق کی نظر اس کی طرف کیوں نہیں گئی کہ عبد المطلب کے پانچ اور صاحب حیثیت بیٹے بھی موجود تھے۔ صرف ان کے درمیان قرعہ اندازی کیوں ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ کی کفالت کی ذمہ داری توبیر کے کندھوں پر ڈال دی تھی۔ اب چونکہ اس سعادت کا سہرا ابوطالب کے سر باندھنا مقصود تھا اور زبیر کا نام درمیان سے نکالنا مقصود تھا اس لیے دو کا نام ہی لیا گیا۔

پھر دوسرا شوشہ چھوڑا کہ۔

حضور علیہ السلام کی پرورش زبیر اور ابوطالب دونوں نے کی۔ اس دونوں کے فلسفہ کے خالق کو اتنا نظر نہیں آیا کہ زبیر تو ایک رئیس تھے اور ابوطالب ایک غریب آدمی ایک امیر کے گھر رہنے والے بچے کو غریبانہ قسم کھا حوال میں پہنچانے کی اذیت بھی شراکت میں کیا ضرورت محسوس ہوئی۔ پھر یہ لم تراشی لگئی۔ زبیر کی وفات کے بعد ابوطالب نے پرورش کی۔

صفحات بالا میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف طبع الفضول کے وقت بیس سال سے زیادہ تھی اور زبیر کی وفات اس سے بعد ہوئی ہے اور اس وقت آپ آمادانہ تجارت کا شغل اپنا چکے تھے۔ پھر ابوطالب کی پرورش یہ معنی دارد؟

ہدایت سے آگے بڑھ کر اب روایات کو دیکھئے۔

اصل بات یہ ہے کہ عبد المطلب نے مرتے وقت اپنے یتیم پوتے کی کفالت کی ذمہ داری زبیر کے سپرد کی تھی۔ عبد المطلب اپنی آنکھوں سے زبیر کی بلند کرداری اور غریب پروری کے مظاہرے دیکھ چکے تھے اور انہیں یقین تھا کہ زبیر ہی اس بوجھ کو



اٹھانے کا اہل ہے اور زبیر کو اپنے یتیم بھتیجے سے بھی بے پناہ محبت اور غیر معمولی  
 انس تھا۔ بچپن میں انہیں گود میں اٹھائے پھرتے ہاتھوں پر جھلاتے اور لوریاں  
 گنگناتے جاتے۔ چنانچہ الاصابہ میں ہے کہ زبیر بن عبد المطلب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کو جب وہ پھوٹے تھے جھلیا کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے یہ محمد میرے بھائی عبد اللہ  
 کی نشانی ہے بڑے عیش و آرام سے جئے اور بڑی اعلیٰ عزت اور توقیر پائے۔

(جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ الاصابہ)

زبیر کے ایک بیٹے کا نام عبد اللہ تھا۔ عہد رسالت میں جوان تھے جب کہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو آپ اپنے پہلو میں بٹھاتے نہایت محبت سے پیش  
 آتے اور فرماتے کہ یہ میرا بھائی میری ماں کا بیٹا ہے اس کا باپ مجھ سے بڑا سلوک کرتا  
 رہا۔ (الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

زبیر کے ایک بیٹے طاہر کے نام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک بیٹے کا نام طاہر  
 رکھا۔ (شرح ابن ابی الحدید)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی زبیر کے نام پر اپنے بیٹے کا نام رکھا۔  
 زبیر کی چار بیٹیاں تھیں۔ چاروں اسلام لائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن  
 اور آغاز شباب ان کے ساتھ گزرا تھا۔ اس لیے آپ ان کی بڑی عزت فرمایا کرتے  
 تھے۔ الغرض زبیر بن عبد المطلب اپنی نیک خصلتوں اور اعلیٰ صفتوں کی وجہ سے  
 تمام خاندان میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور تمام خاندان میں نہایت عزیز اور محبوب  
 تھے لیکن اس باب میں شیعیت نے اس چابکدستی سے زبیر کی بجائے عبد مناف  
 (ابوطالب) کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفیل بنا کر پیش کیا ہے کہ مولانا اکبر شاہ خان  
 نجیب آبادی جیسا بالغ نظر مورخ اور مولانا شبلی جیسا تجربہ کار نقاد اور وسیع النظر  
 مورخ بھی حکمہ کھا گیا۔ اکبر شاہ خان عبد المطلب کی وفات کے بعد آل ہاشم کی سرداری  
 کا تاج زبیر کے سر پر رکھتے ہیں حلف الفضول کی تجدید کا سر زبیر کے سر پر باندھتے  
 ہیں مگر نبی اکرم کی کفالت کی سعادت ابوطالب کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح  
 مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ ابوطالب اور عبد اللہ چونکہ لگے بھائی تھے اس لیے آنحضرت  
 کی کفالت ابوطالب کے سپرد کی گئی۔ دوسرے مقام پر یہی شبلی علامہ ابن قتیبہ



کو ایک نامور اور مستند مصنف کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محدثین بھی ان کے اعتماد کے قائل ہیں (القاری ص ۳) مگر ابن قتیبہ کی یہ تحریر نا معلوم ان کی نظر سے یا سید سلیمان ندوی کی نظر سے سیرۃ النبی تھتے وقت کیوں اوجھل ہو گئی کہ فاطمہ بنت عمرو کے بطن سے عبد المطلب کے تین بیٹے تھے یعنی زبیر، ابوطالب اور عبد اللہ۔

ایک مستندات ترک کر دی۔ اور ایک سنی سنائی غلط بات لکھ دی۔ حالانکہ حرب نجار کے ذکر میں زبیر کے متعلق کہتے ہیں کہ آل ہاشم کے سردار زبیر تھے اور اسی صف میں جناب رسول اللہ بھی تھے۔ پھر علت الفضول کے ضمن میں بھی لکھتے ہیں کہ زبیر بن عبد المطلب جو رسول اللہ کے چچا اور خاندان کے سرگروہ تھے انہوں نے یہ تجویز پیش کی تھی۔

اسی طرح "شعب ابوطالب" کی اصطلاح آج زبان زد خاص و عام ہے اور مولانا بھی بغیر تحقیق کے شعب ابوطالب ہی لکھتے چلے گئے۔ اصل میں یہ پہاڑ کا ایک درہ تھا۔ جو بنو ہاشم کا موروثی تھا چونکہ کفار مکہ کے مقاطعہ کے وقت اسی شعب بنو ہاشم میں کام بنو ہاشم پناہ گزیں ہوئے تھے اور اس وقت بنو ہاشم کے سردار ابوطالب تھے اس لیے یہ بھی شعب ابوطالب مشہور ہو گیا مگر افسوس کہ مولانا جیسا محقق بھی ایسی غلط فہمیوں کو دور نہ کر سکا۔ البتہ بہت بعد سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی کے حاشیہ پر اس کی اصلاح کی۔ اکبر شاہ خان بھی شعب بنو ہاشم کے نام سے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کرتے ہیں اور شیعہ خود اسے شعب بنو ہاشم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (الزہراء ص ۹ مصنفہ خان بہادر اولاد حیدر فوق)

رضا عین نے ابوطالب کی داستان اس چابکدستی سے تیار کی کہ ابوطالب کی ہمراہی میں نبی علیہ السلام کا سفر شام تک تخلیق کر لیا اور پھر بحیرہ راہب کا قصہ گھر کو عجیب گل نشا نیاں کیں۔ حالانکہ ابوطالب بے چارے سفر کے قابل ہی نہ تھے۔ سیرۃ الحلبیہ کی ایک عبارت ہے کہ ابوطالب کو مال کی ایسی تنگی تھی کہ ان کے گھر والے کھانا اگر سب مل کر کھاتے یا جدا جدا کسی کا پیٹ نہ بھرتا لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے تو سب سیر ہو جاتے۔ اسی قسم کی متعدد روایات ابوطالب کی کفالت کے سلسلے میں بیان کی گئی ہیں جن میں نبی علیہ السلام کے ادب و احسان کی آڑ میں ابوطالب کے مقام کو بلند کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بعد میں آنے



والوں نے ان کو بعینہ قبول کر لیا۔ یہ سوچنے کی کسی نے زحمت گوارا نہ کی کہ سردار قبیلہ دبیر ہیں۔ ان کی غربا پروری اور اقربا نوازی کی داستانوں سے تاریخوں کے صفحات پُر ہیں۔ یتیم بھتیجے کو لوریاں دیتے اور ہاتھوں پر اچھالتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں مگر ایسے محبوب اور پیارے بھتیجے کو خاقوں کا شکار ہونے کے لیے ابوطالب کے پاس چھوڑ دیتے ہیں اور پھر باپ کے حکم کی بھی پرواہ نہیں کرتے جو مرتے وقت یتیم پوتے کے حق میں وہ مرد بزرگ فرما گئے تھے۔

آگے چلے اور تاریخ کا ذرا وقت نظری سے مطالعہ کیجئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ دیکھئے جب تبلیغ کے سلسلہ میں آپ کو قریش مکہ سے اذیتیں پہنچی ہیں مگر ہمیں کسی تاریخ میں اشارہ بھی لکھا ہوا نہیں ملتا کہ ابوطالب نے یا ان کی اولاد میں سے کسی ایک نے ایک بار بھی آپ کی معاونت یا مدد کے لیے ہاتھ بڑھایا ہو۔ ہمیں اگر نظر آئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی نظر آتا ہے اور یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام چند سال بعد ابوجہل کی بدکلامی کے سلسلہ میں نظر آئے اس سے آگے بڑھ کر دیکھئے زبیر کے مرنے کے بعد آپ کو اپنی متاہل زندگی کا خیال آیا آپ نے ابوطالب کو ام ہانی کے لیے پیغام بھیجا مگر اس شفیق تایا نے اپنے مامل کے بیٹے ہبیرہ بن ابی دہب سے نکاح کر دیا اور بھتیجے کو جواب دے دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۵۲ تاریخ طبری۔ کتاب الحجر الاصابہ)

”بھتیجے ان لوگوں سے تو ہماری قرابتیں پہلے سے ہوتی آتی ہیں اور اشرف

کا میل اشرف سے ہی ہوتا ہے۔ مگر تو تو ایک غریب آدمی ہے۔“

(تاریخ طبری۔ الاصابہ، طبقات ابن سعد)

اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ابوطالب کی کفالت کی تمام روایات نہ وضعی من گھڑت اور کذب و افتراء کے پلندے ہیں۔ ابوطالب کا یہی اشرف ندانی داماد نبوت کے بعد آنحضرت کی شان میں، مجربکتارہا اور ہر غزہ میں نبی علیہ السلام کے مقابل آتا رہا۔ آخر فتح مکہ کے روز نجران کی طرف بھاگ گیا اور بحالت کفر کہیں مر گیا۔

۸ھ میں ام ہانی مسلمان ہو گئیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں ان سے نکاح کر لینے کی التجا کی۔ آپ نے ازراہ ترحم قبول فرمایا۔ مگر ام ہانی نے جواب دیا



بخدا میں تو زمانہ جاہلیت میں بھی آپ سے محبت کرتی تھی۔ اور اب تو اس کا کہنا ہی کیا۔ مگر میں بال بچن والی عورت ہوں اور اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ آپ کی تکلیف کا موجب بنوں۔

(طبقات ابن سعد جلد ۲ کتاب المہاجر ص ۱۱۱ جلد ۳ ص ۵)

اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ام ہانی کی خواہش کے باوجود اس شفیق تایانے اپنی بیٹی کا نکاح یتیم بچے سے کر دینا پسند نہ کیا تو کفالت کے اس مفروضہ کذب کا کیا علاج۔

اب رہا سوال کہ ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تکالیف برداشت کیں تو وہ تکالیف مثل شعب بن ہاشم کے تمام بنو ہاشم نے برداشت کیں یوں ابولہب کے۔ اس میں ابوطالب کی کوئی خاص اہمیت یا خصوصیت نہیں۔ یہ بات متفق علیہ ہے کہ ابوطالب بحالت کفر مر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تدفین میں شرکت نہ کی اور اس کی منقرسی جائداد میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حصہ نہ لینے دیا۔

”نبوت کے بعد جب قریش کا ایک وفد ابوطالب کے پاس پہنچا اور کہا کہ تمہارے بھتیجے کی وجہ سے ہم سخت تنگ ہیں تو ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا کہ بھتیجے میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور اپنے اندر قریش کے مقابلہ کی طاقت نہیں پاتا۔ تم مجھے اسی محنت میں مبتلا نہ کرو جو میری طاقت اور استطاعت سے بڑھ کر ہو۔ مناسب ہے کہ تم اپنے دین کی اشاعت اور بتوں کی برائیاں اعلانیہ بیان کرنا ترک کر دو۔ تو ابوطالب کی باتوں سے آپ نے محسوس کیا کہ ابوطالب میری حمایت سے دستبردار ہو رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ چچا اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں تو میں تبلیغ سے نہیں رُک سکتا۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ ابوطالب اس وقت کہنے کا سربلہ تھا۔ نہ اس وجہ سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کفیل تھا۔



## سیدنا علیؑ کے متعلق چند غلط فہمیاں اور ان پر یہی نظر تحقیقی

۱۔ جنگ بدر رمضان ۳ھ میں ہوئی۔ حضرت علیؑ کو پہلی بار اس جنگ میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ آپؑ فرماتے ہیں میں ہنوز پورے بیس برس کا بھی نہ تھا جو اس جنگ بدر میں لڑنے کے لیے کھڑا ہوا۔

(نیج البلاغہ کامل المبرود عقد الفرید وغیرہ)

۲۔ سیرۃ الحلبیہ میں بقول ابن عباسؓ مرقوم ہے کہ جنگ بدر میں حضرت علیؑ کی عمر بیس سال تھی۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ علیؑ جنگ بدر میں شامل ہوئے تو ان کی عمر بیس سال تھی۔ (تاریخ خطیب بغدادی ص ۱۲۱ جلد ۱)

۳۔ سیدہ فاطمہؑ سے آپؑ کا نکاح غزوہ اُحد کے بعد ہوا اس وقت آپؑ کی عمر اکیس سال تھی۔ (حاشیہ صحیح بخاری ص ۵۲۲ مطبوعہ مصر المطابع دہلی)

۴۔ نبوت کے دوسرے سال جب سخت قحط پڑا تو ابوطالب کے دو بڑے بیٹے طالب اور عقیل کی عمر ۳۶ اور ۲۶ سال تھیں جعفر اور علیؑ کی عمر ۱۶ اور ۶ سال تھیں۔ بڑے دونوں تو خود کفیل تھے اور دونوں چھوٹے ابوطالب کی حسرت کی زندگی کی وجہ سے فاقہ کشی میں مبتلا تھے۔ اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباسؓ کو اس طرف متوجہ کیا۔ عباسؓ نے جعفر کی کفالت کا بوجھ اٹھالیا اور علیؑ کو آنحضرتؐ اپنے گھر لے آئے۔

اگر جعفر کی عمر اس وقت بیس سال ہوتی تو انہیں حضرت عباسؓ کی کفالت کی کیا ضرورت تھی۔ اس صورت میں ہم حضرت علیؑ کی عمر دس سال کے قریب مان سکتے ہیں۔

۵۔ حضرت جعفرؓ نے غزوہ موتہ کے وقت ۳۵ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر چونتیس پینتیس سال تھی چنانچہ ان کی اولاد سے علی بن عبد اللہ بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن جعفر کا قول مقاتل الطالبین کے شیعہ مؤلف نے نقل کیا ہے کہ جعفرؓ کی عمر غزوہ موتہ کے وقت ۲۲ برس تھی اس لحاظ سے ہجرت



کے وقت ان کی عمر ۲۶ سال اور بعثت نبوی کے وقت چھ پندرہ برس اور ان سے دس برس چھوٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر وہی چار پانچ برس ہوتی ہے۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان سنہ ۱۱ میں شہید ہوئے اس وقت ۵۸ سال کے تھے۔ چنانچہ جعفر بن محمد (الباقر) سے کسی نے پوچھا کہ شہادت کے وقت حضرت علی کی عمر کتنی تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ۵۸ برس۔ (تاریخ خطیب بلبلی جلد ۱ ص ۱۱۱)

مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعثت نبوی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ اور چھ سال کے درمیان تھی۔

جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایت، خلافت اور امامت کے بارے میں بہت سی وضعی روایتیں ترشی گئی ہیں وہاں یہ روایت بھی گھڑی گئی ہے۔ نبوت کے دوسرے یا تیسرے سال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وانذر عشیرتک الا قرہ بن کے ارشاد کے تحت اپنے تمام خاندان والوں کو بلا کر عذاب الہی سے ڈرایا۔ اور فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس کا اقرار کرے کہ اللہ ایک ہے اور اس کی تبلیغ میں میری مدد کرے اور آپ کا گمراہ چچا ابولہب دوسرے کشتہ داروں کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ فانت اخي ووزیری ووصی ووارثی وخليفتی من بعدی۔ یعنی اے علی رضی اللہ عنہ تم میرے بھائی ہو، میرے وزیر ہو، میرے وصی ہو، میرے وارث ہو اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ یہ روایت مختلف لفظوں سے مختلف کتابوں میں ملتی ہے۔ جو شیعوں کے نزدیک نظریہ وراثت کی ترجمان ہے مگر آج روایت اور دلائل دونوں طریقوں سے اسے پرکھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ شبلی نعمانی جیسے محقق نے بھی سیرۃ النبی میں لکھتے وقت اس پر غور کرنے کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ وانذر عشیرتک الا قرہ بن کا واقعہ سنہ ۱۱ میں ہوا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر سولہ سال تھی۔ یعنی بعثت کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی شیعوں کی وضعی روایات کی چھان بین کر کے شبلی جیسے فاضل بھی اگر حقیقت کو معلوم نہیں کر سکے تو ماد شما کا ذکر ہی کیا۔



اس روایت کا اصل ماخذ طبری کی تاریخ اور تفسیر ہیں۔ طبری اس روایت کو ابوہریرہ  
عبدالغفار بن قاسم انصاری اور منہال بن عمرو سے روایت کرتے ہیں۔

اب ابوہریرہ عبدالغفار کے متعلق امام ذہبی کا قول سنئے۔  
”کہ وہ رافضی تھا اور ناقابل اعتبار“ (میزان الاعتدال جلد ۶)

”اعتبار المدائنی کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ اور رؤس الشیعہ میں سے تھا۔  
ابوداؤد کہتے ہیں میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ ابوہریرہ کذاب تھا اسی طرح  
منہال بن عمرو کو جو زحانی نے صنعاء میں شامل کیا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بے ذمہ ہے  
تھا“ (میزان الاعتدال)

امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ یہ جھوٹی اور موضوع روایت ہے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تولد کے متعلق نہایت ہی مانوق الفطرت  
اور عجیب عجیب روایات وضع کی گئی ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی شیخان ہند مصنف  
مسٹر ہولسٹرایم اے (THE EARLY HISTORY OF ISLAM) حملہ جلدی  
منظوم مصنفہ ”فخر المحققین مجتہد العصر والزمان آقا سید محمد وغیرہ متعدد کتب شیعہ  
میں مرقوم ہے کہ والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایام حمل میں ابو طالب نے محمد (صلی اللہ علیہ  
وسلم) کی غیر معمولی تعظیم کرتے دیکھا۔ پوچھنے پر بتایا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے  
ہیں تو جو میرے پیٹ میں ہے وہ اٹھنے پر مجبور کر دیتا ہے حتیٰ کہ ایک روز امتحان  
کے طور پر ابو طالب ایک طرف اور حمزہ رضی اللہ عنہ دوسری طرف بیٹھ گئے جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
تشریف تو دونوں نے والدہ علی رضی اللہ عنہ کے دونوں بازوؤں کو مضبوط پکڑ لیا مگر وہ جھکا  
مار کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ملا صاحب لکھتے ہیں کہ والدہ علی رضی اللہ عنہ کو وضع حمل کے وقت خانہ کعبہ میں پہنچایا  
گیا انہوں نے دیوار کعبہ سے اپنا شکم ملنا شروع کیا تو دیوار شق ہو گئی اور  
اس میں سے ایک دروازہ نمودار ہوا جس سے آواز آئی کہ اے مادرِ افضل  
اندر آ جاؤ اور بچہ جنو۔

کتاب المجر کے مصنف جو تفضیلیہ شیعہ تھے انہوں نے حکیم بن حزام کی طرف  
یہ واقعہ منسوب کیا ہے مگر علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لکھا۔ (مسند)



حکیم بن حزام کا واقعہ حضرت علی رضی کی ولادت سے چالیس سال پہلے کا ہے۔  
جلال العیون میں ہے کہ والدہ علی رضی بنی ہذیل تک غار کعبہ میں رہیں اس مقام  
پر مصنف جلال العیون نے بڑی طویل حدیث لکھی ہے۔

قابل غماز صرف اس قصہ ہے کہ اگرچہ طالب بیوی کو خانہ کعبہ لے گیا تھا۔  
تو خانہ کعبہ اس وقت ایک قسم کا بت خانہ تھا۔ کیا بیوی کو درودہ سے چھٹکارا دلانے  
کے لیے بتوں کے پاس لے گیا تھا؟ اور اگر خانہ کعبہ کی حالت بت خانہ کی نہ تھی  
تب بھی یہ کہاں کی غیرت اور پاکبازی ہے کہ وضع حمل کے لیے عورت کو مجمع عام میں  
لے جایا جائے کعبہ کی جو حالت بھی تھی وہ تھی مگر مکہ کے تمام لوگ اکثر وہیں جمع ہوا  
کر بیٹھتے تھے۔

الغرض حضرت علی رضی کا مقام بلند کر کے دکھانے کے لیے ہزاروں وضعی روایات  
اس طرح تیار کی گئیں کہ آج اصل علی رضی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو چکے ہیں اور  
فرضی اور نقلی علی رضی کا وجود ہمارے سامنے رہ گیا ہے۔

حضرت علی رضی سابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ فضلاء صحابہ رضی  
ان کا مقام اور درجہ منفرد تھا۔ تحقیق اور مہیاں بین کے بعد جو علمی مقام آپ کا ہمارے  
سامنے ہے، وہ یہ ہے کہ آپ نے ۵۸۶ حدیثیں بیان کیں جن میں سے تقریباً پچاس  
صحیح ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک زندہ رہے۔ مگر کوئی تعمیری  
علمی یا اصلاحی کلام کسی تاریخ میں آپ کی ذات سے منسوب نہیں ملتا۔ ہمیں مسند عائشہ رضی  
میں ۲۲۱۰ مسند ابی ہریرہ رضی میں ۵۳۷۲ مسند عبد اللہ بن عمر رضی اور مسند عبد اللہ بن عباس رضی  
میں ۲۶۳۰ سے زائد اور ابن مسعود رضی سے آٹھ نو سو حدیثیں ملتی ہیں (الملل والنحل ص ۹)  
حضرت علی رضی کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے پہلے  
ہم کو بنایا اور بعد میں دوسروں کو بنایا۔ (ربیع البلاغ)

ابن ابی الحدید اس کی شرح میں لکھتا ہے کہ اسی کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے  
ہیں اور دوسرے انسان ہمارے بندے ہیں۔

حضرت علی رضی جیسے جلیل القدر صحابی تقویٰ، عبادت اور حسن اخلاق سے متصف  
انسان کی طرف ایسے کلمات منسوب کرتے ہوئے جسم پر رعشہ اور کپکپی طاری ہوجاتی



ہے مگر شیعیان علی رضی اللہ عنہ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ سا ذکر کرے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک شعر کا دیوان بھی منسوب کیا گیا ہے اور شیعہ عالم اور فاضل بڑے فخر سے آپ کے اشعار پیش کرتے ہیں۔ کاش کہ انہوں نے اپنے سب سے بڑے نقاد اور ابو عبید اللہ المرزبانی مولف معجم الشعراء کا قول سن لیا ہوتا۔ مولف مذکور آپ کے دورِ جزیہ بیت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:-

”یہ صحیح نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے دو بیتوں کے سوا کوئی شعر کہا ہو۔ مگر حیرت والی

بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب دیوان میں یہ دونوں بیت موجود ہیں۔“  
زمانہ حال کے نقاد احمد تیمور کا قول ہے کہ ”دیوان علی رضی اللہ عنہ“ کے اشعار اگر اس مالکوں کے حوالے کر دیئے جائیں تو دیوان علی رضی اللہ عنہ کی جیب خالی رہ جاتی ہے۔

جہاد کا اسلام میں بہت بڑا اور بلند مقام ہے۔ اور افضل الجہاد، جہاد باللسان ہے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس جہاد میں ابو بکر رضی اللہ عنہ، ایک منفرد مقام کے حامل ہیں جن کی تبلیغ سے سینکڑوں اصحاب نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام حاصل کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بہت کم ملتا ہے۔

دوسرا جہاد۔ جہاد بالمال ہے۔ اس میں بھی ہمیں سرفہرست حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام ملتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

تیسری قسم جہاد کی بوقت جنگ صلاح و مشورہ قرار دی گئی ہے یہ مقام خاص۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے مختص نظر آتا ہے اور پھر کسی حد تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام بھی اس باب میں ملتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام یہاں بھی نہیں ملتا۔

چوتھی قسم جہاد کی نبرد آزمائی یعنی تیغ و انگن، نیزہ بازی اور تیر اندازی ہے جہاد کی یہ قسم دلیل و برہان کی روشنی میں ادنیٰ مقام رکھتی ہے۔

اگر ہم ذرا نظرِ عمیق سے دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ حصہ ایک قلیل ترین حصہ تھا اور وہ بھی دفاعی غزوات پر مبنی تھا جو ہجرت سے وفات تک کے دور پر پھیلا ہوا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس جہاد میں بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ مگر علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس فضیلت



میں بھی کیا نہیں پایا بلکہ دوسرے لوگ بھی ان کے برابر کے شریک تھے۔ مثلاً طلحہؓ،  
زبیرؓ، سعدؓ، حمزہؓ، عبیدہؓ، بن الحارث بن عبد المطلب، مصعب بن عمیرؓ،  
سعد بن معاذؓ۔ سماک بن خرشہ یعنی ابو جابرؓ، الدئل والنخلؓ  
خصوصی طور پر فتح خیبر کے متعلق حضرت علیؓ کا ذکر اس طرح کیا جاتا ہے کہ آپ  
ہی خیبر کے فاتح ہیں۔

یہاں اس امر کو ملحوظ رکھیے کہ خیبر میں اسلامی فوج کے کمانڈر خود نبی اکرمؐ تھے۔  
اور یہ بات مسلمات سے ہے کہ کسی جنگ میں کوئی شخص کتنی ہی بہادی یا جوانمردی  
کا ثبوت کیوں نہ دے کامیابی کا سہرا کمانڈر کے سر پر ہی ہوتا ہے جو جنگ کا نقشہ  
مرتب کرتا ہے حملے اور دفاع کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

اب فتح خیبر کی تفصیل بھی سنئے،  
”خیبر کے کل دس قلعے تھے۔ سات ایک دائرہ کے اندر تھے اور تین الگ  
الگ تھے۔ نو قلعے مختلف صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں پر فتح ہوئے جن میں سے  
عمرؓ، سعد بن عبادہؓ، محمد بن مسلمہؓ، خباب بن منذرؓ خصوصیت  
سے قابل ذکر ہیں۔“

محمد بن مسلمہ نے ہی قلعہ قوص کے یہودی پہلوان مرحب کو قتل کیا۔

(طبری جلد ۳ صفحہ ۹۲ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۶۶)  
مگر قلعہ فتح نہ کر سکے۔ قلعہ قوص تین قلعہ جات کے سلسلے میں واقع تھا۔ ان  
میں سے ایک حضرت ابوبکرؓ کے زیرِ کمان اور دوسرا حضرت عمرؓ کے زیرِ کمان  
فتح ہوا۔“

جس روایت میں قلعہ قوص کا فتح ہونا حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے وہ بریدہ بن  
سفیان کی روایت ہے اور بریدہ کو امام بخاری نے ساقط الاعتبار کہا ہے بریدہ سے  
کوئی روایت امام بخاری نے بیان نہیں کی۔

(سیرت ابن ہشام عربی جز ثالث صفحہ ۱۳۰۶ مطبوعہ مصر ۱۳۰۶ھ)

دوسری روایت ابورافعؓ آناد کردہ غلام سے ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے علیؓ کو خیبر کا قلعہ فتح کرنے کو بھیجا تو میں آپ کے ساتھ تھا جب حضرت علیؓ



قلعہ کے پاس پہنچے تو لڑائی شروع ہوئی ایک یہودی نے حضرت پر وار کیا تو آپ کی ڈھال دور جا گری۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے دروازہ کا کوٹا جو قریب تھا اٹھالیا اور اسی سے کفار کے حربے مثل ڈھال روکتے ہوئے آگے بڑھنے لگے قلعہ فتح ہونے پر اس کو اڑکھا آپ نے پھینک دیا میرے ساتھ سات آدمی تھے ہم نے جب اسے اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکے۔

ان روایتوں کے متعلق علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے،  
كلها واهية یعنی یہ سب کی سب روایتیں فضولیات کا مجموعہ ہیں  
علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ یہ روایت منکر ہے اس روایت کے باری بریدہ  
بن سفیان امام بخاری نے سائط الا اعتبار کہا ہے اور امام ابو داؤد اور دارقطنی  
معتبر نہیں سمجھتے۔ (میزان الاعتدال)

مولانا شبلی کہتے ہیں کہ یہ بازاری قصہ ہے۔ (سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۸)  
روایات سے قطع نظر درایت کے طور پر بھی جائزہ لیا جائے تو اس زمانے کی  
لڑائیوں کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا دروازہ توڑنا ہی قلعہ  
کو فتح کرنا ہوتا تھا۔ محصورین کسی حملہ آور کو دروازے کے قریب پھینکنے بھی نہیں  
دیتے تھے اور جب دروازہ کی ڈھال بن گئی تو لڑائی کا کیا سوال؟  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرح فاتح خیبر ہونے کے انتساب کا بانی بریدہ واحد  
شخص ہے۔

## سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حلیہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی لیاقت سے ایک کمزور انسان تھے۔ علامہ ابن حزم اپنی تالیف  
الفصل فی الملل والاعوار والنحل باب ذکر شیعہ جلد ۲ ص ۱۴۹ پر لکھتے ہیں۔  
منك شدید الانکباب کاندہ کسر شعر جیسے، عظیم اللحية  
قد ملئت صدرا من منکب الی منکب اذا التقی ثقیل العینیں دقیق القی  
اصلم عظیم الصلم فی راسہ شعر الافی موعرہ کثیر الشعر لحیدہ۔  
د کندھے جھکے ہوئے۔ جیسے ریرٹھکی ہڈی، ٹوٹ کر جڑی ہو۔ بڑی



واڑھی واسے جس نے تمام سینے کو ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک  
 ڈھانپ رکھا تھا۔ ابھری ہوئی آنکھوں واسے کمزور پٹیلیں واسے  
 بالکل گئے مرنے چھوٹا پر بال تھے اور واڑھی نہایت گھنی؛  
 علامہ ابن حزم کے اس قول کی تصدیق ملا ہاتر مجلسی کی زبان سے سنئے؛  
 سیدہ فاطمہ بنی علیہ السلام سے عرض کرتی ہیں۔ بابا جان زنانِ قریش  
 مجھے لعنت کرتی ہیں اور کہتی ہیں تمہارے باپ نے مرد پر نشان کے ہمراہ  
 تزویج کیا۔ (ترجمہ جلال العیون جلد ۲ صفحہ ۶۵ سطر ۱۱)

پدم بزرگوار شوہر میرا ایک ہے۔ لیکن زنانِ قریش میرے پاس آئیں  
 اور کہا حضرت رسولؐ نے مجھے ایسے شخص سے تزویج کیا جو پریشان حال  
 اور کچھ مال اس کے پاس نہیں (ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۴۹ سطر ۳)

جناب فاطمہؑ نے کہہ میرا اختیار آپ کو ہے۔ لیکن زنانِ قریش کہتی  
 ہیں علیؑ بزرگ حکم اور بلند دست ہیں اور بندہ اپنے استخوان گندہ ہیں  
 آگے سر کے بال نہیں۔ آنکھیں بڑی ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں۔

(ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ سطر ۱۱)

اب اسی عظیم ہستی کی زندگی کے یقینوں دور ہم شیعہ حضرات کی معتبر کتب  
 سے پیش کرتے ہیں۔

اَوَّلُ زَمَانَةٍ قَرِيبٍ مَوَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ مَتَّعَ اللَّهُ  
 شَيْعَةَ فِي مَرْقُومٍ هِيَ كَهَيْئَةِ نَبِيِّ كَرِيمٍ لَمْ يَأْتِ بِعَدِّ حَضْرَتِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَلِيفَةً بَنَانَهُ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ  
 أَوْ قَلَمَ دَوَاتٍ طَلَبَ فَرَمَا۔ تاکہ بحق علیؑ تحریری خلافت نامہ لکھ دیں۔ مگر دشمنوں و صحابہ  
 نے نہ لانے دیا۔ اسی کا نام حدیث قرطاس یا قصہ قرطاس ہے۔

فریقین یعنی شیعہ سنی نے حدیث قرطاس کے متعلق اپنے اپنے طور پر ہزاروں  
 صفحات سیاہ کئے ہیں۔ مگر آج تک بات وہیں ہے۔ اس مقام پر اہل تشیع کی  
 نسبت ان اہل سنت کے حاملین مجتہد و دستار اور سند نشینان مہراب و منبر کی  
 حالت زیادہ قابلِ رحم ہے جو یوں تو علامہ، صدر الافاضل، شیخ القرآن اور شیخ الحدیث  
 سے کم اپنے لیے کسی خطاب کو گوارہ کرنے کے لیے تیار نہیں مگر ان کے مبلغ علم کی



حالت یہ ہے کہ اتنی موٹی سی بات آج تک ان کی سمجھ میں نہیں آ سکی کہ نبی علیہ السلام کی وفات کا وقت ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھیں حجرہ نبویہ کی طرف لگی ہیں ہزاروں کان حجرہ نبویہ سے سانسوں تک کی آوازیں سننے کی حالت میں ہیں۔ حجرہ نبویہ کے اندر اجل صحابہ کرام موجود ہیں جن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ اور ایسے مواقع پر بچوں کا موجود ہونا تقریباً تقریباً ناممکنات سے ہوتا ہے۔ مگر نبی اکرم کے اس ارشاد کو صرف ایک نو دس سالہ سناتا ہے اور وہ ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔

یہ کیا کھیل ہے جو آج تک عقل کے پیدل یہ لوگ کھیلے چلے جا رہے ہیں۔ نبی اکرمؐ کے اس اہم ترین ارشاد کو وہاں موجود صحابہ میں سے اور کوئی نہیں سنا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یا ٹیپ ریکارڈ وہاں لے کر بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے نبی اکرمؐ کا ارشاد ٹیپ کرنے کے ساتھ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب بھی ٹیپ کر لیا۔ اور پھر عقل بھی باور نہیں کرتی کہ وہ نبی جو وحی یوحیٰ کا حامل فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَ رَبِّكَ کا پابند یَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا کا مبشر ایک بات کہے اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کرے اور وہ نبی اس کے بعد تین دن تک زندہ رہے۔ مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں بھی معاذ اللہ، معاذ اللہ، معاذ اللہ عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے وہ حکم الہی نہ نکھاسکے۔ ولو فرضنا نبی علیہ السلام نے کاغذ قلم و دوات طلب فرمائی تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ خلافت کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت نامہ لکھوانا چاہتے تھے۔ حالانکہ نماز کی امامت کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا جیسے تھے اور نماز کی امامت واضح اشارہ نہیں بلکہ حکم تھا خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا۔ اور پھر اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ خاموش کیوں رہے۔ اور اگر نبی علیہ السلام نے حکم فرمایا تھا تو لازم ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہو گا چونکہ جناب ممدوح ہی گھر کی چیزوں کے واقف ہو سکتے تھے اور کون سی چیز کہاں رکھی ہے کسی رافضی کی تک بازی نو دس سالہ بچے کی زبان سے اہل سنت کی کتابوں میں ایسی گھسی کہ آج تک اس فتنہ سے امت مرحومہ اپنی جان نہ چھڑا سکی۔ فافہم فتنہ برہ

۱۰۔ اہل سنت و جماعت نے اس حدیث پر متعدد طریقوں سے جرح و تعدیل (بقیہ اگلے صفحہ پر)



آپ کے دوسرے زمانہ کے متعلق تمام شیعہ مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ اصحاب خلاۃ ثلثہ نے جناب امیرؑ اور حضرت فاطمہؑ پر دیا دیتیاں کیں یعنی خلافت کا حق غصب کیا۔ باغ فدک نہ دیا۔ گھر میں آگ لگائی۔ رتی سے باندھا جبراً بیعت لی شکم پر مارا، عمل ساقط ہو گیا۔ محسن کو شہید کیا وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو قبیح دشمنوں کی کیفیت مگر اس زمانہ میں دوستوں یعنی آپ کے شیعوں نے آپ سے کیا سلوک کیا۔

کسی اور مقام پر نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بحوالہ کتب شیعہ بیان کیا گیا ہے کہ تمام مسلمان مرتد ہو گئے تھے سوائے تین کے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار تھے اکٹھے ہزار مدینہ سے دو ہزار غیر مدینہ سے دو ہزار سہا کر وہ لوگوں میں سے اور کوئی ان میں سے قدری مری، مروی، معتزلہ اور خود رائے نہ تھا۔ پس سب شب و روز بدلتے تھے اور خط سے دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ غیری روئی کھلنے سے چلے ہماری ارواح کو قبض کر لے۔

(کتب خصال ابن بابویہ، حیات القلوب ملا باقر مجلسی جلد ۲ و تلخیص نیج البلاغۃ)  
حیرانی اس بات کی ہے کہ علیؑ خود رن قوت پروردگار ہیں اور بقول صاحب حق القین آپ ایک بار حضرت عمرؓ کو دین پر شک کر کہتے ہیں کہ میں تجھ کو دکھا دیتا کہ وہ کون ہے جس کے مددگار ضعیف اور دشمن کم ہیں۔

مگر یا ایہ ہمہ قوت و طاقت، تعداد، اتحاد اور پرہیزگاری کے نہ تو واقعہ قرطاس میں کسی نے دم مارا۔ نہ بوقت غصب خلافت کسی نے اُٹ نہ کی۔ اور پھر نہ اس وقت کسی نے آواز نکالی۔ جب سیدہ فاطمہؑ حضرت حسینؑ کو ساتھ لے کر گھر گھر دروازہ دروازہ گلی گلی گھوم کر ہر شخص سے رمد و کفر یاد کرتی رہیں اور نہ اس وقت کسی محب اہلبیت کی نمکیر تک پھوٹی جب حضرت سیدہ کا عمل گرایا گیا۔ حقیقت وہی ہے جو کتب سیرت میں موجود ہے یعنی حضرت علیؑ کو اصحاب خلاۃ ثلثہؑ سے وہی تعلق خاطر تھا جو

(بقیہ ماضیہ صفحہ گذشتہ) کی ہے الفاروقؓ میں مولانا شبلی نے بھی اس پر بحث کی ہے یہ تاریخ اسلام کا ایک واضح باب ہے یہاں افادہ کی ضرورت نہیں نہایت دروایت دونوں طریقوں سے یہ روایت قابل اعتنا نہیں۔



ان کی شان کے شایان تھا۔ خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے مشیر کا مقام  
اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم تمام اہم امورات میں ان سے مشورے کرتے تھے۔ غرضیکہ حضرت علی رضی  
اور اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے تعلقات میں ان سے مشورے کرتے تھے غرضیکہ حضرت علی رضی  
اور اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے تعلقات میں کسی مقام پر کوئی ذرا سی بد مزگی بھی پیدا نہ ہوئی  
مگر شیعہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کے اس دور کو کس طرح ایک بے بس، مسکین، غریب اور  
عاجز و لاچار انسان کی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔

اب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تیسرے زمانہ کا ذکر کرتے ہیں۔  
یہ آپ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ہم مانتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ام المومنین سیدہ  
عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگیں ہوئیں۔ پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ان لڑائیوں کی  
اصل وجہ کیا تھی۔ اصل وجہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ تھی اور بقول شیعہ اصحاب حضرت عثمان رضی  
نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے محمد بن ابوبکر کو مصر کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جس پر مروان بن  
حسد کیا اور ایسا فریب دیا کہ آخر محمد نے مصر کے بلوایوں کے ساتھ مل کر حضرت عثمان رضی  
پر ہجوم کیا۔ اسی قاتل عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی ایسی ہمدردی تھی کہ ان کے  
مصر میں قتل پر حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اظہار غم کیا۔ (نہج البلاغہ)  
پھر لطف یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں شیعوں کی تعداد  
بے حساب تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے کہ ”تحقیق میرا گروہ زیادہ ہے۔ میرا خاندان سب  
پر غالب ہے۔“

میرے آدمی سب سے زبردست ہیں۔ اور میرا حکم سب سے زیادہ مانا جاتا ہے۔  
(خصال ابن بابویہ ص ۲۷۵ جلد ۲)

قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں کہ در  
اوس۔ خزرج۔ ہمدان۔ شام۔ مدین۔ بقیہ۔ مصر۔ اذور۔ وائل۔ خنساء۔ وغیرہ  
مختلف قبائل کے لوگ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے شیعہ تھے۔ ان کی مدد میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے  
اشعار بھی نقل کیے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلہ اوس  
اور خزرج کے نوے ہزار شیعہ تھے (مجالس المومنین جلد ۲)

تاریخ اسلام کا یہ ایک نادر ترین باب ہے، کسی سنی مورخ نے آج تک اس موضوع



پر کسی قسم کی حاشیہ آرائی نہیں کی۔ اس باب کو قلمبند کرتے وقت وہ لوگ دامن بچا بچا کر نکل گئے مگر شیعہ حضرات نے خود اس باب کو اس طرح اجاگر کر کے اس پر زور قلم صرف کیا کہ اسے کسی پہلو سے دیکھا جائے ہر پہلو میں حضرت علیؑ کی ذات گرامی کی تنقیض ہی سامنے آئے گی۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔ کبھی کہتے ہیں یمن شخص مسلمان رہ گئے تھے۔ کبھی چار بیان کرتے ہیں پھر بارہ ہزار پرآتے ہیں اور آخر حضرت علیؑ کی خلافت کے زمانہ میں تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر اتنی بڑی تعداد معاویہؓ سے جنگ کے وقت عجیب عجیب حرکات کا مظاہرہ کرتی ہے۔

قرآن بلند کر کے معاویہؓ صلح کے خواہاں ہوتے ہیں اور حضرت علیؑ انکار کرتے ہیں تو آپ کے شیعہ فوراً بگڑ جاتے ہیں جب صلح ہو جاتی ہے تو ایک گردہ الگ ہو کر کہتا ہے کہ علیؑ کا فر ہو گیا (نعوذ باللہ من ذالک) اور حضرت علیؑ سے جنگ کرتا ہے باقی شیعوں کے متعلق سلطان العلماء مولانا سیّد محمد مجتہد شیعہ لکھنوی کا قول سن لیجئے۔

”اکثر اتباع آنجناب یقین داشتند بآنکہ خلافت باجماع اہل حل و عقد ثابت ہے شود۔ و جمیع ایشاں از ہمیں جہت اقرار بیعت و خلافت ثلاثہ داشتند و حضرت امیرؑ را نیز در وقت خلافت ظاہری بہ ہمیں دلیل خلیفہ مے دانستند نہ آنکہ منصوص و معصوم مے شمرند۔ (کتاب بوارق ص ۱۱۱)“  
یعنی شیعیان علیؑ کی خلافت کے لیے اجماع امت کے قائل تھے اسی لیے ان لوگوں نے اصحاب ثلاثہ کی بیعت کی اور حضرت امیرؑ کی ظاہری خلافت کو بھی اسی دلیل سے خلیفہ جانتے۔ مگر منصوص اور معصوم نہیں سمجھتے تھے غالباً اسی لیے عقیل بن ابی طالب یعنی علیؑ کے سکے بھائی آپ سے کٹ کر معاویہؓ کے پاس چلے گئے تھے۔ اور وہیں آپ نے وفات

پائی۔ (نور الہدی ص ۱۱۱ و مجالس المؤمنین)

کتاب بوارق کی اس عبارت پر تبصرہ بے کار محض ہے۔ معلوم ہوا کہ شیعیان علیؑ



اصحاب ثلاثہؓ کو خلیفہ برحق مانتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی زندگی کا تیسرا دور جس میں آپؐ کو اپنے شیعوں سے واسطہ پڑا وہی آپؐ کی زندگی کا مصائب و آلام سے پُر دور ہے چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:-

”بخدا سو گندہ مجھے منظور ہے کہ حق تعالیٰ مجھے تم سے اٹھالے۔۔۔ خداوند! تو جانتا ہے کہ میں ان سے تنگ آگیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آگئے ہیں۔ میں ان سے ملول ہوں اور یہ مجھ سے ملول ہیں۔ خداوند! مجھے ان سے راحت عطا کر اور ان کو اس شخص کے ہاتھ میں مبتلا کر کہ یہ بعد اس کے مجھے یاد کریں۔

(جلال العیون باب ۳ فصل ۳ ص ۲۳۱)

اگر گرم موسم میں کہتا ہوں کہ جنگ کے لیے نکل تو کہتے ہو بڑی سخت گرمی ہے۔ ہم کو مہلت دیجئے کہ گرمی کم ہو جائے۔ اگر سردی کے موسم میں کہتا ہوں کہ نکل تو کہتے ہیں سخت سردی ہے ہم کو مہلت دیجئے کہ سردی کم ہو جائے۔ جب تم سردی سے بھاگتے ہو تو تلوار سے اور زیادہ بھاگو گے۔

اے لوگو! جو لڑکوں اور عورتوں کی مانند عقل رکھتے ہو کاش میں تم کو کبھی نہ دیکھتا اور نہ تم کو پہچانتا۔ میرے دل کو پیپ اور میرے سینہ کو غصہ سے تم نے بھر دیا اور تم نے سخت نافرمانی کی ہے میری لائے کو تم نے ضائع کر دیا۔

(حلیۃ المتعین باب ۱۴ فصل ۱۲ ص ۲۹۱)

ایک اور موقع پر حضرت علیؓ فرماتے ہیں:-

”اے لوگو! میں نے تم سے بیعت لی اور حال یہ ہے کہ تم بیعت کو توڑ دیتے ہو اور یہ تمہارے دشمن کے واسطے مفید ہے کیونکہ تم سبست پڑ گئے ہو۔ اور البتہ کل میں تمہارا حاکم بننا۔ اور آج تمہارا محکوم ہو گیا۔ اوکل میں تمہیں روکنا تھا اور تم مجھے روکتے ہو اور بے شک دوست رکھا تم نے زندگی کو اور مجھ کو اس پر تمہارا اعتبار نہیں جس کو تم بُرا جانتے ہو۔ (نہج البلاغۃ از بدر الدجی ص ۲۱۱)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:-

بیشک تم صبح گروہ درگروہ آتے ہو۔ اور اپنے سرداروں کے ظلم سے ڈرتے ہو۔



میں صبح کو داخل ہوتا ہوں اور اپنی برعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں میں جہاد کی طرف روانہ کرتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔ میں سنتا ہوں اور تم نہیں سنتے، میں اعلان یہ اور پوشیدہ بلاتا ہوں اور تم قبول نہیں کرتے۔ خلی کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اولاد سیا کی طرح متفرق لوٹ جاتے ہو اپنی مجلسوں کی طرف اور فریب دیتے ہو ایک دوسرے کو میں صبح تمہیں سیدھا کرتا ہوں اور رات کو مثل کمان کے ٹیڑھے ہو جاتے ہو جس کا سیدھا کرنے والا عاجز ہو گیا۔

(رجع البلاغۃ از بدر الدہی ص ۱۱۱)

جب آپ کو کہا گیا کہ قاتلان عثمان رضی کو مذاویجے تو آپ نے فرمایا :-  
 ”اے بھائیو! میں اس سے بے خبر نہیں ہوں۔ جس سے تم باخبر ہو۔ لیکن میں کیا کروں۔ وہ اپنی شوکت پر مختار ہیں۔ اور ہم مجبور ہیں اور وہ ہمارے درمیان میں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ (رجع البلاغۃ ایضاً ص ۱۱۲)  
 اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتلان عثمان رضی شیعہ تھے تبھی وہ حضرت علی رضی کے لشکر میں موجود تھے اور وہی ظالم اب حضرت علی رضی پر مسلط ہیں جن کی آپ شکایت کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسن رضی فرماتے ہیں :-

”میرے والد نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب (شیعہ) سے استغاثہ اور طلب یاوری کی مگر جب کوئی مددگار نہ پایا تو خلافت سے دستبردار ہو گئے اور کوئی مددگار پاتے تو بے شک جہاد کرتے مگر اللہ نے انہیں معذور رکھا۔“

(جلار العیون باب ۴ فصل ۵ ص ۱۲۱)

مجالس المؤمنین مجلس اقل میں مذکور ہے کہ آخری دنوں میں جناب امیر کی خلافت برائے نام تھی۔ ہمیشہ اپنی کمزوری مددگاروں کی بزدلی اور کم ہمتی اور دستوں کی پہلوتی کی شکایت فرمایا کرتے تھے۔

شیعان علی رضی کا یہودی سازش کا شکار ہونا اس بات سے بھی واضح ہے کہ قیس بن سعد انصاری جو حضرت علی رضی کی طرف سے گورنر مصر تھا ایک بار معاویہ رضی نے ”اے یہودی کے بیٹے یہودی کہہ کر خط لکھا تھا اور قیس نے معاویہ رضی کو بیت پرست کا بیٹا لکھا تھا۔“

(عبرت نامہ اندلس مصنفہ رابن بارٹ ڈوئی ص ۱۲۱)



حالانکہ ایک ایسا صاحب فراست سربراہ مملکت جس نے حریف کے حقیقی بھائی کو اُس سے توڑ لیا تھا۔ ایک صوبہ کے گورنر کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے محبت سے کام لیتا نہ کہ یہودی کا بیٹا کہہ کر خط لکھتا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلع خلافت کے وقت ہی قیس اپنے پانچ ہزار ساتھیوں کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔

رحلت نامہ اندلس ۱۲۷

گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے منصب دار نے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اسی لیے شاہ ولی اللہ کہتے ہیں علی رضی اللہ عنہ اپنی ذات میں خلیفہ تھے۔

ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے تیسرے دور کا مطالعہ کر کے انصاف کیجئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کن لوگوں سے واسطہ پڑا۔ یہ آپ کے شیعہ کسی قدر نافرمان، گستاخ اور کم ہمت لوگ تھے جنہوں نے زندگی کے کسی موڑ پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سچے دل سے ساتھ نہ دیا۔ اور آپ نے نہایت بے بسی، بے کسی حرمان و یاس اور ناامیدانہ حالات میں یہ زمانہ گزرا۔ شیعہ دنیا میں امام اول کا دور آپ نے دیکھ لیا اب سنیوں کی تاریخیں اٹھا کر دیکھئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ہر لمحہ نہایت تابناک درخشاں اور نیر تاباں کی طرح نظر آئے گا۔ آخر علم و فضل کا یہ آفتاب عالم تاب عبدالرحمان ابن بلعم خارجی کے ہاتھوں شہید ہوا۔ یہاں پھر اس بات کو ذہن میں لائیے کہ عبدالرحمن بھی شیعان علی رضی اللہ عنہ سے تھا اور جنگ صفین کے موقع پر حکیم کے وقت آپ سے الگ ہوا تھا۔

## تبصرہ

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

”میری امت میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے۔ پھر اس کے بعد والوں کا۔ اور پھر اس کے بعد والوں کا۔ پھر تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جو شہادت دے گی۔ حالانکہ اس سے شہادت طلب نہ کی جائے گی۔ یہ لوگ خائف ہوں گے۔ امانت دار نہیں۔ یہ نذریں مانیں گے۔ مگر انہیں پورا نہیں کریں گے اور ان میں ہولناکی عام ہو جائے گی۔“ (بخاری)



اس حکومت کا آغاز رحمت اور نبوت سے ہوا ہے پھر یہ رحمت اور خلافت ہوگی۔ پھر جبری سلطنت بن جائے گی۔ پھر یہ سرکشی تشدد اور فساد فی الارض میں تبدیلی ہو جائے گی۔ مسلمان بادشاہ ریشم اور شراب کو حلال کر لیں گے اور شہوت رانی میں مبتلا ہو جائے گے۔ ان کو اس کے مواقع ملیں گے یہاں تک کہ وہ خدا سے واصل ہو جائیں گے۔ (البیہ والنہایہ ج ۸ منہاج النبی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے مترشح ہوتا ہے کہ عہد صحابہؓ میں کچھ ایسے واقعات پیش آئیں گے جن کو مسلمانوں کی بدنہیبیوں کی تاریخ کا پہلا باب کہا جائے گا اور اسلام کی حقیقی روح کا اضمحلال شروع ہو جائے گا۔ اسلام کا عہد المثال اجتماعی نظام جو عہد نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں قائم تھا حضرت عثمانؓ کے واقعہ شہادت ۳۵ھ کے بعد قائم نہ رہ سکا۔

شیخین کے زمانہ میں بھی فتنے اٹھے لیکن ان دونوں بندگوں نے اپنی غیر معمولی فراست دینی، شجاعت و جرأت سے ان کا استیصال اس طرح کیا کہ انہیں پھر ابھرنے کا موقع نہ ملا۔

لیکن عثمانی علم و مسامحت کی صورت حال ہی اور تھی۔ کہیں یہودی النسل عبداللہ بن سبا جیسے منافق اپنی بھرپور ریشہ دوانیاں لے کر نمودار ہوئے۔ کہیں مجوسیوں نے اپنی ریشہ دوانیوں سے کام لیا۔ کہیں مصر و عراق کے بدباطن لوگوں کو خلافت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا موقع مل گیا اور خلیفہ سوم انتہائی مظلومیت کی حالت میں شہید کر دیئے گئے۔ نعلش مبارک تیسرے روز بعد چند آدمیوں نے بصد مشکل دفن کیا۔ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد تین روز تک عبداللہ بن سبا کا خاص چلیہ غافل بن حرب مصری امیر مدینہ رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی محسوری کے ابتدائی ایام میں مسجد نبویؐ میں نمازیں بھی یہی پڑھاتا رہا۔ جمعہ اور عید کی نماز البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھائی۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۴۹-۱۵۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب محصور تھے تو عرض کیا گیا کہ اجازت دیجئے تاکہ ہم باغیوں کی سرکوبی کریں۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اُمت میں کسی فتنہ کی بنیاد نہیں رکھنا چاہتا مگر آپ کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ اور اسلام کا اجتماعی نظام



پراگندہ ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کا تاج آپ کے مرقد انور پر رکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جلالت شان، تقویٰ، دیانت، خلوص اور ولایت میں چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ مگر منافقین کی وسیع کاریوں، نو مسلموں کی دینی روح سے ناواقفیت اور عراق و شام کی کشمکش نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی تھی آپ کی نیک نفسی، پاک باطنی، اخلاقی عظمت و برتری اپنی جگہ مسلم، مگر وقتی حالات کے تحت جس سیاسی تذبذب اور حزم دوراندیشی کا تقاضا تھا۔ آپ کا عقد اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔

آپ نے سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر مغیرہ بن شعبہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے ان سے خلافت پر بیعت لیجئے پھر آپ انہیں معزول کر سکتے ہیں۔ اگر بیعت سے پہلے ہی آپ نے انہیں معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا تو وہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے بہانے آپ کے خلاف ہو جائیں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ نے عثمان بن حنیف کو بصرہ کا، عمار بن شہاب کو کوفہ کا، عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو یمن کا، قیس بن سعد کو مہر کا، سہل بن حنیف کو شام کا عامل بنایا۔ مگر یہ سب کاغذی عامل ہی رہے۔ عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یمن میں پہنچے تو وہاں کا سابقہ گورنر یعلیٰ بن امیہ تمام خزانہ لے کر مکہ پہنچ گیا۔ اور بعد میں ہی رقم جنگ جمل میں خرچ ہوئی۔ بات یہاں تک رہتی تو معاویہ زیادہ نہ بگڑتا۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کے حکم پر وہی ہوا جس کی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نشان دہی کی تھی۔ صرف بصرہ میں عبد اللہ بن عامر نے عثمان بن حنیف کو چارج دیا۔ اسی دور میں محمد بن ابوبکر اور اشتر نخعی کو آپ نے بڑے بڑے عہدے دے کر اپنی مخالف فضا کو اور شدید کر دیا۔

ادھر شام اور حجاز میں یہ ہو رہا تھا ادھر مصر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خیر خواہ عامل قیس بن سعد کو معزول کر دیا یہاں کے لوگ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمنوا بن گئے۔ اس تمام مخالفت کے پیچھے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ حالات ہی اس قسم کے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت ان سے قصاص لینے



میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان ایام میں علورد اور میری بھی آپ سے الگ ہو گئے۔

## صدیقہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ فہمہ میں تھیں بصرہ کے عامل عبداللہ بن عامر نے آپ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا کہ حالات بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت آپ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کو اپنے ہاتھ میں لے کر حالات کو سنبھال سکتی ہیں۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا ایسا کتنا وصل حقیقت پر مبنی تھا۔ آگے چل کر زمانے نے ثنائیات کیا کہ وہ شخص حضرت ام المومنین کی علمی اخلاقی اور مذہبی خدمات کا رہنما بنتا ہے۔ حضرت ام المومنین مکہ سے عازم مدینہ ہو چکی تھیں کہ اس تحریک پر آپ نے مدینہ جانے کا ارادہ ترک کر کے بصرہ روانہ ہونے کا ارادہ کر لیا۔ آپ کا یہ مخلصانہ اقدام صرف اصلاح بین الناس کے مقصد سے تھا۔ جیسا کہ فقہاء الشیعی کے سوال پر انہوں نے خود فرمایا تھا۔ الغرض آپ بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

شیعوں کی وضعی اور من گھڑت روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بصرہ کے راستے میں ایک مقام حوآب میں آپ پر کتے بھونکے۔ تو آپ نے پوچھا یہ کون سا مقام ہے جواب ملا کہ حوآب۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے واپس کر دو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ تم میں سے وہ کون ہوگی جس پر حوآب کے کتے بھونکیں گے۔ طبری نے اپنے تفسیر کی آڑ میں اس پر ایک پورا باب باندھا ہے۔ اس روایت کا اصل خالق وہی ابو مخنف ہے جس نے کربلا کے واقعہ سے ۱۲۵ سال بعد کربلا کے واقعہ تراشے اور جس کے متعلق مجاہد اعظم کے شیعہ مصنف کو بھی لکھنا پڑا کہ ابو مخنف کا لکھا ہوا کوئی واقعہ صداقت کے معیار پر پورا نہیں اترتا اصل واقعہ یہ ہے کہ سیدہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یسید بن حاشہ کو ایک سر پر متعین کر کے بنو فزارہ کی طرف بھیجا۔ اس سر پر میں ام قرقہ نامی ایک عورت معہ اپنی بیٹی ام زل سلسے کے گرفتار ہو کر آئی ام قرقہ واجب القتل تھی وہ اپنے انجام کو پہنچی۔ مگر ام زل سلسے لونڈی کی حیثیت سے ام المومنین حضرت عائشہ کو دے دی گئی۔ آپ نے اسے آزاد کر کے کھانا پینے پاس



رکھ لیا۔ ایک روز چند عورتیں معہ ام زحل سلمے کے آپ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ تم میں سے وہ کون ہوگی جس پر حوآب کے کتے بھونکیں گے۔ پھر یہ عورت اپنی قوم میں چلی گئی اور مرتد ہو گئی (معجم البدان جلد ۲ ص ۲۵۲ یا قوت صوی)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں جب مختلف قبیلوں نے بغاوت کی تو چند طالع آزمائوں نے نبوت کا دعویٰ کیا جن میں طلحہ بن خویلد اسدی بھی تھا۔ غطفان ہوازن اسد اور ملے کے قبائل کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے۔ حضرت خالد نے انہیں شکست فاش دی اور ان کی طاقت کو منتشر کر دیا۔ سلمے اس لشکر میں موجود تھی۔ جس کے دل میں اپنی ماں کے قتل کا کینہ بھرا ہوا تھا۔ طلحہ بھاگ کر یمن چلا گیا غطفان سلیم اور ہوازن وغیرہ قبائل کے بچے کچے لوگ حوآب کے مٹا پر جمع ہوئے اور انہوں نے اسی سلمے بنت مالک کو اپنا سردار بنا لیا۔ حضرت خالد کو معلوم ہوا تو وہ اس طرف متوجہ ہوئے۔ سلمہ اپنے لشکر کو مقابلہ پر لے آئی تو اس کی ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں ناقہ گری اور سلمہ مقتول ہوئی (تاریخ اسلام ج ۱ اکبر شاہ خان ص ۲۹۲) حوآب کے کتے بھونکنے کا اشارہ اسی عورت کی طرف تھا۔ فکانوا یرون انہا

انہا التي غاها البني صلی اللہ علیہ وسلم (معجم البدان جلد ۱ ص ۲۵۲ یا قوت صوی) ابو مخنف کی بیان کردہ اسناد کے علاوہ طبری نے اپنی طرف سے سلسلہ رواقہ بیان کر کے اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسماعیل بن موسیٰ فرازی عطی بن غالب۔ ابوالخطاب البجری صفوان بن قبیسہ الاحمسی اس کی سند کے راوی ہیں۔ پہلا راوی اسماعیل بن موسیٰ الفزاری ہے بقول امام ذہبی اور غالی شیعہ اور فاسق تھا۔ جو سلف و صحابہ پر سب کرتا تھا وہ کوئی تھا۔ ۱۲۵ھ میں مرا۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۱۱۱)

مگر طبری ۲۲۲ھ میں طبرستان میں پیدا ہوا۔ یہ طبری ہی کا کمال ہے کہ پیدا ہونے سے تقریباً اسی سال پہلے طبرستان سے کوفہ پہنچا اور مرے ہوئے اسماعیل سے اس روایت کی سماعت کی۔

دوسرا راوی علی بن عابس بقول نسائی ضعیف ہے۔ تیسرا راوی ابوالخطاب البجری



بقول حافظ ابن حجر مہول ہے و تہذیب التہذیب

اور ان مجہول کا سلسلہ اسناد و عنیہ قبیلے کے کسی نامعلوم الاسم اونٹ والے پر  
منتہی ہوتا ہے جس سے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی سواری کے لیے اونٹ خریدا گیا اور پھر  
اسے ہی راہبری کے لیے ساتھ رکھا۔

کتنی حیرانی کا مقام ہے کہ ام المومنین جیسی بلند مرتبہ ہستی ایک اہم ترین سفر پر روانہ  
ہو رہی ہوں اور ان کے پاس سواری ہے نہ رہبر وہ سواری کے لیے اونٹ خریدتی  
ہیں۔ اور اونٹ والے کو ہی اپنا بدرقہ بنا لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسی بے سر دیا  
ہانکنے والوں کو ہدایت دے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ہزاروں کی جمعیت  
موجود تھی جن میں سے اکثر اسی علاقہ کے رہنے والے تھے اور ملک کے چبے چبے  
سے واقف تھے مگر شیعہ بزرگ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ گویا معمولی قسم کی عورت گھر سے  
نکلتی ہے اور سفر کے لیے اونٹ خریدتی ہے۔ اسی اونٹ والے کو راستہ بتانے کے  
لیے ساتھ لیتی ہے۔ اصل واقعات کو اس طرح سوقیانہ انداز میں بیان کرنا شیعوں  
کے لیے تو جائز اور باعث ثواب ہے مگر اہل سنت عالموں کی عقل و خرد و علم و فضل  
اور سمجھ بوجھ کو کس منہج و الحواس شخص کے گدھے چر گئے ہیں جو آئے دن نہایت  
دلسوزی، دردمندی اور مایوسانہ سے انداز میں محراب و منبر سے یہ کہتے نظر آتے ہیں  
کہ کاش کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرے کا سفر نہ کرتیں اور آپ پر حوآب کے کہتے نہ بھونکتے  
کوئی ان عقل کے کودنوں سے پوچھے کہ اگر تمہیں اصل واقعہ کا پتہ ہی نہیں تو اس  
دردمندی کے ہلکان میں مبتلا ہونے کے لیے تمہیں کس حکیم نے مشورہ دیا ہے کہ جب  
تک تم اس واقعہ سے اپنے ”مواعظ حسنہ“ کو زینت نہ دو گے تمہیں کھایا پیا ہی مضہم  
نہیں ہوگا۔

اصل بات یہ ہے کہ بصرے کے عامل عبد اللہ بن عامر کی تجویز سے ام المومنین اس  
سفر پر روانہ ہوئیں تھیں۔ عامل موصوف کی فوج کا ایک دستہ آپ کے ہمراہ  
تھا اور یہ راستہ کوئی نامعلوم راستہ نہیں تھا بلکہ ایک شاہراہ تھی جس پر دن  
رات قافلے چلتے رہتے تھے اور تمام راستے میں حاجیوں اور مسافروں کی ہولت  
کے لیے حوض اور کنوئیں تعمیر کرائے گئے تھے مقام بستان ابن عامر آج تک



ابن عامر کے نام کی طرف منسوب ہے۔

امام المومنین کی سواری کے لیے کس صحرا میں کس بدو سے کس شخص نے اونٹ خریدا۔ کیا امام المومنین رضہ گھر سے پیل ہی عازم سفر ہوئی تھیں۔ ایک معمولی آدمی تو گھر سے پورا ساندو سامان لے کر نکلے مگر امام المومنین رضہ کے لیے سواری راستہ میں خریدی جلسے ان کی سواری میں عسکر نام کا بہترین اونٹ تھا جو حضرت یحییٰ بن امیہ نے پیش کیا تھا۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۱۳)

مکہ سے بعمرہ تک اکیس منزلیں تھیں۔ مؤلف ابو الفرج قدامہ بن جعفر متوفی ۲۹۰ھ نے اپنی تالیف کتاب الخراج و صنعتہ الکتابہ میں اس دور کے تمام اہم راستوں کی منازل بھی ہیں۔ مگر ان منازل میں حوآب نام کی کوئی بستی سرے سے نہیں ملے کئے اکثر قافلوں اور مسافروں پر بھونکتے رہتے ہیں۔ اگر کہیں کتے بھونک بھی گئے تو صرف طبری اور اس کے بھول راویوں کو نظر آئے کہ یہ حوآب کا مقام ہے اور حضرت عائشہ رضہ پر کتے بھونک رہے ہیں اور بعد میں آنے والے مورخ آنکھیں بند کر کے طبری کی اس ہرزہ سرائی اور یادہ گوئی کو نقل کرتے چلے گئے۔ انہیں وہ تمام ردايات بھول گئیں جو امام المومنین رضہ کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مردی ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ علماء اہل السنۃ شیعوں کی اس شرمناک بدگوئی سے حرم رسول اللہ۔ آپ کی محبوبہ زوجہ حقیقی اہل بیت جن کے لحاف میں آرام فرمائی کی حالت میں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی جن کو کلینی یا مہر اکہہ کر مخاطب فرمایا جاتا رہا کہ بچایا جاتا مگر آج اس واقعہ پر منافقانہ انداز میں گفتگو کی جاتی ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ واقعہ سرے سے ہے ہی غلط شیعیت کی سازش نے بڑی بڑی دلیل اللہ ہستیوں کے دماغوں میں غلط سلط نظریات ٹھونس کر انہیں کسی امر کی حقیقت سمجھنے سے دور پہنچا دیا تو عوام کا الانعام اگر آج یا علی رضہ یا حسین رضہ کے نعرے لگا کر تعزیر بنائیں۔ محرم کے جلوس نکالیں مجلسیں سنیں تو حیرانگی کی کون سی بات ہے

۱۔ واقعہ حوآب کے لیے مؤلف کی شاہکار تالیف "عترت رسول" کا مطالعہ کیجئے۔



منافقین نے اظہارِ تاسف کے جو کلمات ان سے منسوب کیے ہیں وہی حدیثوں کی طرح سب میں گھڑت ہیں۔ اظہارِ تاسف سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ آپ کی ذات سے ”خطا اجتہادی“ کی انوکھی اصطلاح منسوب کر کے اپنی غلط کاریوں کو بھی اسی اصطلاح کے لبادے میں پوشیدہ رکھنے کے لیے جو  
 بندگان کے بند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

کے مصداق جو دل چاہے کرتے رہیں۔ عوام کا لوگ کہ ہی بے سوچے اہل سنت کے تمام فرقوں کے مسلمہ بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ بھی اس تسامح کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ ازالۃ الخفایں انہوں نے بھی۔ حواہب کے کتے بھونکنے کی بھوٹی روایت کو قیس بن عازم متوفی ۹۸ھ کی سند سے نقل کر دیا ہے جسے یحییٰ بن سعید نے منکر الحدیث کہا ہے۔  
 حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلیات کی طرح شیعہ تحریک کی وضع کردہ روایات آج اس طرح اصل روایات میں خلط ملط ہو کر رہ گئی ہیں جس طرح انگلیوں کے گوشت میں ناخن پیوست ہیں۔

شاہ صاحب نے سورج کے غروب ہونے کے بعد اس کے لوٹ کر آنے کا واقعہ بھی لکھا ہے کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی کی نماز عصر فوت ہو گئی تھی آنحضرتؐ نے دعا کی تو سورج لوٹ آیا۔ حضرت علیؑ نے وضو کر کے نماز پڑھ لی تو سورج غروب ہو گیا۔ قطع نظر دیگر طرق سے دیکھنے کی نماز کے متعلق کتاباً موقوتاً پر ہی غور کر لیا جاتا تو اس روایت کی حقیقت کھل جاتی۔ اصل وقت فوت ہو جانے کے بعد سورج کو واپس لانے سے اس فرض کی ادائیگی جس کا تعلق اس اصل وقت سے تھا آئینِ فطرت کے خلاف ہے۔ شیعوں نے اس روایت کو اس لیے وضع کیا تھا کہ اس پر آگے چل کر ایک عمارت کھڑی کرنی مطلوب تھی۔ معلوم نہیں کہ شاہ صاحب کو وہ عمارت نظر ہی نہیں آئی یا انہوں نے ارادۂ ترک کر دی۔ آگے روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ نے سورج کو سلام کیا اور سورج نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا کہ اے علیؑ تم ہی اول ہر اور تم ہی آخر ہو۔ اب یہ صیافت کو شیعوں کا کام ہے کہ علیؑ نے زبان سے سلام کیا تھا یا ہاتھ کے اشارے سے اور یہ آتش پرستوں کا شمار تھا یا دسی رسول اللہؐ کا اور پھر سورج کا جواب صرف علیؑ نے سنا تھا یا نبی اکرمؐ نے بھی یا کسی اور صحابی نے بھی۔ اگر سنا (یعنی اگلے صفحہ پر)



الغرض آپ بصرہ پہنچیں اور سرے علی رضہ بڑے دونوں لشکر آئے سامنے ہوئے

رقبہ حاشیہ صفحہ گذشتہ تھا تو اس کا رد عمل کیا ہوا۔

اگر شاہ ولی اللہ جیسے عبقری اس طرح شیعیت کی ہمنوائی کرتے ہوئے پائے جائیں تو  
مادشا کا اللہ حافظ۔

چنانچہ ملا علی قاری کہتے ہیں کہ امام احمد فرماتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں اور علامہ ابن  
الجوزی کہتے ہیں یہ من گھڑت ہے (موضوعات کبیرہ ص ۱۱) دوسرے مقام پر لکھتے ہیں یہ جھوٹ  
ہے کہ حضرت علی رضہ کے لیے سورج لوٹایا گیا۔ لیکن اتنی بڑی بات کی کوئی شہرت نہ ہو سکی اور حضرت  
ام سلمہ رضہ کے سوا کسی کو معلوم نہ ہو سکا (موضوعات کبیرہ ص ۱۵) ابن کثیر کہتے ہیں آئمہ مثل امام  
مالک اور مصنفین صحاح ستہ اور اصحاب مسانید و سنن اور حسن احادیث کے جامع کا اپنی  
کتابوں میں اسے درج نہ کرنا اس بات کا برا ثبوت ہے کہ ان سب کے نزدیک یہ من گھڑت ہے  
(البدایہ خبر سادس)

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اگرچہ امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اسے درج کیا ہے لیکن محققین جانتے  
ہیں کہ یہ روایت خالص جھوٹ اور موضوع و باطل ہے (منہاج جلد ۲ صفحہ ۱۸۶-۱۸۷)  
رد شمس والی روایت حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند میں یزید بن عبد الملک  
بھی ہے جسے امام احمد، امام یحییٰ، امام احمد بن صالح، امام ابو زرہ، امام ابن عدی، امام بخاری  
امام نسائی نے ضعیف اور مترکک الحدیث کہا ہے (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۳۱۵)

اس روایت کا دوسرا راوی یحییٰ بن یزید ہے۔ جسے ذہبی مد درجہ ضعیف اور کمزور کہتے ہیں  
را بیضا) شاہ ولی اللہ صاحب کو اتنا خیال بھی نہ آیا کہ اگر علی رضہ کی نماز قضا ہوئی تو نبی علیہ السلام  
کی کیوں قضا نہ ہوئی جبکہ آپ سیدنا علی رضہ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ اگر آنحضرت  
نے نماز ادا کر کے آرام فرمایا تھا تو سیدنا علی رضہ اس وقت کیا کر رہے تھے؟ جب نبی علیہ السلام  
نماز ادا فرما رہے تھے۔

معین کا شانی نے یہاں پندہ اشعار کی ایک نظم لکھی ہے۔

تا صورت پیوند جہاں بود علی رضہ بود      تا نقش زمیں بود زماں بود علی رضہ بود  
ہم ادل و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن      ہم عابد و ہم معبد و معبود علی رضہ بود  
(الکلی صفحہ ۱۲)



حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی جانب سفر کرتے وقت اپنے لشکر میں اعلان کر دیا کہ جس

رقیبہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

عیسیٰ بوجہ آمد فی الحال سخن گفت      آن نطق فصاحت کہ بد بود علی رضی اللہ عنہ  
موسیٰ و عصا وید و میضا و نبوت :      در مصر بہ فرعون کہ نبود علی رضی اللہ عنہ  
ہارون ولایت کہ پس از موسیٰ عمران      واللہ کہ علی رضی اللہ عنہ بود علی رضی اللہ عنہ  
جبرئیل کہ آمد ز پیر خالق بے چوں      در پیش محمد شد مقصود علی رضی اللہ عنہ

ہر چند کہ نظر کردم و دیدم بحقیقت

از ہر دو جہاں مقصد و مقصود علی رضی اللہ عنہ بود

یہ وہی معین کا شانی ہے جس نے

شاہ است شہنشاہ است حسین رضی اللہ عنہ      دین است حسین رضی اللہ عنہ دین پناہ ہست حسین رضی اللہ عنہ

مرداننداد دست در دست یزید      حقا کہ بنائے لایسے ہست حسین رضی اللہ عنہ

کی رباعی لکھی ہے اور آج زبان زد خاص و عام ہے کہ یہ رباعی حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی لکھی ہوئی ہے اور ہر مسجد کے محراب کی دیوار اس رباعی سے مزین نظر آتی ہے اور ہر خطیب اسے حضرت اجمیری کی طرف منسوب کرتا ہے۔

شیعوں کی لافاکی روایات کے جرعات سے شاہ ولی اللہ جیسا بے مثل یگانہ روزگار اور عبقری اپنا دامن نہ بچا سکا ہو۔ حضرت احمد فاروق سرہندی جیسا عظیم الشان پیر و دافن لکھنے کے باوجود خود ان کی من گھڑت اصطلاحات کی تلچٹ کی جرعد بازیوں کے تصورات کے منہ محض غیر ارادی طور پر تیار کرتے ہوئے ان کی دسیسہ کاریوں کو نہ سمجھ سکا ہو تو ماد شما کا کیا ذکر۔

یہ کہنے سے ان اصحاب کو کون یاد رکھ سکتا تھا کہ مجتہد کو صحیح اجتہاد پر ایک نیکی اور غلط اجتہاد پر دو نیکیاں ملیں گی۔ اب یہ جسے چاہیں اجتہادی غلطی کا مرتکب گردان کر اسے دُگنے ثوابوں سے لادتے چلے جائیں۔



کسی نے خون عثمان رضی کے بارے میں کچھ کیا ہے ہمارے ساتھ نہ چلے۔ مگر اس تمام فتنہ کا سرغنہ عبداللہ بن سبا خود آپ کے لشکر میں موجود تھا۔ وہ لوگ کہاں ماننے والے تھے۔ صلح کی بات پچیت شروع ہوئی تو سبائیوں نے سمجھا کہ ان کی صلح تو ہماری گردن کی رگوں پر ہوگی۔ سات کو حملہ کر دیا۔ ام المومنین رضی کے لشکریوں نے سمجھا حضرت علی رضی نے حملہ کر دیا ہے بس لڑائی ترازو ہو گئی۔ ہوا جو کچھ ہوا۔ پانچ ہزار حضرت علی رضی کے ساتھی اور سات ہزار حضرت ام المومنین کے ساتھی کھیت رہے مقتولین کی لاشیں میدان جنگ میں بھری دیکھ کر حضرت علی رضی سخت متاثر ہوئے حضرت حسن رضی کو سینے سے پٹا کر کہنے لگے کہ کاش میں آج سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا۔ حضرت طلحہ رضی کی لاش کے پاس بیٹھ کر ان کے چہرے سے گرد پونچھتے جلتے تھے اور کہتے جلتے تھے جو بیٹا مجھ پر پڑی ہے اللہ سے اس کا شکوہ کرتا ہوں

(البدایہ والنہایہ جلد ۷، صفحہ ۱۷۵)

حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے قسم بخدا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں دنیا اور آخرت دونوں میں، ان کے سفر کے تمام انتظامات کیے۔ چالیس عورتوں کو ساتھ کیا۔ ایک دستہ فوج بھی ہمراہ کیا۔ دو میل تک مشایعت کی۔ ایک دن کی مسافت پر بیٹوں کو ساتھ بھیجا حضرت ام المومنین رضی نے چلتے وقت لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ میرے بیٹو! دیکھو اب تم میں سے کوئی کسی کے ساتھ سختی نہ کرے۔ علی رضی میں اور مجھ میں پہلے سے کوئی بات مطلق نہ تھی سوائے اس معمولی بات کے جو سسرال والوں سے ہو جاتی ہے حضرت علی رضی نے بھی اس قول کی تصدیق کی۔

طلحہ رضی اور بیرہ رضی میں معرکہ کارزار میں سبائیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

## اکابر صحابہ رضی کی گوشہ نشینی

مسلمانوں کے اس اختلاط و انشقاق کے فتنہ کے دور میں اکثر جلیل القدر صحابہ رضی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔



چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری حکیم کے واقعہ کے بعد نجید ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اس سے پہلے ہی عتیر بن عبیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دعوت کیا و جو دگرے سے نکلا۔

اُمّ المؤمنین حضرت خضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ دینے کے لیے تیار تھیں مگر عبداللہ بن عمرؓ یعنی بھائی کے سمجھانے پر رک گئیں حضرت طلحہؓ و زبیرؓ عین معرکہ کارزار میں فطرت شہادت سے سرفراز ہو گئے یہ تو چند جلیل القدر ہستیوں کا ذکر ہے ان بزرگوں میں سے ہر ایک ہذاً ایک انجمن ایک اُمت اور ایک گروہ تھا۔ اعمالہ جنہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کے ساتھ ہزاروں افراد نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہوگی۔

جب حضرت عائشہؓ مکہ سے روانہ ہوئیں تو لوگ ناز و نثار دوتے تھے اور اس دن کا نام ہی ”یوم النجیب“ پڑ گیا۔

## شیعان علیؓ کا اپنے امام کے ساتھ سلوک

سبائی یہودی اب پورے طور پر حضرت علیؓ کے لشکر کا اہم حصہ ہی نہیں بن چکے تھے بلکہ تمام حالات پر چھاپکے تھے اور بقول مشہور شیعہ محقق شیخ جعفر الاسکانی آپ کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ کل اہل بصرہ آپ سے متفرق تھے اور کوفہ اور مدینہ کے اکثر لوگ اور مکہ کے نوسب ہی لوگ ان سے متفرق تھے اور سب قریش ان کے خلع تھے اور جمہور خلق ان کے مخالف بنی امیہ کے ساتھ تھی۔ عبدالملک بن عمیر نے عبدالرحمان بن ابی بکرہ کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے سنا کہ انسانوں میں سے کسی ایک کو بھی وہ برائی پیش نہیں آئی جو مجھے آئی ہے پھر یہ کہہ کر رونے لگے۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید)

یہ افسوس ناک صورت حالات کیوں پیش آئی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے سبائی لیڈروں کو منہ لگایا اور ان پر اعتماد کیا۔ جو اعتماد کے لائق نہ تھے اور اس تدبیر و فراست اور مستقل مزاجی اور آمرانہ سطوت سے کام نہ لیا جو ایک قائد و حکمران



میں ہونا ضروری ہیں۔ مگر یہ کئے والے ان حقائق اور مجبوریوں سے غمراہ چشم پوشی  
 کرتے ہیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کیے ہوئے  
 تھیں۔ جنگ جمل میں عوام نے یہ تاثر پھیلادیا تھا کہ آپ نے ام المومنین کے خلاف  
 جنگ کی ہے۔ شام کا تمام ملک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی داد و دہش اور ملوکانہ فراست  
 کی اور حالات کے رخ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس تاثر کو قبول کر چکا  
 تھا کہ قبل عثمان میں آپ کا ہاتھ تھا۔ آپ کی فوج میں اکثریت سبائیوں کی تھی اور وہ  
 کسی صورت میں آپ کے لشکر سے الگ ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ آپ نے جنگ  
 جمل کے موقع پر انہیں الگ کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے چپکے سے جنگ شروع  
 کر دی۔ صفین کے موقع پر ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو بیس ہزار کا جیش پکارا تھا کہ ہم  
 سب قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حالات میں  
 جس حد تک حالات کو سنبھالا دیئے رکھا وہ کسی حیثیت میں فتوحات صدیقی اور فارق  
 سے کم نہیں۔ مگر افسوس کہ تاریخوں کو جس حد تک کرید کرید کر اصل حالات دریافت  
 کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ الجھنیں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ایوبی وارشابی کا تیا پانچ  
 ہوئے چند روز ہی ہوئے ہیں خلافت راشدہ کے زمانے کی نسبت آج کے وسائل  
 نشر و اشاعت کو روڑا لگنا زیادہ ہیں۔ مگر کوئی ذہین سے ذہین آدمی بھی غیر جانبدار  
 رہ کر تاریخ مرتب کرنے کی سکت اپنے پاس میں نہیں پاتا۔ پھر ہم کس تاریخ کے کس واقعہ  
 کو کس نظر سے دیکھ کر کیا اندازہ کر سکتے ہیں سوائے اس کے کچھ نہیں کہ نہایت  
 بالغ نظری سے تمام موافق و مخالف تاریخوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر قسم کے نظریات  
 سے اپنے اذہان کو فارغ کر کے الگ کھڑے ہو کر دیکھیں تو ہمیں جس طرح حق  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نظر آئے گا۔ اسی طرح صدیقہ کائنات حضرت ام المومنین  
 کے ساتھ نظر آئے گا۔ اور اسی طرح امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نظر آئے  
 گا۔ مگر سبائی و سبیسہ کاریوں نے تا وقتیکہ امت کی سربراہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے  
 ہاتھ نہ آئی کسی کو چین نہ لینے دیا۔ حالات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس حد تک بے دست و پا  
 بنا کر رکھ دیا تھا کہ آپ اکثر اپنے ساتھیوں کے متعلق اظہار ناراضگی و اشکات انداز میں  
 فرماتے رہتے۔ مشہور شیعہ مؤلف آغانی نے نقل کیا ہے کہ ایک بار آپ نے فرمایا تھا



کہ اے زبان بصورت مردان، اور اے کینہ زنانه عقل والو! میری آرزو ہے  
 کاٹل میں نے تمہیں کبھی دیکھا بھی نہ ہوتا ہے انتہائی ندامت ہے اور دل میں تم سے  
 انتہائی غصہ ہے تم میرے نافرمان اور میرے رسوا کرنے والے ہو۔ تمہاری وجہ سے  
 قریش کٹنے لگے کہ ابی طالب کا بیٹا ہمارا ہے مگر سیاست حرب سے نابالغ محض ہے  
 افسوس ان کٹنے والوں پر مجھ سے زیادہ ان میں لڑائی کا دھنی کون ہے؟ میں نے بیس  
 سال کی عمر سے آج تک کے ساتھ برس کا جو گیا ہوں۔ تیغ زنی کی ہے۔ مگر کوئی کم بخت  
 جب کہنا ہی نہ مانے تو کیا ہو سکتا ہے (آغازی ص ۱۵ ج ۱۵)

ان ہی حالات میں جنگ صفین کا المیہ پیش آیا۔ قریب تھا کہ شامی فوج شکست  
 سے دوچار ہوتی کہ واقعہ تحکیم نے تمام صورت بدل کر رکھ دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 تھے کہ تحکیم کی یہ پیش کش اسی ہزار فرزند ان اسلام کے لاشوں کے خاک و خون میں تڑپنے  
 کے بعد کی جارہی ہے۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ اب خود عراقیوں میں پھوٹ پر چکی تھی  
 تحکیم سے پہلے مسلمانوں میں صرف دو گروہ تھے شیعان علی رضی اللہ عنہ اور شیعان معاویہ رضی  
 اللہ عنہ مگر اب تیسرا گروہ بھی پیدا ہو گیا جس نے آگے چل کر ہزاروں مسلمانوں کا بے دریغ  
 خون بہانے سے دریغ نہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے نامساعد حالات میں بھی استقامت، صبر، حوصلہ اور  
 ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہ ہیں تاریخ اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیح  
 خد و خال۔ مگر دنیا کے شیعیت کے علی شیر خدا بھی ہیں اور معصوم عن الخطا بھی مامور  
 من اللہ وصی رسول اللہ بھی ہیں اور امام الہدی بھی۔ مگر ان تمام اوصاف کے باوجود مجبور  
 بے کس، لاچار، بے بس اور شکست خوردہ ذہنیت کے حامل۔ انہیں اس مقام پر  
 کس نے پہنچایا۔ شیعان علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بے دفتاریوں، غداریوں، نافرمانیوں اور تلون  
 مزاجیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ایسے نظریات کی طرح ڈالی جن کا اسلام میں سرے  
 سے کوئی وجود ہی نہ تھا۔

چنانچہ پروفیسر وان ہارٹ ڈوزی لکھتا ہے کہ شیعان علی رضی اللہ عنہ کے مذہبی اصول  
 ایک شخصی حکومت اور وہ بھی سخت ترین شخصی حکومت پر منتج ہوتے تھے۔ اس امر  
 کو تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے



تھے کہ انہوں نے اپنا جانشین مقرر کرنا لوگوں کی پسند پر چھوڑ دیا۔ انہوں نے آپ کے چند مبہم اقوال کی بنا پر اس عقیدہ کو قائم کیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے لیے فرما گئے تھے اور یہ کہ اولاد علی جوہن فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہو خلافت کا موروثی حق رکھتی ہے۔ بس شیعیان علی رضی اللہ عنہ کے معاویہ کو ہی نہیں بلکہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو بھی غاصب خلافت سمجھا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے خلیفہ کو خدا بنادیا اور کہہ دیا کہ امام سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا اور جو کمزوریاں یا نقائص انسان میں ہیں امام ان سے بری ہیں۔ عقائد میں شدت پیدا ہوتی گئی۔ امام یا خلیفہ میں الوہیت کو بدلائل تسلیم کر کے اس زمانے میں فریق غالب نے جس کا بانی کیسان حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا اور بعد میں مختاری فوج کا محافظ سردار بنا۔ از روئے منطق یہ افسوسناک نتیجہ نکالا کہ ایمان، مذہب اور نیکی صرف اس بات میں ہے کہ بلا عذر اطاعت اور کلام حکم برداری ایک ایسے انسان کی بجائے جو خدا بھی ہو۔ یہ عجیب خیال جو عرب کی طبیعت اور فطرت کے بالکل مغایر تھا معتقدین زردشت نے اپنے دفاع سے پکا کر نکالا تھا۔ کیونکہ پروان زردشت ہی اپنے بادشاہوں اور موبدوں کو خداؤں اور فرشتوں کی اولاد سمجھتے تھے۔ اس عقیدے کے لوگوں نے اس پرانے خیال کو نئے مذہب (یعنی اسلام) کے بادشاہوں کے ساتھ برتنا چاہا اور درویشوں کے حالات مذہب حصہ اول مثلاً، درویشی کا مضمون

تاریخ اسلام مترجم ساون ص ۱۹۲

اور مسلمان بادشاہوں کی بھی وہی عظمت قائم کی جو اپنے بادشاہوں کی حالت بت پرستی میں کیا کرتے تھے۔ شیعیت کی اصطلاح کے اولین خالق گو یہودی تھے مگر اس موڑ پر عرب کے آزاد کردہ غلاموں کے ساتھ ایران کے نو مسلم مجوسیوں نے مل کر عقائد کا ایک عجیب ملغوبہ تیار کر لیا۔ الغرض ان سب نے مل کر نہایت غیض و غضب کی ایک لڑائی کل سوسائٹی کے خلاف شروع کر دی۔ اس گروہ کے سرغنہ یا سردار عموماً عرب تھے جو ان لوگوں کی سریر الاعتقادی اور مذہبی تعصب سے اپنا نفع نکالتے تھے و تمغیص عبرت نامہ اندلس پر دنیس رائن ہاسٹ ڈوڈی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ لوگ جن نظریات کے داعی تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ خود



ان سے بے خبر تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رحمہ کو معاویہ رحمہ کے حق میں ان ہی لوگوں کی بے وفائیوں کی وجہ سے دستبردار ہونا پڑا پھر ان لوگوں نے حضرت حسین رحمہ کو کوفہ بلایا مگر جب انہیں اہل حالات کا علم ہوا اور آپ اپنے موقف سے رجوع کر کے امیر یزید رحمہ کے پاس جانے کے لیے عازم دمشق ہوئے تو انہیں تلوار کی دھار پر رکھ لیا۔

عالم اسلام پہلے ہی حضرت عثمان رحمہ کی مظلومانہ شہادت اور جبل و صفین میں ایک لاکھ سے زائد جلیل القدر ہستیوں کی شہادت کے بعد نیز خوارج کے ظہور اور ان کے قتل کے بعد اور پھر حضرت علی رحمہ کی شہادت کی وجہ سے شدید ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ اب حضرت حسین رحمہ کی شہادت کے متعلق جس نے بھی سنا دم بخود رہ گیا علوی تحریک کے داعیوں کے ہاتھ ایک بہت بڑا حربہ آگیا۔ انہوں نے کوسنوں سے کام لے لے کر صحیح انداز پر سوچنے والے اذہان کو پریشان کر کے رکھ دیا۔ صحابہ رحمہ کی کچھ جماعت تو پہلے ہی گوشہ نشین ہو چکی تھی باقی اب گوشہ نشین ہو گئی۔

گویا عراق اس وقت عجیب عجیب پیچیدہ مسائل اور طرفہ خیالات کا دنگل بن چکا تھا۔ طرح طرح کے مفراط اور معد سے بڑھے ہوئے مذہبی عقائد پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ توریت و انجیل، مطلق العنان بادشاہی اور قومی حریت، جمہور کی سیادت یہ سب حق پر غالب آنے کی کوششیں میں سرگرم تھے۔ فلاح عرب مفتوح ایرانی، غریب امیر و بھی متشکک سب ایک دوسرے سے آمادہ بیکار تھے۔ اعتدال پسند گروہ کو امویوں سے محبت تھی نہ علویوں سے انس۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ تمام مسلمان ددگروہوں میں بٹ گئے ہیں یعنی شیعان علی رحمہ اور شیعان معاویہ رحمہ اور ان دونوں گروہوں کے بیچے تاریخ عرب کے پرانے المیہ کے کردار یمانیہ اور معدیہ بھی میدان میں نکل آئے ہیں اور یمانیہ نے شامیوں یعنی شیعان معاویہ اور معدیہ نے عراقیوں یعنی شیعان علی رحمہ کے جھنڈوں کے نیچے جمع ہونا شروع کر دیا ہے تو مجبوراً صاحب الرائے اصحاب کی نظریں کسی غیر جانبدار شخصیت کو ڈھونڈنے لگیں جو ملت کو اس بحر ان سے نجات دلانے کی اہلیت، سکت اور طاقت کا اہل ہوتا۔



## حضرت عبداللہ بن زبیر رضی:

چنانچہ اس انتشار سے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ مگر سیدنا ابن زبیر رضی نے عوام سے مابطلہ قائم نہ کیا اور کسی عوامی تحریک سے آپ کی خلافت کے استحکام کی صورت پیدا ہوئی۔ گو آپ کی ذات مجموعہ فضائل تھی۔ آپ مدینہ النبی میں مسلمانوں کے ہاں پہلے مولود تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی گھٹی سے سیلاب، جرأت، ہمت، شجاعت ثابت قدمی، قودع، زہد، پاک نفسی اور پاک ہاٹنی کے مجسمہ، مگر لطف یہ کہ بنو ہاشم نے بھی آپ سے تعاون نہ کیا۔ چہ جائیکہ عوام آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔

صحیح بخاری کتاب التفسیر کی ایک روایت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ عزن معین سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں مجھے ابن ابی ملیکہ نے اطلاع دی اور کہا کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہیں ابن الزبیر رضی کی اس بات سے تعجب نہیں ہوتا کہ وہ اپنی خلافت کی یہ تحریک لے کر اٹھے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایسی پابندی نہ حضرت ابوبکر رضی کی نہ حضرت عمر رضی کی حالانکہ وہ ہر طرح اور ہر بھلائی کے ان سے زیادہ مستحق تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ نبیؐ کی پھوپھی کے بیٹے حضرت زبیر رضی کے فرزند ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی کے بھتیجے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی کے بھانجے ہیں لیکن وہ تو میرے مقابلے میں اکڑے ہی چلے گئے۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ میرا ان سے تعلق ہو۔ میرے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میں اپنے آپ کو اس طرح ان کے سامنے پیش کروں گا اور وہ ٹھکرا دیں گے۔ میں تو سمجھتا ہوں ان کے پیش نظر بھلائی نہیں۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کا مفہوم ہے کہ ابونوفل نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی کی معیت میں حضرت ابن زبیر رضی کی نعش کو سولی پر لٹکا ہوا دیکھا تو ابن عمر رضی نے بڑے افسوس سے تین بار فرمایا کہ میں نے تمہیں اس کام سے روکا تھا۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی یہ تحریک ایک شخصی تحریک تھی۔ ہو سکتا تھا کہ آپ حصین بن نمیر رضی کے ساتھ شام چلے جاتے تو امر خلافت آپ پر مستحکم ہو جاتا مگر آپ نے یہ موقع ضائع کر دیا اور دوافض کی تعلید میں سیڑھی اور خلافت ملکیت



کے مصنف کو بھی اموی خلافت کے خلاف دروغ راولوں کے سہارے حضرت ابن الزبیرؓ کو خلیفہ حق کہنے میں قسم نہ آئی۔ آخر مرجع رابطہ کے مقام پر امر خلافت حضرت امیر مروانؓ کے ہاتھ پر مستحکم ہو گیا۔ تاریخ کی اس سٹیج پر بھی ہیں خلافت بلا فصل کی آواز کسی گوشے سے سننے میں نہیں آتی۔

اس سے پہلے خوارج بھی اپنی خلافت کا اعلان کر کے نہروان کے مقام پر حضرت علیؓ کے ہاتھ سے شکست فاش کھا چکے تھے۔ یہ لوگ اپنے عقائد میں سخت متشدد، متقی، متورع، عابد، پرہیزگار، صائم، دھر، قائم اہل، رحمدل، رقیق القلب ہونے کے ساتھ ساتھ ظالم، اکھڑ مزاج، خود سر، خود رائے اور آزاد منش تھے۔ یہ لوگ اب و آتش کلبے مثال نمونہ تھے۔ ان کا نعرہ تھا۔ لا حکم الا للہ۔ صحیح اسلامی جمہوریت کے داعی تھے۔ اگر خلافت بلا فصل کا معمول سا تصور بھی ان کے سامنے ہوتا تو وہ ہرگز لا حکم الا للہ کا نعرہ نہ لگاتے۔

حضرت علیؓ نے خود کسی مقام پر خلافت بلا فصل کا دعویٰ نہیں کیا تھا حضرت حسنؓ نے تو حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو کر اس نظریہ کو بیخ و بن سے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ حضرت حسنؓ کی زبان سے بھی کبھی خلافت بلا فصل کی صدا نہیں نکلی۔

عبداللہ بن عباس کے نہانخانہ دماغ میں بھی حصول خلافت کی آرزو پرورش پا رہی تھی جو دراثہ عبداللہ السفاح تک پہنچی اور آخر اموی خلافت کے مزار پر عباسی خلافت کا قصر تعمیر ہوا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلافت بلا فصل کا تصور بہت بعد کی پیداوار ہے۔

یہاں اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ خلافت علیؓ منہاج النبوة سیدنا عثمانؓ کی شہادت پر ختم ہو چکی تھی سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسنؓ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اجتماع خلافت نہ ہوا۔ سیدنا حسنؓ رضی اللہ عنہ اپنی نام نہاد خلافت سے سیدنا معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

اس تمام دوران میں ہمیں خلافت بلا فصل کا شمع بھی نظر نہیں آتا۔ ولو فرضنا



خلافت بلا فصل کا دعویٰ درست بھی ہو اور اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں علی رضی اللہ عنہ مجبور رہے ہوں۔ مگر اب علی رضی اللہ عنہ کو خلافت مل چکی ہے شیعیان علی رضی اللہ عنہ کی تعداد بقول شیعہ اصحاب لاکھوں پر مشتمل ہے۔ علی رضی اللہ عنہ، قاتل عمرو بن عبدود ہیں فاتح خیبر ہیں۔ شاہ مردان شیراز داں قوت پروردگار ہیں۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کا تمام زمانہ اتنی کثیر تعداد میں ساتھیوں کے باوجود نہایت بے کسی سے گزارتے ہیں عجیب ذہنیت تھی شیعیان علی رضی اللہ عنہ کی۔ ان کی اس بے وفائی نہ سرشت نے علی رضی اللہ عنہ کو اس حد تک مجبور معذور کر کے رکھ دیا کہ کسی مدعیان خلافت پیدا ہو گئے کیا اُمت کا یہ تشقت و افتراق بالواسطہ شیعیان علی رضی اللہ عنہ کا پیدا کردہ نہ تھا۔

اگر خلافت بلا فصل کی لم کو صحیح ہی تسلیم کیا جائے تو آئیے ہم ذرا تعمق نظری کے پیمانے سے ان حالات کا جائزہ لیں جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت فتنہ ارتداد کی صورت میں تمام اسلامی سٹیٹ میں چند دنوں بلکہ لمحوں کے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ تو علی رضی اللہ عنہ کس طرح اس پر قابو پا سکتے تھے۔ جبکہ صرف دو تین مسلمان باقی رہ گئے تھے اور وہ بھی ایسے کہ جنہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہی نہیں۔ کیا علی رضی اللہ عنہ ایک میدان میں نکل سحران فتنوں کا انسداد کرتے۔ حالانکہ ہزاروں کی جمعیت کی موجودگی میں ان کے شیعوں نے انہیں کچھ نہ کرنے دیا۔ معاذ اللہ، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ مگر اس گروہ ”منافقین“ نے جو کچھ کیا وہ تاریخ عالم کا سب سے تابناک ترین باب ہے اور ہم تم اور یہ مراکش سے انڈونیشیا تک اللہ کے فضل و کرم سے انہیں کی محنت، ہمت، جرأت، شجاعت، استقامت، عدالت، تقویٰ، زہد اور اولوالعزمی کے ثمرات سے متمتع ہو رہے ہیں۔

## تحقیق حدیث مدینۃ العلم

شیعہ کہتے ہیں:-

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں اور فصل خصوصیات علم دین کو مستلزم ہے۔“



مگر حدیث "اقضنا صکو علی" کی کوئی اسناد معلوم نہیں تاکہ اس سے احتجاج کیا جاسکے۔ اس سے یہ حدیث صحیح تر ہے کہ حضرت معاذ بن جبلہؓ حلال و حرام کے بہت بڑے عالم ہیں۔ حلال و حرام کا علم دین اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے شیعہ کی ذکر کردہ حدیث سنن مشورہ اور معروف مسانید میں بسند صحیح یا ضعیف کے ساتھ مندرج ہی نہیں۔

یہ روایت جس طریقہ سے مروی ہے اس میں متعم بالکذب راوی پائے جلتے ہیں یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ علیؓ اقضنا ما علی بنہ صحابہ میں ایک بڑے قاضی تھے اقضاء فصل خصومات کو کہتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فیصلہ حقیقت حال کے برعکس صادر کیا جاتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"تم میرے پاس خصومات کے لیے آتے ہو اس بات کا احتمال ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنا نقطہ نظر وضاحت سے بیان کر سکتا ہو اور میں اس کے حق میں فیصلہ صادر کر دوں۔ یاد رکھو جس شخص کو میں نے اس کے مسلمان بھائی کے حق میں سے کچھ حصہ دے دیا تو میں نے اسے دوزخ کا قطعہ الاٹ کر دیا۔"

اس حدیث میں سالارِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ آپ کے حکم دینے سے نہ حلال چیز حرام ہو جاتی ہے اور نہ حرام چیز حلال ٹھہرتی ہے۔

شیعوں کی طرف سے دوسری حدیث "انما مدینۃ العلم و علیٰ بابہا" پیش کی جاتی ہے مگر یہ بھی حد درجہ ضعیف ہے اگرچہ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے تاہم یہ موضوعات میں شمار کی جاتی ہے۔ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے جملہ طرق موضوع ہیں۔ اس کا متن خود اس کے موضوع ہونے کی شہادت دیتا ہے جب آپ کی ذات علم کا شہر ہوئی اور اس کا دروازہ صرف ایک (حضرت علیؓ) ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضورؐ کے اقوال و ارشادات کے مبلغ صرف حضرت علیؓ ہوں گے۔ اس کا دین اسلام کا فساد لازم آتا ہے اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ آنحضورؐ کے اقوال و ارشادات کو لوگوں تک پہنچانے والے اتنے کثیر التعداد لوگ ہونے چاہئیں کہ جن سے خبر متواتر حاصل ہو اس لیے کہ خبر واحد سے وہ



علم حاصل نہیں ہوتا جو قرآن اور احادیث متواترہ سے حاصل ہوتا ہے۔  
ابن تیمیہ کہتے ہیں بعد تحقیق کے یہ بات معلوم ہوئی کہ باب العلم وال حدیث  
کسی جاہل زندیق نے محض مدح علی رضی اللہ عنہ میں گھڑ ماری ہے۔ حالانکہ اس نے اسلام  
میں نقص لازم آتا ہے۔

علامہ سخاوی کہتے ہیں۔ اس روایت کے صحیح ہونے کی قطعاً کوئی وجہ نہیں۔  
ملا علی قاری کہتے ہیں امام ابن معین فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ محض ہے قطعاً اس  
کی کوئی اصل نہیں۔ اسی طرح امام ابو حاتم رازی اور یحییٰ بن سعید کی تحقیق ہے۔ ذی ہی  
وغیرہ نے اسے موقوف قرار دیا ہے ابن دقیق الحدیث کہتے ہیں یہ روایت قطعاً  
ثابت نہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں یہ بے اصل افسانہ ہے (موضوعات کبیر)  
جلال الدین سیوطی اسے منکر کہتے ہیں۔ امام بخاری اس کی اصلیت کے منکر ہیں  
امام ذہبی من گھڑت کہتے ہیں۔ (کتاب الطحاوی جلد ۲ ص ۳۳ طبع اقل ۱۹۰۰ء)  
شاہ ولی اللہ جو "رد الشمس" کی روایت کے مؤید ہیں وہ کہتے ہیں اس کی سند  
میں ایک جماعت راویوں کی بھول المحال اور مفقود الجز کھڑی ہے۔

شاہ عبدالعزیز جو "النظر الی وجہ علی عباۃ" کی تک سے اپنے آپ  
کو نہ بچا سکے "انامہ دینۃ العلو" کے متعلق وہ بھی لکھتے ہیں کہ جن اکابر محدثین نے  
اسے لغو اور مردود قرار دیا ہے ان میں امام نووی، علامہ شمس الدین، علامہ ذہبی۔  
امام جزری کے نام خاص طور پر مشہور ہیں۔ (تحفہ باب الامت ۲۳۴)

حافظ مقدسی المعروف علامہ قیسرانی، ۵۰ھ کہتے ہیں اس روایت کا ایک راوی  
ابوصلت ہروی دوسرا عثمان بن خالد تیسرا اسماعیل بن محمد بن یوسف ہے اور  
یہ سب کے سب کذاب اور مفتری ہیں (تذکرۃ الموضوعات باب المالیات ص ۱۱)  
ابوصلت ہروی رافضی ہے۔ (ایضاً ص ۱۱)

ذہبی نے ابوصلت کو کٹر رافضی کہا ہے۔ محدث العقی نے رافضی خبیث کہا  
ہے۔ امام ابن عدی نے متہم بالکذب اور لسانی نے غیر ثقہ اور دارقطنی نے خبیث  
رافضی کہا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۱)



امام احمد کہتے ہیں اشرافے ذیل کرے (اللال جلد اول)  
 علماء دیوبند میں سے مولانا مدنی کہتے ہیں۔ یہ روایت نہ تو صحیحین میں ہے  
 اور نہ روایت کرنے والے اس کی تصحیح فرماتے ہیں۔ ترمذی نے بھی روایت کرنے  
 کے بعد کلام کیا ہے۔

مولانا الورشاہ بھی اس کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔

(ماخذ از مکتوبات شیخ الاسلام صدر اول بحوالہ میثاق ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۷ء)  
 مگر رفض سے متاثر ذہنوں کا کیا علاج۔ دور حاضرہ کے بزعم خویش ایک دیوبندی  
 شیخ الحدیث اس روایت کی صحت پر زور دیتے دیتے یہاں تک بڑھ گئے کہ سیدنا علی  
 کے متعلق کہہ اٹھے کہ چاروں سلسلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر منتهی ہوتے ہیں جن لوگوں  
 کا یہ ادعا رہے کہ سلسلہ نقشبندیہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر منتهی ہوتا ہے انہیں مبارک  
 اگر شیعہ کہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اگرچہ واحد ہیں مگر معصوم ہیں اس لیے آپ کی خبر  
 سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ شیعہ پہلے آپ  
 کا معصوم ہونا ثابت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معصومیت ان کے اپنے اقوال ہی سے  
 ثابت نہیں ہوتی۔ اجماع سے بھی آپ کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے  
 آپ کی معصومیت پر اجماع منعقد نہیں ہوا۔

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ آنحضورؐ نے کتاب و سنت کا جو علم اکناف عالم  
 میں پھیلا یا تھا اس سے سب کمرۃ ارضی معمور ہو چکا ہے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی  
 منفرد روایات آنحضورؐ سے حد درجہ قلیل ہیں۔ پھر یہ بات کیونکر صحیح ہو سکتی ہے  
 کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آنحضورؐ کے علم کا واحد دروازہ تھے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مدینہ میں اجل التابعین وہ تھے جو خلافت فاروقی  
 و عثمانی رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ تھے نہ کہ علوی خلافت کے۔ حضرت معاویہ نے تابعین اور  
 اہل یمن کو جو تعلیم دی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات سے بہت بڑھ کر تھی۔ جب حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ دار کوفہ ہوئے تو وہاں جلیل القدر تابعین کی خاصی تعداد موجود تھی۔ مثلاً

سلسلہ اس سلسلہ میں رضی اللہ عنہ کی ان سے طویل خط و کتابت ہو چکی ہے جو محفوظ ہے انشا اللہ مندرجہ شائع ہوگی۔



شریح و عبیدہ و علقمہ و مسروق اور ان کے نظائر و امثال -

امام محمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

”روافض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلم الناس تھے۔ حالانکہ یہ جھوٹ ہے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے علم کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ اس کے فتاویٰ و روایات کی تعداد کس قدر ہے اور آنحضورؐ نے کس حد تک اسے مختلف کاموں پر مامور کیا۔ جب ہم نے اس بات کو جانچ پرکھ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی بیماری کے دوران امام صلوٰۃ مقرر کیا تھا۔ حالانکہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ و ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے غزوہ تبوک کو جاتے وقت جب آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا وہ اس سے مختلف ہے اس لیے کہ مدینہ میں اس وقت صرف عورتیں اور بچے رہ گئے تھے ان کی ضروریات پورا کرنے کے لیے نبی علیہ السلام نے ان کو مدینہ میں چھوڑا مگر چند افراد نے کہنا شروع کر دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کو نکمّا سمجھ کر پیچھے چھوڑا گیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر برداشت نہ ہو سکا اور نبی علیہ السلام کی ہدایت کے خلاف عورتوں اور بچوں کو بغیر کسی نگہداشت کے مدینہ میں چھوڑ کر آپؐ کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ جب نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ کے پوچھنے پر حقیقت حال بیان کی۔ اسی موقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

”تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھے۔“

نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کا مفہوم واضح ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ہارون علیہ السلام قوم کو قابو میں نہ رکھ سکے اور سب کو سالہ پرستی میں مصروف ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کی عدم موجودگی میں علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے فرائض سے عمدہ برآئے ہو سکے۔ اس نیابت کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کیسے سمجھا جاسکتا ہے جس کی ذمہ داریوں سے وہ عمدہ برآ ہی نہ ہو سکے۔

مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپؐ دیگر صحابہ کی نسبت نماز کے مسائل سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے اور نماز دین اسلام کا رکن اعظم ہے۔ علاوہ انہی آنحضورؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا



اور زکوٰۃ کی فراہمی کے لیے عامل بھی بنایا تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان مسائل کو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ کی نسبت بہتر طور پر جانتے تھے علاوہ ازیں آنحضور نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سپہ سالار بھی بنایا تھا اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دیگر مجاہدین کی طرح جہاد کے احکام و مسائل سے بھی آگاہ تھے افریقیہ تمام امورات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام بلند تھا۔

جب علمی مسائل صلوٰۃ و زکوٰۃ اور حج کے احکام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تفوق ثابت ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کے مسائل جاننے میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نیچے نہ تھے تو اس سے آپ کا علمی پایہ واضح ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں آنحضور کی صحبت و رفاقت میں رہا کرتے تھے اور اس طرح آنحضور کے فتاویٰ و احکام سے بذات خود آگاہ تھے۔ بنا بریں آپ احکام و مسائل سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ علم کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسروں پر قائل نہ ہوں یا کم از کم اس میں دوسروں کے برابر نہ ہوں۔ جہاں تک روایت و فتویٰ کا تعلق ہے آپ کو اس کی ضرورت بہت کم پیش آئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضور کی وفات کے صرف اڑھائی سال بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس قلیل عرصہ میں روایت و فتویٰ کی ضرورت بہت کم پیش آئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ آپ کے فتاویٰ اس پر مزید ہیں۔ بخلاف ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ سو چھیالیس احادیث مروی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضور کے تیس سال بعد تک زندہ رہے۔ اس طویل عرصہ حیات میں بکثرت لوگوں سے ملنے کی نوبت آئی۔ چونکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے تھے اس لیے لوگوں نے آپ کے علم سے استفادہ کی ضرورت محسوس کی چنانچہ مدینہ و بصرہ و کوفہ و صفین کے لوگوں نے آپ سے علمی مسائل دریافت کیے۔

جب ہم ان تاریخی حقائق پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضور کے بعد بہت کم عرصہ زندہ رہے اس کے برخلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طویل زندگی پائی اور مختلف شہروں میں سکونت پذیر رہے اور وہاں کے رہنے والوں نے آپ سے



احکام و مسائل روایت کیے۔ دوسری طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جہم کر مدینہ میں رہے اور کہیں ادھر ادھر نہ گئے۔ پھر یہ کہ آپ کے عہد خلافت میں لوگوں کو مسائل روایت کرنے کی ضرورت بہت کم لاحق ہو ا کرتی تھی کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ ان حقائق کے پیش نظر جب ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرویات و فتاویٰ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات کردہ احادیث و فتاویٰ کے ساتھ تعالٰیٰ کریں تو ہر صاحب علم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ علم و فضل میں بدرجہا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فائق تھے اگر اڑھائی سال میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد ۱۲۰ ہے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد ۱۶۸۰ بلکہ اس سے دو گنی ہونی چاہیے تھی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو قلیل العمر تھے ان کی مرویات کی تعداد طویل عمر پانے والوں کی نسبت بہت کم ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ آپ ملک شام بھی گئے تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد (۵۳۷) ہے یہ تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرویات کے لگ بھگ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ستر سال قبل ہوئی تھی۔ ہنوز بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم بقید حیات تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد طویل عرصہ زندہ رہنے کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف ۴۹ احادیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ روایت کی ہیں۔

احادیث صحیحہ کا اعتبار کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صرف ایک یا دو روایتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہیں فقہی مسائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسائل و فتاویٰ کے مساوی ہیں۔ جب ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ دونوں کی مدت حیات اور سیاحت بلاد کا موازنہ کریں اور اس کے پہلو بہ پہلو ان کی مرویات و فتاویٰ کا بھی تعالٰیٰ کریں تو ہر سلیم العقل آدمی یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم و فضل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر تھے۔

چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہانہ کے اعتبار سے متاخر تھیں اس لیے آپ کی مرویات دو ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور انس رضی اللہ عنہ کی روایات بھی اس کے لگ بھگ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار احادیث مرفوعہ



اور تین صد احادیث غیر مرفوعہ روایات کی گئی ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات کی تعداد آٹھ صد سے زائد ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد بھی زندہ رہے اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات دو ہزار پانچ صد سے زیادہ ہیں ان کے فتاویٰ و تفسیری اقوال کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ لہذا واقعہ کا قول باطل ٹھہرا یہ درست ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا تھا اور یہ عہدہ اصحاب علم ہی کو تفویض کیا جاتا ہے۔ مگر اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصیت کی کوئی بات نہیں نبی علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بھی اسی عہدہ پر فائز کیا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آٹھ امویوں کو اس عہدہ پر فائز کیا۔

عنا بن اسید اموی کو ۲۰ سال کی عمر میں مکہ کا عامل بنایا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حبیب کو نجران کا، یزید، ابی سفیان رضی اللہ عنہ برادر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تیما حکم بن سعید اموی کو وادی القریٰ۔ ابان بن سعید اموی کو بحرین۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا تب دی کو حضرموت، خالد بن سعید کو صفا، عمرو بن سعید کو قریٰ عرفہ اور تبوک وغیرہ کا عامل بنایا۔

میں کہتا ہوں کہ نبی علیہ السلام اپنی فراست نبوت کی روشنی میں امویوں کو مستقبل کی فتوحات اور خدمات اسلام کے لیے تیار کر رہے تھے۔ شیعہ مصنف لکھتا ہے۔

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت ذہین و فطین اور علم کے بہت بڑے حریص تھے بچپن سے لے کر وفات تک آنحضرت کی صحبت میں رہے۔“ ہم کہتے ہیں یہ بات کیسے ثابت ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ذہین اور ان سے زیادہ شائق علم تھے۔ بخاری و مسلم کی متعدد احادیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علم و فضل پر روشنی پڑتی ہے مثلاً حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے انہوں نے قیض بن رکیعی ہیں۔ بعض کی قیض



سینہ تک پہنچتی ہیں اور بعض کی اس سے نیچے حضرت عمرؓ جب پیش کئے گئے تو وہ قمیض کا دامن کھینچتے ہوئے گزرے لوگوں نے پوچھا۔ بھراپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ فرمایا قمیض سے دین مراد ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے شہادت پائی تو حضرت ابن مسعودؓ نے کہا علم کے نو حصے رخصت ہو گئے اور ایک حصہ باقی رہا جس میں سب لوگ شریک ہیں۔ شیعہ مصنف لکھتا ہے۔

”بچپن میں جو علم حاصل کیا جائے وہ کا لنقش فی الحجر ہوتا ہے۔ بنا بریں حضرت علیؓ دوسروں سے بڑھ کر عالم ہوں گے۔ نیز اس لیے کہ آپ کے استاد (نبیؐ) ہر لحاظ سے کامل تھے اور شاگرد (علیؓ) میں قبول علم کی استعداد موجود تھی۔“

ہم کہتے ہیں۔ یہ ایک عامیانہ کلام ہے اور حدیث رسول نہیں ہے اقتضاء حدیث کے عین بر خلاف صحابہؓ نے کتاب و سنت کا علم بڑی عمر میں سیکھا تھا تاہم اللہ تعالیٰ نے ان پر اس کی تحصیل آسان کر دی تھی۔ حضرت علیؓ کا بھی یہی حال ہے۔ ابھی وحی تکمیل پذیر نہیں ہوئی تھی کہ حضرت علیؓ کی عمر تیس سال کو پہنچ گئی۔ آپ نے قرآن بڑی عمر میں یاد کیا تھا اس میں اختلاف ہے کہ آیا حضرت علیؓ کو پورا قرآن یاد تھا یا نہیں؟ دوسری طرف حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھئے انہوں نے صرف تین سال کے عرصہ میں جو کچھ یاد کر لیا تھا۔ دوسرے صحابہؓ وہ طویل عرصہ میں بھی یاد نہ کر سکے تھے۔

## حضرت حسن رضی اللہ عنہ، شیعوں کے دوسرے مزعوم امام

امام اول حضرت علیؓ کی نسبت شیعوں کی تعداد اضعا فاضعہ ہو چکی تھی۔ منقول ہے کہ بمقابلہ امیر معاویہؓ صرف کوفہ کے چالیس ہزار تنخواہ دار شیعوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اسی قدر ان کے فرزند ان و اتباع ان کے ساتھ تھے (جلد العیون ص ۳۲۵)

یہ تعداد گویا اسی ہزار تھی۔ مگر حضرت علیؓ چونکہ اپنے شیعوں کی سرشت سے



واقف تھے اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کو آخری وقت وصیت کرتے ہیں کہ :  
 ”اے فرزند ! جب میں دنیا سے مفارقت کروں اور میرے اصحاب  
 تم سے موافقت نہ کریں تو لازم ہے کہ تم خامہ نشین رہنا“

(جلال العیون باب فضل ۷۷ ص ۱۷۱)

مزعومہ استقلال خلافت کے بعد آپ نے کوفہ کی جامع مسجد میں منبر پر تشریف  
 فرما ہو کر محدثانہ کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے جہاد کا حکم دیا تو کسی نے جواب نہ دیا۔ آخر  
 عدی بن حاتم نے کھڑے ہو کر کہا سبحان اللہ ! تم کیسے فرقہ ناسخا ہو تم کو رسول خدا  
 کے فرزند جہاد کا حکم دیتے ہیں اور تم قبول نہیں کرتے۔ کیا ہوئے تمہارے شجاع۔  
 آیا تم لوگ خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے اور تنگ و عار کی پرواہ نہیں کرتے۔  
 یہ سن کر ایک گروہ نے ساتھ دیا۔ ان سے امام نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو تو جانب  
 نجدہ میرا لشکر ہے وہاں جاؤ اور مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے قول پر وفانہ کر دو گے۔ جس  
 طرح اس سے وفانہ کی جو مجھ سے بہتر تھا دینی علی رضی اللہ عنہ اور میں تمہارے قول پر کیونکر  
 اعتماد کروں۔ حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ جو کچھ تم نے میرے باپ کے ساتھ سلوک کیا  
 تھا پس امام منبر سے اترے اور سوار ہو کر لشکر گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ  
 کر دیکھا کہ جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا ان میں سے اکثر نے اپنے قول پر وفانہ  
 کی اور حاضر نہ ہوئے۔ اس پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا مجھے فریب دیا تم نے جس  
 طرح اپنے پہلے امام کو تم نے دغا دی نہیں معلوم تم لوگ میرے بعد کس امام سے  
 مقابلہ کر دو گے۔ (جلال العیون باب فضل ۷۷ ص ۱۷۱)

گویا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مومنانہ فراست نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ میرے بعد بھی یہ  
 لوگ ضرور اپنے امام سے قتال کریں گے یہ سب کچھ ہو کر رہا کہ ان لوگوں نے امام حسین رضی  
 اللہ عنہ کو شہید کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ہر امام کی مخالفت پر بیش از پیش عمل پیرا رہے اور  
 اکثر ائمہ کو انہوں نے خود شہید کیا۔

اب اکثر تو علی الاعلان حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے اور جو باقی  
 رہے وہ بھی دن کے وقت امام کے لشکر میں رہتے ہیں اور رات کے وقت معاویہ رضی  
 اللہ عنہ سے جا ملتے ہیں۔ چنانچہ ملائقہ مجلسی کہتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے نام اور ان کی



چٹھیاں جو انہوں نے معاویہ رض کو لکھی تھیں لغافہ میں بند کر کے حضرت حسن رض کے پاس بھیجیں اور لکھا کہ تمہارے اصحاب نے تمہارے باپ سے وفانہ کی تو تم سے کب وفا کریں گے (جلد العیون ص ۱۱۳)

حضرت عباس رض بقول ملا باقر مجلسی شیعہ تھے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عزت کرتے۔ ان کی تعظیم فرماتے اور کہتے کہ عباس رض بمنزلہ میرے باپ کے ہیں۔ (مجالس المؤمنین مجلس ۳) انہیں عباس رض کے بیٹے عبداللہ کے متعلق معاویہ رض نے چاہا کہ امام کی رفاقت سے علیحدہ کریں۔

پس اس نے ابن عباس رض کو دریم و دینار کا لالچ دیا اور بیشتر نقدان کے پاس بھیجا اور نصف بوقت ملاقات دینے کو کہا جب رات ہوئی تو ابن عباس رض اپنے چند دربانوں کے ساتھ سوار ہو کر امام کی رفاقت چھوڑ کر معاویہ رض کی طرف چل دیئے صبح لوگ جماعت کے منتظر تھے مگر ابن عباس رض کو نہ پایا تو قیس ابن سعد نے امامت کی جب امام نے اپنے خواص کا یہ حال دیکھا کہ وہ ایسی بے وفائیاں کرتے ہیں تو ان کی آنکھ کھلی اور خبر ہوئی کہ قوم کے سردار ہی ان کو رسوا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (بحار الانوار جلد دہم) اہل سنت ایسی خرافات پر لعنت بھیجتے ہیں۔ حضرت امام نے اپنے لشکر کو آزمانا چاہا مگر لشکر والوں نے یہ جان کر کہ آپ معاویہ سے صلح کر لیں گے راستہ میں عذر کر دیا۔ حتیٰ کہ ایک شخص آپ کا مُصلے بے کربھاگ نکلا اور دوسرے نے آپ کی ران پر کلہاڑی ماری۔ ایک بار امام حسن رض نے اپنے لشکر میں خطبہ دیا کہ میں مسلمانوں کے اتحاد کو پراگندگی

۱۵ انہیں عباس رض کے متعلق دوسرے مقام پر بقول حضرت علی رض بیان کیا گیا ہے کہ میرے اہل بیت کے وہ لوگ جلتے رہے جن کی قوت کا فحل کے دین میں مجھے بھر دے تھا۔ اب قریب زمانہ جاہلیت کے دو خوار صرف عقیل رض و عباس رض رہ گئے ہیں (علامہ طبری) اور شیخ ۱۰ فضیلہ مادر عباس کینزادہ زبیر و ابوطالب و عبداللہ ابنائے عبدالطلب بود عبدالطلب یاد مقاربت کر و کہ عباس انماں بہر سید زبیر یا عبدالطلب دعویٰ کرد و بقیہ انکے منسوب



سے بہتر جانتا ہوں یہ سن کر وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ان کو معاویہ رحمہ اللہ سے صلح کوئی مشورہ ہے اور منصب خلافت معاویہ رحمہ اللہ کے سپرد کرنا چاہتے ہیں پس سب نے یہ کہہ کر کہ یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے اور وہ کہہ دیا۔ احادیث کا اسباب لوٹ لیا۔ امام کے بچے سے جلسے ملا کر کہنے لگے۔ دوش مبارک سے چادر اتار لی۔ امام گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے اہل بیت اور قلیل تعداد شیعوں کو ہمراہ لے کر ماباطل مکان پہنچے تو جراح بن سنان اسدی نے لگام پکڑ کر دان یا پہلوئے امام پر ایسا غنجر ملا کہ استخوان تک شکافت ہو گیا اور اس شقی نے کہا کہ تم مثل پدر کافر ہو گئے ہو در جدار العیون مکتوب امام حسن رحمہ اللہ نے معاویہ رحمہ اللہ سے صلح کی شیعہ ان کی خدمت میں آئے اور بعض ان میں سے ملامت کرنے لگے۔ (جلار العیون)

امام حسن رضی اللہ عنہ نے مدائن میں اپنے مقرر کردہ عامل سعد بن مسعود رحمہ اللہ کے ہاں جو مختار ثقفی کا چچا تھا قیام کیا۔ مختار نے اپنے چچا سے کہا چلو ہم امام حسن رحمہ اللہ کو معاویہ کے سپرد کر دیں شاید اس کے عوض میں ہمیں عراق کی حکومت مل جائے (جلار العیون)

امیر معاویہ رحمہ اللہ سے صلح کرنے پر شیعہ امام سے از حد ناامنی ہو گئے یہ چنانچہ سفیان بن یعلیٰ شیعہ نے ان الفاظ میں سلام کیا۔ "السلام علیک اے ذلیل کنندہ مومن" (جلار العیون مکتوب)

عام شیعہ تو درکنار حضرت امام حسینؑ پکار اٹھے لوجز انفی لکان احب الی معا فعلی (کشت الغم) یعنی جو کچھ میرے بھائی نے کیا اس سے اگر میری ناک کاٹ ڈالی جاتی تو بہتر تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ پر خاش برآمد کہ ابی کثیر از مادر ماہما میراث رسیده است، تو بے رخصت باد مقاربت کردی (ایں فرزندیکہ عباس) بہر سید بندہ ما است (حیاء القلوب) امام زین العابدین کی زبانی یہ روایت بھی منقول ہے کہ من کان ہذہ اعنی فہو فی الآخرۃ اعنی عبد اللہ اور عباس کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

لہٰذا یہی مختار ثقفی شیعوں کی کتب میں امیر مختار رحمۃ اللہ علیہ ہے اس کے حالات اپنے مقام پر آئیں گے۔



کسی ایک شیعہ نے امام سے کہا کہ ہماری گردنوں کو آپ نے ذلیل کیا اور ہمیں بنو امیہ کا غلام بنا دیا۔ امام نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا خلافت آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ امام نے جواب دیا خدا کی قسم میں نے کسی کو مددگار نہ پایا۔ اگر کسی کو مددگار پاتا تو دن رات معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتا لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچانا۔ آزمایا اور جان لیا کہ یہ لوگ ہمارے کام نہیں آئیں گے ان کی زبانیں میرے ہمراہ اور دل بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔ (ایضاً باب ۴ فصل ۶ ص ۲۳۱)

سلیمان بن مروخزاعی نے امام سے کہا ہمارا نجیب معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے سے برطرف نہیں ہوتا حالانکہ چالیس ہزار مردان کارزار اہل کوفہ آپ کے ساتھ تھے، آپ سے تنخواہ لیتے تھے۔ اور اپنے گھروں میں تھے۔ اور اسی قدر ان کے فرزند ان و اتباع آپ کے ہمراہ تھے بغیر ان لشکروں کے جو بصرہ اور حجاز میں تھے۔ باوجود اس کے آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ صلح نامہ میں نہ لیا۔ اور اس کے اور آپ کے درمیان ایسے چند عہد ہوئے جن پر لوگ مطلع نہ ہوئے (ایضاً باب ۵ فصل ۵ ص ۲۱۵)

بالآخر امام نے ان صدمہ متعرضین کے جواب میں ایک خطبہ میں فرمایا۔ خدا کی قسم معاویہ رضی اللہ عنہ میرے لیے بہتر ہے۔ اس جماعت سے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ میرے شیعہ ہیں حالانکہ انہیں شیعوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور مجھے غارت کیا۔ (ایضاً)

**تبصرہ:** امام دوم اپنے شیعوں سے نالاں ہیں۔ ان کے شیعہ انہیں کافر تک کہنے سے گریز نہیں کرتے۔ ان کے نیچے سے جائے نماز کھینچ لیتے ہیں۔ ان کی ران پر کلہاڑا مارتے ہیں۔ ان کے پہلو میں برچھا سے وار کرتے۔ ان کے دوش مبارک سے چادر کھینچ لیتے ہیں۔ ان سے گھر بیٹھے تنخواہیں لیتے ہیں۔ اور لڑائی سے پہلو ہتی کرتے ہیں۔ آخر امام ان کی حرکتوں سے تنگ آکر کوفہ چھوڑ کر مدائن چلے جاتے ہیں اور وہاں مختار کے ارادہ سے مطلع ہو کر مدینہ میں جا کر گوشہ نشین ہو جاتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ منصوص حق امامت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔

اب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی کے اس دور کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان

سے سنئے:

”کہ میرا بیٹا مسلمانوں کے دہریے گردہوں میں صلح کا موجب بنے گا“



اور انہیں مقدس کلمات پر اہل سنت کا ایمان ہے۔ یہ کتنی سیدھی سادی  
 اور سچی تصویر ہے حضرت حسن رحمہ کی اور اس وقت کے مسلمانوں کی۔ اس  
 کے مقابلے میں کیا شیعیت کی دنیا کا حسن؟ امام معصوم ہے  
 اور پھر شیعوں کے معصوم عن الخطا امام دوم کہتے  
 ہیں معاویہ رحمہ تمہاری نسبت میرے لیے بہتر ہے۔“

## حضرت حسنؓ کی زہر خورانی کا لغو قصہ

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق شیعوں کی تمام کتب اور شیعوں کی  
 اکثر کتب میں یہ واقعہ بڑی اہم و گہین داستان کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ معاویہؓ  
 اور یزیدؓ نے آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کے ذریعے آپ کو زہر دلویا تھا باقی  
 جھوٹی داستانوں کی اور من گھڑت روایتوں کی طرح اس داستان پر بھی وہ حاشیہ  
 آرائیاں کی گئیں ہیں کہ الامان۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ کسی نے یہ نہیں لکھا کہ یہ  
 روایت چلی کہاں سے ہے۔ ایک بار ابو جعفر منصور نے محمد بن الحسنی کے خروج  
 کو فرو کرنے کے بعد ایک مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ علی خلیفہ ہوئے تو  
 اس میں وہ خون سے لت پت ہو گئے۔ پھر انہیں کے مددگار شیعوں نے ان پر لوش  
 کی اور انہیں قتل کر دیا۔ ان کے بعد حضرت حسن رضی خلیفہ ہوئے مگر وہ اس میدان کے  
 مرد ہی نہ تھے۔ انہیں روپیہ پیش کیا گیا تو وہ خلافت سے دستبردار ہو کر عورتوں سے  
 تمت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ (ماخوذ از طبری)

زہر خورانی کی داستان سراسر جھوٹ اور کذب ہے میرے خیال میں ابو جعفر  
 منصور نے جس انداز سے حضرت حسن رضی کا ذکر کیا ہے اس سے بھی قلبی بغض اور  
 عناد کی بُو آتی ہے۔ اس کے بھائی نے مجمع عام میں یہ کہنے سے بھی گریز نہیں کیا تھا کہ  
 خلافت ہمارا حق تھا سو ہم کو مل گیا۔ اور غاصبوں کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا شیعوں  
 نے سیدہ جعدہ پر اس لیے تہمت لگائی کہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی بھانجی تھیں  
 اور خنیفوں کے میلاد یسے اور مولود دے اس لیے اس من گھڑت روایت کو لے



لے اڑے کہ وہ اکثر امورات اور نظریات میں شیعوں کے ہمنوا ہیں حضرت حسنؑ  
جیسا پڑا من، صلح کن اور آرام طلب آدمی جس نے خود ہی سب کچھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے  
سپر کر دیا تھا ایسے آدمی کو زہر دینے کی کسی کو کیا ضرورت تھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ البتہ  
عورتوں کی صحبت کے دلدادہ تھے۔ ملائینی کہتا ہے کہ آپ نے نوے نکاح  
کیے۔ ابن سیرین نے ایک دفعہ بیان کیا کہ ایک خاتون سے نکاح کیا تو سو کنیزوں  
کے ذریعہ اسے روپیہ بھیجا اور ہر کنیز ایک ایک ہزار درہم (یعنی ایک ایک لاکھ)  
روپیہ لے کر گئی (تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۳۲۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کے وقت یہ بھی وعدہ ہوا تھا کہ کوفہ کے بیت المال  
کی تمام نقدی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دے دی جائے۔ چنانچہ وہاں سے آپ کو پانچ کروڑ  
نقد ملا بیس لاکھ سالانہ وظیفہ تھا۔ یہ تمام کچھ خرچ کر دیتے بلکہ اکثر قرض لیتے۔  
(تاریخ الخلفاء ص ۳۲۶)

ملا باقر مجلسی نے جلال العیون میں خوب بے پرکی اڑائی ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ  
نے دو سو بچاس عورتوں سے نکاح کیا۔ پھر خود ہی دوسری جگہ تین سو لکھتا ہے اور  
یہ نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہوئے۔ بعد کے متعلق کوئی علم نہیں چنانچہ ایک بار  
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ حسن بہت زیادہ طلاق دیتے ہیں۔ لوگوں نے  
کہا کہ ہماری لڑکیوں کا ایک رات ان کے گھر رہنا ہمارے لیے موجب شرف ہے۔  
(ایضاً مطبوعہ تہران ص ۲۰۹ سطر ۶ ص ۳۳۴)

ملا صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جتنی عورتوں کو طلاقیں دی تھیں  
وہ سب آپ کے جنازہ پر ننگے سر روٹی پیٹی حاضر ہوئیں۔ ابن ابی الحدید نے ستر  
نکاح اور پردفیر حتی نے سو بیان کیے ہیں۔  
آپ کی موت کے متعلق تاریخ الخلفاء میں ہے کہ بیماری سے چالیس دن بستر  
پر پڑے رہے (ص ۳۲۶ ج ۲)

دوسری نے مدت علالت و دماہ بیان کی ہے، ذیابیطس کا عارضہ تھا اور شہد  
کا شربت پینے سے بڑھ گیا۔

ابن قتیبہ متوفی ۲۴۹ھ ابو حنیفہ دینوری متوفی ۲۸۱ھ صاحب البحر متوفی ۵۲۲ھ



لے زہر خورانی کا ذکر تک نہیں کیا۔ بلکہ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے سب سے حساب موضوعات کو بڑے دلفریب اور یقین سے بیان کیا ہے۔ اس نے بھی کہیں زہر خورانی کی طرف اشارہ نہیں کیا۔

زہر خورانی سے متعلق سب سے پہلا اہم مسعودی متوفی ۳۲۶ھ کو لکھا۔ گویا جو تھی صدی ہجری کے ربیعہ اول تک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زہر خورانی کا قصہ تک کسی کے ذہن میں نہ تھا۔

مسعودی نے زہر خورانی کی داستان وضع کرتے وقت بہت سے ہاتھ پاؤں مارے لیکن کسی کا نام نہ لیا۔ لکھنا پڑا اور کہا جاتا ہے کہ جسد کے معادیہ رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا۔

کبریت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولوا لا کذباً

## حضرت حسینؑ اور ان کے شیعہ

سطور گزشتہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مجھے فریب دیا گیا ہے جس طرح اپنے پہلے امام کو تم نے دغا دی۔ نہیں معلوم میرے بعد تم کس امام سے مقابلہ کر دو گے۔ اب میدان کو بلا میں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی یہ پیش گوئی پوری ہو کر رہی۔ آگے بڑھنے سے پہلے اس وقت کے شیعوں کی تعداد پر بھی نظر ڈال لیجئے۔

”ایک دفعہ امام حسنؑ نے برسر منبر فرمایا کہ خدا کے دو شہر ہیں ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور ہر ایک میں قلعہ آہنی ہے اور ہر شہر میں ہزار ہزار دروازے سے ستر ہزار آدمی داخل ہوتے ہیں اور ہر شہر میں ہزار لغت ہیں۔ کہ ہر طالبہ ایک دوسرے سے جہا زبان میں کلام کرتا ہے اور میں ان سب کی زبانیں جانتا ہوں اور دونوں شہروں میں اور وہاں کے ساکنوں پر سوا میرے اور برادر حسین رضی اللہ عنہ کے کوئی دوسرا امام اور حجت نہیں!“

(جلد العیون باب ۲ فصل ۳ تاریخ کتاب ۲ جلد ۲ صفحہ ۳۵۸، ۳۵۹)  
جلد العیون باب ۵ فصل ۱۲ صفحہ ۴۹۸ فصل ۱۴ صفحہ ۵۰۵ کے مطالعہ



سے معلوم ہوتا ہے کہ ان گنت انسان، افواجِ جنت حتیٰ کہ افواجِ ملائکہ بھی شیعہ تھے۔

## کوفی کون تھے؟

اہل کوفہ کا شنی ہونا خلافتِ اصل اور محتاج بہ دلیل ہے۔

(رجال المؤمنین مجلس اول قاضی لورالہ)

کوفی سب شیعہ تھے اور ان کی تعداد چھ لاکھ تھی (خلاصۃ المصاب ص ۱۲)  
امام حسین رضی کی اجازت سے حبیب بن مظاہر نے قبیلہ بنی اسد کے فوج سے  
آدمیوں کو نصرتِ امام کے لیے راضی کیا۔ (رجل العیون ص ۵۹)  
یزید بن مسعود نہشلی رئیسِ بصرہ نے ان کے ارشاد کے مطابق ان کی امداد کے  
لیے قبائل بنی سعد، بنی حنظلہ، بنی تمیم سے بیعت لی تھی (ایضاً باب ۵ فصل ۱۳ ص ۱۴)  
کربلا میں امام حسین رضی کے مقابلہ پر شامی نہ تھے بلکہ کوفی تھے۔

(تلخیص مرقع کربلا صفحہ ۲۰-۲۱ خلاصۃ المصاب ص ۱۲)

امام حسین رضی کا تحریری وصیت نامہ جو امام عابد کے نام تھا۔ ان کے تندرست  
ہونے پر انہیں فاطمہ رضی دختر حسین رضی نے دیا اس میں تحریر تھا کہ:-

”اے فرزند! جب تم قید سے چھوٹ کر مدینہ پہنچو تو ہماری طرف سے  
ہمارے دوستوں کو سلام کہنا۔ اور کہنا حسین نے تم سبھوں کے لیے پیاسے  
گلا کھلایا۔ شرط دوستی یہ ہے کہ جب تم آبِ سرد پیو تو اس وقت ہماری  
بے کسی اور تشنگی کو یاد کر کے رونائے“ (خلاصۃ المصاب ص ۱۳)

الغرض واقعہ کربلا کے وقت مدینہ سے کوفہ تک بلکہ مشرق و مغرب میں لاکھوں شیعہ  
موجود تھے۔ فرشتے اور جنوں کے لشکر بھی شیعہ تھے۔

شیعوں کی اپنی کھی ہوئی تاریخیں ان کے عقائد کی طرح عجیب بھان متی کا سیوانگ  
ہے۔ خود ہی کہتے ہیں کہ کوفی شیعہ تھے اور خود ہی ان پر کفر کے فتوے جڑتے ہیں  
اور انہیں منافق، ملحد، خبیث، یلید، کتے اور خنزیر سے بھی ناپاک، ظالم، بدبخت  
شقی، بداصل، ناجیان، بدبخت کے القاب بخشتے ہیں۔



## ابن زیاد۔ ابن سعد اور شمر بھی شیعہ تھے

ابن زیاد کے نام نج البلاغۃ میں حضرت علی رضی کا ایک خط اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ اور حضرت علی رضی کا ایک عامل تھا۔ ملاحقہ مجلسی بھی اسے شیعہ ہی بیان کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن زیاد کے حقیقی بھوپھاتے تھے اس لحاظ سے زیاد اور اس کا بیٹا عبید اللہ حضرت علی رضی اور حضرت حسین رضی کے رشتہ دار تھے چنانچہ حضرت مسلم کے شہزادگان کے سر دیکھ کر تین مرتبہ تعظیماً اٹھا اور بیٹھا پھر قاتل کو کہا کہ اگر تو انہیں زندہ لے آتا تو میں تجھے بہت انعام دیتا۔ پھر اسے قتل کر دیا۔  
(خلاصۃ المصابیح ص ۴۷)

واقعہ کربلا کے بعد جب امام حسین رضی کا سر ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا اور سنان بن انس نے کہا میری رکاب کو چاندی اور سونے سے بھر دے تو ابن زیاد نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کی گردن مادی گئی۔ (خلاصۃ المصابیح ص ۴۸)  
پھر اس نے تمام قافلہ کفالت دمشق بھیج دیا۔

## ابن سعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں زاد بھائی تھا اور حضرت حسین رضی کا قریبی رشتہ دار تھا۔  
• جب ابن سعد سے بمقابلہ امام فوج کی سرداری کے لیے کہا گیا تو اقل اس نے انکار کر دیا۔ مگر بعد کو بطع حکومت سرداری قبول کر لی۔ (ناسخ التواریخ ص ۵۱)  
• ابن سعد نے میدان کربلا میں امام کے پاس جانے کے لیے کثیر ابن عبد اللہ کو کہا وہ تیار ہو گیا۔ اور اس نے پوچھا کہ امام کے پاس صرف پیغام پہنچا دلو یا تیرے پاس ان کا سر لاؤں۔ ابن سعد نے کہا آخری بات مجھے پسند نہیں تو صرف اس قدر پوچھا آپ یہاں کیوں تشریف لائے (ناسخ التواریخ)

• کثیر بن عبد اللہ کے ناکام واپس آنے پر ابن سعد نے قرۃ بن قیس کو بھیجا اس نے واپس آکر امام کا یہ پیغام سنایا کہ اہل کوفہ کے بلانے سے آیا ہوں مگر



میرا آکا اب منظور نہ ہو تو مجھے واپس جانے دو یہ سن کر ابن سعد نے کہا کہ  
امید وار ہوں کہ خدا مجھے معاربہ و مقاتلہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے نجات دے۔

(رناخ التواریخ)

ابن سعد رحمہ اللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتا اور خاطر مدارات  
کرتا تھا۔ ابن زیلج کے پاس اس کی شہادت پہنچی تو اس نے ابن سعد کو یہ تهدید  
آمین خط لکھا کہ اگر تجھ سے یہ کام انجام نہ ہو تو فوج کی سرداری شمر کے سپرد کریں  
ابن سعد نے شمر سے کہا خدا تجھے بدترین جزا دے تو نے صلح نہ ہو سکی۔

(جلال العیون ص ۳۱)

حسن مثنیٰ بن حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو معرکہ کربلا میں سخت زخمی ہو گئے اس کا دین خارجہ  
فرازی نے ابن سعد کی اجانت سے ان کا علاج کرایا۔

شمر

جنگ صفین میں شمر جناب امیر کی طرف سے معاویہ کے خلاف لڑا۔

(رناخ التواریخ اور جلال العیون)

شمر جناب امیر کا سالا اور برادران حسین رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ اور عثمان گاموں  
تھا۔ چنانچہ اس نے عین معرکہ کے وقت خیمہ امام کے پاس آکر آواز دی کہ  
میرے فرزند ان خواہر کہاں ہیں یہ سن کر جعفر رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، اور عثمان رضی اللہ عنہ باہر  
آکر پوچھا کہ تو کیا کہتا ہے۔ شمر نے کہا چونکہ تمہاری ماں میرے قبیہ سے تھی اس  
لیے میں نے تمہیں امان دی (جلال العیون ص ۳۱)

متحد و کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ جب شمر نے اہل بیت پر قابو پالیا تو کسی  
ایک کو بھی قتل نہ کیا۔ بلکہ سب کو زندہ کوفہ میں پہنچایا۔ پھر دمشق میں پہنچایا۔

قاتلان حسین تمام شیعہ تھے

تمام مردم بعد از قتل حسین رضی اللہ عنہ شہنشاہ مجالس المومنین مجلس پنجم ص ۱۲۱ یعنی



پہلے وہ شیعہ تھے اور قتل حسینؑ کے بعد مرتد ہو گئے اور کفر کا حال تھا تو شیعہ  
 (للموت)

حقیقت یہ ہے کہ ابن زیاد ابن سعد، عمر شیبہ نہیں تھے بلکہ صحیح ائمہ  
 مسلمان تھے یہ تمام عراقیات شیعوں کے ذہنوں کی پیداوار ہیں۔

## واقعہ کربلا

حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعہ صفین اور ہموان کے مقام پر خوارج کی بیعت  
 کے بعد عالم اسلام کو ایک لوٹے کے بیٹے سے کچھ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ مگر  
 کوشش میں شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت رضی اللہ عنہ خود ہی خلافت سے حضرت  
 کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ گویا اسلام میں خلافت خاندان بنو امیہ میں منتقل ہو گئی  
 ۱۹ھ میں منیر بن شعبہ کے مشورہ سے یزیدؑ کی ولی عہدی کا اعلان ہوا۔ اس کا  
 نہایت زیرک اور ہوشمند انسان تھے۔ مرتے وقت یزیدؑ کو نصیحت کی کہ دیکھ خلافت  
 کا معاملہ سب سے اہم ہے جس میں حضرت حسینؑ رضی اللہ عنہ ابن زبیرؑ رضی اللہ عنہ، عبداللہ  
 بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر کے سوا تیرا کوئی حریف مجھے نظر نہیں آتا۔

ابن عمر خدا پرستانہ رجحان کے حامل ہیں۔ زہد و عبادت کے سوا انہیں کسی چیز  
 سے واسطہ نہیں۔ ابن ابی بکر میں کوئی ذاتی حوصلہ نہیں۔ وہ وہی کریں گے جو  
 انہیں ان کے رفقا کہیں گے۔

عبداللہ ابن زبیرؑ لومڑی کی طرح کاوے دیکر شیر کی طرح حملہ کرنے والے ہیں  
 اگر صلح کریں تو صلح کر لینا اور اگر جنگ کریں تو قابو پا کر زندہ نہ چھوڑنا۔  
 حسین ابن علیؑ رضی اللہ عنہ کو عراق والے ضرورت سے مقابلہ میں لاکر کھڑا کریں گے لیکن  
 جب ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا چونکہ وہ بڑے حقدار اور  
 قریب دار رسولؐ ہیں۔ (طبری)

سنہ ۶۱ھ میں امیر یزیدؑ نے تخت خلافت پر بیٹھ کر ان لوگوں سے بیعت کا  
 مطالبہ کیا۔ امیر نے بدرجہ کے حکم پر ولیدؑ کو زمین لے چاروں کو بیعت کے لیے



بلایا۔ ولید صلح جو یا نہ مسلک کا آدمی تھا۔ معمولی بات چیت کے بعد اس نے انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ امیر مردان نے اس وقت ولید کے پاس بیٹھتے انہوں نے امیر ولید کو مشورہ دیا کہ حسین سے بیعت لینے کا یہ موزوں وقت ہے مگر سیدنا حسین نے کہا کہ میں کل اس بات کا فیصلہ کروں گا چنانچہ ایک شیعہ محقق لکھتا ہے۔

THE QUESTION OF ALLEGIANCE AROSE AND  
THE IMAM SAID THAT HE WOULD DECIDE  
IN THE NEXT DAY.

(SHIAISM AND SHIA II STEP BY MA. SHARIATI  
PAGE 28.)

مگر آپ اس وعدہ کے باوجود رات کو چپ چاپ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپ شعبان ۱۰؎ میں مدینہ سے نکلے۔ عبداللہ بن مطیع نے ادرکنے لگے آپ گھر سے تو نکل کھڑے ہوئے ہیں لیکن خدا را کہیں کوفہ کا ارادہ نہ کیجئے۔

آپ مکہ پہنچے تو کوفیوں کے دُف و دُف اور خطوط کا تانا باندھ گیا۔ آپ نے دریافت حالات کے لیے مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ مسلم کے پہنچتے ہی اٹھارہ ہزار افراد نے پہلی مجلس میں ہی بیعت کر لی۔ حضرت مسلم نے حالات سے مطلع کیا تو آپ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ۱۰؎ رذی الحجہ کو مکہ سے چلے اور ۹؎ محرم شام کو کربلا میں پہنچے۔

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مکہ سے کربلا کا فاصلہ کسی صورت میں تیس منازل سے کم نہیں۔ مصنف خلافت معاویہؓ و یزیدؓ نے منازل کے نام بھی گنوائے ہیں۔ طبری مختلف روایتیں بیان کرتا ہے کبھی کربلا، کبھی نینوا۔ کبھی محرم لکھتا ہے۔ کبھی صفر۔

ناسخ التواریخ میں ۱۰؎ بھی ہے اور ۱۱؎ بھی۔ دونوں کا اختلاف بھی ہے



عاشورہ کا دن سُننہ تھا یا دوشنبہ (غرضیکہ شیعہ آج تک صحیح سال، صحیح مہینہ اور صحیح دن پر بھی متفق نہیں۔ پھر ان کی بیان کردہ جزئیات کے متعلق کیا کہا جائے امیرِ نیرید نے حفظِ ماتقدم کے طور پر امیر عبد اللہ بن زیاد کو کھاکہ کوفہ پہنچ کر وہاں کی امارت سنبھال لو۔ امیر ابن زیاد و چند سواروں کو لے کر کوفہ میں وارد ہوئے کوفیوں نے سمجھا حسین آگے ہیں۔ ابن زیاد دارالامارت پہنچے اور نعمان بن بشیر کو معزول کر کے اپنی امارت کا اعلان کیا۔ پھر مسجد میں پہنچ کر ایک پُر زور تقریر کی۔ کوفیوں پر سناٹا طاری ہو گیا۔ اس زمانہ میں کوفہ کی آبادی کئی لاکھ تھی مگر نامعلوم ان لوگوں کا خمیر کس مٹی سے تھا سب دم بخور ہو گئے۔ حضرت مسلم جن کے ہاتھ پر ہزاروں نے بیعت کی تھی ان کے ہاں اب انہیں جلے پناہ نہ ملتی تھی بمشکل ہانی کے گھر میں پناہ ملی۔ معقل کی سراغ رسانی سے مسلم اور ہانی قتل کر دیئے گئے۔

حضرت حسین نے ذی الحجہ ستھ میں حج سے ایک دن بعد مکہ چھوڑا۔ آپ نے مکہ سے نکل کر مدینہ کے راستہ میں تنعیم کے مقام پر مین سے خراج کا مال جو دمشق لے جایا جا رہا تھا۔ اس پر قبضہ کر لیا اور پھر کوفہ کا رخ کیا۔ مکہ کے لوگ جوق در جوق آپ کو روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ حجاز میں رہ کر ہی خلافت کی کوشش کیجئے یہاں کا ہر شخص آپ کا ہمدرد اور خیر خواہ ہے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ خدا کے لیے فریب کار عرانیوں کے بھرے میں نہ آئیے۔ اگر آپ یہاں سے جانا ہی جاتے ہیں تو مین کی طرف نکل جائیے گورنر مکہ کے خط کا تذکرہ کسی اور جگہ ہو چکا ہے۔ بہر حال تمام کوششوں کے باوجود آپ آگے ہی بڑھتے رہے۔

رستے میں عمرو بن سعد اور محمد بن اشعث کا پیغام ملا کہ مسلم شہید کر دیئے گئے ہیں۔ آپ واپس چلے جائیں۔

زبالہ کے مقام پر آپ نے صورتِ حال سے اپنے ساتھیوں کو مطلع کیا۔ تو آپ کے ساتھ صرف اپنے خاندان والے اور چند کوئی رہ گئے باقی واپس چلے گئے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے بھی واپسی کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر مسلم کے گھرانہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم جب تک مسلم کا قصاص نہ لیں گے، واپس نہ لوٹیں گے



آپ ۹ محرم شام کو میدان کربلا میں پہنچے اور ۱۰ محرم کو یہ واقعہ پیش آیا مشہور شیعہ عالم مصنف مجاہد اعظم لکھتا ہے کہ واقعات مثلاً تین شبانہ روز پانی کا بند ہونا۔ فوج مخالف کالاکھوں کی تعداد میں ہونا۔ زینب کے صاحبزادوں کا نو دس برس کا ہونا فاطمہ کبریٰ کا عقد قاسم کے ساتھ ہونا شمر کا سینہ مبارک پر بیٹھ کر سر جدا کرتا۔ نبی زادوں کی چادریں چھین لینا سکینہ کی عمر تین سال کا ہونا وغیرہ بیسیوں واقعات کو یہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص و عام ہیں حالانکہ بعض ان میں خط، بعض مشکوک بعض ضعیف بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔

(مشاہد)

سادا سادہ تاریخی واقعہ تھا۔ بعض مورخ کچھ اس قسم کی عبارتوں کی حاشیہ آٹنی بھی کرتے ہیں کہ راستہ میں جب حضرت مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی یہ عبداللہ بن مطیع نے روکا تو آپ نے ہر بار سی جواب دیا کہ اب اللہ کی رضا پوری ہو کر رہ گئی۔

آپ کی شہادت کی کوئی صورت بھی پیش کیجئے۔ بس واقعہ اس قدر ہی ہے کہ آپ شہید ہوئے۔ اس وقت اموی حکومت کے خلاف آپ خروج کر چکے تھے۔ امیر یزید آپ کو شہید نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اگر جنگ صفین کی طرح جیسے معاویہ رم اور علی رم کے آمنے سامنے تھے۔ یزید اور حسین رم آمنے سامنے ہوتے اور آپ کو شکست ملتی تو یزید یقیناً آپ سے وہی سلوک کرتے جو ایک بھائی دوسرے بھائی سے کرتا ہے۔

## چند تنقیحات

یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

- ۱۔ کیا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رم کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ اور حضرت حسین رم اس بیعت میں شامل نہ تھے۔
- ۲۔ کیا حضرت حسین رم کے خروج کے وقت اہمات المؤمنین، صحابہ کرام رم یا ان کے قریبی رشتہ داروں نے ان کا ساتھ دیا تھا۔



۳۔ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سالاری میں قسطنطنیہ کے بہادریں حصہ نہیں لیا تھا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔

۴۔ کیا شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بقیۃ السیف افراد کو امان دی گئی تھی یا انہیں قتل کر دیا گیا تھا۔

۵۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ (رضی اللہ عنہ) یا دیگر ان افراد سے جو کربلا میں چلا گئے تھے ان سے کوئی روایت ملتی ہے یا آج کل جو کچھ مطلب دیا بس کتابوں میں ملتا ہے یہ سب یا ان طریقہ کی حاشیہ آرائی یا ایجاد بندہ ہے۔

۶۔ کیا واقعی اس وقت خروج کی ضرورت تھی؟

۷۔ کیا کربلا کے واقعات جو آج کتب شیعہ میں ملتے ہیں درست ہیں اور کیا کوئی شیعہ وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۱۰ محرم کو شہید ہوئے تھے۔

۱۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ کوفیوں نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط بھیجا جسے متہد مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ اور آپ نے جواب دیا کہ جب تک معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ ہیں تم لوگ اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے رہو۔ ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے جسے توڑنے کا موقع نہیں ہاں اگر ان کی موت کا واقعہ پیش کیا تو اس وقت دیکھا جائے گا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مرے تو ہم خروج کریں۔

یہ امر شیعہ مسلمات میں سے ہے کہ کوئی امام کسی غیر امام کا حکم ماننے کی صورت میں معصوم نہیں رہ سکتا۔

امیر یزیدؓ بقول ان کے فاسق، فاجر بلکہ کافر ہے اور ان لوگوں نے یزیدؓ کو بدنام کرنے میں اس حد تک تحریر و تقریر کے ذریعہ کام لیا کہ اہل سنت کے ایک بر خود غلط قسم کے فرقے نے یزیدؓ کی تکفیر پر اپنی کتب فقہ میں ایک الگ باب باندھنے سے کبھی گریز نہ کیا اور موافقت (میں کم) اور مخالفت (میں زیادہ) میں صفحوں کے صفحے سیاہ کرتے چلے گئے۔

شیعوں کے ایک غالی مؤلف نے اپنی مشہور تصنیف الامامت والسیاست



میں لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں اہل مدینہ کو بتایا کہ قحطی دیار و امصار میں لوگوں نے یہ بیعت کر لی ہے۔

اسے اہل مدینہ! میں نے جب یزیدؓ کی ولی عہدی کا قصد اور پختہ ارادہ کر لیا تو کسی قریب اور جھوٹے کو بھی نہ چھوڑا۔ جہاں بیعت کے لیے وفد نہ بھیجا ہو چنانچہ سب ہی لوگوں نے بیعت کر لی (ج ۱ ص ۱۹۸)

گویا شیعہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام دیار و امصار میں لوگوں سے امیر یزیدؓ کی بیعت لی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں موجود نہ تھا۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہتا کہ تم غلط کہتے ہو اور حسین رضی اللہ عنہ نے خود کیوں نہ کہا کہ تم غلط کہہ رہے ہو۔

(۲) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سفر کوفہ سے روکنے والوں میں متعدد اجل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ عمر بن علی رضی اللہ عنہ اور محمد بن علی رضی اللہ عنہ سب بھائیوں نے روکا اور محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے امیر یزیدؓ کا ساتھ دیا۔ عبد اللہ بن عباسؓ عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن جعفر طیارؓ نے بھی روکا۔ مگر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تو عبد اللہ بن جعفر نے اپنے بیٹے علی الزینبیؓ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے سے روکا اور اپنی زوجہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کو بھی روکنے کی کوشش کی مگر جب وہ نہ رکیں تو انہیں طلاق دے دی۔ بعد میں ان کی ہم شیرام کلثوم سے نکاح کیا جو حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد بیوہ ہو چکی تھیں۔

حضرت عمرؓ سے ان کے ہاں زید پیدا ہوئے تھے۔ عبد اللہ کے مرنے کے بعد ان عبد اللہ سے نکاح ہوا تھا۔ زینب کا بیٹا علی الزینبیؓ تھا جسے باپ نے روک لیا تھا۔ اور عون اور محمدؓ عبد اللہ کے بھائی یعنی زینب کے دیور تھے جو اپنے بھائی عبد اللہ یعنی زینب کے خاوند کے موقف کے حامی تھے۔

(۳) حیرانی اس بات کی ہے کہ اہل تشیع کے ہاں تو یزیدؓ چونکہ قاتل حسین رضی اللہ عنہ ہے اس لیے وہ اسے کافر، فاسق یا فاجر جو چاہیں کہیں انہیں اس فعل سے کون روک سکتا ہے وہ تو سوائے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باقی سب کو مرتد اور کافر کہنا اپنے دین کا ایک اصول سمجھتے ہیں مگر وہ اہل سنت و جماعت جو علم و فضل



کے مدعی ہوتے ہوئے اپنے جلسوں خطبوں اور مجلسوں میں غرضیکہ جہاں بھی یزیدؓ کا ذکر آئے اسے یزیدؓ پلید کے بغیر نہیں پکارتے۔ کیا ان کے علم و فضل نے انہیں یہی سکھایا ہے کہ نبی علیہ السلام کے ارشادات کے علی الرغم جو منہ میں آئے کتے چلے جاؤ۔ نہ خدا کا خوف نہ رسول اللہ کا لحاظ نہ انسانیت کا تقاضا اور نہ اخلاق کی کوئی حد۔

اس حدیث سے علم حدیث کا ایک معمولی طالب علم بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا کہ نبی علیہ السلام ایک روز حضرت ام حرام رضہ بنت ملحان کے گھر دوپہر کا کھانا تناول فرما کر قیلوہ فرما رہے تھے کہ یکایک حضورؐ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھولیں حضرت ام حرام رضہ نے پوچھا یا رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے مسکرانے کا کیا سبب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خواب میں میری امت کے کچھ ایسے لوگ دکھائے گئے ہیں جو سمندر میں جہاز پر سوار تھے اور ان کی شان بادشاہان مسند نشین کی سی تھی۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف تھے حضرت ام حرام رضہ نے عرض کی یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ مجھے بھی ان مجاہدین میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حرام رضہ کی حق میں دعا فرمائی اور پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر بیدار ہوئے تو ہونٹوں پر تبسم تھا اور وہی خواب زبان پر تھا۔ حضرت ام حرام رضہ نے سابقہ دعا کے لیے پھر درخواست کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں تم بھی اسی جماعت کے ساتھ ہو۔ حضرت ام حرام رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ لفظ فرمائے تھے۔

اول جیش من امتی یغزون البصر قد اوجبوا۔

”یعنی میری امت کی پہلی فوج جو بحری جہاد کرے گی اس پر جنت واجب ہو گئی۔“

دوسری بار استراحت فرما ہونے کے بعد جو کلمات فرمائے وہ کتب احادیث میں اس طرح مرقوم ہیں۔

اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم

”میری امت کا وہ لشکر جو پہلی بار قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا ان



کے لیے مغفرت کی بشارت ہے۔“

اسی طرح حضور نبی کریم کے یہ کلمات مبارک بھی کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ **ففتح القسطنطنیۃ ولنعم الامیر امیرها ولنعم المجیش جیشہا** یعنی قسطنطنیہ فتح کرنے والے لشکر کا امیر کیسا بہترین امیر اور اس کے لشکر کی کیسی بہترین لشکر ہیں۔“

ان ہر شہ بشارت ہائے عظیمہ کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوات کے لیے بے قرار رہتے تھے۔ پہلا غزوہ جس کے لیے جنت کی بشارت فرمائی گئی تھی وہ ۳۸ ہجری میں سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں سرانجام ہوا۔ اس جہاد میں شامل ہونے والے تمام مجاہدین کے لیے وجوب جنت کی بشارت واضح اور صاف ہے۔ اُم حرام رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی غزوہ میں گھوڑے سے گر کر ہوئی۔

دوسرا غزوہ جو باختلاف روایت ۵۰ یا ۵۱ھ میں ہوا۔ بلا اختلاف امیرِ یزید کی سالاری میں ہوا۔ اس غزوہ میں شامل ہونے والوں کے لیے مغفرت کی بشارت ہے۔ تیسری بشارت فتح قسطنطنیہ کے متعلق ہے اس لشکر میں شامل ہونے والوں کے لیے فرمایا گیا کہ وہ کیا اچھے لوگ ہیں اور ان کا امیر کتنا اچھا ہے۔ یہ اس غزوہ کے متعلق سب جانتے ہیں کہ قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح عثمانی کے ہاتھ پر فتح ہوا تھا۔ ان سطور میں ذرا تفصیل سے دوسری بشارت کو پیش کرنا مطلوب ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں خواب تقریباً سب کتب احادیث میں موجود ہیں۔

- ۱۔ صحیح بخاری ۱ : ۳۹۱ باب الدعاء بالجہاد والشہادۃ للرجال
- ۲۔ صحیح بخاری ۱ : ۳۹۲ ب فصل من یصرع فی سبیل اللہ فہو امنم
- ۳۔ صحیح بخاری ۱ : ۳۰۴ باب غزوة المرأة فی البحر
- ۴۔ صحیح بخاری ۱ : ۴۰۹ : ۴۱۰ باب ما قیل فی قتال للروم
- ۵۔ صحیح بخاری ۱ : ۹۲۹ : ۹۳۰
- ۶۔ صحیح مسلم ۲ : کتاب الامارت ۱۳۲۳ ج ۲



- ۷۔ موطا امام مالکؒ۔ کتاب الجہاد باب الترتیب فی الجہاد ۱: ۳۰۹: ۲۰۸
- ۸۔ جامع ترمذیؒ کتاب الجہاد فی غزوہ البحر ۱: ۱۹۸ مطبع مہتابی
- ۹۔ سنن ابوداؤدؒ، جزو ثالث باب فصل الفزول البحر طبع مصر
- ۱۰۔ سنن ابن ماجہؒ، ترجمہ اردو سید دائر جلال باب الجہاد کے بیان میں حدیث نمبر ۲۷۱۵
- ۱۱۔ رحمۃ العالمین۔ مصنفہ محمد سلیمان منصور پوری ۱۲، ۱۷۱ عنوان جہاد عمری کی اطلاع بحوالہ بخاری و مسلم بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

یہ حدیث تمام ائمہ فن اور ائمہ حدیث اور اسماء الرجال کے نزدیک حسن صحیح ہے۔  
تاریخی طور پر اس لشکر میں امیر یزید کی سرداری میں جہاد کر لے والے کون ہیں۔ عبد اللہ بن عمرہ۔ عبد اللہ بن عباس۔ ابویوب انصاری۔ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما۔ عبد اللہ بن زبیر۔ جیسی عظیم الشان ہستیاں شامل تھیں۔

اس غزوہ میں حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ بعارضہ تیغ و شمشیر مبتلا ہو کر دراصل بحق ہوئے آپ نے آخری وقت وصیت فرمائی کہ مجھے کفار کے علاقہ میں جتنی دورے جاسکو وہاں دفن کرنا۔ امیر یزید نے رات کے اندھیرے میں قسطنطنیہ کے قلعے کی دیوار کے نیچے جا کر دفن کیا۔ صبح جب عیسائیوں نے دیوار کے نیچے ایک تانہ قبر دیکھی تو کہنے لگے ہم اس قبر کو مٹا دیں گے۔ اس پر امیر یزیدؒ نے غیرت ایمانی سے قیصر کو للکار تے ہوئے کہا کہ :-

”اے قسطنطنیہ والو! یہ ابویوب انصاری ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے ایک ہیں۔ اور تم دیکھ رہے ہو ہم نے جہاں انہیں دفن کیا ہے قسم ہے رب ذوالجلال کی اگر تم نے اس قبر سے کچھ بھی تعرض کیا تو ارض اسلام کے ہر کھنسیہ کو گرا دوں گا۔ پھر سرزمین عرب میں ناقوس بجی نہ بچ سکے گا۔“

امیر یزیدؒ کے یہ الفاظ بلا اختلاف الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۷ عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ پر موجود ہیں۔ اور ذلادل پر ہاتھ رکھ کر سنئے اور سنہجھل کر بیٹھے اور غور کیجئے کہ بعینہ ہی الفاظ مشہور شیعہ مورخ میرزا محمد تقی پسر کا ثانی نے اپنی مشہور تصنیف تاریخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ پر مرقوم کئے ہیں۔ وہ حنفی یا شیعہ جو ہر طرف سے فارسی



راہیں بند پا کر کہتے ہیں کہ نیریدم اس لشکر میں موجود تھا۔ سالار فوج نہ تھا وہ ان لفظوں پر غور کریں جو امیر نیریدم نے فرمائے تھے کہ :

”ارض اسلام کے ہر کنسہ کو گرا دوں گا“

کیا پورے لشکر کی موجودگی اور سالار لشکر کی موجودگی میں ایسے لفظ کوئی معمولی سپاہی یا عہدہ دار کہہ سکتا ہے یا ان لفظوں میں ایک سالار لشکر کا طعنہ اور دہلیہ کا رفرما ہے۔

اس لشکر کو امیر نیریدم نے مختلف دستوں میں تقسیم کر کے ہر دستے کا الگ سرور مقرر کر دیا تھا۔ مہری دستہ فوج کے عقائد عقبہ بن عامر جہنی ایک دستہ کے امیر فضا مہ بن عبیدرہ ایک دستہ کے امیر عبداللہ بن خالدہ سیف اللہ تھے۔ مگر بلبل الفتن صحابہ عام لشکریوں کی حالت میں شامل تھے جن میں حسین بن علی رہتے تھے نو ماہ یہ لشکر دمشق سے باہر رہا اور اتنا طویل عرصہ یہ سب بزرگ امیر نیریدم کی اقتدار میں گزاریں پڑھتے رہے۔

مزید تفصیل کے لیے مشہور شیعہ مورخ سید امیر علی کی مشہور تصنیف مہر مہری

آف سیر نیہ ص ۸۴ مطبوعہ لندن ۱۹۵۱ء

مشہور شیعہ مورخ ابن جریر طبری کی تاریخ الامم والملوک جلد ۴ ص ۱۴۳ کتاب الذیل من الذیل فی اصول الصحابہ وانا بعین ص ۲ مطبوعہ مصر نیز ایک اور مشہور شیعہ مورخ مسعودی کی تالیف التنبیہ والاشراف ص ۱۲

مشہور شیعہ مولف محرم نامہ نے اپنی اس تصنیف میں ص ۱۱۶ پر اور ابو العلی شاہ محمد کبیر شاہ دانا پوری مشہور شیعہ مولف نے تذکرۃ الکرام طبع کھنوکہ ص ۲۶ پر بڑی تفصیل سے جہاد قسطنطنیہ کے واقعات لکھے ہیں اور امیر نیریدم کی سپہ سالاری کو تسلیم کیا ہے۔ ان شیعہ مورخوں اور مصنفوں کے علاوہ مشہور عیسائی مصنفین میں سے پروفیسر ہتی نے تاریخ عرب میں ایڈورڈ گبن نے تاریخ عروج و زوال رومۃ الکبریٰ ص ۲۸۶ پر بزیطین ایپائٹر کے ص ۱۴ پر اور ہیرولڈ ولیم کی تاریخ میں امیر نیریدم کی سپہ سالاری کو تسلیم کیا گیا ہے۔

اب رہ گیا بعض اصحاب کا یہ اعتراض کہ نیریدم اس وقت مسلمان تھا بعثی مرتد



ہو گیا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ہیں:۔  
 مغفور لہم یعنی وہ سب بخش گئے ہیں۔ ان الفاظ کا واضح مقصد یہ ہے  
 کہ اس لشکر میں شامل ہونے کی سعادت ہی اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کو عنایت فرمائی  
 جو علم الہی میں مغفور لہم کا مصداق تھے۔ ورنہ نعوذ باللہ من ذلک یہ کہنے والا  
 کہ نیند بعد میں مرتد ہو گیا مقابلہ واسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی بشارت کا  
 منکر ہے جو بمنزلہ وحی کے تھی۔ گویا اس لشکر کے ہر فرد کا مغفرت یافتہ ہونا مشروط  
 ہے۔ اس حکم کے ساتھ کہ اس میں شامل ہی وہی ہو گا جو مغفرت یافتہ ہے۔

مشہور اسلامی مورخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی امیر یزید کے متعلق گواہان کے  
 سپہ سالار اعظم ہونے کے قائل نہیں مگر ایک دستہ فوج کی سرداری کے قائل ہیں  
 بہر حال حدیث مغفور کی روشنی میں امیر یزید کا اس لشکر میں شامل ہونا تواتر کی  
 حد تک صحیح ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور تھی اور سب کو معلوم تھا کہ:  
 ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر  
 کے شہر پر حملہ آور ہو گا وہ مغفرت یافتہ ہے۔“

لہذا صحابہ کرام رضی عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ  
 بن عباس رضی اللہ عنہما، حسین بن علی رضی اللہ عنہما، ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ، وغیرہم وعدہ مغفرت کے شوق  
 میں آ کر شریک لشکر ہوئے ایک عظیم الشان لشکر مرتب ہو گیا تو سفیان بن عوف  
 کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا۔ سفیان کی سپہ سالاری میں اپنے  
 بیٹے یزید کو بھی جو طائفہ فوج کا افسر تھا۔ ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر روانہ  
 کیا۔ (تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۳۴)

اکبر شاہ خان بھی بہر حال امیر یزید کی شمولیت بلکہ ایک ایک دستہ کی سرداری  
 کے قائل ہیں۔

۵۔ میدان کربلا میں صرف وہی افرو شہید ہوئے جنہوں نے باقاعدہ جنگ میں  
 حصہ لیا۔ جنہوں نے کسی قسم کا حصہ نہ لیا وہ بالکل مامون و محفوظ رہے۔ یارانِ طریقت  
 تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جب شہر امام زین العابدین کو قتل کرنے لگا تو زین



ٹرپ اٹھیں اور کئے نگیں کیا تو خاندان نبوت کا ہی خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ ان بھلے لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تم ایک غلط روایت گھڑنے کے لیے یہ کہتے ہوئے بھی ہچکچا ہٹ محسوس نہیں کرتے کہ حضرت حسین کی بن چلا کر ایک حملہ آور سے الجھ جائیں اور پھر حملہ آور بھی وہ جو ان کے نزدیک دنیا کا ذلیل ترین انسان ہوا ہے کس چیز نے علی (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے قتل سے رد کا۔ حقیقت میں بات اسی قدر ہے جو بیان کی جا چکی ہے کہ جو تلوار لے کر نکلتا رہا وہ شہید ہو جاتا رہا اور جو خیموں میں موجود رہے انہیں بالکل نہیں چھڑا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ (زین العابدین) کے بیٹے محمد باقر کی عمر اس وقت اڑھائی سال تھی۔ اور ان کا دوسرا بیٹا بھی موجود تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے داماد تھے مع اپنے متعدد عزیزوں کے صحیح سلامت واپس پہنچے اور عرصہ دراز تک زندہ رہے۔

سخت حیرانی کی بات ہے کہ کسی شیعہ یا غالی حنفی کی کسی کتاب میں ان بقیۃ السیف بزرگوں سے ایک روایت بھی نہیں ملتی۔ جلتے غور ہے کہ اگر موقع پر موجود ہی کچھ بیان نہ کریں تو دوسرے تیسرے نے کہاں سے سنا۔ ان کے علاوہ جعفر عباس، عثمان رضی اللہ عنہ پسران علی بھی کربلا سے زندہ واپس لوٹے۔

۶۔ اگر اس وقت فی الواقع خروج کی ضرورت تھی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے مٹھی بھر ساتھیوں کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ہزاروں کی تعداد میں موجود جماعت و دیگر مسلمانان عالم کے متعلق کیا کہا جائے گا جنہوں نے خاموشی سے یزید کو خلیفۃ المومنین تسلیم کر لیا اور وہ لاکھوں شیعہ کہاں چلے گئے۔ جن کا معتبر شیعہ کتب میں ذکر ملتا ہے۔

۷۔ آج کل واقعہ کربلا کے متعلق جو کچھ شیعہ میں آرہا ہے یہ سب کچھ زمانہ حال کے ایک بہت بڑے شیعہ مولف کی کتاب ”مجاہد اعظم“ میں دیکھئے۔ عام کتابوں سے قطع نظر کر کے فریقین کی وہ مستند کتابیں جو تاریخ کی جان سمجھی جاتی ہیں اس قدر مختلف البیان ہیں کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے ہیں اگر دو مستند سے مستند کتابوں کو بھی سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو تمام واقعات



کی تحریریں اول سے آخر تک متفق اللفظ نہیں (مثلاً)

پھر خود ہی سوال کرتے ہیں کہ آخر اسلامی واقعات کے اس بڑے اور متمم بالشان  
حادثہ کی نوعیت اس قدر ڈالوں اور سلسلہ روایات کے لا انتہا مختلف ابیان  
ہونے کی وجہ کیا ہے پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ کسی کا کوئی چشم دید واقعہ بیان  
نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ عدداً طبعاً باقی تراشی گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ طویل  
کے بعد ہوئی۔ (مثلاً)

سب سے پہلے جس شخص نے اس واقعہ کو افسانوی رنگ دیا وہ ابو مخنف لوط  
بن یحییٰ ازوی متوفی ۵۰۰ھ، اہم مقدار اگر وہ ۵۰ سال کی عمر میں مرا ہو تو اس کا مطلب یہ  
ہے کہ وہ کربلا کے واقعہ سے چالیس سال بعد پیدا ہوا) اسے آئمہ رجال نے متفقہ  
طور پر کذاب اور غیر ثقہ کہا ہے۔

ابو مخنف کے بارے میں مصنف مجاہد اعظم تسلیم کرتے ہیں کہ اس نے یہ واقعات  
سماعی لکھے ہیں۔ اس لحاظ سے ابو مخنف کی تصنیف مقتل میں جو کچھ لکھا ہوا ہے  
سراسر ایجاد بندہ ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ مقتل کے بھی کئی نسخے ہیں جو ایک دوسرے  
سے مختلف ابیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ ابو مخنف بھی ان کا جامع  
نہیں بلکہ کسی اور نے ہی یہ واقعات قلمبند کیے ہیں (مجاہد اعظم مثلاً)

تبصرہ ۱ مکہ معظمہ سے کربلا تیس منزل ہے۔ اس زمانہ میں منزل سے ادھر  
یا ادھر قیام کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مقررہ منازل پر قافلوں کے لیے  
سرائیں اور چارہ پانی کا انتظام ہوتا تھا۔

یہ بات بتواتر فریقین کے نزدیک مسلمات کا درجہ رکھتی ہے کہ سیدنا حسینؑ  
ذی الحجہ کی دس تاریخ مکہ سے روانہ ہوئے۔ اب راستہ کی منازل دیکھئے۔ لبنان  
علمر۔ ذات عراق۔ الغرہ۔ المصلح۔ الفیمہ۔ العقیق۔ سلیمہ۔ معدن بن سلیم۔ زبذہ  
مغنیۃ المآوان۔ معدن لقرہ۔ الحاجر۔ سمیرا۔ نوز۔ فیدہ۔ الاجفر۔ الخرمیہ۔ ازودہ۔  
تعلبہ۔ قبر العبادی۔ اشقوق، زبالہ، التعار۔ عقبہ۔ واقعہ۔ القرعہ۔

منازل کے حساب سے ۶ محرم کو آپ القرعہ پہنچے۔ اس مقام سے کوفہ کا  
راستہ دائیں طرف ہو جاتا ہے۔ اسی مقام پر آپ کو معلوم ہوا کہ کوئی میرا ساتھ



نہیں دیں گے۔ بلکہ میں ان لوگوں میں خواہ مخواہ پھنسا ہوں۔ آپ نے اس مقام سے اپنا رخ دمشق کی طرف کر لیا۔

۷۔ محرم کو العذیب ۸۔ محرم کو ذو حسم و قصر مقاتل اور ۹۔ محرم کو کربلا پہنچے۔ دوسرے روز ۱۰۔ محرم کو جب کوفیوں نے دیکھا کہ اب ہمارے ہاتھ نکلے جا رہے ہیں تو انہوں نے نہایت، ثقاوت، سنگدلی اور بے رحمی سے آپ کو شہید کر دیا اگر حضرت حسین رضی کی نظروں میں یزیدؓ واقعی فاسق و فاجر تھا اور آپ نے یہ سفر جہاد کے لیے کیا تھا تو پھر آپ نے کوفہ کی بجائے دمشق کا رخ کیوں کیا۔ کیا آپ کا چند کوفیوں اور اپنے خاندان کے چند نوجوانوں کے ساتھ براہ راست یزیدؓ سے ٹکرائے جانے کا ارادہ تھا۔ اس سیدھے سوال کا جواب فریقین کی کتب میں تو اتر کی حد تک بلا اختلاف موجود ہے۔

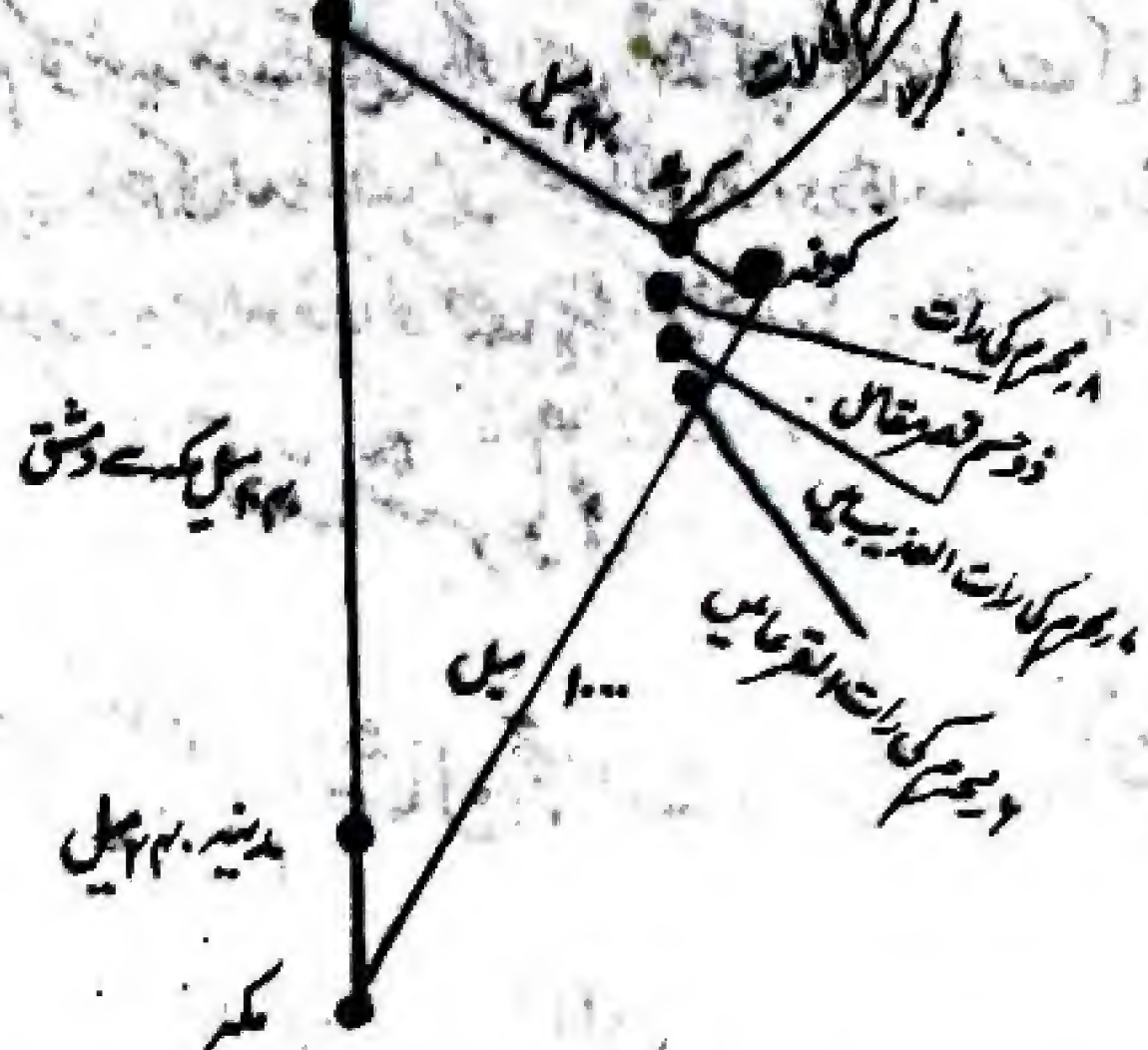
الفرع سے سرکاری فوجیں آپ کے ہمراہ ہو چکی تھیں۔ کربلا کے مقام پر آپ نے دس محرم عمرو بن سعدؓ کے سامنے تین صورتیں پیش کیں۔

- ۱۔ مجھے واپس جانے دیا جائے۔
- ۲۔ مجھے سرحدات کی طرف نکل جانے دیا جائے کہ وہاں جا کر جہاد کروں۔
- ۳۔ مجھے امیر یزیدؓ کے پاس جانے دیا جائے کہ میں خود ان سے مل کر فیصلہ کر لوں۔ عمرو بن سعدؓ نے آخری شرط منظور کر لی۔ مگر واقعہ جبل میں جس طرح صدیقہ کائناتؓ اور سیدنا علی رضی کے درمیان فیصلہ ہوتے دیکھ کر سبائیوں کے یہ یقین کر لیا کہ ان صلح ہماری گردنوں پر ہوگی۔ اور انہوں نے رات کو چپکے سے صدیقہ کائنات کے لشکر پر حملہ کر دیا اور غلط فہمی میں مبتلا ہو کر دونوں فریق ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ اسی طرح کوفیوں نے دیکھا کہ اگر حسین رضی، یزیدؓ کے پاس پہنچ گئے اور ہماری چھٹیاں امیر یزیدؓ کے سامنے پیش ہوئیں تو ہماری خیر نہیں۔ بس انہوں نے آگے بڑھ کر چند لمحات میں ان پاکباز نفوس کو تلواروں کی دھار پر رکھ لیا۔ عمرو بن سعدؓ دیکھتے ہی رہ گئے۔

سیدنا امیر یزیدؓ جنہیں قاتل حسین رضی قرار دیا جاتا ہے۔ انہیں تو سیدنا حسین رضی کی مظلومانہ شہادت کے المناک واقعہ کی خبر کہیں دو ہفتے بعد پہنچی ہوگی۔



۷-۱۹-۱۳۳۲



۱۔ سیدنا حسین مدینہ سے ۲۷ رجب چلے اور ۳ شعبان مکہ پہنچے اور سفر  
روزانہ ۲۰ میل۔

۲۔ مکہ سے ذوالحجہ کو چلے اور ۹ محرم کو بلا پیچھے اور سفر روزانہ ۳۴ میل  
اگر بقول روانہ یوم محرم کو کر بلا پیچھے تو اوسط سفر روزانہ ۵۴ میل بنتی ہے  
جو اونٹوں، گدھوں، گھوڑوں کے قافلہ کی صورت میں معہ عیال ہو قطعاً نا ممکنات  
میں سے ہے۔

اب دوسری صورت کی طرف توجہ دیجئے آپ ۱۰ روز الحجہ کو مکہ سے چلے اسی روز امیر مکہ نے امیر یزیدؒ کو اطلاع دی۔ مکہ سے دمشق کا فاصلہ ۱۲۸۰ میل کے قریب ہے۔ امیر یزید نے اطلاع ملتے ہی قاصد و مشق روانہ کر دیا۔ دمشق سے کوفہ ۴۴۰ میل ہے۔ گویا قاصد نے ۳۰ دن میں  $1280 + 440 = 1720$  میل کا سفر طے کیا اس لحاظ سے اس نے ۵۷ میل اور سٹار روزانہ سفر کر کے امیر ابن زیاد کو اطلاع دی اور امیر ابن زیاد نے سیدنا حسینؑ کے قتل کا حکم دیا۔

میں یہاں دنیا بھر کے جغرافیہ دانوں اور ریاضی دانوں کے سامنے انصاف کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ کسی کلیہ یا قازمولا سے ثابت کر دیں کہ ایسا ہونا ممکن ہے



سے ہے۔

حسین دس محرم کو شہید ہوتے ہیں۔ اگر اسی روز آپ کی شہادت کی اطلاع کے لیے قاصد امیر یزدیہ کی خدمت میں بھیجا گیا ہو اور قاصد کے روزانہ سفر کی اوسط ۳۵ میل ہو تو امیر موصوف کو کہیں پہلے کو اطلاع پہنچ سکتی تھی۔

## قصہ شہر بانو

ایک پُر فریب محل، عظیم الشان جھوٹ اور کذب افتراء

## بھرپور داستان

نامعلوم اس داستان کو کس نے جنم دیا؟ کس نے پروان چڑھایا اور ابتدائی طور پر کن لوگوں نے اسے شہرت دی۔

حسین کا ظم زادہ نے بھی اس داستان سے اپنی مایہ ناز تصنیف کو زینت دیتے ہوئے خامہ فرسائی کی ہے کہ یزدگرد آخری ساسانی بادشاہ کی دختر شہر بانو ایرانی قیدیوں کے ساتھ عمر بن الخطاب کے سامنے پیش ہوئی۔ انہوں نے دوسرے قیدیوں کے ساتھ اسے بھی بازار میں فروخت کیے جانے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مانع ہوئے اور کہا کہ پادشاہ زادگان و نجبا کو ننگے سر بازار میں لے جانا خلاف ادب ہے بالآخر شہر بانو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی۔

اس داستان سرائی کے بعد مصنف نے کہلے کہ اسی سبب سے خاندان حضرت علی رضی اللہ عنہ ایرانیوں کی نظر میں اصل نسل کے اعتبار سے ساسانی نسب رکھتا تھا (لاحول ولا قوۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کی بنا پر شرافت اور امتیاز سے بھی محروم تھا۔ تنہا اسی سبب سے یہ خاندان جائز طور پر تخت و تاج کیانی کا وارث ہو سکتا تھا۔ نیز اسی بنا پر علی رضی اللہ عنہ (زین العابدین) جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند شہر بانو کے بطن سے تھے فخر العرب والجم کہلاتے تھے کیونکہ باپ کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب



بزرگ ترین عرب یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ماں کی طرف سے روئے زمین کے نجیب ترین سلاطین یعنی بچہ کے بادشاہوں پر منستی برپا ہے۔

یہی داستان جب کہ بلا تک پہنچتی ہے تو اس پر مزید جو حاشیہ آرائیاں ہوتی ہیں وہ بھی حیران کن ہی نہیں بلکہ پریشان کن بھی ہیں۔ ایک صاحب فرماتے ہیں۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا گھڑا حجرہ کے دروازہ پر آکر کھڑا ہوا اور حضرت شہربانو اسی پہ سوار ہو کر ایران کی طرف چلی نکلیں۔ راستہ میں انہیں اپنا بھائی مل گیا جو حضرت حسین کے لیے آ رہا تھا۔ راستے میں فتنہ پھیل گیا اور شہربانو کو دیکھ کر وہ بے پرواہی سے چلا گیا ایک اور صاحب دیا کھیان کرتے ہیں کہ آپ دریائے فرات میں ڈھب کو مر گئیں گویا خود کشی کی حرام موت مری۔

میں سخت حیران ہوتا ہوں کہ شیعہ تو رسمہ درکنار اہل سنت و جماعت کا اچھا خاصا سمجھا جاتا ہے مگر ابھی اپنے مواعظ میں شہربانو کے حالات کو اس طرح بیان کر کے سامعین کو بھلا رہے گویا یہ بھی دین کا ایک اہم حصہ یا جزو ہے حالانکہ تاریخی نقطہ نظر سے شہربانو کا وجود مل نظر ہی نہیں بلکہ بالکل عنقا ہے شہربانو نام کی کوئی بیوی حضرت حسینؑ کے حرم میں سرے سے تھی ہی نہیں چہ جائیکہ کہ وہ یزدگرد کی لڑکی ہو۔ دراصل یہودی ملکینک اور مجوسی عصبیت نے مل کر شیعیت کا جو ہیولے کھرا کیا اس میں نہایت چابکدستی سے اس قسم کی روایات کو سمویا کہ آج بڑے سے بڑا مورخ اور بڑے سے بڑا محقق بھی جھوٹ اور سچ کی تمیز میں اپنے آپ کو معذور پاتا ہے۔

اب آئیے ذرا چند لمحات کے لیے ہم تاریخ ایران کا مطالعہ کر کے شہربانو کو تلاشف کریں۔ کہ یہ کون تھی کہاں سے آئی تھی۔ کس کی بیٹی تھی یا سرے سے تھی نہیں۔ شہربانو کا بیٹا یزدگرد سلسلہ میں تخت نشین ہوا۔ اس کی عمر اس وقت ۱۶ سال تھی (اخبار الطوال ص ۱۲۱) کہن نے پندرہ سال تکھی ہے۔ یہی سال فاروق اعظم کی خلافت کا پہلا سال ہے سلسلہ میں اس کی عمر ۱۸ سال تھی۔ قادیسیہ کا معرکہ لڑا گیا۔ یزدگرد یہ سنتے ہی مدائن چھوڑ کر بھاگ نکلا اور حلوان پہنچ گیا۔

المخص فروع البلدان بلاذری ص ۲۷۱ اخبار الطوال ص ۱۳۳



اسلامی لشکر نے جب ادھر کا رخ کیا تو وہ مع اہل و عیال کے خانقانہ قم اور قاشان کو بھاگتا پھرا آخر ۲۹ھ میں جب اس کی عمر ۳۲ سال تھی خراسان پہنچا اور ۳۳ھ بعد خلافت عثمانی اس کا خاتمہ ہو گیا۔

غرضیکہ یزدگرد پر اسلامی لشکر نے کہیں بھی قابو نہیں پایا۔ پھر شہر بانو کہاں گرفتار ہوئی اور کس نے گرفتار کی اصل میں اس قصہ کا خالق زرخشری جیسا تاریخ سے ناواقف انسان ہے۔ ابن خلکان بھی زرخشری کے چکر میں آگیا۔

زرخشری کے سوا طبری، ابن الاثیر، یعقوبی، بلاذری اور ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا۔ اور لکھتے بھی کیسے جبکہ یزدگرد مع اہل و عیال آگے آگے بھاگتا رہا اور کسی مقام پر مسلمانوں کے قابو میں ہی نہیں آیا۔ اگر اس کے عیال میں سے کوئی گرفتار بھی ہوا ہوگا تو وہ زمانہ خلافت عثمانی کا تھا نہ کہ خلافت فاروقی کا۔

مگر مجوسیوں نے خود ایک وضعی داستان تصلیف کی اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے جہلا کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے پھیلایا۔ تاکہ عوام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمنوا بن کر آپ کے نام کی آڑ میں اسلام دشمنی پر ہر معرکہ سر کرنے کے لیے تیار ہو جائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال یعنی ۳۱ھ یزدگرد کی عمر ۱۶ یا ۱۸ سال ہے۔ محرم ۱۲ھ میں قادسیہ کا معرکہ لڑا گیا اور اس کے بعد مسلمان آگے بڑھنے شروع ہوئے۔ مگر یزدگرد آگے آگے بھاگتا رہا۔ سترواٹھارہ سال کی عمر میں اس کے گھر لڑکی پیدا کر کے جو ان کرنا ہے گرفتار کر کے مدینہ لانا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دینا یہ معجزہ شیعوں کا ہی کام ہے۔

وہ جسے اللہ نے بخش دیا مگر اس کے بندوں نے نہیں بخشا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے وقت ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندہ موجود تھے جن میں سے دوسو سے زائد کے نام اصحاب فی تمیز الصحابہ، البدایہ والنہایہ، جمہرۃ الالاب وغیرہ کتب میں ملتے ہیں۔ اور یہ وہ شخصیتیں ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی وجہ سے تاریخ

شہر بانو کے تفصیلی حالات کے لیے راقم کی تالیف عزت رسول کا مطالعہ کیجئے۔



میں اپنا نام ثبت کرایا۔ امیرِ یزیدؓ کی ولی عہدی کے وقت اہلِ اہمات المؤمنینؓ میں سے  
ام المؤمنین حضرت خضرہؓ ۵۴ھ، ام المؤمنین حضرت جویریہؓ ۵۶ھ متوفی ۵۶ھ حضرت  
عائشہؓ متوفی ۵۸ھ اور حضرت میمونہؓ متوفی ۶۱ھ زندہ موجود تھیں۔ ان کے علاوہ عشرہ مبشرہ  
میں سے سیدنا سعد بن وقاصؓ متوفی ۵۵ھ سیدنا سعید بن زیدؓ متوفی ۵۱ھ۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ متوفی ۵۹ھ حضرت ابو ہریرہؓ ۵۹ھ زندہ موجود تھے۔  
اور وہ اصحابِ جنہوں نے امیرِ یزیدؓ کی سالاری میں قسطنطنیہ میں جہاد کیا ان کی تعداد  
کئی ہزار تھی۔ اس لشکر کی مغفرت کی بشارت رسول اللہؐ نے دی تھی اور حضرت حسینؓ  
خود اس لشکر میں موجود تھے۔ پھر ۵۵ھ اور ۵۶ھ میں دوبارہ امیرِ یزیدؓ نے امیر الحجاج بن کر  
تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو حج کرایا اور تمام مسلمانوں کو حج کرایا۔ اور تمام مسلمانان  
عالم نے متعدد نمازیں ان کے پیچھے پڑھیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ دیانت، غیرت، حیا، صداقت، حق و باطل کی تمیز کی قسم کی کوئی  
چیز بھی ان لوگوں میں باقی نہ رہی۔ خود کفر و شرک کا ارتکاب کریں۔ ان کی اولادیں مادر  
پدر آزاد ہوں ان کی مجالس سے شیطان پناہ مانگے ان کے افعال و کردار سے انسانیت  
سرگرمیاں ہو مگر کوئی پرواہ نہیں۔ انہیں اگر تکلیف ہے تو یزیدؓ کی بدکرداری کی  
انہیں فکر ہے تو یزیدؓ کی بد اعمالی کی کیا کبھی ان لوگوں نے اس بات کی طرف بھی غور  
کیا ہے کہ یزیدؓ کی سالاری میں سند یافتہ بختے ہوئے لوگوں نے جہاد کیا۔ دو سال حج  
کے دوران میں ہزاروں صحابہ نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان کی ولی عہدی کی  
بیعت بقول شیعہ اصحاب ہر ہر قریہ سے لی گئی اور جب وہ خلیفہ بنے تو اس وقت  
بھی ہزاروں صحابہ زندہ موجود تھے۔ مگر ہمیں مخالفت یا موافق مورخوں کی کسی تاریخ  
میں سوائے حضرت حسینؓ کے خدج کے کوئی اور نام نہیں ملتا۔ اور وہ بھی اس صورت  
میں کہ کسی ایک صحابی نے آپؐ کا ساتھ نہیں دیا بلکہ چچا زاد بھائی اور بہنوئی بھی  
الگ ہو گئے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے لیے ذہن، عقل، فراست، بصیرت اور ایمان  
کی ضرورت ہے مگر جب ہٹ دھرمی، ضد اور میں نہ مانوں کی پٹیاں قلبِ نظر  
کی تمام طاقتوں کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیں تو ایسے افراد سے امیدِ انصاف محض



نادانی ہے۔

یزید کی خلافت کے وقت نامعلوم کس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندہ تھے مگر تاریخ نے جن کے اسمائے گرامی کسی خاص شہرت کی وجہ سے محفوظ کر لیے وہ بھی سینکڑوں سے متجاوز ہیں۔ امیر یزیدؑ کی ولی عہدی کا دور دس سال پر محیط ہے مگر اس دس سال کے عرصہ میں کہیں سے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھی۔ اس دس سال کی مدت میں مرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے یہاں صرف ان صحابہ کرامؓ کا ایک سرسری سا ذکر ہے جو خلافت امیر یزیدؑ کے وقت زندہ تھے اور انہوں نے باقاعدہ امیر یزیدؑ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔

## امیر یزیدؑ کے دور خلافت میں وفات پانچوالے صحابہ کرامؓ

اللہ میں وفات پانچوالے

حمزہ بن عمر والاسلمیؓ : صائم الدھر نے فتوحات شام میں شریک تھے۔  
شعیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ : غزوہ حنین میں شریک تھے۔ خانہ کعبہ کی حجابت کا عہدہ ان کے خاندان میں متوارث رہا۔  
عبد اللہ بن مغفلؓ : فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ میں معلم مقرر ہوئے۔ بیت الرضوان میں شامل تھے۔  
صفوان بن المعطلؓ : غزوہ خندق میں موجود تھے۔ سادات المسلمین میں شمار ہوتے تھے۔

بلال بن الحارثؓ : نبی علیہ السلام نے قبیلہ مزینہ کے معاون ان کو عنایت فرمائے۔  
عبد اللہ بن عباسؓ : ولئی الی دھر یزید بن معاویہ (اصاہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد تھے۔

اللہ میں وفات پانچوالے

سنین بن واقد انطرقیؓ : حجة الوداع میں موجود تھے۔  
مسلم بن مخلد خزرجیؓ : خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید رضی اللہ عنہ میں امیر مصر رہے۔



محبوب بن یزید : غزوہ حنین میں شریک تھے ۔ ا اونٹ مال فہیمت میں لے ۔  
 عمر بن الخطاب انصاری : تیو غزوات میں شرکت کی ۔ ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے اپنا کرتا اٹھا کر فرمایا بیٹھ بھولو آپ نبی اکرم کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے پھرتے  
 ہر نبوت تک جا پہنچے ۔ ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اور منہ پر ہاتھ پھر کر وعادی  
 ۹۵ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ تمام دانت سالم تھے اور سر اور ہاڈھی میں ایک ہال  
 بھی سفید نہ تھا ۔ چہرہ کی تباہی لوجوانوں کی طرح تھی ۔  
 معقل بن یسار المزنی : راوی حدیث ہیں ۔ بصرہ کی نہر انہیں کے نام پر نہر معقل کہلاتی  
 بصرہ میں ہی انتقال فرمایا ۔

ابوزمعه البلوخی : بیت الرضوان میں موجود تھے ۔ افریقہ کے جہادوں میں شریک رہے ۔  
 عمرو بن حزم بن زید انصاری : غزوہ خندق اور بعد کے غزوات میں شریک رہے  
 نبی علیہ السلام کے حکم سے کچھ عرصہ نجران کے عامل رہے ۔

۳۔ میں وفات پانے والا

عبداللہ قبلی : ام المومنین ماریہ قبطیہ کے ساتھ آئے ۔ اور واپس مصر نہ گئے ۔

جرید بن خویلد : اصحاب صفہ میں سے تھے اور راوی حدیث ہیں ۔

عبداللہ بن خالد : فارس اور بصرہ کے عامل رہے ۔ راوی حدیث ہیں ۔

عبداللہ بن زمعہ القرسی : کان صدیقاً لیزید بن معاویہ امیر یزید کے غلص  
 دوستوں میں سے ۔ اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا ۔

عبداللہ بن زید انصاری : بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے ۔ مسیلمہ کذاب  
 کے قتل میں شامل تھے ۔

عقبة بن نافع الفہری : عمرو بن العاص کے خالہ زاد بھائی تھے بہت بڑے شجاع  
 اور فارح تھے ۔ انہوں نے ہی رومیوں کو شکست دے کر اپنا گھٹا سمند میں ڈال کر کہا  
 تھا اے خدا اگر میرے ماستہ میں سمند رحائل نہ ہوتا تو میں جہاں تک میں جاسکتا تیرا  
 نام بلند کرتا ۔

مسلم بن محمد انصاری : امیر یزید کی طرف سے مغربی افریقہ کے عامل رہے ۔



کلمہ میں وفات پانے والا

ثابت بن ضحاک انصاری : بخاری اور ترمذی کی روایات کے مطابق غزوہ بدر اور بیعت الرضوان میں شریک تھے۔ حدیث ”جو کسی مومن پر کفر کا الزام لگائے وہ خود ایسا ہی ہوگا“ کے رادی ہیں۔

ابو برزہ الاسلمی : نام فضلہ بن عبید۔ خیبر فتح مکہ اور حنین میں شریک تھے خراسان کے جہادوں میں شریک۔ کچھ عرصہ مرو میں قیام کیا پھر وہیں وفات پائی۔  
ابو بشیر انصاری : متعدد سفروں میں نبی علیہ السلام کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل کیا۔ واقعہ حرہ کے بعد فوت ہوئے۔

ابو جہم بن حذیفہ القرشی : حنین کے مال غنیمت پر اور دیگر صدقات پر نبی علیہ السلام نے محصل مقرر فرمایا۔ سیدنا ذوالنورین رضی کی تدفین میں حکیم بن حزام۔ جبیر بن مطعم، نیاز بن مکرم۔ عبداللہ بن زبیر وغیرہ کے شامل تھے۔

ابو فراس الاسلمی : اصحاب صفہ میں سے تھے۔ بدری تھے۔  
حارث بن بدر بن حصین التمیمی : اسلامی فتوحات میں حصہ لیا۔ فاروق اعظم رضی علیہ عنہ، معاویہ رضی اور یزید رضی کے ہم صحبت رہے۔

حارث بن یفیع انصاری : فتون سے الگ رہے۔  
عمرو بن غیلان الثقفی : کچھ عرصہ بصرہ میں امیر رہے۔  
حولہ بن کثیف بن کل : ابو ہریرہ رضی کے ہم جلس تھے بڑے فصیح و بلیغ اور ذاللسانین کے لقب سے ملقب تھے ایک سو بیس برس کی عمر میں بزمانہ امیر یزید فوت ہوئے۔ صحیح سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔

ابو بعلیٰ النعاجی الجعدی : آپ کے کسی کلام سے متاثر ہو کر نبی علیہ السلام نے فرمایا احسنت یا ابو بعلیٰ امیر یزید کے زمانہ سے بہت بعد فوت ہوئے۔  
عبداللہ بن خالد بن رسید الاموی : حدیث کے رادی ہیں۔ فارس اور بصرہ کے عامل رہے، امیر یزید کے دور خلافت میں وفات پائی۔

عائیز بن عمرو منزلی : بیعت الرضوان میں شامل تھے آخری عمر بصرہ میں گزاری اور وہیں انتقال کیا۔



بریدہ بن الحصیب الاسلمی قبیلہ اسلم کے سردار تھے اُحد کے بعد سترہ غزوات میں شامل ہوئے۔ خراسان میں جہاد کیا اور مرو میں سکونت اختیار کی ان کے بیٹے عبد اللہ اور سلیمان توام پیدا ہوئے ادراک ہی دن ان کی موت واقع ہوئی۔  
عبد المطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب؛ نبی علیہ السلام سے دوہرا تعلق تھا۔ یعنی حضور کے بھانجے بھی تھے۔ ماں باپ دونوں مسلمان تھے۔ راوی حدیث بھی ہیں خیبر کی پیداوار سے نبی علیہ السلام ان کو ایک حصہ دے رکھا تھا۔ امیر یزید کے بچپن سے جوانی تک کے تمام حالات سے واقف تھے۔ اور ان کی صلاحیتوں کی وجہ سے ان سے محبت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وفات کے وقت امیر یزید کو ہی اپنا وصی بنایا۔ وادھی الی یزید بن معاویہ و قبل وصیۃ۔

(الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۸۰ البدایہ ج ۸ صفحہ ۱۱۳۔ الاستیعاب وجمہ قرآن حزم)

امیر یزید کے حق میں عبد المطلب کی یہ ایک گواہی کافی ہے۔ عبد المطلب کے بیٹے محمد کا وہاں بڑا احترام کیا جاتا تھا محمد کے بیٹے عمرو کو امیر المومنین جعفر المنصور نے دمشق کا عامل بنایا۔ ان کی اولاد سے اکثر یمن اور مدینہ کے عامل رہے۔  
مسلم بن عقبہ البری؛ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک دستہ کے کمانڈر تھے۔ کبیرا سن گئے۔ واقعہ حرہ کے بعد مکہ کے راستے میں فوت ہوئے۔  
نوفل بن معاویہ الدبلی رضی اللہ عنہ؛ غزوہ خندق کے بعد اسلام لائے اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ طویل عمر پائی۔

”مات بالمدينة في خلافة يزيد بن معاوية“

الولید بن عقبہ بن ابی معیط؛ سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے رضائی بھائی اور نبی علیہ السلام کی پھر بھی ام حکیم کے نواسے تھے۔ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے دور صدیقی میں صدقات قضاہ پر اور پھر شرق اُردن پر امیر عسکر مقرر ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بنی ثعلب پر محصل صدقات اور پھر سیدنا ذوالنورین کے دور میں کوفہ کے گورنر رہے مصنف العواصم من القواصم لکھتے ہیں دکان خیر دلا تھا عدلک ورفقا و احسانا مفسدین نے ان پر شراب نوشی کا الزام لگایا آخری دنوں میں کوفہ کے قریب الرقة میں مقیم ہوئے وہیں منزل عقبہ طے کی۔

لے ان کے تفصیلی حالات کے لیے مشکوٰۃ المصابیح کے فولد غزویہ پر ایک نظر اور امیر المومنین مروان بن حکم دیکھیں۔



ہلال بن حارث مرنے: فتح مکہ میں شریک تھے اپنے قبیلہ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔

## امیر مروان کی خلافت کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام

امت خلافت: امیر مروان ایک سال۔

۱۔ مالک بن ہبیرہ بن خاور الکندی، فتح مصر میں شامل تھے راوی حدیث میں۔

۲۔ عبداللہ بن سعد انقرازی

۳۔ اسماعیل بن خارجہ

۴۔ عمرو بن سفیان البکائی۔ جھوٹی حدیثیں وضع کرنے والوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔  
عبدالملک بن مروان ۶۵ تا ۸۶ھ امیر مروان کی وفات کے بعد ان کے خاں  
ترین بیٹے امیر عبدالملک سر پر آئے خلافت ہوئے یہ عبدالملک بن مروان اپنے زمانے  
کے مشاہیر فضلاء اور فقہاء میں سے تھے۔ موطا کتاب الاقصیہ، کتاب المکاتیب کتاب  
العقول میں ان کے فیصلے موجود ہیں اور کتاب النکاح میں مالک بن ابی عصبہ کی حدیث  
ان کے فضائل کی ترجمان ہے۔ امام بخاری نے کتاب الادب المفرد میں ان سے روایت  
کی ہے اسی طرح امام زہری، عروہ بن زبیر، خالد بن معدان رجاء بن حیوہ بھی ان سے  
روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اراد کردہ غلام نافع کہتے ہیں کہ میں نے  
عبدالملک سے بڑھ کر قرآن کا قاری اور سنت کا متبع نہیں دیکھا۔ مدینہ میں صرف چار  
آدمی فقیہ تھے سعید بن مسیب عروہ بن زبیر، قبیصہ بن ذؤب اور عبدالملک  
شعبی کہتے ہیں جن لوگوں کے پاس بیٹھا اپنے آپ کو ان سے بڑا پایا۔ مگر عبدالملک  
کا علم کچھ سے زیادہ تھا۔

آپ کی خلافت کا دور ۲۱ سال کے زمانہ پر محیط ہے ان کی خلافت کے اس طویل  
دور میں کسی تاریخ میں ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ ان سے کسی کو کسی قسم کی شکایت  
کا موقع ملا ہو۔ ان کے زمانے میں وفات پانے والے جن صحابہ کرام کے اسمائے گرامی  
تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی سے آپ بھی



اپنے ذہن و ایمان کو منور کیجئے۔

۶۶ھ حارث بن عوف: قدیم الاسلام تھے۔ بعض نے بدری مکمل ہے۔ فتح مکہ کے روز بھی لیٹ کے علبردار تھے۔

۶۶ھ جنادہ بن ابی امیہ الازدی: فتح مصر میں شریک تھے۔ راوی حدیث ہیں۔

۶۸ھ خویلد بن عمرو کعبی الخزاعی ابو شریح: فتح مکہ میں نبی علیہ السلام کے رکاب میں تھے اور اپنے بقیلہ کے علبردار تھے۔ تمام زندگی مدینہ میں گزری۔

البراء بن طالب بن الوارث انصاری: ان کے باپ بھی صحابی تھے تمام غزوات میں شرکت کی ۶۸ھ، ۶۹ھ اور بعض روایات میں ۶۰ھ میں انتقال کیا۔

زید بن ارقم انصاری: غزوہ اُحد کے بعد تمام غزوات میں شریک تھے۔ حضرت علیؓ کے طرفدار تھے۔ سو سے زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔

ضحاک بن قیس الفہری: کوفہ اور دمشق کے عامل رہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص: فقہار و عباد میں شمار ہونے ہیں احادیث نبویؐ کا پہلا مجموعہ مرتب کیا۔ باپ سے پہلے اسلام لائے عبداللہ بن العباس کی دختر سیدہ عمرہ زوجیت میں تھیں۔

عبداللہ بن یزید الادکی: بیعت رضوان میں موجود تھے۔

عبدالرحمن بن حاطب:

عدی بن حاتم: صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ راوی حدیث ہیں حضرت حسنؓ کے ساتھ امیر معاویہؓ کی بیعت کی۔

عبداللہ بن عباس: انہیں جبر الامت کہا جاتا ہے فاروق اعظمؓ کے مشیر خصوصی تھے



ابن زبیر کے زمانہ میں وفات پائی۔

۶۹ھ جابر بن عبد اللہ انصاری: صحابی ابن صحابی ہیں۔ بدر میں عمر ۱۶-۱۷ سال تھی بیعت عقبہ میں موجود تھے فتح مکہ میں اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں مدینہ میں انتقال کیا احادیث کی کثرت سے روایت کی ہے۔

فضالہ بن عبید: غزوات میں شریک رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دُشمن کا قاتل بنایا۔ جندب بن عبد اللہ بن سفیان البجلی: راوی حدیث ہیں۔ قبروں کی تعظیم سے منع کرنے کی حدیث کے اور فضائل کے وقت الگ رہنے کی احادیث کے راوی ہیں۔

شہد عبد اللہ بن ابی حداد سلمی: بیعت الرضوان میں شامل تھے نبی علیہ السلام نے دوبار سریہ پر متعین کیا ۸۱ سال کی عمر پائی۔

ابو امامہ: اصل نام صدی بن عجلان تھا راوی حدیث ہیں قرآن کی آیت فَبَايَ اللَّهُ هُوَ مَوْلَاہُ اَلَمْ یَا صَالِحُ مَوْنِیْنِ کی تفسیر میں ابو بکر رحمہ اور عمر رحمہ سے مراد لیا کرتے تھے۔ شام میں سب صحابہ سے آخر میں رحلت کی۔ ثعلبہ بن الحکم الیشی: ۸۰ھ کے درمیان فوت ہوئے بخاری کہتے ہیں صحیحہ۔

سعید بن غران الہمدانی: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاتب (سیکرٹری) تھے جرحان میں فوت ہوئے۔

سفینہ مولیٰ نبی علیہ السلام: بعض احادیث کے راوی ہیں۔

عبد اللہ بن معقل انصاری: غزوہ اُحد میں شامل تھے۔ خلفائے بنو امیہ کے شعراء میں سے تھے۔

عبد الرحمن بن زید بن الخطاب: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور ابوالباہر بدری



کے نواسے۔ نبی علیہ السلام نے کان میں اذان کی اور برکت کی دعا دی۔ امیرِ نبویہ کی طرف سے مکہ کے حال رہے۔

حارث بن عمرو؛ مسند کی حرکت کی حدیث کے مدعی ہیں۔

۱۸۴۔ ابو عبد اللہ انصاری؛ امام جابر علیہ السلام

سائب بن خلاد ابوسہل خزر ج؛ بدری ہیں اور بعد کے تمام غزوات میں شامل رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یمن کے گورنر رہے۔

عبد اللہ بن ابی حداد؛ مدینہ اور خیبر میں شامل تھے، ھ میں نبی علیہ السلام نے ایک سریہ پر متعین فرمایا۔

عبد اللہ بن سائب المخزومی؛ کلام اللہ کے قاری تھے۔ اہل مکہ نے فنِ قرأت انہیں سے لیکھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے باپ سائب رسول اللہ کے شریکِ تجارت رہے۔

۱۸۵۔ حارث بن سید التیمی؛

عبد اللہ بن حازم اسلمی؛ بڑے شجاع تھے الحاکم نے ان کا ذکر کیا ہے۔

عبد بن خالد جہنی؛ سابقون الاولون میں سے تھے فتح مکہ کے اور اپنے قیدی کے علمبردار تھے۔

زید بن خالد الجہنی؛ بیعت رضوان میں شامل تھے۔ فتح مکہ کے روز اپنے قیدی کے علمبردار تھے۔ متعدد غزوات میں شریک ہوئے۔

۱۸۶۔ اوس بن صحیح حضرمی؛

عبد اللہ بن سعد انصاری؛ یرموک اور قادسیہ کی جنگیں لڑیں۔



عوف بن مالک اشجعی : غزوہ خیبر میں شریک تھے فتح مکہ میں اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے۔ آخری زندگی محص میں گزاری۔

سیدہ سلمہ بن عمرو بن الاکوع انصاری : بڑے جانباز۔ شہسوار اور تیر انداز تھے یہ شعر انہیں کا ہے جو انگلی کے زخمی ہونے پر کہا ہے

هل انت الا صبيغ دميت

وفي سبيل الله مالمقت

ایک دفعہ نبی علیہ السلام نے بھی زخمی ہونے پر یہ ہی شعر پڑھا۔ مدینہ کے مفتی بھی رہے۔  
عبداللہ بن عمر : بدر کے وقت ۱۵/۱۶ برس کے تھے بیعت الرضوان میں سب سے پہلے بیعت کی۔ نہایت عابد، زاہد، عالم اور متقی تھے۔ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد تمام فتنوں سے الگ رہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے بھی بیعت کی۔ امیر یزید رضی اللہ عنہ کی بھی بیعت کی اور ثابت قدم رہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو خروج سے منع کرتے رہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کھیل کود کی داستانیں لغو ہیں آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے ۱۵-۱۶ سال بڑے تھے۔ امیر یزید کے بعد امیر مردان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عبدالملک کی خلافت کی بیعت کی۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو رجل صالح کہا ہے ان کی ایک الگ مسند بقی بن محمد نے جمع کی ہے جس میں ۱۶۳۰ احادیث ہیں۔

الاسود بن یزید۔ صایم الدھر تھے۔

جابر بن سمرہ بن جنادہ العامری : صحابی ابن صحابی تھے صنادید قریش میں سے تھے سعد بن وقاص کے بھانجے تھے

بہت سی حدیثوں کے راوی ہیں۔ بارہ خلیفوں والی حدیث کے راوی ہیں۔ دہزار سے زیادہ نمازیں امیر یزید کے پیچھے پڑھیں۔

جابر بن عبداللہ انصاری : بیعت عقبہ میں شامل تھے ۴، ۵ یا ۸، ۹ میں فوت ہوئے  
زارہ بن جزم بن عمرو الکلابی : راوی حدیث ہیں۔

سعد بن مالک بن سنان انصاری : کثیر الروایات ہیں اُحد کے بعد تمام غزوات



میں شریک رہے۔ فضلاء و علماء انصار میں سے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شدت سے منع کرتے رہے کہ خروج نہ کرو۔ امیر نزیہ کی بیعت کے موید تھے۔

عبد بن عمیر بن قنادہ احمشی؛ ان کے والد بھی صحابی تھے۔

عثمان بن عبد اللہ؛ طلحہ بن عبد اللہ کے بھائی تھے، ہجرت بھی کی۔

ابو ثعلبہ خثی؛ ابو ثعلبہ جرثوم بن ناشر۔ غزوہ حنین سے پہلے اسلام لائے۔ مال غنیمت سے حصہ پایا۔

ابو ثعلبہ بن جرم؛ بیعت الرضوان اور غزوہ حنین میں شریک تھے ان کے بھائی عمرو بن جرم بھی صحابی تھے۔

العرباض بن ساریہ السلمی؛ اصحاب صفہ میں سے تھے۔

عطیہ بن بسر المازنی؛ حصہ میں مسکن گزیں تھے۔

عمرو بن میمون الازدی؛ حضرت معاذ اور ابن مسعود کی علمی صحبت اٹھائی پچاس سے زیادہ حج کیے۔

عمرو بن سفیان بن عبد شمس؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سخت مخالف تھے۔ امیر مروان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر کا سفر کیا۔

عبد زہیر بن قیس البلوی؛ فتح مصر میں شریک تھے برقعہ میں رومیوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

عبد سائب بن جناب مدنی؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حدیث کے راوی ہیں۔

عبد اللہ بن غنم الاشعری؛ آپ کا فضلاء صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔ یمن میں معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ فارق عظیم نے تبلیغ دین کے لیے شام بھیجا۔

جابر بن عبد اللہ؛ نبی علیہ السلام کے ساتھ نو غزوؤں میں شرکت کی۔ لیلیۃ البعیر میں ۲۵ مرتبہ دعا کی۔ مسجد نبوی میں ان کا حلقہ درس ہوتا تھا۔

جہیز بن نفیر بن مالک الحضرمی؛ راوی حدیث ہیں۔



جنادہ بن امیہ دوسی : عبادہ بن صامت کے احباب میں سے تھے۔  
 سائب بن یزید الکندی : والد بھی صحابی تھے۔ نبی علیہ السلام کے وضو کا پانی  
 پیا اور ہر نبوت کی نیارت کی۔

عبداللہ بن حوالہ اللدونی : نبی علیہ السلام نے شام میں بننے کی بشارت دی۔

ثعلبہ بن الحکم :-

۸۱ھ عبداللہ بن شداد بن الہاد اللیشی : ان کی والدہ سلمیٰ، ام المومنین  
 میمونہ رضی اور ام الفضل زوجہ  
 عباس کی بن تھیں۔

ابو امامہ باہلی : جن کا اصل نام صدی بن عجلان ہے۔ راوی احادیث ہیں۔ پہلے  
 مصر میں رہے پھر حمص ملک شام میں فوت ہوئے والے آخری صحابی  
 ہیں (استیعاب : ۶۳۸)

۸۲ھ۔ عبید اللہ بن عدی بن النخیر بن عدی بن نوفل القرشی :

عفان بن وہب الخولانی : افریقہ کے جہادوں میں حصہ لیا۔ مصر میں فوت ہوئے۔  
 ۸۳ھ عامر بن مسعود : امیر معاویہ رضی کی وفات کی خبر ابن عباس کو دی تو انہوں  
 نے فرمایا آئندہ معاویہ رضی جیسی صفات کا آدمی آنے والا  
 نہیں اور ان کا بیٹا یزید اپنے خاندان کا بہتر اور نیک شخص ہے۔ میں لوگوں کو وصیت  
 کرتا ہوں کہ اس کی بیعت کرنا اور کسی قسم کا فتنہ پیدا نہ کرنا۔ پھر خود بیعت کی شروع  
 خلافت مروان رضی میں انتقال کیا۔ (الانساب الاشراف بلاذری)

عمر بن ابی مسلم : ام المومنین ام سلمہ رضی کے فرزند تھے۔ بنی کے سایہ عاطفت میں  
 پرورش پائی۔ حضرت علی رضی نے بحرین اور فارس کا گورنر بنایا۔

طارق بن شہاب : خلافت شیخین میں بہت جہاد کیے۔

۸۴ھ عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری : پیدا ہونے کے بعد پہلی چیز جو ان  
 کے حلق میں گئی نبی علیہ السلام کا



گئی نبی علیہ السلام کا عذاب مبارک تھا۔ ایران کے جہادوں میں شامل رہے۔  
الاسود بن ہلال الحارثی؛ صحابی میں ان کی مرویات ہیں۔

شہداء عبد اللہ بن جعفر طیار ابن ابی طالب؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھتیجے  
 اور داماد تھے حضرت صدیق اکبر

کے متعلق ان کے کلمات ہیں۔ کان خیر خلیفۃ رسول اللہ و ارحمہ بنا و احسانا  
 الینا معاویہ رضی اللہ عنہ ازیدہ سے بہترین مراسم تھے آپ کی بیٹی ام محمد زید کے نکاح  
 میں تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے سخت خلاف تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بہن یعنی  
 اپنی بیوی زینب کو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے سے روکا مگر جب وہ نہ رکھیں تو طلاق دے  
 دی اور اپنا ارکا علی الزینبی ان سے لے لیا اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی  
 بیوہ سے نکاح کر لیا۔ (جمہور الانساب ابن حزم) امیر یزید کے متعلق خدا کی اہی دہی  
 میرے ماں باپ تم پر قربان کے لفظ عام تاریخوں میں موجود ہیں۔

عمرو بن حرث القرظی المخزومی؛ حدیث کے راوی ہیں۔

واتکہ بن الاسقع کتانی؛ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ دمشق کے قریب بلاط کے  
 مقام پر فوت ہوئے۔

بشیر بن عمرو؛ ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔

شہداء عبد اللہ بن حارث بن جزم الزبیدی؛ ان کی چھیری بن فضل بن  
 عباس کے نکاح میں تھیں

مصر میں فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں۔

ابو نملہ بن معاذ بن زرارہ انصاری؛ بلہ میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے  
 بعد کے غزوات میں بھی شریک رہے۔

ابو سعید انصاری؛ ان کی بیوی اسماء بنت یزید بن اسکن بڑی بہادر خاتون تھیں  
 جنگ یموک میں نو عیسائی دھمکے سے ہلاک کیے۔

ابو عامر الاشعری؛

ابو حکم بن محرز الباہلی؛ مصری صحابہ میں سے تھے۔

ارطاة بن زفر المزنی؛ شاعر تھے۔



اسماء بن خارجہ بن حصین انفرادی: عبد الملک ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔  
اسید بن ظہیر بن رافع انصاری: صحاح میں ان کی مرویات ہیں۔ احمد کے بعد  
تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

بسر بن ارطاة القرشی: جنادہ بن امیہ کی ایک حدیث کے راوی ہیں۔ امیر معاویہ  
کے بڑے کار گزار جنرل اور امیر البحر تھے قسطنطین کے  
بحری بیڑے کو شکست دی۔

حصین بن نمیر السکونی الکندی: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اردن کے عامل رہے  
نبی علیہ السلام کے کاتبین میں سے تھے۔ مدینہ  
کی بغاوت میں امیر یزید کی طرف سے ایک لشکر کے کمانڈر تھے۔ امیر یزید کی وفات  
کی خبر سن کر انہوں نے حضرت ابن الزبیرؓ کو کہا کہ میرے ساتھ شام چلے ہم آپ  
کو خلیفہ تسلیم کر لیں گے مگر آپ نہ ملے ان کے بیٹے یزید اور پوتے معاویہ حمص کے  
گورنر رہے۔

سعد بن زید انصاری: طبقات ابن سعد میں ان کے تفصیلی حالات ہیں۔  
سلمہ بن ابی سلمہ مخزومی: ابی سلمہ آنحضرت کے رضائی بھائی تھے ان کی والدہ  
برہ بن عبد المطلب تھیں اسلام لانے والوں میں آپ  
کا گیارہواں نمبر ہے ابی سلمہ نے حبشہ کی ہجرت سے واپسی پر وفات پائی۔ اور سلمہ کی  
والدہ ام سلمہ کو ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت نے امامہ بنت عبد اللہ  
جزہ کا آپ سے نکاح کر دیا امیر یزید کے مویدین میں سے تھے۔

سمرہ بن جنادہ: معرکہ مدائن میں موجود تھے۔ بارہ خلفاء والی حدیث کے راوی ہیں  
اس حدیث کے دوسرے راوی جابر بن سمیرہ کی وفات ۴۷ھ میں ہوئی  
سند ابن ابی الاسود: حجة الوداع میں موجود تھے۔ ان کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی  
صحابی ہیں۔

عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب: نبی علیہ السلام  
کے لعاب دہن

سے سیراب اور آنحضرتؐ کے ہم شبیہ تھے۔ حضرت ابو سفیان کے نواسے تھے۔



عبداللہ بن کسندر الجندی: صحابی اور راوی حدیث

عبداللہ بن العباس بن عبد المطلب: جبر الامت اور مفسر ترجمان القرآن

کے لقب سے ملقب ہیں۔ امیر یزید کی صلاحیتوں اور علمی فضیلت کے معترف تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مکہ پہنچ کر انہیں کے ہاں مقیم ہوئے۔ آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نہایت درد مندی سے کوفہ کے سفر سے روکنے کی کوشش کی۔

عبداللہ بن عصام الاشعری: صحابی اور راوی حدیث ہیں۔ صفین میں امیر معاویہ

کے ساتھ تھے۔ امیر یزید کی طرف سے بطور سفیر حضرت ابن الزبیر کے پاس گئے۔

عبداللہ بن نوفل بن حارث: نبی علیہ السلام کے بھتیجے اور ہم شبیہ۔ خلافت

راشدہ کے بعد مدینہ میں امیر مردانہ کی طرف

سے عامل مقرر ہوئے ان کے بھائی مغیرہ سے امامہ بنت ابوالعاص یعنی نبی علیہ السلام کی نواسی کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد نکاح ہوا۔

علقمہ بن وقاص اللیثی: غزوہ خندق اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک

ہوئے عکراش بن ذؤب۔ نبی علیہ السلام کے حکم

سے بنی نزال بن مرہ سے صدقات وصول کر کے پیش کیے۔ جنگ جمل میں صدیقیہ کامیاب کے ساتھ تھے۔

عمر بن ابی سلمہ: نبی علیہ السلام کے پیب یعنی ام المؤمنین ام سلمہ کے بیٹے

نبی علیہ السلام کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ

کی طرف سے عمر بن کے عامل مقرر ہوئے۔ فتنوں سے الگ تھلگ رہے۔

عمر بن عروہ بن عابس: قلعہ الاسلام تھے۔ متعدد حدیثوں کے راوی ہیں متعدد

غزوات میں شامل ہوئے۔

عوف بن مالک اشجعی: غزوہ خیبر میں شامل تھے۔ فتح مکہ کے روز اپنے قبیلہ

کے علمبردار تھے۔

الجلالہ العامری: پچاس سال کی عمر میں اسلام لائے اور ایک سو تیس سال کی



عمر میں وفات پائی۔

مالک بن عبد اللہ بن سنان الحنفی: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، امیر یزید اور امیر عبد الملک کی خلافتوں میں متعدد

جہادوں میں شرکت کی۔ جہاد فی سبیل اللہ کی حدیث کے راوی ہیں کہ جہاد میں جس کے پاؤں گرے آلود ہوں گے۔ اس پر آتش جہنم حرام ہے۔

معن بن زید السلمی: والد اور دادا بھی صحابی ہیں جو بدری ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے احباب میں سے تھے۔ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ

تھے یزید بن رکانہ باپ بھی صحابی ہیں راوی حدیث ہیں۔ حضرت محمد باقر بن علی (رضی اللہ عنہ) بن الحسین رضی اللہ عنہ اور متعدد اشخاص نے آپ سے روایت کی۔ امام شافعیؒ آپ کے بھائی کی اولاد میں سے تھے۔

بزمانہ امیر المومنین ولید بن عبد الملک: ۸۶ھ تا ۹۶ھ میں وفات پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہی ولید ہیں

جن کے دور خلافت میں محمد بن قاسم نے مشرق میں لمان تک موسیٰ ابن نصیر نے مغرب میں مراکش تک اور باہلی نے شمال اور شمال مشرق میں چین کی سرحد تک اسلامی فتوحات کے پرچم لہرائے۔

۸۷ھ عبد اللہ بن علقمہ ابی اوفی: باپ بھی صحابی تھے۔ سات غزوات میں شریک ہوئے کوفہ میں فوت ہوئے والے

آخری صحابی تھے۔

عتبہ بن عبد السلمی: اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ملک شام میں فتح ہونے والے آخری صحابی ہیں۔

مقدام بن معدیکرب: وفد کنندہ کے ساتھ حاضر ہوئے حمص میں وفات پائی تھی۔

علقمہ بن خالد: چیت رضوان میں موجود تھے کوفہ میں فوت ہوئے۔

۸۸ھ قبیسہ بن ذویب الجزائی: فقہائے اربعہ کے ایک رکن یہ بھی ہیں بلند پایہ فقیہ تھے اور علمائے امت

سے (عاشقہ دیکھیں صفحہ پر)



میں سے شمار ہوتے تھے۔

۹۸۔ عبد اللہ بن ثعلبہ العنبدی: فتح مکہ کے دن نبی علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

۹۹۔ ابوالعالیہ ریاضی:

عالم قرآن تھے۔

۱۰۰۔ ابوسنان العبدی: اپنی قوم کے وفد کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے نبی علیہ السلام نے چہرے پر ہاتھ پھیرا نہایت خوبصورت تھے۔

۱۰۱۔ سعد بن مالک الساعدی: مدینہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

۱۰۲۔ حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ: دس سال کی عمر تھی کہ ان کے سوتیلے والد حضرت طلحہ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ دس سال کا شانہ نبوی میں رہے بیعت رضوان میں شامل تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا۔ نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت سے تمام انصار میں مالدار اور کثیر اولاد تھے اسی بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ وفات کے وقت پوتے پوتیوں کو ملا کر سو سے زیادہ تھے۔ امام ابو حنیفہ؟ الدال علی الخیر کفایہ ان سے روایت کی ہے مگر آپ کی ان سے روایت ثابت نہیں۔

۱۰۳۔ حارث بن اوس بن المعلى انصاری:

عبد اللہ بن انیس: ۹۴ میں امام ابو حنیفہ نے ان سے یہ حدیث روایت کی ہے۔  
حُبَّكَ اَشْيَىٰ لِي وَبِهِم اِيكُ خَيْرُكِ مَحَبَّتِ تَحْتِ اَنْدَها اور  
ہو کر دیتی ہے۔ (مسند ابو حنیفہ)

حاشیہ صفحہ گذشتہ: ابولہذا کہتے ہیں کہ چار شخص مدینہ کے فقیہ مشہور تھے ابن المہزیب معروف بن الزہیر عبد الملک بن مرثان اور قبیبہ ابن الزہیر۔



۹۵۔ سعد بن ایاس ابو عمرو ایشبانی؛

حدیث کے راوی ہیں۔

سعد و وہب الجیوانی؛

۹۶۔ عبد اللہ بن المازنی؛ باپ بھی صحابی تھے۔ شام میں سے سب سے آخری۔  
محمود بن بعبید بن رافع انصاری؛ راوی حدیث ہیں۔ علمائے صحابہ میں سے تھے۔

الولید بن عبادہ بن الصامت؛ صحابی اور جلیل القدر صحابی رضہ کے بیٹے۔

عقبة بن عامر الجہنی؛ راوی حدیث ہیں۔ غزوات نبوی میں شامل رہے۔ یمن  
میں امیر معاویہ رضہ کے ساتھ تھے۔ مصر کے عامل بھی رہے۔

امیر یزید کی طرف سے افریقیہ میں امیر لشکر تھے۔

ابولغاویہ جہنی؛ حدیبیہ میں موجود تھے۔ حجة الوداع کے خطبہ کا یہ حصہ آپ سے مروی ہے

”خبردار میرے بعد تم کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی  
گردنیں کاٹنے لگو سیدنا عثمان کے طرفداروں میں سے تھے۔

ابوالکابل الاحمسی؛ راوی حدیث ہیں۔

اسیر بن عمرو الکندی؛

ہجرت کے سال پیدا ہوئے۔

حصین بن الحجر؛ صدیق اکبر رضہ کے زمانہ میں جہرہ کے عامل رہے۔ فاروق اعظم رضہ  
یہاں کا عامل مقرر کیا۔

سنان بن سلمہ بن المحبق؛

والد بھی صحابی تھے۔ جہاد ہند میں شامل ہوئے۔

عبدالرحمن بن ابی سبرہ الجعفی؛ یمن میں جعفی نام کی دادی نبی علیہ السلام نے بطور  
جاگیر عطا فرمائی۔ امیر ولید نے اصبہان کا عامل بنایا۔

سلیمان بن عبدالملک؛ ۹۶ء تا ۹۹ء کے عہد حکومت میں فوت ہونے  
والے۔

حبیدہ بن معاویہ القشیری؛



خرشہ بن الحارث انصاری : سہ اپنی دو یتیم بہنوں کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر پیش پائی۔  
محمود بن الرزیع انصاری : حدیث کے راوی ہیں۔ ان کا خاندان اہل مدینہ کی  
 بغاوت کے خلاف تھا۔ انہیں کے محلہ سے گزر کر  
 امیر مسلم بن عقبہ کے فوجی دستہ نے بغاوت فرد کی۔

عبداللہ بن کعب انصاری :  
 عمر بن عبدالعزیز : ۹۹ تا ۱۰۱ھ کے زمانہ میں فوت ہونے والے۔  
عبدالرحمن بن مل : قادسیہ، جلولاء، تستر، نہادند، یرموک اور آذر بایجان کے  
 معرکوں میں شریک رہے۔

معاویہ بن حکم السلمی : ایک حدیث کے راوی ہیں بعض کے نزدیک مشہور ہیں  
 فوت ہوئے۔

عامر بن واثلہ لیشی ابو الطفیل : نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت نو دس برس کے  
 تھے کوفہ میں جا بسے اور وہاں کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب  
 سے آخر میں فوت ہوئے۔ انہیں کے بنو اعمام میں سے کلیب بن قیس نے فرزند بھری  
 قاتل عمر کے ہاتھ سے خنجر چھینا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفداروں میں سے تھے۔ حضرت ابن  
 عباس رضی اللہ عنہ کی مدح میں ان کے اشعار ہیں کہا جاتا ہے وهو آخر من مات من الصحابة  
 مطلقاً مگر یہ روایت ذرا محل نظر ہے چونکہ العدا اور ابو غبہ کی وفات ان سے بعد بیان  
 کی جاتی ہے اور بعض نے معاویہ بن حکم السلمی کا نام بھی لکھا ہے ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔  
سہل بن حنیف انصاری :

راوی حدیث ہیں ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔

یزید بن عبدالملک : ۱۰۵ھ میں فوت ہونے والے

العدا بن خالد بن ہودۃ العامری : غزوہ حنین کے بعد معہ تمام کنبہ کے اسلام لئے  
 رسول اللہ نے بنی عامر کے کوہیں اور تالاب عنایت  
 فرمائے۔ الاصابہ کی روایت کے مطابق ۱۰۲ھ میں فوت ہوئے۔



ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہونے والے

ابوغبہ الخولانی ؛ نبی علیہ السلام کے ساتھ قبلتین کی غازی پڑھنے کی سعادت پائی  
۱۰۸ھ میں شام میں فوت ہوئے۔

صدہا صحابہ کرام رحمہ میں سے چند ایک کا ذکر کیا گیا ہے بتانا صرف یہ مقصود ہے  
کہ ان میں سے یاد دیگر صحابہ کرام رحمہ میں سے کسی نے کسی وقت بھی امیرِ یزیدؓ کے متعلق کسی  
کی بیزاری یا کراہت کا اظہار نہیں کیا۔ اور صحابہ کرام رحمہ کے ساتھ وہ تابعین بھی پیش نظر  
رکھے جن کے ذریعے ہمیں دین پہنچا۔

## مختار ثقفی

اس کتاب کے پہلے حصہ میں بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ شیعیت  
نیم یہودی، نیم ایرانی سیاسی تحریک تھی جو بعد میں مذہب کی صورت میں سامنے آئی  
سطر گزشتہ میں یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ واقعہ کربلا تک شیعہ نام کا کوئی فرقہ  
یا گروہ نہ تھا۔ بلکہ یہ لفظ اگر تاریخ میں استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد صرف گروہ یا  
جماعت کے تھے۔ جیسے شیعان علیؓ اور شیعان معاویہؓ واقعہ کربلا کے بعد عبد اللہ  
بن سبا کے سازشی گروہ کے لوگوں نے کیسانی تحریک سے مل کر شیعیت کو ایک  
مذہبی شکل دی۔

یہاں ایک اور بات بھی ذہن نشین رکھیے کہ کوفہ ایک نئی بستی تھی جہاں اکثریت  
عجم کے مختلف خطوں کے لوگوں کی تھی۔ یہ لوگ نو مسلم بھی تھے  
پھر یہ سب کے سب فوجی قسم کے لوگ تھے جن کی زندگی اس ڈگر پر طالع  
تھی کہ لڑو، مرد، مارو، لوٹو، چنڈ روز آرام کرو۔ پھر رٹنے کے لیے اٹھ کر  
ہو، یہ لوگ جس قدر ذہنی طور پر روح اسلام کی حقیقت سے بے خبر تھے اسی قدر  
وہ اسلامی جمہوریت کی روح سے بھی شناساں نہ تھے۔ علی کوفہ میں پہنچے سب نے ان  
کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حسن آئے ان کے ساتھی بن گئے۔ امام حسینؓ نے کھا ان



کے پرستار بن گئے۔ ابن زیاد آیا اس کے سامنے جھک گئے۔ ان کی تلون مزاجی کے متعلق کسی دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ دن کو حضرت حسنؑ کے ساتھ جوتے تھے اور رات کو حضرت معاویہؓ کے لشکر میں جوتے تھے۔

اس مقام پر تاریخ کی روشنی میں ہمیں اسلام کا عیار قرین انسان پیچ پر نمودار ہو کر ان حالات سے فائدہ اٹھانے کے لیے طلب اہل بیت ہونے کا بحروب بھرتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ پرونیس رائے ہارٹے ڈوزی عبرت نامہ سائنس میں لکھتا ہے کہ مختار نہایت چالاک، سفاک، ہشیار اور بہادر مگر بے اصول آدمی تھا۔ غصہ میں شیر اور مکاری میں روبہ سے کم نہ تھا کبھی خارجی رہا کبھی نہیری اور آخر میں شیعہ ہو گیا۔ آناد سے آرزو جمہوریت کے حامیوں سے لے کر مطلق العنان بادشاہی کے پسند کرنے والوں تک کوئی فریق ایسا نہ تھا جس میں مختار کبھی نہ کبھی شریک رہا ہو۔ اپنے اس تلون سے جس سے لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ اس کے ایمان میں خلل ہے انصاف پر مبنی بتلانے کے لیے اس نے اپنی ہی طبیعت اور مزاج کا ایک خدا بھی ایجاد کر لیا تھا۔ اس کے خدا کی تلون مزاجی کا یہ حال تھا کہ جس بات کا آج خیال یا قصد یا ارادہ یا حکم کیا ہے کل وہ بدل سکتا تھا۔ ایسے خدا کے عجیب اور مہمل اعتقاد میں ایک بڑا نفع یہ تھا کہ جب مختار اپنی غیب دانی اور الہامی قابلیتوں پر ناز کرنے لگتا تھا تو کسی کو انکار کی کوئی گنجائش نہ ہوتی تھی کیونکہ اگر یہ حقہ اس کی پیش گوئی کے مطابق نہ اترتا تو وہ آسانی سے جواب دے دیتا۔ یہ حد سے پہا ارادہ بدل دیا ہے۔

مختار نے جتنے سوانگ بھرے بڑی عمدگی سے بھرے لیکن شیعوں کی سرداری کا سوانگ جب بھرا تو اس کی طبیعت اور مزاج کے لیے بہت ہی موزوں اور مرغوب تھا۔

مختار نے جب لشکر شام کے مقابلہ پر جانے کا اپنے لشکر کو حکم دیا تو ان کے سامنے ایک کرسی لاکر رکھ دی جو کسی بڑھئی سے بہت واجب قیمت یعنی دو چار

لے اس صفت میں مرزا غلام احمد قادیانی مثل مختار نظر آتا ہے۔



روپے میں خریدی تھی مگر اس کو ریشم سے منڈھ کر یہ بتایا کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کی کرسی ہے اور اس کو پیش کر کے یہ تقریر کی۔

”اے لشکر کے لوگو! یہ کرسی تمہارے حق میں ایسی ہی مبارک ہے جیسے کہ تابوت سکینہ بنی اسرائیل کے حق میں ہوا تھا اسے لڑائی میں اپنے ساتھ رکھو اور جہاں سب سے زیادہ کشت و خون ہو وہاں اسے رکھ دو اور پھر اس کو دشمن سے بچاؤ (کتنی عیاری ہے) اگر فتح ہو جائے تو سمجھو کہ خدا نے تمہاری مدد کی ہے اور اگر شکست ہو تو ہمت نہ ہارنا۔ کیونکہ مجھ کو الامام ہوا ہے کہ ایسی صورت میں خدا کی جانب سے تم پر ملائکہ کا نزول ہو گا اور تم ملائکہ کو دیکھو گے اور وہ سپید کبوتروں کی شکل میں اونچے اڑتے ہوں گے۔ اصل میں مختار نے چند کبوتر جو کہ کوفہ میں پالے گئے تھے۔ اپنے چند معتبر لوگوں کو جو لشکر کے ساتھ جا رہے تھے یہ کہہ کر دیئے تھے کہ لڑائی میں اگر بات بگڑ جائے تو کبوتروں کو چھوڑ دینا۔ مختار جانتا تھا کہ جب ان کبوتروں کو چھوڑا گیا تو وہ سپیدھے کوفہ واپس آئیں گے اس کے دو فائدے تھے ایک تو اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ کبوتر آنے پر میں بھاگ نکلوں گا اور دوسرے یہ کہ لشکر ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اگست ۶۸۶ء میں موصل کے قریب جنگ ہوئی اور ان کا سردار عبید اللہ بن زیاد مارا گیا۔ آخر مختار مصعب بن زبیر کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(تلخیص عبرت نامہ اندلس ص ۲۳ تا ۲۸)

آج شیعہ اصحاب نے مختار کو بہت بلند مقام پر لا بٹھایا ہے مگر اس طرف کسی نے دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

مختار کے متعلق ان کے ائمہ کرام علیہم السلام کا کیا خیال تھا۔ مختار کا کل زمانہ حکومت ۱۲ ربیع الاول ۶۶ھ سے ۱۵ رمضان ۶۷ھ تک ہے۔ شیعوں کے اپنے چھٹے امام یعنی حضرت جعفر (صادق) سے روایت ہے کہ مختار حضرت امام زین العابدین سے غلط روایتیں منسوب کرتا تھا۔

(کتاب رجال کثی علامہ کثی بحوالہ مختار نامہ ص ۴۲)

حضرت محمد باقر سے روایت ہے کہ مختار نے حضرت زین العابدین کی خدمت میں بیٹھے اور تجھے بھیجے مگر آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میں کسی دروغ گو کا ہدیہ



قبول نہیں کرتا (مختار نامہ ۲۴۰)  
 ایک دفعہ مختار نے ایک لاکھ درہم امام زین العابدین کی خدمت میں بھیجے مگر  
 آپ نے قبول کرنا مکروہ جانا اور واپس پھیلنے میں خوف محسوس کیا۔ رقم لے کر دفن کر  
 دی۔ مختار کے قتل کے بعد امیر المومنین عبد الملک کو مطلع کیا تو اس نے کہا خرچ کر  
 لیجئے۔ (کتاب مختصر شیخ حسن بن سلیمان بحوالہ مختار نامہ صفحہ ۲۴۱)

امام زین العابدین نے مختار پر لعنت بھیجی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ اس نے ہم پر  
 اور خدا پر بہتان اور افتراء باندھا ہے وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے  
 حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ قیامت کے روز جناب سید الثقلین حضرت  
 امیر المومنین اور حسنین جہنم کے کنارے تشریف لے جائیں گے اور مختار کو جہنم میں  
 دیکھیں گے۔ ملا مجلسی نے بہار الانوار میں اس کی عجیب عجیب توضیحات کی ہیں ابتدا  
 میں وہ امام جعفر صادق کی امامت کا قائل نہ تھا۔ بلکہ جہنم ابن صفوان کے عقیدے  
 پر تھا۔ جناب امیر کی شہادت پر لوگوں کا خیال تھا کہ مختار بھی ابن بلعم کا ساتھی ہے  
 اس لیے کوفہ میں ہر نماز کے بعد لوگ اس پر لعنتیں بھیجتے تھے۔ مختار نے اپنے چچا سعد  
 ابن مسعود کو حضرت حسن کی گرفتاری پر آمادہ کرنا چاہا مگر اس نے کہا لعنت ہو مجھ پر  
 مجھے کتنے بُرے کام کے لیے کہتا ہے۔

(تلمیض از تقریظ سید محمد ابراہیم قبلہ مجتہد العصر بحوالہ مختار نامہ صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۲)

شیعوں کے چوتھے مزعومہ امام — یعنی

سیدنا علیؑ (زین العابدین)

کوفی شیعوں کے دست ظلم سے بچ نکلے اور مختار ثقفی جس نے عبد اللہ بن علیؑ  
 کو شہید کیا تھا۔ امام چہارم کی امامت کا انکار کیا اور محمد بن حنفیہ کے متعلق اعلان  
 کیا کہ امام وقت دوست نہ کہ علی بن الحسین (مجالس المومنین)

اس وجہ سے امام زین العابدین بھی اس سے سخت ناراض ہو گئے چنانچہ ایک  
 مرتبہ اس نے امام کی خدمت میں چالیس ہزار درہم بھیجے مگر آپ نے اس لیے



کہ مختار نے مذہب باطل اختیار کیا تھا۔ اس کا ہر یہ مسترد کر دیا۔ (جلد الحیون ص ۵۶)  
 امام زین العابدین نے ان وجوہات سے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔  
 مگر شیعہ کہاں چپ بیٹھے والے تھے یہ تو ایک من چلا گردہ تھا پہلے عثمانؓ  
 کو شہید کیا۔ پھر علیؓ کو شہید کیا۔ پھر حسنؓ کو خانہ نشینی پر مجبور کیا پھر حسینؓ  
 کو شہید کیا۔ اب حضرت (زین العابدین) کو گھیرنے لگے جب انہوں نے دھتکار  
 دیا تو آپ کے صاحبزادے زید کو گھیر کر اپنے ڈھب پر لانے پر قادر ہو گئے  
 ان کا نعرہ بنو امیہ کی دشمنی تھا۔ مگر اب نہ ان کا کوئی سردار تھا اور نہ خروج کر  
 سکتے تھے۔ اب امر بالمعروف کے نعرے سے منتشر رئیسوں کو جمع کیا۔ ان کی حقیقی  
 غرض یہ تھی کہ اہل بیت رسول جو بیچ گئے ہیں ان کا بھی صفایا کر دیا جائے۔ اس  
 لیے سب نے مل کر عاجزی کر کے زید کو خروج پر آمادہ کر لیا۔ (تذکرہ الامۃ ص ۱۴)  
 الغرض چالیس ہزار شیعوں نے بیعت کی اور وعدہ نصرت سے زید کو آگے  
 کیا اور اموی حکومت کے خلاف خروج کیا۔ مگر آئمہ سابقین کی پیش گوئی اور  
 بددعا کی وجہ سے عین وقت پر دھوکا دیا۔ یعنی اصحاب ثلاثہ پر تبرا کرنا شروع کیا اور  
 زید کو بھی اس فعل میں مجبور کیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ عین معرکہ  
 کارزار میں حسینؓ کے پوتے کو بے یار و مددگار چھوڑ کر الگ ہو گئے اور بقول  
 علامہ شوستری ازیں جہت غبار ملال پر عاشیہ خاطر زید نشست و اڑے وفائی  
 کو فیاں تعجب نمود (مجالس المومنین مجلس ۸ ص ۳۶)  
 زید نے ان کو فی شیعوں سے پوچھا کہ اگر فضتمونی کیا تم نے مجھے چھوڑ  
 دیا۔ انہوں نے جواب دیا ر فضناک ہم نے تجھے چھوڑ دیا۔ آخر زید لڑائی میں  
 قتل ہو گیا (مجالس المومنین) اس دن سے شیعوں کا دوسرا نام رافضی مشہور ہوا۔

## واقعہ حرہ اور سیدنا علی بن حسینؓ

امیر نریدم کے خلیفہ بننے کے بعد مدینہ میں جب ان کی مخالفت ہوئی اور  
 قریش نے عبداللہ بن مطیع اور انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سردار منتخب



کیا تو عثمان بن محمد اموی مروان بن حکم اور باقی اموی جن کی تعداد مدینہ میں ایک ہزار کے قریب تھی کچھ تو مدینہ سے نکل گئے اور باقی امیر مروان بن حکم کی حویلی میں پناہ گزین ہو گئے ان حالات میں بھی حضرت علیؓ (رضی اللہ عنہ) نے امویوں کا ساتھ دیا۔ امیر مروانؓ نے یہ دیکھ کر اپنا تمام قیمتی سامان حفاظت کے لیے آپ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے ان تمام حالات کی خبر عبدالملک بن امیر مروانؓ کے ذریعہ امیر یزیدؓ کو لکھ بھیجی اور امیر مروانؓ کو اپنے ہاں پناہ دی مسلم بن عقبہؓ کو مدینہ روانہ کیا اور خصوصی طور پر نصیحت کی کہ علی بن حسینؓ سے نہایت نرمی کا سلوک کرنا، وہ میرا ہمدرد اور وفادار ہے مسلمؓ نے مدینہ کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور تین روز تک لوگوں کو بھایا۔ مگر کسی نے اس کی بات نہ سنی۔

، ہر ذی الحجہ سالہ واقعہ کربلا سے تقریباً تین سال بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ مشہور صحابی رسول حضرت مسلم بن عقبہؓ نے اس لشکر کے سالانہ اعظم تھے۔ تمام لشکر چار دستوں پر مشتمل تھا۔ ایک دستہ کے حضرت عبداللہ بن سعدؓ نے انفرادی دوسرے کے حضرت روح بن زباعؓ الجذامیؓ نے تیسرے کے حضرت عبداللہ بن عصامؓ الاشعریؓ جو روایان حدیث میں شمار ہوتے ہیں اور چوتھے دستے کے حصین بن نمیرؓ کمانڈر تھے۔ (الاستیعاب الاماہ)

فوج کی تعداد صرف چار ہزار تھی (کتاب التبیۃ الاشراف مسعودی) اس لشکر کی اکثریت صحابہ کرامؓ پر مشتمل تھی۔ اور جو تابعی تھے وہ بھی اکثر جہادوں میں اسلام کی سربلندی کے لیے حصہ لے چکے تھے۔

حضرت امیر مسلمؓ نے سالار لشکر کی عمر نوے سال تھی اور تین دن تک اعلان کرتے رہے کہ شورش ختم کرو۔ امیر المؤمنین یزیدؓ تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتے مگر شورش پسندوں نے اس کے جواب میں گالیاں دیں۔

تمام سادات بنو امیہ اپنے قریشی دوستوں کے ساتھ مدینہ کے عامل عثمان بن محمد کے ساتھ امیر مروانؓ کی حویلی میں پناہ گزین ہو گئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی بھایا مگر باغیوں کا سرغنہ ابن مطیع باز نہ آیا۔ (بلذری، الانساب والاشراف) بلکہ باغیوں نے گالیوں کے ساتھ تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی مجبوراً حضرت مسلمؓ



نے جوابی حملے کا حکم دے دیا اور انصار کے مقتدر قبیلہ بنو عبد اللہ الاشہل نے  
فوج کو شہر میں داخلہ کا راستہ دے دیا۔

مشہور شیعہ مورخ طبری لکھتا ہے کہ ابھی لڑائی جاری تھی کہ ناٹ شہر سے  
تبکیروں کی آواز بلند ہوئی۔

ہوا کہ قبیلہ بنو حارثہ نے بھی بنو عبد اللہ الاشہل کی طرح باغیوں کے مقابلہ میں  
اہل شام کا ساتھ دیا۔ صرف پانچ چھ سرغنہ قتل ہوئے۔ آٹھویں صدی ہجری تک  
کے مورخین نے اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا۔ مگر دورِ حاضرہ کے ”مجدد اعظم“ کو  
امیرِ یزیدؓ کا فسق و فجور ڈھونڈنے کے لیے ایک ہزار عفت مآب کنواریوں کو زنا میں  
ملوث کر کے دکھانے کے لیے آٹھویں صدی کے مورخ ابن اثیر کی ایک بے سند  
ردایت کے سہارے ایسے شرمناک الفاظ لکھنے سے ذرہ بھر شرم نہ آئی۔

مدینہ کی شورش فرو کرنے کے بعد امیرِ مسلم مکہ کی طرف روانہ ہو کر راستہ میں  
فوت ہو گئے اور امیرِ حسین رضی اللہ عنہ نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو کمالائے ہاتھ میں آپ کے ہاتھ  
پر بیعتِ خلافت کرتا ہوں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت زبیرؓ کو کہا کہ میرے  
ساتھ دمشق چلے۔ میں امرِ خلافت آپ کے ہاتھ پر مستحکم کرا دوں گا۔ مگر انہوں نے  
دمشق جانے سے انکار کر دیا۔

یہ ہے واقعہ حرہ کی اصل صورت جسے دورِ حاضرہ کے خود ساختہ مجددِ اعظم  
نے اپنی جلی فطرت اہلِ نسلِ عصیّت سے بگاڑ کر شیعیت کی دکالت کا حق نمک  
ادا کیا ہے۔

## امام چہارم کے شیعوں کے کڑوت

۱۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابو خالد، یحییٰ، جبیر، حرم امام حسین رضی اللہ عنہ کے  
بغیر سب مرتد ہو گئے (مجالس المؤمنین مجلس پنجم ص ۱۷۷)

تفصیل کے لیے حقیقتِ خلافت و ملکیت مرتبہ علامہ محمود احمد عباسی دیکھئے۔



لیجئے خس کم جہاں پاک۔ تو امام چارم بے چارے اپنے ابا کے مرنے والوں کے امام رہ گئے۔

۲۔ شیعوں کے ”حضرت امیر مختار“ نے کہا امام علیؑ سزین العابدین“ نہیں بلکہ امام وقت محمد بن حنفیہ است (ایضاً)

لیجئے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ تھے۔

۳۔ زین العابدینؑ کو شیعوں نے حسینؑ کی طرح شہید کرانے کے لیے گھر اگردہ ان کے قابو میں نہ آئے۔ آگے تذکرہ الائمہ کے مصنف کی زبان سے سلیے۔ سب مل کر وہ سب کہاں سے آگے جبکہ حسینؑ کی شہادت پر گنتی کے تین رہ گئے تھے۔ (مؤلف) دید کی خدمت میں گئے اور اس قدر عاجزی کی کہ زید آمادہ خروج ہو گئے (ایضاً ۱۳۰۸)

زید آمادہ خروج تو ہو گیا مگر کس کے کہنے پر؟ اصل مومن تو مرنے والے تھے۔ پھر یہ کون ذات شریف تھے۔ لیجئے وہ بھی مجھ سے سن لیجئے۔

ابی وہاں شیعان علیؑ کی آڑ میں یہود و مجوس کے اسی گردہ کی ذریت غریب فاطمیوں اور علویوں کی گھات میں تھی جنہوں نے پہلے تین اماموں کو آڑ بنا کر اسلام میں تخریب کا رانہ کاروائیاں کی تھیں۔

آپؐ سمجھ گئے ہوں گے کہ علیؑ زین العابدینؑ کی امامت کا ماننے والا اس وقت ایک آدمی بھی نہیں تھا۔ مختار ملعون نے اپنے ساتھیوں سمیت محمد بن حنفیہ کو اپنا امام بنا لیا، جو باقی بچے انہوں نے زید کو امام بنا لیا۔ چلو پھٹی ہوئی۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ محمد بن علیؑ جنہیں یارانِ طریقت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں علم و فضل شجاعت و شہامت اور تقویٰ و زہد کے پیکر تھے امیرِ یزیدؑ کے گھر سے دوست تھے مختار اپنے طور پر ان کی امامت کی بڑا نکتہ رہا۔ میرا خیال ہے کہ انہیں تو اپنی زندگی میں اس بات کا علم بھی نہ ہو سکا کہ یہ مزعومہ امامت کیا ہے؟ اور میرے سر پر بھی اسی امامت کا تاج رکھا گیا ہے۔

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ  
يَحْسَبُونَ صَنَعًا



# شیعوں کے مزعومہ امام پنجم — محمد باقرؑ

نام محمد باقر۔ کنیت ابو جعفر۔ پیدائش ۵۷۰ھ مدت امامت ۱۹ سال وفات ۱۱۴-۱۱۶-۱۱۷ھ

اس لحاظ سے حضرت باقر صاحب واقعہ کربلا کے وقت تین چار سال کے تھے اب آگے ملا باقر کی حواس باختگیاں ملاحظہ ہوں۔

ہشام نے دمشق بلایا اور ارادہ قتل کیا رکیا مدینہ میں قتل نہیں کرایا جاسکتا تھا پھر اٹھ کر بغل گیر ہو گیا اور اپنی داہنی طرف بٹھایا اور کہنے لگا زیبا ہے کہ آپ کے قبیلہ پر عرب و عجم ہمیشہ فخر کریں۔ (جلد ۲ ص ۳۲۲ جلاء العیون) شیعوں کی یہ امامت بھی مدار یوں کا ڈرامہ ہے جس میں دو تین مداری اکٹھے ہو کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں ”میں وڈا“ اور یہی ”میں وڈا“ ان کی کھیل کی جان ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم غریب مسلمان تو آج تک یہ سمجھ ہی نہیں سکے کہ ان میں سے ”اصلی تے وڈا“ امام کون سا تھا۔ اور نقلی اور جعلی کون سا تھا۔ بیک وقت دو دو تین تین چار چار امامت کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر صرف دعویٰ ہی نہیں کرتے بلکہ خلفائے وقت کے خلاف خروج کر کے اپنی امامت کا مستند ہونا بھی ثابت کرتے ہیں مگر بغل میں سے ایک اور صاحب نمودار ہو کر کہتے ہیں یہ جعلی امام ہے ”اصلی تے وڈا“ امام میں ہوں۔

چنانچہ اسی مصرعہ طرح پر ایک لطیفہ یہاں بھی سن لیجئے۔  
نقطہ راوندی نے بسند معتبر جناب صادق سے روایت کی ہے کہ زید بن حسن نے میرے پدر بزرگوار اوقات حضرت رسول ۲ میں مخاصمہ کیا۔ زید کہتے تھے حضرت حسن چونکہ اولاد اکبر ہیں اس لیے ان کا فرزند اول تر فرزند حسین سے ہے۔ ایک روز زید میرے چچا کو قاضی کے پاس لے گئے۔ اثنائے خصومت میں میرے چچا کو کہا اے فرزند کنیز مندی۔ میرے چچا نے کہا ایسی خصومت پر تفت ہو جس میں اسم مادران لیا جائے اب جب تک زندہ ہوں تم سے کلام نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر میرے پدر بزرگوار کے



پاس آئے اور کہا اے برادر میں نے قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کروں گا آپ ہی پر مجھے اعتماد ہے اور اگر آپ اس کے معترض نہ ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ پھر اس کے بعد جناب باقر صاحب نے بھری پتھر اور سخت سے زید کے خلاف اپنے حق میں گواہی دلائی مگر زید باز نہ آیا۔ اور عبدالملک کے پاس دمشق جا کر کہا کہ میں مدینہ میں ایک زندہ جادوگر چھوڑ آیا ہوں۔ اسے زندہ چھوڑنا تم پر حلال نہیں۔

(لخص جلال العیون)

اس کے بعد ایک لمبی الف لیلا کی قسم کی داستان ہے۔ بوستان خیال طلسم ہنر پر اور فسانہ آناد کی قسم کے مطالعہ کے شوقین جلال العیون منگوا کر خود پڑھ لیں۔ فلا چند اور لطائف سن لیجئے۔ عبداللہ بن عطار نے امام سے کہا کہ کوفہ میں آپ کے بہت شیعہ ہیں اور بخدا آپ کے خاندان میں آپ کا کوئی نظیر نہیں پھر آپ بنو امیہ پر خود ج نہیں کرتے (صافی شرح اصول کافی کتاب الحج ۴۱۱)

امام باقر نے کہا اے ابن عطا میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو بیوقوفوں کی باتوں پر عمل کر رہا ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا صاحب نہیں (بحار الانوار جلد ۱۲ ص ۱۸) لیجئے پانچویں امام نے بھی امامت کا بیڑہ غرق کر دیا زرارہ نے ایک بار امام باقر کے متعلق کہا۔ لا یجوز لہ بالخصومة (اصول کافی)

## پانچویں امام کی موت کا ڈرامہ

بحکم عبدالملک لعین زین کو گھوڑے پر باندھا اور حضرت سوار ہوئے اس زین کے اندر زہر رکھا تھا اس زہر نے جسم میں نفوذ کیا جسم پر درم آگیا اور تیسرے روز مر گئے۔ (جلال العیون ۴۴۱)

دیگر علماء نے کچھ اسے کہ شہادت آنحضرت بحکم ابراہیم بن ولید واقع ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ بحکم ہشام بن عبدالملک آپ کی موت واقع ہوئی تھی۔

مجلسی کیا مشکل پھر ہاتھ رہا ہے باقر صاحب ۱۱۲-۱۱۶ یا ۱۱۷ میں مرتے ہیں اس خاتم المفسرین، رئیس المحدثین حضرت علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ والرضوان کو اتنا بھی معلوم نہیں ۱۱۲ تا ۱۱۷ میں خلفائے بنو امیہ میں سے کون سا خلیفہ ممکن بہ نخت

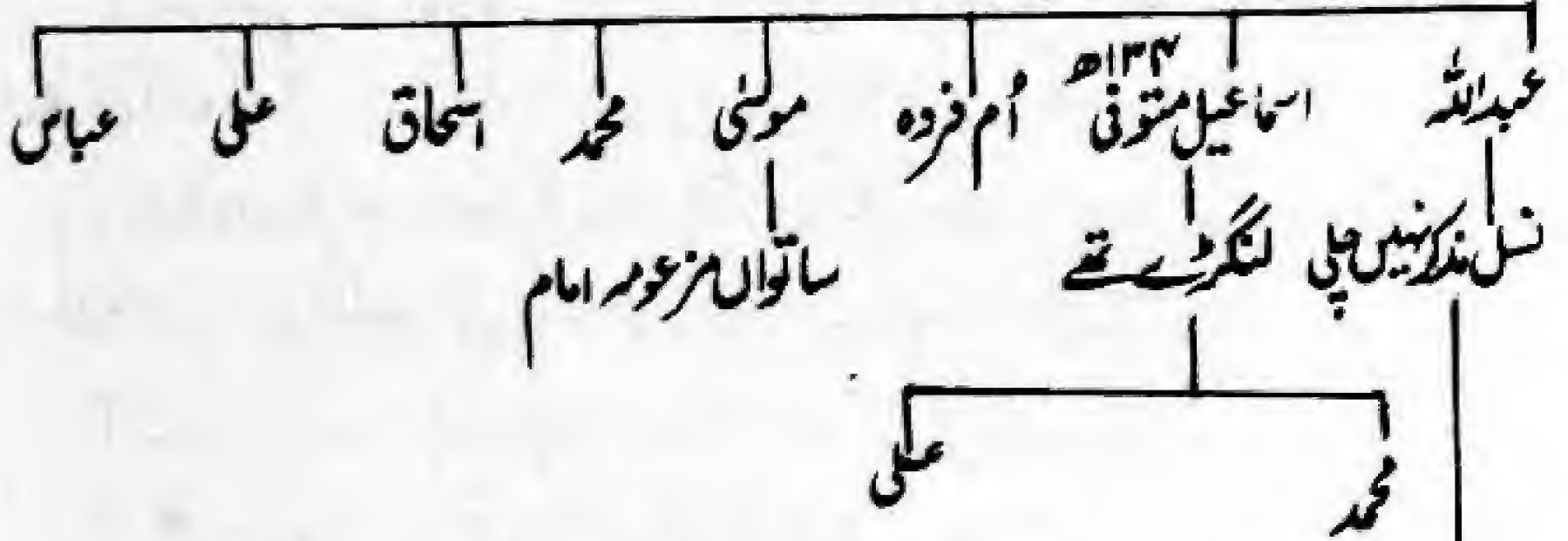


خلافت تھا۔ اسے میاں یہ تو خلفائے بنو امیہ کا ذکر ہے تمہیں تو اپنے طالبیوں کے نام اور ان طالبی شہزادیوں کے نام بھی معلوم نہیں جو اموی شہزادوں کے حوالہ عقد میں تھیں۔

## جعفر الصادق

متولد ۸۰ - ۸۳ - ۸۶ متوفی ۱۴۸ھ

فاطمہ بنت حسین بن حسن کے بطن سے



۱۔ یہ موسیٰ کاظم کے سخت خلاف تھا اور بنی عباس کے پاس موسیٰ کی مجبوری کرتا تھا۔ (عمدة الطالب ص ۳۲)  
۱۸۰ھ میں فوت ہوا تھا۔

عبد اللہ سمیون ۲۶۱ھ میں مرا۔ اس نے محمد کے متعلق جو کچھ کہنا سب لغو ہے پہلے یہ خود محمد بن اسماعیل بنا۔ پھر رُخ محمد کی طرف پھیر دیا۔

فاطمہ۔ ان کا نکاح عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ سے ہوا۔ موسیٰ ابو جعفر مضمون کے بھائی تھے۔ (جہرة الانساب ص ۶۴)  
گویا چھٹے امام کی پوتی اور ساتویں امام کی بھتیجی عباسی خلیفہ کی بھانجہ تھی۔

## شیعوں کے چھٹے امام — جعفر الصادق

(ابن محمد باقر متولد ۸۳ھ متوفی ۱۰۸ھ)

امام جعفر صادق پر بھی شیعوں کا جادو نہ چلا۔ چنانچہ ابو سلمہ شیبی نے جبکہ بنی عباس



خلافت کے لیے کوشش کر رہے تھے آپ کی خدمت میں لکھا کہ آپ کے حقوق بازیافت کا یہی موقع ہے اور دوسری طرف جواب آنے سے پہلے بنی عباس کی خلافت تسلیم کر لی۔ امام نے اس کا خط بغیر کھولے ندر آتش کر دیا۔

زمار نے جسے شیعہ اصدق الصادقین کہتے ہیں ایک دفعہ زیاد بن حلال سے کہا کہ امام جعفر نے مجھے تو استطاعت کا فتویٰ دیا ہے اور خود اسے کلام سمجھنے کی بہت نہیں۔ ایک بار اسی نذرانہ نے کہا کہ:-

رحمہ اللہ ابا جعفر واما جعفر فان فی قلبی علیہ لعنة رتیح رجال کشی

”یعنی باقر پر اللہ رحم کرے مگر جعفر کے لیے تو میرے دل میں لعنت ہے“

ابو نصیر ایک شیعہ رئیس تھا۔ ایک مرتبہ امام کی خدمت میں پہنچا مگر اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملی تو کھنے لگا۔ میرے ساتھ صبح ہوتا تو ضرور اجازت مل جاتی اس پر ایک کتا آیا اور ابو نصیر کے منہ میں پیشاب کر گیا۔ رتیح رجال کشی صلا

عباسی خلیفہ منصور کے متعلق شوتری لکھتا ہے کہ منصور قولاً وفعلاً شیعہ تھا۔ اس نے امام جعفر صادق کو مدینہ سے طلب کیا۔ اب منصور نے دارالسیاست میں بیٹھ کر اپنے خاص شیعہ مصاحب ربیع کو بلا کر اپنے عنایات و احسانات کا اعتراف کرایا۔

پھر کہا کہ جا اور جعفر بن محمد کو میرے حضور میں لا کر حاضر کرو۔ ربیع نے باہر نکل کر انا بیٹھ بڑھا اور کہا میں ہلاک ہوا۔ اگر اس وقت اس ملعون (منصور) کے پاس جعفر کو لاؤں گا تو بوجہ شدت غضب ان کو ضرور مار ڈالے گا اور اگر نہ لیا تو وہ مجھ کو قتل اور میری نسل کو برباد کر دے گا۔ ربیع دنیا و آخرت کے درمیان متردد ہوا۔ آخر دنیا کی طرف ہو کر اس کو آخرت پر ترجیح دی اور بارادہ گم فاری۔ امام اپنے گھر پہنچ کر اپنے لڑکوں میں سے سب سے بہادر اور سنگدل سے کہا۔ اسی وقت جا اور دیوار کی طرف سے مکان میں داخل ہو کر جعفر بن محمد باقر کو جس حال میں ہو پکڑ لا۔ اور خود خلیفہ کے پاس پہنچا اور محمد کا بیان ہے کہ میں آخر شب چھپ کر پہنچا اور سیر می لگا کر مکان میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ امام جعفر پیرا ہن اور ایک رومال کمر سے باندھے نماز میں مشغول ہیں۔ بعد ختم نماز کے میں نے کہا چلو تم کو خلیفہ بلاتا ہے۔ امام نے دعا پڑھنے اور کپڑے پہننے کی مہلت چاہی۔ مگر میں نے نہ دی پھر امام نے کہا اچھا مہلت دو کہ غسل کر کے مرنے کے لیے



تیار ہو جاؤں۔ میں نے یہ بھی نہ مانا۔ پس ستر برس سے زیادہ بڑھے کو اس ایک کمرے کے ساتھ سر و پا رہنے میں نے مکان سے باہر نکالا اور ان کو پیدل لے چلا۔ تھوڑی دیر چلنے پر امام کو ضعف طاری ہوا مجھے رحم آگیا تو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا۔ جب خلیفہ کے مکان پر پہنچا تو میں نے سنا کہ منصور میرے والد سے کہہ رہا ہے خرابی ہو تم پر اے ربیع تو نے دیر لگا دی اور جعفر کو نہ لایا۔ پس والد باہر آئے امام کی حالت زار پر نظر پڑی تو رونے لگے۔ اس لیے کہ امام کی خدمت میں بہت اخلاص تھا اور ان کو امام زمانہ مانتے تھے امام نے فرمایا اے ربیع میں جانتا ہوں کہ تو مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اتنی مہلت دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر مناجات کر لوں۔ ربیع مہلت دے کر منصور کے پاس گیا منصور نے غصہ اور اصرار سے کہا جعفر کو جلد حاضر کر، ادھر امام بھی نماز اور دعا سے پوری طرح فارغ ہو چکے تھے۔ ربیع نے امام کا ہاتھ پکڑا اور محل میں داخل کر دیا (جلال العیون)

حضرت جعفر کے سات بیٹے تھے۔ عبد اللہ سے نسل مذکر نہیں چلی صرف ایک بیٹی فاطمہ تھی۔ جس کا نکاح عباس بن موسیٰ بن علی بن موسیٰ سے ہوا۔ موسیٰ ابو جعفر منصور عباسی کا بھائی تھا۔ (جمہور الانساب ص ۶)

اسماعیل متوفی ۱۳۳ھ۔ ان کے دو بیٹے محمد اور علی تھے اسماعیل اپنے بھائی موسیٰ کاظم (ساتویں امام) کے خلاف بخبری کرتے رہتے تھے (عمدة الطالب ص ۱۲) عبد اللہ بن میمون القدرح متوفی ۲۶۱ھ نے پہلے محمد بن جعفر ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ حالانکہ محمد اور عبد اللہ کے درمیان اتنی سال کا فرق ہے۔ علی بھی موسیٰ کاظم کے خلاف عباسیوں کے ہاں شکایتیں کیا کرتے تھے اور ان کی شکایتوں کی بنا پر موسیٰ کو بغداد طلب کر کے نظر بند کیا گیا۔

زین العابدین سے پوچھا گیا آپ کے بعد کون امام ہے۔ حضرت نے فرمایا محمد باقر وہ علم کو شگانتہ کرنے والا ہے۔ پھر پوچھا ان کے بعد کون امام ہوگا۔ آپ نے فرمایا جعفر کہ ان کا نام آسمانوں کے باشندوں و آسمانوں کے باشندوں کی خوب رہی، میں صادق آیا ہے۔ پوچھا ان کو خاص صادق کیوں کہتے ہیں حالانکہ سب امام سچے ہیں۔ حضرت نے فرمایا میرے پدر بزرگوار نے اپنے



بدنامدار اور انہوں نے اپنے جدِ عالی جناب رسولِ خدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین متولد ہوگا۔ اس کا نام صادق رکھنا۔ اس لیے کہ اس کے پانچویں فرزند کا نام جعفر ہوگا اور دعویٰ امامت دروغ کر کے خدا پر اتر کرے گا۔ اور خدا کے نزدیک جعفر کذاب مفسر ہے۔  
(جلا رالعیون ص ۳۳۲)

آنحضرت نے پانچ شخصوں کو وصی کیا۔ خلیفہ وقت، محمد بن سلیمان حاکم مدینہ عبد اللہ۔ موسیٰ اور حمیدہ مادر موسیٰ الکاظم (جلا رالعیون جلد ۲ ص ۳۳۳)  
آنحضرت نے تین اشخاص کو وصی کیا۔ عبد اللہ اقطع۔ موسیٰ کاظم۔ منصور دوانقی یعنی عباسی خلیفہ۔ (جلا رالعیون جلد ۲ ص ۳۳۵)

قطع نظر طویل گفتگو کے چند باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ جعفر پیدا ہونے سے پہلے کذاب بنا دیا گیا۔

۲۔ امامت کا حق عورتوں کو بھی حاصل ہے خواہ وہ لونڈیاں ہی ہوں۔

۳۔ لیجئے منصور عباسی کے لیے بھی وصایت کا مژدہ مبارک ہو۔

یہ شیعہ امامت بھی عجیب گورکھ دھند ہے۔ غریب امام کو اپنے وصی کا بھی علم نہیں اور اس ضمن میں اس سے عجیب عجیب حواس باختگیاں سرزد ہو رہی ہیں اپنے فاندان کے قاتل کو بھی امامت سے نوازنا۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

یہاں چانڈو خانہ کی ایک گپ بھی سنتے جاسیے۔ یعنی

امام ابو حنیفہؒ، امام جعفر صادقؒ کے شاگرد تھے۔ اتنا بڑا جھوٹ تراشنا اور اسے تاریخی دنیا میں پھیلانا۔ دنیا ئے شیعیت کا ہی کام ہے امام ابو حنیفہؒ اور حضرت جعفر ہم عصر تھے۔ ہو سکتا ہے ایام حج میں ہر دو اصحاب اکٹھے ہوتے رہے ہوں اور ان کے درمیان علمی مذاکرات بھی ہوتے رہے ہوں مگر علمی مذاکرات ان لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں جن کا علمی پایہ تقریباً تقریباً ایک دوسرے کے برابر ہو۔ امام ابو حنیفہؒ کا علم و فضل میں جو مقام ہے اس سے تمام عالم اسلام آگاہ ہے مگر جعفر بے چارے کے نام کو سوئے دنیا ئے شیعیت کے کوئی جانتا ہی نہیں۔



یہاں ایک اور جھوٹ بھی تراشا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے محمد الارقط جسے یارانِ طریقت نے بعد میں نفسِ زکیہ بنا دیا کے خروج کے حق میں فتویٰ دیا تھا اور اس کی مدد کی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ کو معلوم تھا کہ صاحبِ امر اگرچہ فاسق و فاجر بھی ہو تو رعایا کے امن میں خلل پیدا کرنے کی نسبت اس کی اطاعت واجب ہے ان حالات میں امام محمد دوح ایک سر پھرے باغی کی معاونت پر کیسے آمادہ ہو سکتے تھے۔  
تبصرہ: منصور شیعہ، ربیع شیعہ اس کا بیٹا محمد شیعہ، امام وقت ضعیف

اور کمزور ہیں مگر کسی کو امام وقت کی حالت پر رحم نہ آیا۔  
اصول کافی کتاب الحجۃ میں کیا مقول بات بیان کی گئی ہے یعنی ایک بار عبداللہ بن یعفور نے امام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں یہ دیکھ کر تعجب کرتا ہوں کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ سے محبت کرنے والوں میں تو امانت داری، راست بازی اور وفا شعار ہے مگر آپ کے محبین میں نہ امانت ہے نہ وفا اور نہ صدق ہے یہ سن کر امام غضبناک ہوئے اور شیخین کو ظالم اور ان کے محبین کو بے دین کہا اور اپنے کو عادل اور اپنے شیعوں کو دیندار فرمایا مگر ابن یعفور کی بات کو نہ جھٹلا سکے اور بزبان سکوت اقرار کیا کہ شیعہ خائن، بے وفا اور جھوٹے ہیں۔ شیعوں کے انہیں معصوم اور مفترض الطاعت امام کے وقت میں امویوں کے مقابلہ میں عباسیوں اور طالبیوں کی متحدہ و متفقہ کوششیں عروج پر تھیں۔

اموی خلافت کے خاتمہ پر تمام شیعیان علی رضی نے عباسی خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جن میں ابوسلم خراسانی اور ابوسلمہ کوفی جیسے طالبیوں کے جاں نثار بھی تھے۔ ابوسلمہ کوفی نے ہی، کوفہ میں ابوالعباس کی خلافت تسلیم کر کے عباسی خلافت کے لیے راستہ ہموار کیا اور فاطمی اپنے شیعوں کی بے وفائیوں اور فریب کاریوں کا تماشا دیکھتے رہ گئے۔

(رہبری آفت اسلام سید امیر علی ۸۵۸)

۱۔ جناب جعفر صادقؑ محمد الارقط اور امام ابوحنیفہؒ کے تفصیلی حالات کے لیے سیرۃ ابو حنیفہ مؤلفہ پروفیسر سید علی احمد عباسی کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس موضوع پر بے مثال تالیف ہے۔



## شیعوں کا اپنے چھٹے امام سے سلوک

۱۔ جب بنو عباس حصول خلافت کی کوشش کر رہے تھے تو ابو سلمہ شیعہ نے جناب جعفر کو کھا کہ آپ کے حقوق کی بازیافت کا یہی موقع ہے اور خط جناب جعفر تک پہنچنے سے پہلے ہی خلافت بنو عباس کو تسلیم کر لیا۔ جناب جعفر کو خط ملا تو انہوں نے نذر آتش کر دیا۔

۲۔ شیعوں کے ایک اصدق الصادقین ہیں زرارہ۔ وہ زیاد بن ہلال کو کہتے ہیں بہ تحقیق جعفر نے مجھے استطاعت کا فتویٰ دیا اور خود اسے خبر نہیں تمہارے اس امام کو لوگوں کا کلام سمجھنے کی بصیرت نہیں (رجال کثی)

۳۔ یہی اصدق الصادقین صاحب فرماتے ہیں رحمہ اللہ ابی جعفر و اما جعفر فان فی قلبی علیہ لعنة رجال کثی

”اللہ باقر پر رحم کرے مگر جعفر کے لیے تو میرے دل میں لعنت ہے“

۴۔ ابوبصیر ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں گیا۔ مگر اندر داخل ہونے کی اجانت نہ ملی تو کھنے لگا میرے ساتھ طبق ہوتا تو ضرور اجازت ملتی۔ ایک گنا آیا اور ابونصیر کے منہ میں مٹوت گیا۔ (تفہیم رجال کثی ص ۱۷۴)

یہ وہی ابوبصیر ہے جو روایت ”وجود رسول دال رسول قبل مخلوق“ کا ربوی ہے۔

(جلال العیون ۲۲)

۵۔ زرارہ کے بھائیوں کا ایک دفعہ آپ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا واللہ ما یرید الخ خدا کی قسم ا عین کے بیٹے بس مجھ کو مغلوب کرنا اور دبا دینا چاہتے ہیں۔ (رجال کثی)

۶۔ ایک مرتبہ آپ نے زیاد بن ہلال سے کہا: لیس ہکذا سانی ولا ہکذا قلت کذب علی کذب واللہ علی لعن اللہ زرارہ۔

”زرارہ نے اس طرح مجھ سے پوچھا کہ میں نے ایسا جواب دیا اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا خدا کی قسم اس نے مجھ پر جھوٹ جوڑا اللہ زرارہ پر لعنت



کرے : رجال کشی

۷۔ ابوالجارود، کثیر النوا، سالم بن ابی حفصہ آپ کے مخصوص احباب ہیں مگر معلوم ان اصحاب نے اپنے امام کو کیا ایذا پہنچائی کہ امام صاحب ان الفاظ میں ان کی تعریف فرماتے ہیں۔

کثیر النوا وسالم بن ابی حفصہ و ابوالجارود کذابون مکذبون علیہم لعنت اللہ رجال کشی

جناب جعفر کی شیعوں سے یہ بنیادی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی فطرت کسی حال میں بھی نہ بدلی اور اپنے امہ سے ان کا بغض اور دشمنی صرف زبانی حد تک نہ تھی بلکہ عملاً بھی وہ اس میدان کے شہسوار تھے۔ خلیفہ منصور عباسی جلا راہیوں کی زبان میں دوادنی ہے، کافر ہے، منافق ہے، غاصب ہے اور فاسق ہے مگر بقول شوستری منصور در مقامیکہ اور از دال ملک بنو داظہار تشیع قولاً و فعلاً مے نمود۔ (مجالس المومنین)

جس مقام پر اسے اپنا وحی مقرر کرنے کی وصیت کی تھی اس کا موجب ریح شیعہ (مجالس المومنین) حاجب کا بیٹا محمد شیعہ (مجالس المومنین) دونوں باپ بیٹا ستر سالہ ضعیف کمزور ناتواں امام کو ننگے پاؤں اور ننگے سر گھسیٹتے ہوئے دربار میں لے گئے (جلا راہیوں)

شیعیت عجیب بھان متی کا ٹوکرا اور مداری کا کھیل یا شعبہ بازوں کی پتلیوں کا کھیل۔ دم میں فانی انسان کو رب اللوح والقلم بنا دیا جاتا ہے اور لمحہ بھر میں انہیں گھسیٹ کر انسانی سطح سے بھی نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔  
زین الدین کفر و اماکانوا یعملون



# شیعوں کے مزعومہ امام ہفتم — موسیٰ کاظم

## پیدائش ۱۲۸ھ مدت امامت ۳۵ سال وفات ۱۸۱ھ کے درمیان

ام ولد حمیدہ کے بطن سے تھے آپ ان تمام کارستانیوں سے واقف تھے جو شیعہ ان کے آباؤ اجداد سے کرچکے تھے۔ ابوبصیر جس کے منہ میں کتے نے موت دیا تھا۔ آپ کے ایک فتویٰ کو غلط بتا کر کہا کہ ابھی ان کا علم کامل نہیں دستیغ رجال کشی ص ۱۹۱ اسی لیے امام کاظم نے اپنے شیعوں سے اظہار ناراضی کرتے ہوئے فرمایا۔  
”تحقیق اللہ نے غضب نازل کیا شیعوں پر اور مجھ کو اختیار دیا کہ اپنی جان دوں یا شیعہ ہلاک ہوں پس بخدا میں اپنی جان دے کر شیعوں کو بچاتا ہوں۔“

(امول کافی ص ۱۵۱)

”اگر میں اپنے شیعوں کو منتخب کر دوں تو نہ پاؤں مگر آسان۔ اور اگر امتحان لیں تو نہ پاؤں مگر مرتد“ (فروع کافی۔ روضہ مستطاب جناب و صادق) کے جن سے عبیدین نے اپنے آپ کو منسوب کیا تھا۔ سات بیٹے تھے۔

عبد اللہ۔ اسمعیل۔ موسیٰ۔ محمد۔ اسحاق۔ علی۔ عباس۔ عبد اللہ کے نام سے ہی جناب جعفر کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ اسماعیل اور ان کی بہن ام فروہ تینوں فاطمہ بنت حسین بن حسن بن علی کے بطن سے تھے۔ ان کی ایک بیٹی فاطمہ جو علیہ بنت حسین بن زید بن زین العابدین کے بطن سے تھی۔ ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی کے بھائی موسیٰ بن محمد کے پردے عباس بن موسیٰ بن علی بن موسیٰ سے بیاہی گئی تھیں۔ (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۲۶۷)

اسماعیل کے دو بیٹے تھے۔ محمد اور علی یہ دونوں بھائی اپنے چچا موسیٰ بن جعفر یعنی موسیٰ کاظم کے سخت خلاف تھے۔

مؤلف عمدة الطالب ص ۱۲۲ پر لکھتا ہے کہ موسیٰ کاظم اپنے بھتیجے محمد بن اسمعیل



سے ہر اسار رہتے تھے۔ وہ بنی عباس کے سلطان سے ان کی مخبری کرتے رہتے تھے۔ آخر اس روز روز کی ضیق سے تنگ آکر ہمدی باللہ عباسی ۵۸ تا ۱۶۹ھ نے انہیں بغداد طلب کیا۔ انہوں نے اپنی صفائی پیش کی ہمدی نے واپس جانے کی اجازت دے دی اور تین ہزار کراں قدر عطیہ بھی مرحمت کیا ہارون نے سریرا آرائے خلافت ہو کر موسیٰ کاظم کا بڑا اعزاز و اکرام کیا۔ (عمدة الطالب ص ۱۸۴)

ہارون حج کے لیے گیا تو محمد بن اسماعیل نے پھر کچھ راز ہائے دروں پر وہ خلیفہ کے سامنے پیش کئے آخر موسیٰ (الکاظم) گرفتار ہو کر قید ہوئے۔ (عمدة الطالب ص ۲۲۳)

اور قید میں ہی وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں قید میں زہر دیا گیا مگر یہ غلط ہے قید میں جناب موسیٰ کو پوری سہولتیں حاصل تھیں۔ وہ قید نہیں تھی۔ بلکہ ایک قسم کی نظربندی تھی۔ اس نظربندی کے دوران ان کی دس بارہ اولادیں ہوئیں۔ ان کی اولاد کی تعداد ساٹھ ہے، ۳ بیٹیاں اور ۲۳ بیٹے۔ نظربندی کے دوران آپ کی زندگی نہایت پرسکون تھی۔ مگر جب آپ کے شیعوں نے وہاں پہنچ کر آپ کو سبز باغ دکھائے تو آپ تنگ آکر کہے اٹھے۔ ”اگر میں اپنے شیعوں کو منتخب کر دوں تو نہ پاؤں مگر لسان اور اگر امتحان لوں تو نہ پاؤں مگر اسلام سے برگشتہ مرتد (فروغ کافی روضہ ۱۰۷)

مبارک ہو شیخان علی حیدر کرار کو۔ بَلْ بَدَّالْهِم مَا كَانُوا يَحْضَنُونَ مِنْ قَبْلُ۔

## شیعوں کے مزعومہ امام ہشتم — حضرت علی رضا

نکتم یا نجمہ لونڈی کے وطن سے پیدا ہوئے۔ آپ مامون کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مامون بھی شیعہ مورخوں کی تحقیق کے مطابق شیعہ تھا بلکہ اس کا باپ ہارون بھی شیعہ تھا۔ منصور کا شیعہ ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ مجالس المؤمنین مجلس بذیل عنوان ذکر ملوک نامدار و سلاطین کا مگا راز فرقہ ناجیہ ادلی البصار والابصار کوالہ کتاب احتجاج طبری۔

ایک روز مامون نے اپنے اصحاب سے کہا جانتے ہو میں نے مذہب شیعہ



کس سے سیکھا۔ لوگوں نے کہا، ہمیں معلوم نہیں مامون نے کہا میں نے شیعہ مذہب اپنے والد ہارون سے سیکھا لوگوں نے کہا وہ تو شیعوں کو قتل کرتا تھا تو مامون نے جواب دیا کہ وہ تو ان کو ملک کے لیے قتل کرتا تھا کیونکہ اس میں غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ مامون نے چالیس مخالف اہل علم اکٹھے کر کے ان سے بحث کر کے ثابت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہیں اور دوسرے لوگ غاصب ہیں اور اس کے زمانے میں جن و انس کے امام برحق اور خلیفہ موسیٰ رضا ہیں۔

رجال المؤمنین بحوالہ کتاب عیون اخبار الرضا و کتاب طرائف

اب اس مامون اور اس کے ندیم خاص صبح دہلی جس کا کٹر شیعہ ہونا اہل تشیع کے ہاں مستم ہے، ہر دو نے اپنے امام وقت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ابن بابویہ بسند معتبر ہرثمہ بن اعین سے ناقل ہے کہ ایک روز مامون نے بوقت شب صبح دہلی کو مع تیس غلاموں کے بلا کر رازداری کا عہد لے کر ہر ایک کو ایک نہر آلود خنجر دیا اور کہا کہ امام رضا کے حجرہ میں جاؤ اور وہ جس حالت میں ہوں۔ یہ تلواریں ان کے جسم میں اتار دو۔ ان کے گوشت اور ہڈی کو ریزہ ریزہ کر دو اور ان تلواروں کو انہیں کے بستر میں صاف اور خون سے پاک کر کے میرے پاس پہنچو تم میں سے ہر ایک کو بارہ تھیلیاں ندرسرخ کی مع مال اور اسباب عمدہ دوں گا۔

صبح کا بیان ہے کہ ہم نے تلواریں لیں اور امام کے حجرہ میں پہنچے دیکھا کہ آپ پہلو کے بل سوئے ہوئے ہیں اور ہاتھوں کو حرکت دے رہے ہیں اور نامعلوم کیا باتیں کر رہے ہیں۔ میں ڈرتا ہوا حجرہ میں ایک طرف تلوار کی نوک زمین پر ٹیک کر کھڑا ہو گیا اور ان بے حیا غلاموں نے دوڑ کر اپنی تلواریں امام مظلوم کے جسم میں اتار دیں۔ امام صرف ایک زرہ اور کپڑے پہنے ہوئے تھے تاکہ تلوار کا اثر نہ ہو پھر اس مظلوم امام کو انہیں کے بستر میں پیٹ کر ہم لوگ مامون الرشید کے پاس پہنچے۔ مؤلف جلال العیون کہتا ہے کہ مامون نے امام موسیٰ رضا کو اپنا داماد بنایا۔ اور آخر زہر آلود انگور کھلا کر شہید کیا۔ اس نے جہاں بھی مامون کا نام لکھا ہے اس کے ساتھ العین کا لفظ ضرور چسپاں کیا ہے۔

تبصرہ: تاریخ کا مہولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ مامون معتزلی تھا۔ خلق قرآن



کے مسئلہ میں اس نے بڑے بڑے زعماء ملت اور آئمہ عظام پر تشدد کیے۔ انہیں کوڑے لگوائے اور جیلوں میں بند کیا۔ اس کے دربار میں گواہانِ خیال کی آزادی تھی۔ مگر وہ اپنے عقائد کے مخالفین کو کسی صورت میں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

موسیٰ رضا ایک زاہد، مسکین طبع، حکومت کا وظیفہ خوار اور پُر امن گوشہ نشین فقیہ منش آدمی تھا۔ اسے قتل کرنے کے لیے مامون کو کس کا خوف تھا کہ پہلے اسے لڑکی دیتا ہے پھر خوروں کی طرح قتل کر دیتا ہے۔  
ایسی گپ بازی کے خالق یحیٰی بن ابراہیم علی ما ظہور، ہم الاناء  
ما یزرون۔

## شیعوں کے مزعومہ امام نہم — محمد تقی

نام محمد لقب تقی۔ ولادت ۱۹۵ھ ملت امامت ۸ سال وفات ۲۲۰ھ

یہ جناب بھی چشم بد دور لونڈی زادہ تھے۔ جس کا نام سبیکہ تھا۔ بعض شیعوں نے بسبب صغریٰ سنی آپ کی امامت کا انکار کیا (جلال العیون ۳۹)۔ مامون نے اپنی لڑکی ام الفضل کا آپ سے نکاح کر دیا اور بہت سال دیا ام الفضل ملعونہ آپ کی طرف متوجہ نہ ہوتی تھی چونکہ حضرت اور عورت کی طرف متوجہ ہوتے تھے (یاد رہے کہ حضرت کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی اور انہیں حضرت کی سنت پر واجد علی شاہ عمل کرتا رہا) ۲۱۸ھ میں مامون بعذاب الہی جہنم واصل ہوا۔ اس کے بعد معتصم خلیفہ بنا اس نے حضرت کو بغداد طلب کیا۔ حضرت نے بوقت روانگی علی نقی کو اپنا وصی مقرر کیا۔ بغداد پہنچے اور شہید کر دیے گئے۔ بعض کہتے ہیں واثق باللہ نے شہید کیا اور ام الفضل بھیک مانگتی ہوئی مر گئی۔ یہ تمام بکو اس جس کا کوئی سر سے نہ پاؤں۔ جلال العیون سے ملخص ہے۔





# شیعوں کے مزعومہ امام دہم — علی نقی

ولادت ۲۱۲ھ مدت امامت سارٹھے بتیس سال

یہ جناب بھی مآثر اللہ لونڈی زادہ تھے۔ ماں کا نام سماء مغربیہ تھا۔ محمد بن عبد اللہ حاکم مدینہ نے متوکل عین کو لکھا کہ علی نقی کو یہاں سے بلا لو ورنہ یہاں فساد پیدا ہو جائے گا جب آپ بغداد پہنچے تو متوکل شقی نے آپ کو شہید کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور سر من راسے میں بھیج دیا۔

یہاں ایک بار پھر وہی ڈرامہ دہرایا جاتا ہے کہ متوکل ان جناب کو قتل کرنے کے لیے بلاتا ہے جب وہ دربار میں پہنچتے ہیں تو تخت سے اتر کر استقبال کے لیے دوڑ پڑتا ہے۔ پھر حضرت کو برکتہ السباع یعنی چیتوں اور شیروں کے باڑے میں داخل کر دیا مگر ان سب جانوروں نے اپنے منہ حضرت کے پاؤں پر رکھ دیئے۔ انہیں صاحب کے متعلق یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ نہایت سیاہ فام تھے کہیں حمام میں داخل ہوئے۔ بعد میں کوئی اور آدمی بھی حمام میں داخل ہوا اس نے جناب کو حمام کا نوکر سمجھ کر خوب مالش کرائی اور جب تنگ کر باہر نکلے تو فرمایا کہ یہ قصور اس شہری کا نہیں جس نے مجھ سے خدمت لی ہے بلکہ میرے اس باپ کا ہے جس نے اپنا نطفہ ایک جہن کے رحم میں ڈالا۔

# شیعوں کے مزعومہ گیارہویں امام — حسن عسکری

ولادت ۲۳۱ھ وفات ۲۶۴ھ

ان صاحب کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ان کے بعد امامت کا زانہ غیبت شروع ہوتا ہے یہ آخری ظاہری امام تھے ع



تو بیرون درجہ کردی کہ درون خانہ آئی

یہ حضرت بھی ماشاء اللہ لونڈی زادہ تھے۔ والدہ کا نام سوسن یا سیسل تھا یہ لوگ انہیں ہاشمیوں پر مقدم رکھتے تھے اور کہتے تھے یہ رافضیوں کے امام ہیں۔ ایک شخص نے کہا ان کے بھائی جعفر کا کیا حال ہے تو جواب ملا کہ وہ ایک مرفاسق و فاجر، شراب خوار و بدکار تھا اور مثل اس کے رسوا اور بے عقل اور بدکار دوسرا میں نے نہیں دیکھا۔

میں کہتا ہوں کہ آج ساٹھویں پینسٹھویں پشت میں فاطمیت سے شجرہ نسب ملانے والے بھنگ پیٹے شراب سے دل بہلائیں، بھنگڑے ڈالیں۔ منہ پر شیطان کے خیمے سجائیں۔ مست ساندوں کی طرح گلیوں میں ڈکارتے پھریں مگر آل نبی اولاد علیؑ کہلاتے ہوئے مستجاب الدعوات اور صاحب ناز تجھے جائیں۔ مگر چند پشتوں کے واسطے سے فاطمہؑ تک پہنچنے والا دس آئمہ کے اصحاب میں پرورش پانے والا اس قدر بدکار یا للعجب؟

اس جعفر غریب کا جرم صرف اس قدر تھا کہ گیارہویں امام صاحب دُنیل سے لاوہ رخصت ہو گئے۔ مگر یا لان طریقت نے قائم آل محمد کی اصطلاح وضع کر کے عالم خیال میں ان کے ہاں بارہویں امام کو پیدا کر کے کسی سردآب میں پوشیدہ کر دیا۔ ان کے ہی دروغ بے فروغ کا بھانڈا عین چور ہے میں پھوڑنے کا جرم جعفر سے سرزد ہو گیا آماں شیعیت کے لیے یہ ایک کاری زخم تھا پھر جعفر ان کی زبانوں سے کیسے بچ سکتا تھا تبصرہ: آپ نے ان صفحات میں سیدنا علیؑ اور حسینؑ کے بعد آٹھ اماموں کے حالات پڑھے ہیں شیعہ مذہب کی کتب میں ان کو تخیلات کی دنیا کی انتہائی بلند و پرہنجایا گیا ہے۔ مگر سطح ارضی پر ان کے کارناموں سے سوائے دنیا شیعیت کے کوئی واقف نہیں، علم میں، جہاد میں، تبلیغ اسلام میں، رشد و ہدایت میں ہم عصر علماء کے مقابلہ میں یہ لوگ صفر محض تھے۔ البتہ ایک خوبی قدر مشترک کے طور پر تمام میں موجود ہے۔ ایک دوسرے کے علاوہ تمام کے تمام لونڈی زادہ تھے اور دوسری خوبی یہ ہے کہ خلفائے وقت انہیں قتل کرنے کے لیے بلا تے رہے مگر جو بھی وہ دہاڑی پہنچتے رہے ایسا چھو منتر پڑھتے رہے کہ خلفائے وقت ننگے سر، ننگے پاؤں



دوڑ کر ان سے بغل گیر ہو کر انہیں ہمارا لاکر اپنے ساتھ تخت پر بٹھانے رہے۔ پہلی خوبی سے تو ہم اور آپ سب واقف ہیں مگر دوسری خوبی کا سوائے اس کے کسی تاریخ میں کوئی ذکر نہیں۔ اگر ذکر ہے تو ان الفاظ میں کہ عہد خلافت میں علوی شہزادوں کی کثرت تھی۔ بیسیوں اموی اور عباسی شہزادوں کے نکاح میں بیسیوں فاطمی شہزادیاں موجود تھیں کسراں والے لوگ جب داماں کے ہاں پہنچتے ہیں تو وہ ان کی یقیناً تعظیم کرتے ہیں۔

## امام حسن عسکری کے وقت شیعوں کی تعداد

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد تین چار مسلمان رہ گئے۔ حسینؑ کی شہادت کے بعد صرف چار۔ پھر کئی دور ایسے آئے کہ ایک شیعہ بھی سطح ارضی پر موجود نہ پایا گیا اور ائمہ میاں کو ان پر بار بار غصہ آتا رہا۔ پہلے قائم آل محمد کے ظہور کا زمانہ ۴۰ھ قرار دیا۔ ائمہ میاں کی یہ بات معقول تھی یعنی ایک تو امامت کا یہ جھنجھٹ چھرتے امام کی امامت کے دسویں سال ہی ختم ہو جانا پھر نہ باقر صاحب کی امامت کا کھکھڑ پیدا ہوتا نہ دوسرے مدعیان امامت خلفائے وقت کے حضور میں چغلیاں کرتے۔ نہ موسیٰ کاظم، موسیٰ رضا، محمد تقی، علی نقی اور حسن عسکری پیدا ہوتے بس قائم آل محمد ۴۰ھ میں آجاتے اور فوراً بحجرہ صدیقہ کائنات سے ابو بکرؓ اور عمرؓ کی نعشیں نکال کر انہیں کوڑے لگا کر سولی پر لٹکا دیتے اور صدیقہ کائنات کو قبر سے نکال کر حد لگا کر پھانسی پر لٹکا دیتے اور خالص دین دنیا پر پھیل جاتا مگر یہ بات شاید آپ کی سمجھ میں نہ آسکی ہو کہ قائم آل محمدؑ نے حسن عسکری کے ہاں پیدا ہونا تھا۔ اور حسن عسکری خود ۲۳ھ میں پیدا ہوا تو قائم آل محمدؑ کس طرح ۴۰ھ میں ظہور فرماتے؟ مگر یہاں آپ جیسے سڑی، خطمی اور سودائیوں کی نہیں سنی جاتی۔ یہ امامت کے راز ہیں اور امامت کے راز اسی قسم کے لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے منہ میں کتے موتیں جنہیں ان کے آئمہ کذاب اور فاسق و فاجر کہیں اور دھکے دے کر گھروں سے نکال دیں۔



مگر شکر کیجئے کہ شیعوں کے اشد میاں کو غصہ آگیا اور ظہور قائم آل محمد کا وقت موخر کر کے ۱۲۰ھ کر دیا۔ اب کٹ گیا پتہ موسیٰ کاظم اور اس کے بعد کے ائمہ کا مگر شیعوں کے اشد میاں کا یہ دعویٰ بھی ٹھس ہو کر رہ گیا یا شیعوں پر غضب ناک ہو کر خود ہی ٹھس کر دیا کہ قائم آل محمد اس وقت تک ظہور نہیں فرمائیں گے جب تک ۳۱۳ مومنین کی تعداد پوری نہیں ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ ۳۱۳ کے معاملہ میں بھی شیعوں کے اللہ صاحب کو بداد ہو گیا ہے مذہب شیعہ پر ایسے وقت آچکے ہیں جب دنیا میں ایک شیعہ بھی باقی نہ رہا تھا اور اس کے بعد ”سنی اگر شیعہ شود حکم کا فراصلی دارد“ یعنی اگر کوئی سنی شیعہ ہو جائے تب بھی وہ حقیقی کافر ہے پھر ۳۱۳ کہاں سے آئیں گے۔  
شیعوں کی نسل ختم ہو گئی۔ سنی شیعہ بن کر بھی کافر ہی رہے تو ۳۱۳ کے چکر میں قائم آل محمد اب قیامت کو باہر نکلیں گے۔

## قائم آل محمد کی پیدائش کا افسانہ

خلیفہ ملعون نے فرزند سعادت مند امام حسن عسکری کے تفحص میں کوشش کی۔ اور ملازموں کو حکم دیا کہ حضرت کا مکان گھیر لیا۔ اور سب حجرہوں میں تلاش کریں شاید پائے جائیں اور عورات قبیلہ کو بھیجا کہ کنیز امام حسن عسکری کی تفحص کریں کہ مہاراجان میں سے کسی کو حمل ہو ایک عورت نے کہا ایک کنیز حضرت میں احتمال حمل ہے خلیفہ نے حکم دیا کہ خادم کو اس کنیز پر موکل کیا جائے کہ جو یائے حال رہے (جلال العین ص ۲۸) جس کنیز پر احتمال حمل تھا دو سال تک اس کے جو یائے احوال رہے مگر کچھ اثر ظاہر نہ ہوا۔ پس موافق روایات اہلسنت میراث آنحضرت در میان مادر جعفر کذاب کہ برادر حسن عسکری تھا تقسیم کی (ایضاً ص ۲۹)

لیکن خلیفہ ملعون پھر بھی تفحص احوال صاحب الوصی رہا۔ (ایضاً ص ۲۹)

یہ طوطا کہانی بڑی طویل ہے۔ معمولی سوجھ بوجھ کا آدمی بھی اتنی بات سمجھ سکتا ہے کہ خلیفہ وقت کو ایک معمولی آدمی کے گھر کی اس قدر تلاش کیوں۔ اور اس بات کا کیا خطرہ کہ اس درویش طبع آدمی کے جوڑ کا پیدا ہو گا وہ رستم دمان ہو گا اور مجھ سے



حکومت چھین لے گا۔ اور اس کی تلاش نو بیسے بڑھکر دو سال تک جا پہنچتی ہے۔ اور لطف یہ کہ حسن عسکری کا سگا بھائی چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ میرا بھائی لا ولد مرگیا ہے۔

## حسینؑ کی شہادت سے حسن عسکری کی موت تک

حسین ۶۱۰ یا ۶۱۱ء میں شہید ہوئے اور قائم آل محمد ۲۵۵ھ میں بزمانہ معتمد باللہ پیدا ہوئے اس ۱۹۵ سال کے عرصہ میں پانچ آئمہ کی موجودگی اور بارہ خلفاء کے زمانہ میں چالیس طالبیوں نے خروج کیے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اگر امام کی اجازت کے بغیر جہاد حرام ہے تو وہ خروج کرنے والے کون تھے؟ اور اگر آئمہ زیر زمین رہ کر ان سے خروج کراتے رہے تو اس سے بڑھکر منافقت کا اور کون سا مقام رہ جاتا ہے اور اگر خلفائے وقت چاہتے تو جو انجام خروج کرنے والوں کا ہوتا رہا وہی ان۔ ”ارباب و القلم“ کا ہوتا ہے۔

## شیعوں کے بارہویں امام کی کارستانیاں

شیعہ حضرات جس مہدی کے زمانہ کو غلبہ اسلام کا زمانہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر بقول ان کے مہدی کی کارکردگی یہی ہے جو ان کی کتب میں مذکور ہے تو وہ زمانہ اسلام کے لیے بدترین زمانہ ہوگا۔ چند فظائر کی دید کے لیے میرا ساتھ لیجئے۔ ۱۔ پس بعد از سہ روز امر فرماید کہ دیوار روضہ (رسول) را بشکافند پس برائے ابوبکر و عمر رض فرماید کہ کفنہا ایتھاں بکشائیند و ایتھاں را بخلق کشند بر درخت خشکے۔ (حق الیقین سطر ۲۰ ص ۲۱۶ مطبع جعفری کھنوی) ترجمہ۔ ”مہدی حکم کرے گا کہ نبی کے روضہ کی دیوار گرا دو۔ اور ابوبکر رض اور عمر رض

۱۔ تفصیل کے لیے رائف کی تالیف حضرت رسول دیکھئے۔



کے لیے حکم دے گا کہ ان کے کفن اتار دو اور ان کو ایک خشک درخت پر پھانسی دے دو۔

اس سے اگلے صفحہ پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

وَأَتَتْهُ رَأْمُ فَرْمَا يُنْدِكُهُ اَنْ زَمِيْنٍ بِرِدْنِ اَيْدِ وَاِشَاں رَا بَسُوْزَانْدُو بَادِرِخْت و  
بَاوَسَ رَأْمُ فَرْمَا يُنْدِكُهُ خَاكُسْتَرِ اِشَاں رَا بِدِرِیَا پَاشْدِ حَتَّى كِهْ دَر شَبَانْدِ رُوْزِ سَ هَزَارِ  
بَارِ اِشَاں رَا بَكُشْتَنْدِ وَ زَنْدِه شَوْنْدِ وَ خَدَا بِهَر جَانِكِهْ نَخَوَاهْدِ اِشَاں رَا بِبَرْدِ مَعَذِبِ  
گَرْدَانْدِ۔

ترجمہ: پس مہدی لوگوں کو حکم دے گا کہ ابو بکر رضی اور عمر رضی کو درخت پر باندھ  
دیں اور پھر آگ کو حکم کرے گا کہ زمین سے باہر آ کر ابو بکر اور عمر رضی کو جلا دے  
اور ہوا کہ حکم کرے گا کہ ان کی راکھ کو دریا پر اڑا دے حتیٰ کہ صبح و شام ہزار دفعہ  
ان کو قتل کرے گا اور پھر وہ زندہ ہوں گے پھر خدا جہاں چاہے گا ان کو پھینک  
کر عذاب کرے گا۔

یہ دستیکہ خدا فرعون و ہامان رَا بَكُشْتِ وَ قَارُوْنِ رَا دَرِ زَمِيْنِ فَرُوْدِ یعنی عثمان  
زیرا کہ ایشاں غصبِ حقِ خلافت کر دند تو بہ ایشاں مقبول نیت و ایشاں  
در عذاب خدا ہستند و برزخ تا بہنم روند۔ و در حجت اماماں رَا بِاِشَاں بِدِنَا  
خواہد گردانند کہ تا انتقام بکشند از ایشاں۔ (حیات القلوب جلد ۳ ص ۲۰۲)  
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرعون اور ہامان (ابو بکر اور عمر) کو قتل کیا اور قارون  
کو زمین میں غرق کر دیا یعنی عثمان کو اس لیے کہ انہوں نے خلافت کے  
حق کو غصب کیا تھا ان کی تو بہ مقبول نہیں اور وہ خدا کے عذاب میں  
گرفتار ہیں برزخ میں یہاں تک کہ جہنم میں پہنچ جائیں گے اور اماموں  
کی حجت پوری کرنے کے لیے انہیں دنیا میں لایا جائے گا تاکہ ان سے  
انتقام لیا جائے۔

و در احادیث بسیار منقول است کہ علماء سائر ائمہ ابو بکر و عمر و  
ایں امت و عمر رَا ہامان امت فرمودہ اند و در رجعت نیز غرق آب تمشیر  
قائم آل محمد خواہند شد (حیات القلوب جلد ۳ ص ۲۰۲)



ترجمہ: اور متعدد احادیث میں منقول ہے کہ علما راہ اور تمام اماموں نے ابوبکرؓ کو اس امت کا فرعون اور عمرؓ کو ہامان اور عثمانؓ کو قارون کہا ہے اور رجعت کے زمانہ میں قائم آل محمدؐ کی تلوار ابدار سے قتل ہوں گے۔

مقبول رافضی سورہ احزاب کی آیت نمبر ۶۰ لَیْسَ لَکُمۡ مَعَ الْکَافِرِیْنَ کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ جھوٹی حدیث بیان کرنے کی بنا غاصب اول سے کی اور تائید غاصب ثانی نے انہیں دونوں کے جوار رسول میں ہونے کا فخر کیا جاتا ہے اب فخر کرنے والے شروع ازواج و زونک فیہا الا قلیلا کو غور سے تلاوت کریں اور جناب امام صاحب العصر والزمان کی اس حدیث کو جس میں یہ ہے کہ وہ حضرت ان کی قبری کھدوا کر لاشے نکلوائیں گے اور سوکھے درخت پر ان کو لٹکوائیں گے اور بغرض امتحان خلق وہ درخت ہرے ہو جائیں گے پھر ان سے بیزاری کا حکم دیا جائے گا۔ مگر منافقین نہ مانیں گے اور مومنین سے الگ ہو جائیں گے اور انہی ملعونین کے ساتھ قتل کیے جائیں گے۔ اس ملعون کو ایما تقفوا اُخذوا و قتلوا تفتیلہ کے ساتھ مل کر پڑھیں۔

ان کے مہدی کا ایک اور کارنامہ ملاحظہ ہو۔ روایت کردہ است از حضرت باقرؑ کہ چون قائم مآظہر شود عائشہ رازندہ کند تا برو حد بنزند۔

رحق البیقین ص ۲۰۹ سطر ۲۴ عل الشرائع ابن بابویہ

”امام باقرؑ سے روایت ہے کہ جب ہمارا مہدی ظاہر ہوگا تو عائشہ کو زندہ کر کے اس پر حد اور سزا قائم کرے گا۔“

آگے چلئے ۱۔ چون قائم آل محمد ظاہر شود عائشہ رازندہ کرد اندتا آنکہ اور حد بنزد انتقام بکشد برائے حضرت فاطمہ۔ راوی گفت فدائے تو شوم۔ بچہ سبب اور اعد بنزد فرمود کہ برائے افترا ہے کہ بر مادر ابراہیم گفت۔ راوی پرسید کہ چرا حضرت رسول اور اعد بنزد و حق تعالیٰ حد اور تاخیر فرمود امام باقرؑ گفت برائے آنکہ حق تعالیٰ محمدؐ برائے رحمت فرستادہ است و قائم برائے انتقام و عذاب خواہد فرستاد و حیات القلوب فارسی جلد دوم ص ۱۸۱

”امام باقرؑ سے روایت ہے کہ جب مہدی ظاہر ہوگا تو عائشہ کو زندہ کرے



گا پھر اس پر حد جاری کرے گا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقام لے گا۔ راوی نے کہا میں آپ پر قربان عائشہ پر کیوں حد جاری کرے گا باقر نے فرمایا اس لیے کہ اس نے ابراہیم کی ماں پر افترا کیا تھا۔ راوی نے پوچھا کہ بنی نے کیوں حد جاری نہ فرمائی اور اللہ نے بھی تاخیر کی۔ امام باقر نے فرمایا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو رحمت کے لیے بھیجا تھا اور قائم کو انتقام اور عذاب کے لیے بھیجے گا۔

## محمد مہدی کے متعلق شیعوں کے مفروضہ عقائد

- ۱۔ ۲۵۵ھ میں بزمانہ خلیفہ معتمد علی اللہ پیدا ہو چکے ہیں۔
  - ۲۔ والد کی طرف سے سید ہیں۔ والد کا نام حسن عسکری اور والدہ کا نام نرجس (ایک فرنگی لونڈی)
  - ۳۔ کمسنی کے زمانہ میں ہی معہ خدم و حشم غار سرینہ میں پوشیدہ ہو گئے۔
  - ۴۔ بجائے رحم و شکم کے ران سے پیدا ہوئے۔
  - ۵۔ آئندہ بزمانہ رجعت ظاہر ہوں گے۔
  - ۶۔ معصوم اور مفترض الطاعت امام ہیں۔
  - ۷۔ خلفائے ثلاثہ، حضرت عائشہ اور امیر معاویہ کے دشمن ہوں گے۔
  - ۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔
  - ۹۔ صاحب معجزہ ہوں گے۔
  - ۱۰۔ آپ کے پاس گذشتہ انبیاء کے صحیفے اور کتابیں، نیز صحیفہ جامعہ، مہین فاطمہ، کتاب علی۔ کتاب شب قدر اور جفر و نجوم درجوش ہو گا۔
  - ۱۱۔ عالم الغیب ہوں گے۔
  - ۱۲۔ موجودہ قرآن کے منکر ہوں گے آپ کے پاس حضرت علیؓ کا جمع کردہ قرآن ہر گا جو عہد جناب امیر سے لے کر تا ظہور امام مہدی غائب ہے۔
  - ۱۳۔ دجال کے قاتل ہوں گے۔
- امام مہدی کے متعلق شیعوں کے عجیب و غریب تمسخرانہ عقیدے ہیں مولوی



گل حسن نے سید غوث علی پانی پتی کے تذکرہ میں سید صاحب کی نہانی بیان کیا کہ:  
 ”ایک دفعہ ہم موضع منڈا اور پیچے تو سنا کہ یہاں ایک سید صاحب شیعہ تھے  
 مرتے دم انہوں نے یہ وصیت کی کہ ہماری دونوں لڑکیوں کی شادی نہ کی جائے  
 جب حضرت امام مہدی آخر الزمان کا ظہور ہو تو یہ دونوں ان کے نکاح میں دی جائیں۔  
 ہم نے سید صاحب کی بیوی سے کہا کہ امام مہدی تو شریعت مہدی کے تابع ہوں  
 گے اور اس شریعت میں دو بہنوں کا جمع کرنا جائز نہیں۔ پس مناسب ہے کہ ان میں  
 سے ایک کی شادی کر دو اور ایک امام موصوف کی نذر کے لیے رہنے دو۔ چنانچہ ایک  
 کی شادی ہو گئی اس کے بعد ہم نے کہا کہ اب اس غریب کو کیوں بٹھا رکھا ہے۔ خدا  
 جانے امام مہدی کے ظہور تک اس کی عمر وفا کرے یا نہ کرے اس سے تو یہی بہتر  
 ہے کہ اس کی بھی شادی کر دو۔ اور اس کی اولاد سے امام کے زمانہ میں جو لڑکی موجود ہو  
 وہ امام صاحب کی نذر کی جائے تاکہ وصیت بھی پوری ہو جائے۔“

غرض اس کی بھی شادی ہو گئی۔ یہاں مودودی صاحب کا انکشاف بھی ملاحظہ  
 ہو۔ مہدی ہر وہ لیڈر، سردار اور امیر ہو سکتا ہے جو راہِ راست۔ (تجدید اہلئے دین)



## تیسرا باب

### دین میں بدعات

شیعہ اور سنی دونوں فرقے کُلُّ بدعتہ ضلالتہ کُلُّ ضلالتہ فی النار ہیں مگر اہل سنت افکار و نظریات شرک و بدعت کی ان دیو مالائی داستانوں سے متبرک ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی الحسینی ۱۷ امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم۔ ابو بکر بن ہانی مصنف کتاب سنن فی الفقہ ابو القاسم خرقی متوفی ۳۳۴ھ مصنف المختصر عبد العزیز جعفر متوفی ۳۶۳ھ شمس الدین بن قدامہ متوفی ۶۸۲ھ مؤلف شرح الکبیر علی متن المقنع۔ موفق الدین بن قدامہ مصنف کتاب المغنی اور آخری دور میں شیخ محمد بن عبد الوہاب جیسے لوگ ہر دور میں شرک و بدعت کی ضلالت کے خلاف علمی میدان میں شمشیر بکھ رہے۔

ان کے علی الرغم اصحاب التشیع نے ہر مجتہد کو یہ حق دے دیا کہ وہ وقت کے حالات کے تحت جو رد و بدل موزوں سمجھے کرنے کا مجاز ہے یہی وجہ ہے کہ شیعہ مذہب کے پیرو کسی ایک امر، کسی ایک بات، کسی ایک مسئلہ میں بھی ایک دوسرے سے متفق نہیں۔ شیعہ مذہب کی تمام تفاسیر، روایات اور معتبر کتب میں اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اوصاف اسی طرح بیان کیے گئے ہیں جس طرح اہل سنت کی کتابوں میں ہیں۔ مگر نہایت حیران کن امر یہ ہے کہ ان ٹھوس حقائق کے علی الرغم گھٹیا قسم کے شیعہ مصنفین نے بغیر کسی ثبوت کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف وہ سوقیانہ انداز بیان استعمال کیا ہے جو شیطان کے متعلق بھی استعمال نہیں کیا گیا۔

دراصل یہودی اور مجوسی گٹھ جوڑ کی بنیاد ہی اس عناد پر رکھی گئی تھی کہ فاحش ایران کو جس قدر بُرا کہا جاسکتا ہے۔ کہا جائے اسلام نے ایک طرف یہودیوں کو



جزیرہ نما عرب سے باہر دھکیلا اور دوسری طرف ہزار ہا سالہ مجوسی شہنشاہیت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی یہ صدمہ یہود و مجوس کے لیے کوئی معمولی صدمہ نہ تھا ایک فرزند مجوس فاروق اعظم کو شہید کر چکا تھا۔ فتنہ یہود ذوالنورین کو خاک و خون میں تڑپا چکا تھا مگر ان کی آتش انتقام ابھی سرد نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ آئے دن اور بڑھکتی جا رہی تھی۔ حالات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہیں چند کامیابیوں سے ہمکنار کیا وہ کھل کر سامنے آئے مگر ان کے پاس دینی یا دنیوی طور پر کوئی کھوس پر و گرام نہ تھا۔ وہ ہلکے ایک ہی بات پر وہ متفق ہو سکتے تھے کہ فاختین ایران اور یہود کو خارج البلد کرنے والوں کے خلاف زبان دشنام دراز کی جائے۔ انہوں نے اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جو لائحہ عمل تیار کیا تھا وہ صرف اس قدر تھا کہ علی وصی رسول ہیں مگر اس وصایت رسول کی جزئیات میں بھی وہ متفق الحیال نہ ہو سکے یہی وجہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ کو علی منہاج الخلافتہ بزرگ سمجھنے والے بھی شیعہ اور ان پر تبرک کرنے والے بھی شیعہ ہیں۔

شیعوں کے کسی ایک فرقہ کے دس آدمیوں کے درمیان بھی کسی ایک بات پر اتفاق نہیں مگر ان کے تمام فرقوں میں صرف ایک قدر مشترک ہے اور وہ قدر مشترک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت المؤمنین رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ ذاتوں کی دشنام طرازی ہے۔

ان کی اس مجتہدانہ آدادی نے ہر مجتہد کو یہ کہنے کی کھلی چھٹی دے دی کہ وہ جو کہے وہی حرف آخر ہے اس آزادی کا بیج مختار نے یہ سوچ کر بویا تھا کہ آج اگر کچھ کہوں گا تو کل ویسا نہ ہونے پر شرمندہ ہوں گا لہذا ایسی کیفیت پیدا کی جائے کہ جو کہوں درست ہو یا غلط میری سیادت اور قیادت قائم رہے بہر حال بدعات کا دروازہ کھولنے میں شیعوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے کولا اور تبرانے سر نکالا۔ اس کے ساتھ ہی قرآنی تحریف کی ڈھنڈیا پسینی شروع کر دی۔ ساتھ ہی تفسیر بھی نمودار ہوا۔ اور کچھ جلد ہی بعد ماتم شروع ہو گیا اور بغداد میں آل بویہ اور مصر میں فاطمیوں کو عروج ملا تو اذان بھی بدل دی گئی۔ مستحب کے جراثیم تقریری طور پر تو ایرانی تحریک کے ساتھ ہی شیعیت میں داخل ہو چکے تھے مگر ان کے پردان چڑھانے میں زیادہ ہاتھ



ان شیعہ حکمرانوں کا تھا جو حسین چروں کو اپنے کا شانہ کی زینت بنانا چاہتے تھے ہندوستان میں پہنچ کر منہ کے ساتھ ندائے لغیر اللہ کے مشرکانہ افعال کی بھی پورے زور شور سے تبلیغ شروع ہو گئی جن کی موجودگی میں خدا ایک بے معنی سا وجود ہو کر رہ گیا۔ اس باب میں احناف کے اس گہرائے ہوئے گردہ نے بھی اہل تشیع کا بھرپور ساتھ دیا جو آج بھی ہمارے سامنے انہیں مشرکانہ افعال کو عین اسلام ثابت کرنے میں مصروف ہے اور سوائے اپنے دنیا کا ہر مسلمان ان کے نزدیک کافر

### ۱۔ تولد تبرّا:

تولد تبرّا کو شیعوں نے اپنے اصولات دین میں سے قرار دیا ہے۔ شیعہ مذہب چونکہ یہودی سازشوں اور ایرانی سیاسی تحریک کے طور پر شروع ہو کر ایک زمانہ کے بعد مذہبی شکل میں منتقل ہوا اس لیے آج تک اس مذہب کی تمام کڑیاں بالواسطہ اور بلاواسطہ ایران کی مجوسیت ثنویت اور یہودیوں کی تخریبی تکنیک پر جا کر ختم ہوتی ہیں۔ عبد اللہ بن سبا یہودی نے حبّ علی کی آڑ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا جو بیج بویا تھا اس سے اسے تقویت ملی۔

خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں دونوں بڑی طاقتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ مسیحیت چونکہ ایک الہامی مذہب تھا اگرچہ امتداد زمانہ سے اپنی اصلی ہیئت کھو چکا تھا مگر اس نے اسلام کو قبول کرنے کے بعد اسلامی عقائد میں کوئی نرالا پن محسوس نہ کر کے اس پر عمل کرنے میں تکلیف محسوس نہ کی مگر مجوسیت سراسر ایک خود ساختہ مذہب تھا جس میں مانویت اور مزدکیت نے مل کر اسے دو آتشہ بنا دیا تھا۔ ایران فتح تو ہو گیا مگر حجاز کی دوری کی وجہ سے وہ اسلام کی روح کو اپنا نہ سکا۔ پھر یہ فتوحات ایک سیل رواں کی طرح ایران کی آخری سرحدوں تک پہنچ گئیں۔ اس لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کی آبادی پر مشتمل ملک میں ہزاروں مبلغوں اور معلموں کی ضرورت تھی جو سالہا سال کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر کے مجوسیت کے جراثیم دور کر کے اپنے کردار و افعال و اعمال اور تبلیغ سے انہیں روح اسلام سے شناسا کرنے۔ مگر فتوحات کے اس تیز ترین دور میں فتوحات کے مقابلہ



میں تبلیغ و اشاعت دین کا کام بہت سست رہا ایران سے سینکڑوں اور ہزاروں مجوسی غلام دینے پہنچ چکے تھے ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کی مخالفت کی چنگاریاں بجھ بجھ کر بھڑکتیں اور بھڑک بھڑک کر بجھتیں۔ ایران کے لوگ نسلی طور پر بھی اپنے آپ کو عربوں کے مقابلہ میں برتر سمجھتے تھے اسی نسلی تفاخر اور عصبیت نے ان کے بزرگوں سے یہ کلمات کہلائے تھے۔

ز شیر شتر خوردن سوسمار عرب را بجائے رسید است کار  
یہاں اس بات کو بھی ذہن سے دور نہیں کیا جاسکتا کہ فردوسی نے محمود غزنوی کے زمانہ میں شاہنامہ لکھا مگر شاہنامہ کے مطالعہ سے ہرقاری فردوسی کے اسی نسلی عصبیت اور ایران پر مسلمانوں کی فتح کو نہایت ناپسندیدہ انداز میں پیش کرنے کو محسوس کر سکتا ہے۔

اسی جو سیت کے ایک فرزند ابو لولو کے ہاتھوں ۲۶ ذی الحجہ ۳۲۵ھ کو فارق عظمیٰ مسجد میں زخمی ہوئے اور یکم محرم ۳۲۵ھ کو شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ گویا آتشکدہ ایران کے ایک بیٹے نے سقوط ایران کا انتقام لے لیا۔ اسی ایران سے ابو مسلم خراسانی اٹھا۔ اسی ایران نے مامون کو اپنا نواسہ سمجھ کر خلیفہ وقت امین کے قتل میں مامون کی مدد کی۔ اسی ایران میں آل بویہ نے اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال کر بغداد کی وزارت حاصل کی اور پھر وہاں جبراً شیعی بدعات کو رواج دیا۔

اسی ایران کے صفویوں نے تبلیغ شیعیت کے جوش میں جوان کے سامنے آیا اسے خس و فاشاک کی طرح بہا دیا۔ اسی ایران سے شاہ عباس نے اٹھ کر ۹۲۳ھ میں بغداد کو تاخت و تاراج کیا۔ اسی ایران کے شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۱۲ھ میں کربلا کا سفر کیا اور راستہ میں لوٹ مار کرتا ہوا دولت جمع کر کے کربلا پہنچا اور وہاں اسی لوٹ کی دولت سے عمارات تعمیر کرائیں۔

بیجا پور اور گولکنڈہ کی ریاستوں کے بانی اسی ایران کی پیداوار تھے سعادت خان بانی ریاست اودھ بھی ایرانی تھا۔ ایران میں بیٹھ کر ہی بلا کو نے بغداد کو تاخت و تاراج کرنے کا منصوبہ بنایا اور ابن علقمی نے اس کی راہنمائی کی۔

اسی ایران کے شاہ اسماعیل نے سنی علماء کو ہلاک کر اصحاب تلمذ پر لعنت



کرنے کے لیے مامور کیا۔ مگر جب انہوں نے انکار کیا تو سب کو قتل کر دیا۔

(انوار نعمانیہ ص ۱۳۸ سطر ۶)

اسی ایران کے ایک بیٹے حسین طباطبائی نے جوان دنوں سمرقند کا گورنر تھا شہر کے دروازے کھول کر حملہ آور تاتاریوں کا استقبال کیا اور اس کی اس غداری کے نتیجے میں خوارزم شاہی کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور سمرقند کی حکومت پر مسلط رہنے کے لیے اپنی پوتی گلبدن تاتاریوں کی خدمت میں پیش کرنے پر آمادہ ہو گیا جس نے بھاگ کر جان بچائی۔

اسی ایران کی فوج کے بل پر تیمور لنگ نے انگورہ کے مقام پر بایزید کو شکست دے کر تاریخ اسلام میں ایک دردناک باب کا اضافہ کیا۔ اسی ایران سے نادر شاہی عذاب سعادت خان کی سازش سے ہندوستان میں قتل عام کا سبب بنا۔

الغرض ابولولو مجوسی نے حضرت عمر کو شہید کر کے شیعیت کی دنیا میں ایک ہرود کا رتبہ حاصل کیا اس کے اس فعل کو صرف مستحسن ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑا کارنامہ ثابت کرنے کے لیے صدیوں بعد پیدا ہونے والے شیعہ علمائے دینی روایات کا ایک ذخیرہ مرتب کر ڈالا۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی کی تالیف زاد المعاد کے حوالہ سے نواب محسن الملک نے اپنی تالیف ”آیات بینات“ میں حضرت حذیفہ کی طرف ایک حدیث منسوب کی ہے کہ نویں ربیع الاول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کھانا نوش فرما رہے تھے حضرت نہایت خوش تھے اور اپنے نواسروں کو فرما رہے تھے کہ :-

”کھاؤ بیٹا کھاؤ۔ یہ کھانا تم کو مبارک ہو۔ کہ آج کا دن وہ دن ہے کہ جس میں خدا اپنے دشمن کو اور تمہارے جد کو ہلاک کرے گا اور تمہاری مادر مشفقہ کی دعا قبول کرے گا۔ کھاؤ بیٹا کھاؤ۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس روز کو فضیلت دے۔ خدا نے آپ کی دعا قبول کی۔ اور کہا میں نے ملائکہ ہفت آسمان کو حکم دیا ہے کہ اس دن کو جس دن وہ (عمر) مارا جائے شیعہ اپنے محبتوں کے لیے عہد کریں اور تمام شیعہ کی مغفرت کی دعا کریں۔ میں نے تمام فرشتوں کو بھی حکم دیا ہے



کہ اس تاریخ سے تین دن کے لیے قلم آدمیوں سے اٹھالیں۔ کوئی شخص  
کچھ گناہ کیوں نہ کرے اس کو نہ نکھیں اور ہر سال اس دن ہزار ہزار محبان  
اہل بیت اور شیعوں کو جہنم کے عذاب سے نجات دلا گا۔ ان کے اعمال  
کو قبول کر دلا گا اور ان کے گناہوں کو بخش دلا گا۔

شیعہ اس روز کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور عید غدیر سے بھی افضل جانتے  
ہیں آپ یکم محرم کو شہید ہوئے مگر ۱۲ صفر کو یہ دن منایا جاتا ہے اور اسے یوم  
عید الاکبر یوم مغاخرہ اور یوم برکت قرار دیا ہے۔ شیعیان ہند کے انگریز مصنف  
نے اس عید کا نام عید عمرہ لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ شیعیان ہند اس روز بڑی خوشیاں  
مناتے ہیں۔

## تبرایازی کے چند اور نمونے ملاحظہ ہوں

عمر ابن الخطاب علیہ اللغۃ والعذاب (حیات القلوب مطبوعہ ایران ملاحظہ فرمائیے)  
قرآن کے مقبول ترجمہ و حواشی ہیں ان الصلوٰۃ تنعی عن الفحشاء والمنکر  
کے تحت لکھا ہے کہ الفحشاء سے مراد البوکرہ اور منکر سے مراد عمرہ ہے اس لیے کہ  
دونوں از روئے صورت و میرت مجسمہ بے حیائی و بدکاری تھے۔

یہ وہی عمرہ ہیں جن کے متعلق حضرت علی رضی کا یہ قول

نور اللہ قبر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہا نور اللہ مساجد اللہ بالقراآن

یہ وہی البوکرہ ہیں جن کے متعلق شیعہ تفاسیر سے والتذی جاء بالصدق  
و صدق بہ اور دیگر آیات کے تحت فضائل گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکے ہیں  
اور یہ وہی البوکرہ اور عمرہ ہیں اور عثمان رضی جن کی حضرت علی رضی نے بیعت کی اور  
بائیس سال کا مہل زمانہ ان کے پیچھے نازیں پڑتے رہے۔

میر حیدر بخش نائب آفرین علی خان نے اصحاب ثلاثہ کے نام لکھ کر فرش نلے  
پھوٹے۔ کھنکی کر بلاتال کٹورہ میں یہ نمونہ دیکھا جاسکتا ہے۔

امجد علی کے زمانہ میں اہلسنت کا شمار ہندو میں تھا و ظلم ہند



اسامی ملعونان و ملعونات کہ تا قیامت بر آئہاں لعنت با مذکور۔  
(مجموعہ واجد یہ ص ۱۷۷)

مسٹر ہالٹرایم۔ اے مؤلف شیطان ہند نے لکھا ہے کہ :-  
۱۔ معرفت امام نام کتابچے میں پہلے دونوں خلفاء کے نام تحقیر و توہین کی غرض سے (سنوہا) یعنی ایسے لکھے ہیں۔  
۲۔ عمرہ کی شہادت کے دن تسبیح کے دانوں پر دیگر وظائف کی طرح سود فہ مذہبی فریضہ کی طرح یہ وظیفہ کیا جاتا ہے۔

”لعنت ہو ابو بکر رحمہ پر پھر عمرہ پر، پھر عمرہ پر پھر عمرہ پر  
۳۔ اصحاب ثلاثہ رحمہ کے نام یا تحائف کی دیواروں اور قدیموں پر لکھ لیتے ہیں۔  
مولوی مسیح الدین جو بطور وکیل یا سفیر مرزا حامد علی، سکندر بخت اور واجد علی شاہ کی والدہ کے ہمراہ لندن، ریاست کی بازیافت کے لیے گئے تھے اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ لندن میں مرزا جواد علی سکندر بخت نہایت بیمار ہوئے اور ایک مہینے کے بعد قضا کر گئے۔ ان کا عارضہ عجیب و غریب ہوا۔ ایک دن ان کی مہر پر نکلا وہ ناسور ہو گیا تھا کبھی اس کا بہنا بند ہو جاتا تھا اور کبھی دنبل ہو کے پکنا پھوٹا تھا پھر جب بننے لگا تو تسکین ہو جاتی تھی۔ اب کی دفعہ اس ناسور نے زور پکڑا اور اس کے سبب تپ محرقہ ہو گئی۔ آخر میں اسی عارضہ میں انتقال کر گئے مرزا سکندر حشمت کو مذہب تشیع میں بہت تعصب اور غلو تھا۔ چنانچہ کمال جہالت سے انہوں نے ایک طشت چاندی یا تانبے کا بنوایا تھا اور اس پر خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اور بزرگان دین کے نام کندہ کرائے تھے وہ طشت ہمیشہ پاخانہ کی چوکی میں لگا رہتا تھا۔ میرے خیال میں اسی بے ادبی کے انتقام میں ان کے مہر پر ناسور پیدا ہوا۔ اقول ہ۔ اور وہ کے تمام حکمران حکمران مہر کنج ران اور سیون کے جوڑ پر گنبل نکلنے سے مرتے رہے معلوم ہوتا ہے کہ سب اسی فعل کے ارتکاب کی وجہ سے عذاب الہی میں گرفتار ہو کر ٹرپ ٹرپ کر مرتے رہے۔

شیعوں کی تضاد بیانیہ قول و فعل میں عدم تطابقت ملاحظہ ہو کہ حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں اس تبرا بازی کے باوجود ان کی درجہ اول



کی کتب میں شیخین رضی اللہ عنہما کی تعریف بھی موجود ہے۔

یہ تمام تفصیل دوسرے مقام پر بیان کی گئی ہے۔

سعادت خان کے زمانہ سے واجد علی شاہ کے دور تک اس شیعہ سلطنت نے اسلام دشمنی کے تمام حربے بے دریغ استعمال کئے۔

۱۸۵۱ء کو واجد علی شاہ جلاوطن ہوا مگر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کے ظلم و ستم کے باوجود ان لوگوں کی آنکھیں نہ کھلیں اور ۱۹۰۸ء تک متعدد بار شیعہ سنی فسادات ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں مدح صحابہ رضہ و تبرائی کے شدید ہنگامے ہوئے انہیں حالات میں ۱۲ جون ۱۹۳۹ء کو علامہ عنایت اللہ خان الشرقی نے اس تنازعہ سے متاثر ہو کر اس فساد کو مٹانے کے لیے ایک اعلان کیا کہ:-

”قرآن میں لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ اور جو فریق باغی ہو اسے قتل کر دو۔“

موجودہ معاملہ میں دونوں فریق باغی ہیں، ایک فریق مدح صحابہ رضہ پر ضد کر کے، اور دوسرا تبرائیاں صحابہ پر ضد کر کے حالانکہ دونوں فریق ضد کے بغیر اپنے اپنے عقیدوں پر قائم رہ سکتے ہیں اس لیے ہر دو فریق کا قتل از دوسرے قرآن جائز ہے۔ اس اعلان کے ساتھ خاکساروں کے جتنے لکھنؤ پہنچنے شروع ہوئے آخر افہام و تفہیم اور علامہ مرحوم کی کوششوں سے یہ فساد ختم ہوا۔

میں نے اپنی سیاحت کے زمانہ میں بیسیوں مقامات پر اس قسم کے مناظر دیکھے ہیں کہ سیدہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ رضہ اور حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمرؓ کے مجسمے بنا کر ان پر تیر اندازی کی جا رہی ہے اور زبان سے نہایت سو قیانہ انداز کی دشنام طرازی کی جا رہی ہے۔

## ۲۔ شیعہ اور قرآن

آج تک شیعہ اصحاب قرآن کے متعلق کسی ایک فیصلہ پر نہیں پہنچے کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جو نبی علیہ السلام پر نازل ہوا تھا یا وہ اور مقامات کی آیات



پوری ہیں یا کم و بیش۔ چنانچہ شیعہ محدث محمد بن یعقوب الکلینی متوفی ۳۲۹ اپنی کتاب صافی میں لکھتے ہیں۔ کہ قرآن جو جبریلی فرشتہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لایا تھا اس میں ۱۰۰ آیتیں تھیں اور ہمارے پاس مشہور ۶۶۱۶ آیات ہیں۔ شیعوں کے قرآن کے متعلق میرا ایک مضمون، اخبار المحدثات سوہدہ میں مورخہ یکم اپریل ۱۹۵۶ء کو شائع ہوا تھا جس کے متعلق تا ایندم مجھے کسی شیعہ عالم کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

اہل التشیع کی مختلف کتابوں میں قرآن مجید کے متعلق پڑھ کر ایک غیر جانبدار اور مبتدی سے مبتدی بھی عجیب منحصر میں پھنس جاتا ہے۔ کہ الہی خیر یہ کیا ماجرا ہے۔ میں مکرر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان سطور سے میرا مقصد کسی قسم کی بحث نہیں بلکہ محض ایک علمی محاکمہ اور تحقیق ہے۔

قرآن کو ظاہر فریقین قرآن ہی مانتے ہیں۔ مگر اہل التشیع حضرات کے علمی فرائض قرآن کے متعلق متفق الخیال نہیں ہیں چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) قال یا ابا محمد وان عندنا الجامعة وما یدریک ما الجامعة  
قال قلت جعلت فداک وما الجامعة قال حقیفة طویلہا سبعون

زارعاً (اصول کافی ص ۱۴۱)

(ترجمہ) امام جعفر صادق نے فرمایا اے ابو محمد ہمارے پاس ایک جامعہ ہے تجھے معلوم ہے کہ وہ جامعہ کیا ہے، میں نے کہا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں وہ جامعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے اور اس کی کتاب کے صفحے پر لکھا ہے کہ اس کی موٹائی اونٹ کی ران کے برابر ہے۔

۲۔ وان عندنا لمصحف فاطمہ علیہ السلام وما یدریہم ما  
مصحف فاطمہ قال مصحف فیہ مثلہ قرآنکرم هذا قلادۃ مرآة  
واللہ ما فیہ من قرآنکرم هذا صرف واحد (اصول کافی ص ۱۴۱)

ترجمہ ۱۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے ہاں ایک مصحف فاطمہ بھی ہے اور تم جانتے ہو مصحف فاطمہ کیا ہے فرمایا وہ ایک قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادتی ہے اور خدا کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا ایک حرف



بھی نہیں۔

۳۔ قال ان عندنا البعض وما يدريهم ما الجفر الخ (اصل کافی ص ۱۱۱)  
ترجمہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس جفر بھی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ جفر کیا ہے۔ کہا وہ ایک پتھر ہے کا قید ہے جس میں انبیاء اور اولیاء کے علوم بھرے ہیں اور اس میں علمائے بنی اسرائیل کے علوم بھی ہیں۔  
(۴) جو قرآن کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا وہی ہے جو اب لوگوں کے پاس موجود ہے۔ نہ اسی میں کچھ کم ہوا ہے نہ زیادہ۔

(رسالہ عقائد مصنفہ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ)

(۵) سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ جو قرآن عہد پیغمبر میں تھا وہی اب بھی ہے بلا تفاوت (تفسیر مجمع البیان زیر تفسیر آیات ذالک الکتاب اور انالہ لحاظ فظون)

(۶) یہ بات جو شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر و تبدل کے قائل ہیں۔ محض غلط ہے محققین شیعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں اور جو کوئی کہے تو اس کا کیا اعتبار ہے (مصاحب التوائب مصنفہ قاضی نور اللہ شوشتری)

(۷) یہ قرآن اسی طرح امام ہمدی تک سالم رہے گا (شرح کلینی مصنفہ ملا صدوق)  
بات طویل ہوتی جا رہی ہے اب صرف تحریر قرآن کے متعلق چند حوالہ جات سن لیجئے  
(۸) ابن بصیر امام صادق سے راوی ہیں کہ آپ نے آیۃ ومن ینعم اللہ میں عبارت

فی ولا یصل علی کا اضافہ کر کے کہا کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے (اصل کافی ص ۱۱۱)  
(۹) امام جعفر نے امام باقر سے روایت کر کے کہا کہ آپ نے آیت بئسما اشتد وابہ الخ

میں فی علی ایضاً کر کے کہا جبرائیل نے اسی طرح رسول اللہ پر نازل کیا (اصل کافی ص ۱۱۱)  
(۱۰) جابر راوی ہیں کہ نزلنا علی عبدنا فی علی اور اسی طرح یہ آیت حضور پر نازل ہوئی (اصل کافی ص ۱۱۱)

(۱۱) منغل امام جعفر سے راوی ہے کہ اوتوا لکتاب میں نور مبینا سے پہلے فی علی ہے (اصل کافی ص ۱۱۱)

علی ہذا القیاس ایسی مثالیں بیسیوں ہیں۔ مقصود صرف نمونہ پیش کرنا تھا۔

(۱۲) امیر المؤمنین نے جو قرآن جمع کیا تھا وہ اس وقت شیعہ سنی دونوں کے پاس نہیں



مگر ہے ضرور۔ آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے۔

رسالہ مجالہ نافہ ۲۱-۲۳ مصنفہ مولوی محسن علی شاہ سبزواری شائع کردہ جعفریہ السوسی  
(ایشین پنجاب)

(۱۳) سالم بن سلمہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق کے پاس قرآن کے لیے  
حروف پڑھے اور سنے جو اس قرآن میں نہیں جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ امام علیہ السلام  
نے اسے کہا کہ ابھی اسے بند رکھو بلکہ یہی لوگوں کا قرآن پڑھا کر جب تک امام ہدی  
کا ظہور نہ ہو جب وہ تشریف لائیں گے تو دوسرا قرآن پڑھیں گے حضرت علی رضی  
جو قرآن لکھا تھا وہ جب لوگوں کے پاس لائے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن  
جامع موجود ہے تمہارے قرآن کی ہمیں ضرورت نہیں۔

آپ نے فرمایا بخدا تم یہ قرآن اس کے بعد نہیں دیکھو گے۔ (اصول کافی ص ۶۱)  
(۱۴) اسی حالہ مسئلہ کی قسم کی روایت جلال العیون اردو مطبع جعفری کھنوی کے صفحہ  
۱۵ پر درج ہے۔

(۱۵) ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو قرآن  
جبرائیل رسول پاک کے پاس لے کر آئے وہ ۱۷ ہزار آیت کا ہے۔ (اصول کافی ص ۶۱)

(۱۶) حضرت عثمان رضی کا قرآن کی نقلوں کا پھیلانا مسلم لیکن یہی ترتیب قرآن غفلت  
از اسلام کو طشت از بام کھتی ہے اگر وہ حضرت علی رضی کے جمع شدہ قرآن کو رائج  
کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا ہم نمونہ کے طور پر اس کی چند غلطیوں کو ظاہر  
کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ (الانصاف فی الاستخلاف مسئلہ مصنفہ مرزا احمد علی)

(۱۷) اسی رسالہ میں مرزا احمد علی اس قرآن کی غلطیاں نکالتا ہے اور پھر یہ بھی کہتا ہے  
کہ ایسا قرآن تو میں کبھی لکھ سکتا ہوں۔

(۱۸) کسی معترض نے حضرت امیر کے سامنے چند اعتراض قرآن مجید کے متعلق پیش  
کیے بعینہ وہی اعتراضات مرزا احمد علی اس رسالہ میں دوہراتا ہے۔

اور آپ سے کوئی جواب بن نہ آیا تو کہہ دیا کہ قرآن میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے

ایسا ہوا ہے (اجتاج طبری مطبوعہ ایران ص ۱۳۲ تا ۱۳۳)

شب آخر آمد افسانہ از افسانہ سے خیزد



نمبر ۲ میں جو روایت بیان کی گئی ہے ایک کتاب میں چند لفظ اس سے زیادہ بھی دیکھے ہیں۔ کہا خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔  
نعتی سنی حسن نظامی دہلوی کہتا ہے کہ میں نے احمد خان کے مکان پر علی رضہ کا ترتیب کردہ قرآن دیکھا۔ سمجھ نہیں آتی کہ علی رضہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسے مرقع کیوں نہ کیا۔ رہنمائی میگزین اپریل ۱۹۸۷ء بحوالہ الحمد للہ ام ۳۰ اپریل ۱۹۸۷ء

### ۳۔ ماتم اور تعزیرہ داری

۱۲۱۹ھ میں راضی باللہ کے زمانہ میں علی بن بویہ نے فارس میں اپنی حکومت قائم کی اور اس کے بھائی حسن بویہ نے اصفہان اور جبل پر اپنا تسلط قائم کیا ۱۲۲۱ھ میں معز الدین نے مصر میں فاطمی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

چنانچہ تصویر کربلا ص ۸۶ مطبع یوسفی دہلی میں سید آل محمد لکھتے ہیں کہ :-

”خدا نے اپنے نور کے اتمام کو بذریعہ دبداد شاہ بزرگ کے دو مملکت وسیع میں حاکم کر کے بغراغبال دکھایا اور اس کی عزت دکھائی ان کے سبب سے باقامت مراسم شیعہ کامیاب ہوئے۔“

پہلے بادشاہ معز الدولہ ابو الحسن احمد بن ابی شجاع بویہ بادشاہ ایران تھے۔ شیخ عمر بن الوردی نے اپنی تائزینخ میں لکھا ہے کہ ۳۵۲ھ میں معز الدولہ نے نوحہ کرنے، طمانچے مارنے اور عورتوں کے بال بکھیرنے کا امام حسینؑ کی مصیبت میں حکم دیا اور اہل سنت بہ سبب شیعہ بادشاہ کے اس کے منع کرنے سے عاجز رہے پھر صاحب مقام فرماتے ہیں کہ ۳۵۲ھ کا حال ایک کتاب میں میری نظر سے گزرا ہے کہ معز الدولہ نے اہل بغداد کو حکم دیا کہ اپنے منہ پر خراش کر کے بال بکھیر کر منہ نوچتے اور پیٹتے کوچہ دبان میں گریہ کریں۔

دوسرے بادشاہ معز الدین اللہ ابو علیم محمد بن منصور بن قائم بن ہدی عبد اللہ فاطمی ۳۸۱ھ میں تخت سلطنت مصر اور مغرب پر زینت بخش ہوئے اور اسماعیلیوں کی خلافت ان کو ملی۔ تقی الدین مقریزی نے کتاب المخطط والاشارہ میں لکھا ہے کہ ۳۸۳ھ میں معز الدین نے شیعوں کی طرف مشہد کلثوم اور نفیہ بھیجا اور وہ امام حسینؑ



پر نوحہ دہکا کرتے تھے۔ ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ یہ رسم دولتِ اسماعیلیہ میں  
تاکریمت آلِ ایوب جاری رہی (مختصاً)

معلوم ہوا کہ تعزیرِ داری یا ماتم کی رسم چوتھی صدی ہجری کے وسط میں جاری  
ہوئی۔ مگر ہندوستان کی دکنی شیعہ ریاستوں یا دیگر مقامات پر ان کا کوئی ثبوت نہیں  
ملتا۔ بلکہ برصغیر میں یہ رسم آصف الدولہ کے زمانہ میں جاری ہوئی۔

چنانچہ مجاہد اعظم کے شیعہ مؤلف کے الفاظ ہیں کہ:-

”تعزیرے جس طرح ہندوستان میں ہوتے ہیں کہیں بھی نہیں ہوتے یہاں تک  
کہ ایران جو شیعوں کا خاص گھر ہے وہاں بھی اس کا رواج نہیں۔ ہندوستان  
کے طول و عرض میں ہر جگہ تعزیرے بنائے جلتے ہیں اور یہ شیعوں پر ہی منحصر  
نہیں ہندو بھی اس رسم میں شریک ہیں آخر اس کی ابتداء کب ہوئی۔ کس نے  
اور کیوں کی؟ افسوس کہ اس کے جواب میں تاریخ خاموش ہے (ص ۳۳۳)

گنبد دار تعزیر کا رواج غالباً کھنوسے ہوا۔ بعض سن رسیدہ لوگوں سے سنا  
گیا ہے کہ آغاز زمانہ نواب آصف الدولہ بہادر میں اول ایک سبزی فروش نے بانس  
اور کاغذ کا تعزیر بنایا۔ وہ سبزی فروش مرگیا تو وہاں میر باقر نے ایک امام بارگاہ بنوایا۔  
اس کے بعد تعزیروں کا رواج ہوا۔ شدہ شدہ تمام ہندوستان میں اس کا رواج ہو  
گیا۔ (مجاہد اعظم ص ۳۳۶)

”تاریخ خطہ پاک بلگرام“ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ یہاں کے مشہور تعزیروں میں  
نبیوں کا تعزیر، کنجڑوں کا تعزیر، کرم میاں کا تعزیر، رسول بخش حیدری، نیچہ بند  
قصابوں، گاؤ قصابوں، خیاطوں، مہاروں، جوگیوں، نوربانوں، گاڈروں کے  
تعزیرے امام بارگاہ میں آکر شریک گشت ہوئے۔

ان کے علاوہ ایشری ساہ، بقال، ہیرالال بھڑی، سوہن بقال گوگل تنبول  
پھمن بقال، سوہن نتار بھی تعزیرے بناتے۔

غرضیکہ تمام شہروں اور قصبات کے پچھلے طبقے کے لوگ، پیشہ ورنائی، تیلی،  
تنبول، دھنیے، جلاہے، دھوبی۔ سنے، کنجڑے جو اکثر شیعہ جاگیرداروں کی رعایا  
ہوتے تھے (جاگیرداروں کو خوش کرنے کے لیے) تعزیرے بناتے۔



صوفی جو پیری مریدی کے پردے میں شیعیت کی تبلیغ کرتے تھے اپنے مریدوں سے تعزیتے بناتے۔

تعزیتے تو معز والدولہ نے بھی بنائے مگر گشت نہ کرے۔ حالانکہ ماتم حسین ملنے کی ابتداء واقعہ کربلا سے تین سو سال بعد اسی نے اپنے زمانہ امیر الامرائی میں بغداد میں جاری کرائی تھی۔ مگر تعزیت کی گشت کی ابتداء کھنڈ سے ہوئی (مجاہد اعظم سے ملخص) شوبہ الصادقین میں سید احمد شامکے ہیں کہ تعزیت، علم، ذوالجناح شعار خدا ہیں۔ (صفحہ ۱۹ سطر ۱۹)

دگر تین سو سال تک یہ شعار خدا کہاں روپوش رہے مؤلف تبصرہ :- حضرت علی رض کا قل ہے کہ دشمنوں کو ممان کرنا ہمیں آل یعقوب سے اور مصیبتوں پر صبر کرنا آل ایوب سے درشہ میں ملا ہے۔

(فردغ کافی جلد ۳ صفحہ ۱۲۴ مطبع نو لکثور)

صبر کا ایمان سے وہی رشتہ ہے جو سر کا جسم سے۔ اگر سر کو جسم سے الگ کر دیا جائے تو جسم بے جان لاشہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر دامن صبر چھوٹ جائے تو ایمان باقی نہیں رہتا۔ (نیج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ اصول کافی باب الصبر)

حضرت زین العابدین فرماتے ہیں جو مصیبت کے وقت صبر نہیں کرتا وہ مومن نہیں۔ (الصافی شرح اصول کافی حصہ اقل جزویہ صفحہ ۱۵۱)

دگر جن باتوں سے آئمہ کرام نے منع کیا ان کے خلاف کرنا ہی شاید شیعوں کے نزدیک عین عبادت ہے موقوف

آج تعزیتے ہیں تو حسین رض کے ماتم ہے تو حسین رض کا مجلس منعقد ہوتی ہیں تو حسین رض کے نام پر۔ مرثیہ خوانی ہے تو حسین رض کے نام کی حالانکہ حضرت علی رض شہید بقول ان کے حضرت حسن شہید۔ حضرت موسیٰ رضا شہید۔ حضرت مسلم شہید۔ قاسم عون اور محمد شہید مگر جو کہ ہوتا ہے صرف حسین رض کے نام پر ہوتا ہے۔

یہاں سید غوث علی شاہ پانی پتی کا ایک لطیفہ یاد آ گیا ہے کہ کسی منچلے سنی نے ایک بار شیعوں کی کسی مجلس میں بیان کیا کہ آج رات خواب میں مجھے حضرت امام حسین کی زیارت ہوئی ہے میں نے دیکھا کہ آپ ایک بہترین گھوڑے پر سوار ہیں آپ کے



ہم رکاب ہزاروں کا قافلہ ہے اور آپ بڑی شان و شوکت اور کرد و فرسے کہیں تشریف لے جا رہے ہیں شیعوں نے ایک سنی کی زبان سے یہ تعریفی کلمات سن کر سبحان اللہ سبحان اللہ! کہنا شروع کیا۔ ذرا دم لے کر خواب بیان کرنے والے نے اپنا بیان آگے بڑھایا اور کہا کہ میں نے اس کے بعد دیکھا کہ ایک اور نہایت خوبصورت نوجوان گھوڑے پر سوار تشریف لارہے ہیں ان کے جلو میں بھی کچھ آدمی ہیں مگر پہلے جلو سے کچھ کم پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حسن ہیں۔ اس کے بعد ایک بزرگ معمولی قسم کے گھوڑے پر سوار نظر آئے جن کے ہمراہ گنتی کے چند آدمی تھے دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت علی رضی ہیں۔

ان کے بعد ایک اور نورانی صورت بزرگ معمولی سے گھوڑے پر سوار آتے نظر آئے جن کے ساتھ صرف تین آدمی ہیں۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ حضرت محمد رسول اللہ ہیں ان کے معاً بعد ایک اور پیر مرد ایک منزل سے ٹو پر سوار یکہ و تنہا آ رہے ہیں ان کے متعلق استفسار کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ میاں ہیں۔

گویا جو کچھ ہے صرف حضرت حسین رضی کے لیے ہے۔ کیا حضرت حسین رضی کی شہادت ہی مظلومانہ تھی اور باقی شہداء کی شہادت کھیل کود کے طور پر واقع ہوئی تھی۔ اہل میں بات یہ ہے کہ حضرت حسین رضی کی شہادت کو شیعوں نے اپنے نظریات کی اشاعت کے لیے ایک آرٹ بنا کر شہرت دی۔ اور اس آرٹ میں آگے چل کر بہت کام لیے۔ یہاں تک کہ سب کچھ حسین رضی کی شہادت ہی رہ گیا۔ میدان کربلا کی یاد کتنے انوکھے طریقے سے منائی جا رہی ہے۔ کہیں ہندی بازی ہو رہی ہے کہیں ذوالجناح کا جلوس ہے کہیں ماتم اور مرثیہ خوانی ہے۔ کہیں دیگیں دم پخت ہو رہی ہیں کہیں خوش رنگ خوش ذائقہ اور شیریں تر مفرح اور خوشبودار شربت اڑائے جا رہے ہیں اور سال بھر سے جو امام باڑے صرف باڑے تھے سجا سجا کر بقیعہ نور بنائے جا رہے ہیں اور یہ سب کچھ حسین کی یاد میں کیا جا رہا ہے۔ حضرت حسین رضی تو بقول ان کے پیارے شہید ہوں اور ان کے ماتمی مفرح شربت اڑائیں۔ حضرت حسین رضی بھوکے شہید ہوں اور ان کے ماتمی اور مرثیہ خواں بریانی متہن اور قورمہ سے کام دوہن کی تواضع کریں حضرت حسین رضی تو سجدہ میں سرکٹائیں اور ان کے ملنگ بھنگ چرس کے نشہ میں مست ہو کر



ماتم کے نام پر بھنگڑا ڈالیں۔  
 یا للعجب، مسجدی ویران، امام باڑے غیر آباد، نالاری غتر پورہ روزے  
 صوبی کے لطف سے بھر پور، پھرے سنت رسول اللہ سے عاری۔ اور پھر  
 ماتم حسین رضی اللہ عنہ۔

یہاں ایک سچا واقعہ بیان کئے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا کہ کسی مقام پر تعزیر  
 کا جلوس جا رہا تھا اور ساتھ ہزاروں کا گروہ ماتم میں مشغول تھا۔ لب سڑک  
 ایک ہینگ نیچے والا کابلی اپنا تھیلہ سر ہانے رکھے لیٹا ہوا تھا جلوس کو دیکھ کر  
 ہڑ بڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پوچھنے لگا تم لوگ کیا کر رہا ہے۔ کسی نے مجمع سے جواب  
 دیا ہم لوگ حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کر رہے ہیں۔ کابلی نے پوچھا حسین رضی اللہ عنہ کون تھا؟ جواب  
 ملا نبی کا نواسہ۔ کابلی نے پھر پوچھا اسے کس نے شہید کیا جواب ملا یزید نے۔ کابلی  
 چند منٹ گردن نیچی کیے سوچتا رہا اور پھر سر اٹھا کر پوچھنے لگا تم لوگ اگر اس  
 وقت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتا تو کیا کرتا کسی نے جواب دیا ہم ساتھ ہوتے تو امام پاک  
 کے ساتھ شہید ہو جاتے کابلی نے آستین پڑھا کر کہا۔ لوہم۔ یزید ہے۔ ہم نے حسین  
 کو مارا ہے۔ آؤ ہم کو قتل کرو۔ مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا کابلی نے چند بار للکارا مگر  
 کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کابلی آگے بڑھ کر بولا ہم یزید بناتم نے ہم کو قتل  
 نہیں کیا۔ اب تم میں سے کوئی یزید بنو اور ہمارا تماشا دیکھو۔ بولو تم میں سے کون  
 یزید ہے۔ بولو۔ خاموش کیوں ہو گیا۔ کابلی کا یہ نعرہ مستانہ سن کر تمام مجمع  
 کو گویا سانپ سونگھ گیا۔ آخر کابلی چلا کر کھنے لگانہ حسینی بننا ہے نہ یزیدی اور  
 خواہ مخواہ ڈھونگ اور فریب کرتا ہے چھوڑو اس ڈھونگ کو اور اللہ اللہ کرو۔

### (۴) شیعہ اور اذان

شیعیت نے جس طرح دوسرے کئی امور میں رخنہ اندازیاں کیں اسی  
 طرح اذان بھی ان کی دستبرد سے نہ بچ سکی۔ اصل اذان کے کلمات یہ ہیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر  
 اشہد ان لا الہ الا اللہ  
 اللہ اکبر۔ اللہ اکبر  
 اشہد ان لا الہ الا اللہ



اشھد ان محمد رسول اللہ  
اشھد ان لا الہ الا اللہ  
اشھد ان محمد رسول اللہ  
حیّ علی الصلوٰۃ  
حیّ علی الفلاح  
اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ

صبح کی اذان میں حیّ علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دوبارہ  
اقامت میں اللہ اکبر دوبارہ

اشھد ان لا الہ الا اللہ ایک بار  
اشھد ان محمد رسول اللہ ایک بار  
حیّ علی الصلوٰۃ ایک بار حیّ علی الفلاح ایک بار  
قد قامت الصلوٰۃ ۲ بار۔ اللہ اکبر دوبارہ لا الہ الا اللہ ایک بار۔  
چنانچہ کتب فقہ میں بھی ترجیع یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد  
ان محمد رسول اللہ کو چار چار بار کتنا مرقوم ہے۔

ردیکھے ترجمہ ہدایہ جلد اول ص ۲۹۲ نو لکھنؤ مطبوعہ ۱۸۹۶ء رکنتر منشا  
چنانچہ متعدد احادیث میں اذان کے انیس کلمات بیان کیے گئے مگر ترجیع  
کے بغیر بھی اذان جائز ہے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں اذان دی جاتی ہے۔  
اذان کی ابتداء مدینہ میں اس وقت ہوئی جب نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی اور نماز  
باجماعت ادا کرنے میں نمازی تکلیف محسوس کرنے لگے اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے صحابہ کرام رض سے مشورہ کیا کہ نماز کے لیے بلانے کے واسطے کیا طریقہ اختیار کیا  
جائے کسی نے کہا کہ نماز کے لیے بلانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کسی نے  
کہا آگ جلا کر اطلاع دی جائے کسی نے کہا ناقوس پھینکا جائے علیٰ ہذا القیاس مختلف  
آراء پیش کی گئیں۔ بعض کہتے ہیں حضرت عمر رض نے اذان کا مشورہ دیا۔ بہر حال کچھ  
بھی ہو اذان کے موجودہ کلمات کی بنیاد یہ ہے کہ عبد اللہ بن زید بن عبد اللہ نے اپنے  
آپ کو خواب میں اذان دیتے دیکھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض



کیا تو آپ نے فرمایا یہ کلمات بلال کو سکھا دو۔ وہ بلند آواز میں۔

یہ واقعہ آفاخر یکم ہجری کا ہے۔ عموماً ابن ام مکتوم اور بلال مسجد نبوی میں ابو مخدومہ مسجد حرام مکہ میں حضرت سعد مسجد قبا میں بعد رسالت اذانیں اسی طرح کہتے رہے شدہ فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر بلال نے یہی اذان دی پھر تمام خلافت راشدہ میں امویوں اور عباسیوں کی ملوکیت کے دور میں یہی کلمات تو اتر سے جاری رہے۔ عباسی دور میں جب قلعہ ابن وزارت اور امیر المراء کا عہدہ شیعہ آل بویہ کو ملا تو انہوں نے یہ بدعت ایجاد کی۔ مگر شیعہ سنی فساد ہو گیا۔ آخر بنی بویہ کی وزارت جاتی رہی اور وزارت پر سلجوقی ترکوں نے قبضہ کیا تو شیعوں نے نہ صرف حَتَّی عَلٰی خَيْرِ الْعَمَلِ ترک کیا بلکہ فجر کی اذانوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَيْرٌ مِنَ النُّوْمِ بھی کہنے لگے۔

۱۔ شیعہ امامیہ کے مجتہد اعظم ابن بابویہ قمی الصدوق نے اپنی کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں بھی یہی اصل اذان لکھی ہے۔

۲۔ ملا باقر مجلسی نے بھی حیات القلوب کے چوبیسویں باب میں معراج کے ذکر کے تحت یہی اصل کلمات حضرت جبریل کے ذریعہ بیان کیے ہیں۔

۳۔ حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے کلمات بتائے فرشتے کے جانے کے بعد نبی علیہ السلام نے علی رضی سے پوچھا تم نے اذان سن لی۔ آپ نے کہا ہاں سن لی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا بلاؤ بلال رضی کو اور اسے سکھا دو۔ وہاں بھی اسی اصل اذان کے کلمات بیان کئے گئے ہیں۔  
(من لایحضرہ الفقیہ ص ۶۷ مطبوعہ ۱۳۷۷ھ)

ان مقامات میں کہیں بھی حَتَّی عَلٰی خَيْرِ الْعَمَلِ یا اَشْهَدُ اَنَّ عَلٰی وَلِی اللہ وصی رسول اللہ کا ذکر نہیں۔

۴۔ من لایحضرہ الفقیہ کی ایک اور روایت سنئے۔

وروی ابو بصیر الحضرمی وکلب الاسدی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ حکي لهما الاذان فقال۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر



اشهد ان لا اله الا الله  
 اشهد ان محمد رسول الله  
 حيي على الصلوة  
 حيي على الفلاح  
 حيي على خير العمل  
 الله اكبر، الله اكبر، لا اله الا الله - لا اله الا الله والاقامة  
 كذلك ولا باس ان يقل في صلاة الغداة على اثر حيي على خير العمل  
 الصلوة خير من النوم مرتين للتقية -

اس روایت میں حیّ علی خیر العمل ہے اور اس کے بعد صبح کی اذان میں —  
 الصلوة خیر من النوم کے کلمات بھی ہیں۔ اس روایت پر مصنف کے تشریحی کلمات  
 بھی دیکھے۔

وقال مصنف هذا الكتاب ، هذا هو الاذان الصحيح لا يراد فيه  
ولا ينقص منه . والمفروضة لعنهم الله قد وضعوا اختصاراً ونرادوا في  
الاذان محمد وال محمد خير البرية مرتين في بعض الروايات ياتيهم بعد  
اشهد ان محمداً رسول الله ، اشهد ان علياً ولي الله مرتين ومنهم  
من روى بدل ذلك اشهد ان علياً امير المؤمنين حقاً مرتين ولا تد  
في اشهد ان علياً ولي الله وانه امير المؤمنين حقاً وان محمد وال  
صلوات الله عليهم خير البرية ولكن ليس ذلك في اصل الاذان  
وانما ذكرت ذلك ليصرف بهذا الزيادة المتهن بالتفويض  
المدايون انفسهم في جملتنا .

در من لا یخفوه الفقیهہ جلد اول ص ۱۸۸ طبع جدید تحقیق سید حسن موسوی  
دارالکتب الاسلامیہ طهران

مصنف کتاب ہذا (ابن بابویہ متوفی ۳۱۱) کہتا ہے کہ یہی وہ صحیح اذان ہے کہ جس میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں اور مفرضہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کہ جنہوں نے اسے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مفرضہ وہ گڑبہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رقیہ اُسکی



یہ روایات وضع کیں اور اذان میں محمد وال محمد خیر البریہ کے کلمات دو بار کئے  
میں زیادتی کی۔ اور ان کی بعض روایتوں میں اشد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشد  
ان علی ولی اللہ دو بار کتا آیا ہے۔ اور انہیں ریعنی مفوضی میں سے بعض نے  
اس کے بجائے اشد ان علیا امیر المؤمنین عطا دو بار کے متعلق کیا ہے۔

اگرچہ اس میں شک نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے دلی ہیں اور امیر المؤمنین ہیں اور  
بیشک محمدؐ اور ان کی بہترین آل پر صلوٰۃ ہو۔ مگر یہ کلمات اصل اذان میں نہیں  
اور یہ میں نے اسی لیے بیان کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس زیادتی کے متہم  
صرف مفوضہ ہیں جن کے نفسوں نے ہماری اذان کے کلمات میں زیادتی کی ہے۔

حاصل کلام:-

اذان میں تفسیر کے طور پر الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا جائز ہے۔  
مذہب شیعہ میں اشد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشد ان علیا ولی اللہ وغیرہ قسم  
کے کلمات کی زیادتی کے مرتکب اللہ کی لعنت کے سزاوار ہیں یہ کلمات فرقہ مفوضہ  
کی تلبیسات سے ہیں جن کا مذہب شیعہ سے کوئی تعلق نہیں۔

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں شیعہ مذہب کی دو دیگر کتب حدیث کے حوالے  
قلعہ بند کر کے ثابت کرتا ہے کہ گو علی رضی اللہ عنہ دلی ہیں امیر المؤمنین ہیں مگر اذان میں ان  
کلمات کی زیادتی کرنے والے ملعون ہیں۔

کیا کوئی شیعہ مجتہد اپنے آپ میں اس قسم کی جرأت کا داعیہ رکھتا ہے کہ شیعوں  
کو اس لعنت کے گرداب سے نکلے۔

ابن بابویہ نے جی علی خیر العمل کے جواز کا بھی محض تکلف کیا ہے ورنہ یہ کلمات  
بھی جزو اذان نہیں۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) دنیا بنا کر اس کے امورات محمد اور علی کے سپرد کر دیئے ہیں بلکہ صرف  
علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے۔ ابن بابویہ نے تو ان کے متعلق اپنے بیان کی تائید میں الاستبصار  
جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ اور التہذیب جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ کے حوالے دیئے ہیں۔



۵۔ تیسری صدی ہجری کے بعد بعض غالی شیعوں نے بعض کلمات وضع کر کے اذانوں میں شامل کیے۔ عبید یوں کے سپہ سالار جوہر نے جب مصر پر قبضہ کیا تو حی علی خیر العمل کے الفاظ اذانوں میں کھلوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۶۶)

۶۔ عبید یوں کے زمانہ میں شام کے زیر تسلط علاقوں میں حی علی خیر العمل جاری ہو گیا۔ (ایضاً ص ۲۶۷)

ملک الاتیس نے وہاں سے رخص کو مٹایا تو اذان پھر اصل الفاظ میں شروع کر دی گئی۔

۷۔ شیعوں کی اکثر کتب میں ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا جائز نہیں کہ ان کلمات (یعنی معمول بہ اذان) کے علاوہ اپنی طرف سے شریعت میں بدعت جاری کی جائے۔

۸۔ چوتھی پانچویں صدی ہجری میں عراق اور ایران میں بڑے بڑے انقلاب آئے لیکن حی علی خیر العمل سے زائد کلمات رائج نہ ہوئے۔

۹۔ عباسی ملوکیت کے خاتمہ کے چار سو سال بعد ایران میں صفویوں کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے ایران کا سرکاری مذہب شیعہ قرار دیا۔ اسماعیل صوری نے کوشش کی کہ اپنا شجرہ علی رض سے ملائے اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ ریسٹوریز آف دی مڈل ایسٹ ص ۱۲۱

اب اس نے مزدی سمجھا کہ ایران سے سنی مذہب کا خاتمہ کرے چنانچہ پروفیسر براؤن ادبیات ایران میں لکھتا ہے کہ سنیوں کے قتل پر شیعہ شاعر بھی اسے درغلا تے رہے تھے اس کے زمانہ میں اشہدان علی دلی اللہ کے کلمات اذان میں بڑھائے گئے۔

۱۰۔ صفویوں کے زمانہ میں جنوبی ہند میں بیجا پور اور گولکنڈہ وغیرہ کی شیعہ ریاستیں

میں اشہدان علی دلی اللہ کا رواج ہوا مگر یا محمد، یا علی رض یا حسین رض کا رواج نہ تھا۔

۱۱۔ علی شاہ اول بیجا پور کے حکمرانوں نے تنخواہ دار تبرائے شیعہ ملازم رکھے اور صفویوں سے تعلقات قائم کر کے ان کا نام خطبہ میں پڑھنا شروع کیا آخر ۱۰۸۰ھ میں اورنگ زیب نے ان ریاستوں کا خاتمہ کر دیا اور تبرابازی



اور اذان کے زائد کلمات ختم ہوئے۔

۱۲- ۱۱۱۹ھ میں اورنگ زیب کے بڑے بیٹے معظم نے جو مسجد کا شیعہ تھا اور بہادر شاہ کے نام سے حکمران بنا۔ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ کے کلمات اذان میں بڑھانے کا حکم دیا۔ مگر اس کے حکم پر عمل کرنے سے ایک جامع مسجد کا خطیب قتل کر دیا گیا۔ (سیرۃ المتاخرین ج ۲ ص ۱۳۱) ۱۳- ایسے ہی حالات دیگر صوبوں میں بھی پیدا ہوئے بادشاہ نے تشدد سے دباننا چاہا مگر مخالفت بڑھ گئی آخر بادشاہ کو یہ حکم واپس لینا پڑا۔ (شیعان ہند ص ۱۳۱)

۱۴- ۱۱۳۵ھ میں برہان الملک سعادت خان کو اودھ کی حکومت ملی مگر اذان حسب دستور یہی جاری رہی۔ ۱۲۰۰ھ کے قریب آصف الدولہ نے اشہد ان علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل کے کلمات شیعہ مجتہد مولوی دیدار علی کے مشورہ سے شروع کیے خلیفۃ بلا فصل کے کلمات سے اصحاب ثلاثہ رحمہ کو غاصب قرار دینا قاطع ہوتا تھا اس لیے فساد ہو گیا تو انگریز ریڈیٹنٹ نے حکماً یہ بند کرادئے۔

۱۵- چنانچہ شیعہ مجتہد شمس العلماء نجم الحسن سے شیعیان ہند کے انگریز مولف کے گہرے مراسم تھے۔ اس نے لکھا ہے کہ علی ولی اللہ تو اذانوں میں کہا جاتا تھا مگر وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل کے الفاظ نہیں کہے جاتے تھے۔ آج کل اہل سنت کی بعض مساجد میں تشریب شروع کی گئی ہے جو منہج ہے۔

۱- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص نے اذان کے بعد، نماز پکارنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا کیا تو پاگل ہے۔ (ابوداؤد باب تشریب)

۲- حضرت مجاہد رحمہ سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ بن عمر رحمہ کے ساتھ ایک مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان کہی جا چکی تھی موزن نے تشریب کہی اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر مسجد سے نکل آئے اور فرمایا ہم کو اس بدعتی کے پاس سے لے چلو۔ آپ نے اس مسجد میں نماز نہ پڑھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رحمہ



نے اسے مکروہ بتایا (ترمذی شریف)  
مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس مسجد میں تثنیہ کہی جاتی ہو۔ اس میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ عبداللہ بن عمر حالانکہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے مگر پھر بھی اس مسجد میں نماز نہ پڑھی جس میں تثنیہ کہی گئی تھی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موزن کو دیکھا کہ وہ عشار کے دقت تثنیہ کہہ رہا ہے آپ نے فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔  
اقول بدعتیہ اور بعض سنی اس بدعت میں ایک دوسرے کے ہم پہلو بلکہ طابق النعل بالنعل ہیں۔

فلیتنا فی المتنافسون

## ۵۔ مُتَعہ

شیعہ مذہب میں مُتَعہ سے مراد ہے کہ عورت اور مرد آپس میں رضامند ہو کر ہم بستر ہو جائیں۔ شیعہ اصطلاح میں اسے زنا نہیں بلکہ مُتَعہ کے نام سے پکارا جاتا ہے شیعہ مذہب کی معتبر کتب میں ائمہ کرام سے نقل کیا گیا ہے کہ مُتَعہ ایک ایسا نکاح ہے جو تھوڑی دیر کے لیے ہو۔ اس میں نہ گواہوں کی ضرورت ہے اور نہ اس میں عدت ہے اور کم از کم جو اُجرت عورت کو ادا کی جائے خواہ وہ ایک درہم ساڑھے تین آنے ہی ہو۔ (فروع کافی جز ۲ ص ۱۸۹) (تہذیب الاحکام جلد ۱ صفحہ ۱۸۹-۱۹۳)  
مُتَعہ کی دو قسمیں ہیں دائم اور غیر دائم۔ دائم وہ ہے جس میں مدت مقرر نہ ہو اور غیر دائم وہ ہیں جس میں مقرر ہو خواہ وہ ایک ساعت ہو یا سال یا بیشتر۔  
(توضیح المسائل)

مُتَعہ کرنے کے ثواب کے بارے میں بے حساب روایات معتبر کتب شیعہ میں موجود ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) فرمایا کہ جو ایک دفعہ مُتَعہ کرے اس کا درجہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے برابر ہے اور جو دو دفعہ مُتَعہ کرے اس کا درجہ



امام حسن رضی کے برابر ہے اور جو تین دفعہ متعہ کرے اس کا درجہ حضرت علی رضی کے برابر ہے اور جو چار دفعہ متعہ کرے اس کا درجہ میرے درجہ کے برابر ہے

(تفسیر منہج الصادقین جزو خامس ص ۸۱)

دنا معلوم پانچ یا اس سے زائد بار متعہ کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کے مقام تک پہنچ جاتا ہو گا۔ (مؤلف)

۲۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو متعہ کرنے کے بغیر مر جائے گا قیامت کے دن اس کی ناک کٹی ہوئی ہوگی (تفسیر منہج الصادقین جزو خامس ص ۸۱)

۳۔ امام جعفر صادق رضی نے فرمایا کہ رسول اللہ نے بھی متعہ کیا تھا۔

(ابن بابویہ بالمتعہ حدیث ۲۳۲ ص ۴۲)

۴۔ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا۔ اے نبی تمہاری امت کی متعہ کرنے والی عورتوں کی مغفرت کر دی گئی۔ (ایضاً حدیث ص ۸۱)

۵۔ کوئی مومن اس وقت تک کامل ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک متعہ کرے (ایضاً حدیث ص ۸۱)

۶۔ جب متعہ کے بعد انسان غسل سے فارغ ہو تلہے تو جتنے بال پانی سے تر ہوتے ہیں اتنے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۳)

۷۔ فرمایا جناب صادق علیہ السلام نے کہ نہیں ہے کوئی مرد جو متعہ کرے پھر غسل کرے مگر یہ کہ خدا خلق کرے گا ہر قطرہ غسل سے ستر لاکھ ملائکہ جو استغفار کریں گے اس کے لیے روز قیامت تک اور لعنت کریں گے اس سے اجتناب کرنے والوں پر تا قیامت (اصلاح الرسوم ص ۱۲)

اقول: سبائیوں کو یہ لطف اندوزیاں مبارک ابی حضرت انکاح کے جھنجھٹ کو چھوڑیئے یہ تعزیر اور ماتم کے بکھیرے یا گری پڑی نماز سے ہلکان ہونا ختم کیجئے اور متعہ کا فریضہ ادا کرنے پر جُٹ جائیئے۔

مشہور تارک الدنیا فقیہ اور سیاح سید غوث علی شاہ پانی پتی متعہ کے متعلق اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کھنوی میں ایک امیر زادہ شیعہ ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس کی تاریخ نکاح قرار پائی۔



رات کے وقت خود آیا اور باصرار تمام ایک ہاتھی پر سوار کرا کے ہم کو بھی لے گیا۔ اور حسب وعدہ ہم کو علیحدہ مکان میں اتارا کوئی آدمی رات گزری ہوگی کہ نوٹہ کا باپ بزم غلغلو میں شریک ہونے کے لیے ہم کو لے گیا صیغہ شروع ہونے کو تھا کہ ایک دایہ سر محفل کو کھٹکے لگی کہ اس نیک بخت پارا رٹکی کو پانچ مہینے کا حمل بھی ہے مگر حرام کا نہیں بلکہ متعہ شرعی کا ہے یہ بات سن کر دولہا چونکا اور بے باکانہ کہہ اٹھا کہ میں نکاح نہیں کرتا۔ ہر چند لوگوں نے سمجھایا ایک نہ مانی۔ اس کے باپ نے ہم سے کہا کہ صاحب یہ آپ کا بہت معتقد ہے آپ ہی اس کو سمجھائیے۔ ہمارا تو کہنا ماننا نہیں۔ تا چار ہم نے پاس جا کر کہا کہ صاحب زادے وجہ انکار کیا ہے؟

بولاکہ حضرت یہ بچپن کی چاٹ لگی ہوئی آئندہ کب چھوٹے گی۔ ہم نے کہا کہ میاں جب تمہارے مذہب میں یہ امر جائز ہے تو پھر بڑا کیوں سمجھتے ہو۔ کہا بس صاحب ایسے مذہب کو میرا سلام اس کے باپ نے کہا کہ ہیں؟ کیا تو سنی ہو ہو گیا۔؟ بولا کہ ہاں پہلے تو نہ تھا مگر اب ہو گیا یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور محفل دم برہم ہو گیا۔ آخر اس نے باصرار ہمارے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (تذکرہ غوثیہ)

کتب شیعہ میں اس قسم کی روایات اور احادیث بھی ہیں جن میں متعہ کے متعلق ترغیب و تحریریں ہی نہیں بلکہ متعہ نہ کرنے والے کے متعلق وعیدیں بھی آئی ہیں اور کہا گیا۔ متعہ نہ کرنے سے بہت بڑا عذاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوتا ہے۔

اکبر کے زمانہ میں ہی قاضی القضاۃ قاضی یعقوب مانپوری کو متعہ کے خلاف فتویٰ دینے پر قتل کرا دیا گیا۔ (رود کوثر ص ۱۲۱)

تبصرہ: متعہ دراصل مزوک ایرانی کی جدت طبع کی ایجاد ہے، اس نے نوشیرواں کے دہاکہ میں یہ ڈھونگ رچایا اور کچھ عرصہ خوب داد عیش دیتا رہا آخر نوشیرواں کی ماں یا اس کی کسی قریبی رشتہ دار عورت پر طبیعت لپجائی اور اس نے مطالبہ کیا تو نوشیرواں نے اسے قتل کرا دیا۔ اسوی دور میں جب علوی داعی ایران پہنچے اور انہوں نے ایرانی حسن دیکھا تو ان کی طبیعتیں لپجی اٹھیں۔ مزوک



کے زمانہ کو بھی بمشکل پون صدی گزری تھی اور ایرانی نو مسلم جو اس چاٹ کے  
عامکارہ چکے تھے ان کی زبانی ان داعیوں کو اس کارِ ثواب کا علم ہوا تو انہوں  
نے فوراً چند من گھڑت حدیثوں کی آڑ میں مُتبعہ کے جواز بلکہ ثواب اور ثوابِ عظیم  
کی خوشخبریوں سے انہیں شاد کام کیا۔ یہ نہری جب علوی داعیوں کے ذریعے  
واپس جزیرہ نما عرب تک پہنچی تو اور من چلوں نے بھی ایران کی راہ لی۔ بس پھر  
کیا تھا ہر طرف مُتبعہ کی گرم باتاری شروع ہو گئی جہاں اور جس کو جو عصمت نظر آئی  
آنکھ لڑائی ذرا آڑ میں ہوئے اور شیطان دفع کر لیا۔ ابوسلم خراسانی کے دور  
میں جب شیعیت کو عراق کے خطہ میں ذرا عروج حاصل ہوا تو یہاں بھی اس قلع  
فعل کے حق میں پرچار شروع ہو گیا۔ مگر عراق کی غیرت مندانہ بدوی فضا میں یہ  
لعنت۔ البتہ شروں میں ایک طبقہ ضرور دادِ عیش دیتا رہا جس کے  
نتیجہ میں امتداد زمانہ نے رنڈیوں کے وجود کو جنم دے کر اس ملت میں گویا ایک نہ  
منڈل ہونے والا ناسور پیدا کر دیا۔

فروع شیعیت کے لیے یہ حربہ خوب کامیاب ثابت ہوا۔ ہر ایرا غیرا جسے  
اس بھری دنیا میں کہیں بھی سولے دھتکار کے کچھ نہ ملا فوراً شیعہ ہو کر دادِ عیش دینے  
لگا اور سب سے آخر میں نوابانِ اودھ نے تو تمام پچھلے ریکارڈ توڑ دیئے۔ خاتم  
بدین۔ کیا کوئی بڑے سے بڑا مومن بھی اپنی بیٹی بہن یا ماں کے لیے مُتبعہ کا یہ  
ثواب حاصل کرنے کی اپنے اندر سکت رکھتا ہے؟ بشرطیکہ اس کے دل میں ذرہ  
بھر بھی غیرت کا مادہ ہو۔

ہاں وہ دوسروں کے گھروں کی طرف ضرورتاً کے گا۔ اور جب اپنے جیسے کسی  
ذی عزت گھرانے سے مطلب برآری نظر نہ آئے گی تو رذیل اور ذلیل طبقہ کی طرف  
جھپٹے گا اور ان گھٹیا، رذیل کینے اور پست سطح کے لوگوں کے گھروں کی گندی  
نالیوں میں اپنی خاندانی شرافت اور نجابت کا جنازہ نکالے گا۔

(۶) ندائے لغیر اللہ

یا حرفِ ندا ہے۔ اس کے معنی آواز اور پکار کے ہیں۔ آواز اس کو دی جاتی



ہے، پکارا اس کو جاتا ہے، بلایا اسے جاتا ہے، مخاطب اسے کیا جاتا ہے جو حاضر ہو، موجود ہو اور سامنے ہو، اسلامی عقیدے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر وقت ہر حال میں، ہر جگہ اور ہر مقام پر حاضر و ناظر ہے۔ وہی خالق کائنات ہے، وہی زندہ گی، موت اور نفع و ضرر کا مالک ہے۔

وَاتَّخِذُوا مِن دُونِهِ الْمَهْلَةَ لَا يُخْلِقُونَ شَيْئًا ذَهَبًا يَخْلُقُونَ كَذِبًا  
يَكُونُ لَا لِنَفْسِهِمْ هُمْ أَوْلَىٰ نَفْعًا وَلَا يُمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا  
شُورًا

اور انہوں نے سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسروں کو معبود و حاجت والا بنایا  
وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں وہ اپنے نفسوں کے لیے بھی نفع اور ضرر کے مالک  
نہیں اور نہ زندگی اور موت کے اور نہ دیکھا ہوا پیدا کر سکتے ہیں ؟

باقی ہر چیز، ہر ذی روح مخلوق ہے۔ مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی وقت  
ہر جگہ موجود ہو۔ خدا لا یراں ہے۔ اس کے سوا سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ اس  
کی ابتداء و انتہا نہیں۔ باقی سب کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَا نِقْمٍ الْمَوْتِ  
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ  
كُلٌّ مِّنْ عَلَيْهَا فَا بَ وَيَقْبِي وَجْهَهُ  
هَٰذَا ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

ہر جی فانی ہے اور موت کا مزہ چکنا ہے  
اس کے سوا سب کو فنا ہے۔  
اس کائنات کی ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے اور باقی  
رہنے والا وہی جلال و اکرام کا مالک ہے۔

ہر شخص، ہر رشتہ، ہر جن اور ہر ذی روح کو مرنا ہے، یہاں تک کہ افضل البشر  
کو بھی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ۔ بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور وہ بھی  
مر جائیں گے، موت کا مزہ چکنا پڑا۔ اس آیت کی کتنی بہترین تفسیر کا موقع اللہ تعالیٰ  
نے خود ہی پیدا فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں تو صحابہ رضہ دم بخود رہ  
جاتے ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار ننگی کر کے مسجد میں گھوم رہے ہیں کہ محمد کو جو  
مردہ کہے گا میں اس کی گردن مار دوں گا اس موقع پر صحابہ رضہ میں سب سے بزرگ  
شخصیت کو گویا الہام ہوا۔ آپ نے با آواز بلند سب کو مخاطب کر کے فرمایا۔  
اے لوگو! جو شخص محمد کو بوجتا تھا وہ جان لے کہ محمد مر گئے ہیں لیکن جو شخص



اللہ کی ہندگی کرتا ہے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

”اور محمدؐ اس کے سوا کیا ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں۔ پھر انہی وفات پائیں یا نقل ہو جائیں تو کیا تم راہ حق سے الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟“

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس پکار پر عمر رضی اللہ عنہ ہوش میں آگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو گیا کہ محمد رسول اللہ وفات پا چکے ہیں۔ اور ہم سب کو بھی مرنا ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ (اے رسول) جب تجھ سے میرے بعد میرے متعلق استفسار کرتے ہیں تو میں یقیناً نزدیک ہوتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب وہ پکارے قبول کرتا ہوں۔“

سورہ المجادلہ کی پہلی آیات پر غور کیجئے۔

خولہ بنت ثعلبہ یا خولید کی اپنے خاوند اوس بن صامت کے ساتھ ناچاتی رہتی تھی۔ ایک بار اوس نے خولہ کو غصے کی حالت میں کہہ دیا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ، خولہ یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حمد و ثنا کے لائق ہے جس کے سنتے نے تمام آوازوں کو گھر رکھا ہے۔ یہ نبی صاحبہ آپ سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھیں کہ باوجود اس گھر میں موجود ہونے کے میں مطلقاً نہ سمجھ سکی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو بھی سن لیا۔

خولہ نے حضرت ہی ادرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اب کیا کروں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر اس کو دے دوں تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اپنے پاس رکھوں تو کھلاؤں کہاں سے؟ اسی طرح روتی پیٹتی کہتی رہی آپ خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے اور آخر فرمایا کہ خدا کا خاص حکم اس معاملہ میں مجھے نہیں پہنچا۔ مروجہ رسم کے مطابق فرمایا کہ میرے خیال میں تو اس پر حرام ہو گئی ہے۔ وہ فریاد کرنے لگی کہ اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان سے میری مشکل حل کر دے اللہ تعالیٰ نے



اس کی فریاد سنی اور سورہ مجادلہ کی پہلی آیات نازل ہوئیں۔  
 ان آیات میں خود کیجئے تو صاف نظر آتا ہے کہ سرور عالم عالمیان، خیر البشر  
 کے سامنے دعاؤں اور التجاؤں کا سننے والا اور مشکلات کے حل کرنے والے  
 اللہ تعالیٰ نے ہی خولہ کی مشکل کشائی فرمائی۔  
 ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

”اور البتہ تحقیق بنایا ہم نے انسان کو اور ہم جانتے ہیں کہ جو اس جی میں آتی  
 ہے اور ہم نزدیک ہیں اس کے اس کی پھر کئے والی رگ سے زیادہ (قرآن)  
 خالق کائنات ہی انسان کی رگ جاں سے قریب ہے، وہی فریادیں اور  
 مشکل کشا ہے ایتھا نک نعبدو و ایتھا نستعین کا یہی مفہوم و مطلب ہے  
 باللہ کہہ کر پکارنا اس کی ذات کے لیے سزاوار ہے مگر یہاں۔ یا محمد۔ یا علی رض  
 مشکل کشا، یا شاہ نقشبند یا غوث اعظم رحم یا خواجہ خضر جس کو چاہو اور جن لفظوں  
 میں چاہو پکارو۔

سورہ آل عمران میں نبی کو حکم ہوتا ہے۔

”کسی انسان کے لیے یہ سزاوار نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکومت اور نبوت  
 عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں کو کہے میرے بندے بن جاؤ۔“  
 سورہ الکہف ————— میں ہے۔

”اے رسول کہدو! میں بھی تمہارے طرح ایک بشر ہوں۔ البتہ اللہ نے  
 مجھ پر وحی کی۔ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔“

## موعظت

بنی نوع انسان کے متعلق ارشاد ہے کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا  
 کیا اور یہ بھی ظاہر و باہر ہے کہ فرشتے، جن اور تمام دیگر ذی روح مخلوق سے انسان  
 کا مرتبہ بلند ہے۔ اسے مخدوم بنایا اور باقی سب حیوانات، جمادات، نباتات  
 کو اس کا خادم بنایا پھر انسانوں کو پیغمبروں کو برگزیدہ کیا اور تمام پیغمبروں میں سے  
 بنی علیہ السلام کو خاتم النبیین اور سید المرسلین کے مقام پر فائز کیا۔ اب کیا کہا



جائے ان محبانِ رسول کو جنہوں نے اپنے جوشِ محبت میں عہدِ مہم کے مقام سے انارکریہ کو فادہ کے مقام پر پہنچا دیا اور پھر اس پر ایسے بھندہ ہوئے کہ مباحثوں، مناظروں اور مجاہدوں سے نبی کی تنقیص پر اتر آئے۔ فرشتے نوری ہیں مگر ان کی پیدائش کی غرض ہی بنی نوع انسان کی خدمت ہے اور انسان اشرف المخلوقات اور عہدِ مہم ہے مگر محبانِ رسول نے انسان کو ہی نہیں بلکہ محسنِ انسانیت کو انسانی مرتبہ سے گرا کر فرشتوں جیسی مخلوق بنا دیا۔ شیعوں نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر ایک کی بجائے بارہ کو اس مقام پر فائز کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ہدایت دے ان عقل کے اندھوں کو کہ تم محبت رسول میں جس بات کو نبی کی تعریف سمجھتے ہو وہ نبی کی تعریف نہیں بلکہ آپ کی شان کی تنقیص ہے۔ عہدِ رسالت زمانہ صحابہ اور دورِ تابعین میں اسلامی عقیدہ توحید بالکل ان مشرکانہ عقائد سے پاک تھا۔ کسی کے وہم و گماں میں بھی یہ خیال نہ گزرا ہو گا کہ ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ یا اللہ کے ہم پہلو اسی کی مخلوق کو بھی "یا، کہہ کے پکاریں گے نہیں بلکہ نعرے لگائیں گے۔ مسجدوں کی دیواروں پر لکھیں گے۔ ہزاروں برس کے مدفون بندوں سے استعانت طلب کریں گے۔ ان کے نام کے وظائف پڑھیں گے ان کے مکار صوفی ان کے عیار ملاں ان کے چالاک پیر جلب منفعت کے لیے اپنے ادہام پرست معتقدوں، جاہل معقدوں اور ان پڑھ مریدوں کو مزاروں پر نذریں چڑھانے، مسجدے کرنے اور قبروں پر طواف کرنے پر اکسائیں گے۔ کیا خوب کہا تھا مولانا رومی نے۔ ایک گدھا بھی دوسرے گدھے کے سامنے نہیں جھکتا۔ اور کیا مزیداریات کہی تھی اقبال نے

"من ندیدم کے سگے پیش سگے سرخم کرد"

شیعہ اصحاب نے آئمہ کی بندگی، ان کے فرضی مدفون پر شاندار تعمیرات اور ان کی فرضی قبروں کی زیارت کی مذہبی اہمیت کو فروغ دے کر شخصیت پرستی قبر پرستی کا جو نمونہ پیش کیا ہے اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی پھر لطف یہ کہ ہر ڈاکو، بد معاش، راہزن، سمگلر، چور یا علی، یا علی کے نعروں سے استمداد و استعانت چاہتا نظر آتا ہے اور بعض من چلوں نے اس قسم کی بدعات کو اس حد تک فروغ دیا کہ حج تک کا انکار کر کے اپنے ہاں حج مروج کر لیا۔



سندھ میں لواری کالج بھی انہیں خرافات کے باقیات الیات میں سے تھا اور باوجود ہزاروں پند و نصائح کے وہ لوگ کسی کی کوئی بات سننے کے روادار نہ تھے۔

آخر ۳ نومبر ۱۹۳۷ء کو خاکساروں کے ایک وفد نے سندھ کے وزیراعظم سے ملاقات کر کے اسے ختم کرایا۔ اہل سنت و جماعت نے اسے شرک عظیم قرار دیا ہے۔ "اختلاف امت کا المیہ" میں فقہ حنفی کے متعدد حوالوں سے اس موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ یہاں امام ابو حنیفہؒ کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے۔

"آپ نے یعنی امام ابو حنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بعض بزرگوں کی قبروں پر آکر ان بزرگوں پر سلام کر کے ان کو مخاطب کرتا تھا (اس کلام کے ساتھ) کہ اے قبرستان والو تمہارے پاس کچھ بھلائی ہے۔ میں تمہارے پاس کئی مہینوں سے آتا ہوں۔ تم کو پکارتا ہوں اور میرا سوال تم سے صرف دعا کا ہے سو تم کو میرے سوال کی کچھ خبر ہوئی یا بے خبر ہے؟ امام ابو حنیفہؒ نے اس کا یہ کلام سن کر اسے کہا کہ تجھ کو کچھ جواب بھی ملا۔ اس نے کہا کچھ نہیں ملا۔ امام صاحب نے فرمایا لعنت ہو تجھ پر اور نامراد رہے تو کیونکر کلام کرتا ہے تو ایسے جہموں سے جو نہ جواب دے سکتے ہیں اور نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ آواز سنتے ہیں پھر امام صاحب نے یہ آیت پڑھی۔

وَمَا أَنْتَ بِمُصْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ - (تفہیم المسائل بحوالہ غرائب فی تحقیق المذائب) تفسیر کبیر چھاپہ مصر جلد ۵ صفحہ ۳۳ میں مرقوم ہے کہ یعنی اگر تو نے سوائے اللہ کے کسی سے نفع یا نقصان چاہا پس تو ظالموں سے ہوگا۔

مگر شیعیت کے تصور معصومیت و دوازدہ آئمہ نے اس شرک کو ایسی وسعت دی کہ اس میدان میں بعض اہل سنت ان سے بھی دہاقتہ آگے بڑھ گئے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول دیکھ لیا۔ اب شاہ احمد رضا کا ارشاد بھی سن لیجئے۔

سوال: بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرجہ و قبر اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بلا شک و شبہ غیر کعبہ معظمہ کے طواف تعظیماً ناجائز ہے اور غیر خدا کو



سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں بھی اختلاف ہے اور  
احوط (ریاضہ مناسب) منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کو  
ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کم از کم چار ہاتھ فاصلے سے کھڑا ہو  
یہی ادب ہے۔

رماخوذا حکام شریعت ص ۲۵۹ از اعلم حضرت (نعل کتبہ مزار مولوی سردار احمد لاہپور  
امام ابو حنیفہ رحمہ سے لے کر مولانا احمد رضا تک اس قسم کے اقوال کے باوجود  
ہم سینکڑوں سنوں کو سجدہ تعظیمی اور طواف قبر کے جواز پر مصر اور عامل پاتے  
ہیں بلکہ پچالوے فیصدی کو اپنی ان گنہگار آنکھوں نے قبروں پر سجدہ ریز پایا  
اور جب حکم شریعت سنانے کی جرأت کی تو وہابی کے لقب سے ملقب ہو کر رہ  
گیا اور با تعظیمی سجدہ کے جواز میں قرآن وحدیث کے غلط معنی اور مفہوم سے  
شور مچا کر اصل مسئلہ سے ہی فرار کی راہ تلاش کرتے نظر آئے۔

آتش پرستی سے ملوث نسلی عصبیت نے شیعوں کو قبروں پر چراغ جلانے  
کا راستہ دکھایا۔ اور شیعوں سے بعض جاہل سنیوں نے اخذ کر کے اسے ایک اہم  
موضوع بنا کر بڑی باقاعدگی بلکہ نظم و ضبط سے اس کا سلسلہ شروع کر دیا اور  
اس ڈھونگ نے ان لوگوں کو اہل قبور سے استمداد کا گڑسکھا کر جہلا کی جبین خالی  
کوانے کی تدبیر سمجھائیں اور جب دیکھا کہ فریب کاری کا یہ دام ہم رنگ آشیانہ ہو  
چکا ہے تو اسے دو آتشہ کرنے کے لیے اس بدعت سنیہ بلکہ امشرکانہ فعل کا جواز  
ثابت کرنے کے لیے تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کر دیا یہ گویا آگتے جاؤ اور  
پھانتے جاؤ کے لیے ایک کامیاب تر پھندا تھا جس میں لاکھوں بلکہ کروڑوں موصدین  
کی گردنیں پھنستی چلی گئیں اور پھنستی جا رہی ہیں۔ آج اگر کوئی مرد مومن کسی  
وقت عوام کی گردنیں ان پھندوں سے آزاد کرانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ  
چالاک اپنے صید کی گردن میں بڑی چابکدستی سے دو چار گانٹھیں اور لگا دیتے ہیں۔  
اس باب میں فقہ حنفی کیا کہتی ہے۔

اخراج المشموع الی المقابر بدعتہ لا اصل لہ (عالمگیری)  
یعنی قبروں پر چراغ جلانا ایک بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں (در مختار)



فقہ کی کتابوں میں آخر ایسا کیوں نہ لکھا جاتا جبکہ رسول کریم کا صاف ارشاد موجود ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امیر القبور والمتخذین علیہا المسجد والسرج (رواہ الترمذی والنسائی) مشکوٰۃ شریف

لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرین القبور پر اور جو پکڑیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں اور قبروں پر چراغ روشن کریں)۔

شاہ رفیع الدین کے فتاویٰ میں ہے کہ ارتکاف محرمات از روشن کردن چراغها ولبوس ساختن قبور و نواختن معارف بدعات شیعه اند حضور جنیں مجالس ممنوع است اگر مقدور شد محل ای حدیث:

من رای منکومنکراً فلیغیرہ بیدکان لریستطع بلسانہ وان یلم لیستطع بقلبہ و ذالک اضعف الایمان۔

”ایسے محرکات کا ارتکاب یعنی قبروں پر چراغ جلانا اور ان پر کپڑے پہنانا اور سرود و ساز بدترین بدعتیں ہیں اور ایسی مجالس میں شامل ہونا منع ہے اور اگر مقدور ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ جب تم میں سے کوئی کسی کو منکر کام میں مشغول پائے تو ہاتھ سے کام لے۔ یعنی اسے مار کر منع کرے۔ اور اگر سزا دہی کی قدرت نہ رکھتا ہو تو زبان سے بھلے ایسے منکرین سے خطرہ ہو تو انہیں دل سے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ چراغاں کرنا بدعت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے نزدیک چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ منت مانتے ہیں اور اس کا ایفا کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر چراغاں کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے اس طرح پر جب کتب فقہ و حدیث اور تحریرات علماء میں نکلاتو میں نے بلا خوف و خطر اس کو ترک کر دیا۔

(ارشاد الطالبین ص ۱۸)

عجب حیرت کا مقام ہے تیس تیس سال کی رڑکیاں گھر بھٹائے رکھو اور ان کا نکاح نہ کرو۔ داڑھی منڈاؤ اور تاش کھلو۔ بھنگ چرس اور شراب پیو اور



اور سینا دیکھو۔ جھوٹی گواہیاں دواور نکاح پر نکاح پڑھاؤ جھوٹا بیچ کے  
پلندے جمع کر کے جاہلی عوام کے سامنے اپنی ولایت کا ڈھونگ اور غیب دانی  
کا سواگت بھر دیکر مسلمانوں میں فرقہ آئے اور ہاں اگر کوئی اللہ کا بندہ ان عمرات  
اور امورات شیعہ سے اپنے دُکھی دل کے ساتھ بوجہ اللہ باز رہنے کی تلقین کرے  
تو اس پر دہا بیت کی چاپ لگا کر کفر کا فتویٰ جرّودہ خرد کا نام جنوں رکھ دیا۔  
جنوں کا خرد۔

بعض کو دن طبع یہ بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
روضہ مقدس پر روشنی ہوتی ہے۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ تم نے کب  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر روشنی ہوتی دیکھی ہے۔ روشنی تو مسجد نبوی  
میں ہوتی ہے۔

## مسجد نبوی اور مقصورة النبویہ الشریفیہ

مقصورة النبویہ الشریفیہ مسجد نبوی کے قبلہ رخ انسان کے دست چپ اور  
جانب شرق واقع ہے۔ مسجد چاروں طرف سے بڑھائی گئی مگر اس طرف سے  
اس وجہ سے نہ بڑھائی گئی کہ اس صورت میں مقصورہ مبارک مسجد کے وسط میں  
آجلے گا۔ اور چاروں طرف سے کھلا ہونے کی حالت میں طواف کی شکل پیدا ہو  
جلے گی۔ مقصورہ مبارک کا اندھنی مجرہ صدیقہ کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا  
مسکونہ مکان ہے جس کی بنیاد ہجرت کے بعد پہلے سال رکھی گئی جس کی دیواریں  
آج تک اپنی اصلی حالت میں کچی اینٹوں کی ہیں اور تہ بہت شریف بھی کچی حالت  
میں ہے مقصورہ مبارک سب سے پہلے ۶۶ھ میں شاہ مصر سلطان الظاہر کن الدین  
بیرس نے تعمیر کرایا اس سے پہلے اندر کا چوبی جنگلہ تھا جس سے پہلے خطارہ مرقد صاف  
نظر آتا تھا چوبی جنگلہ کے نیچے اس سے پہلے ۵۵ھ میں نور الدین زنگی نے گری خندق  
کھود کر ایک خواب کے تحت رصاص سے بھر دیا تھا۔

۱۷ تاریخ کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے موجود ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)



۶۹۲ھ میں رکن الدین نے جنگلا تبدیل کر دیا جو آدم قد تھا اور اس میں تین دروازے رکھے زین الدین عادل نے ۸۵۸ھ میں اسے مسقف کر دیا جب اسے آتشزدگی نے تباہ کر دیا تو ۸۸۶ھ موجودہ مقصورہ سنگ رخام کے ستونوں اور محرابوں سے تیار کیا گیا۔ گنبد عالی جسے اب قبة خضرا سے موسوم کیا جاتا ہے اسی مقصورہ کی دیواروں پر ہے۔

مقصورہ کی عمارت مربع ہے اس سے جالیوں کے اندر دیکھا جائے تو اندر کی عمارت جو مخمس یا مسدس شکل کی ہے اور قیمتی اجار سے بنائی گئی ہے نظر آتی ہے۔ اس خطار کو ۸۸ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بنوایا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے مربع کی شکل میں اس لیے نہ بنوایا کہ لوگ اسے مثل کعبہ سمجھ کر کہیں اس کا طواف ہی نہ کرنے لگ جائیں۔ اب تمام عمارت ملبوس ہے۔

مقصورہ اور خطار کا درمیانی فاصلہ ۷ فٹ سے ۱۰ فٹ تک ہے، ۱۷ رمضان ۱۰۰۰ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سلطان نور الدین زنگی کو خواب میں تین شب متواتر ہی علیہ السلام دو گر بہ چشم آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے رہے۔

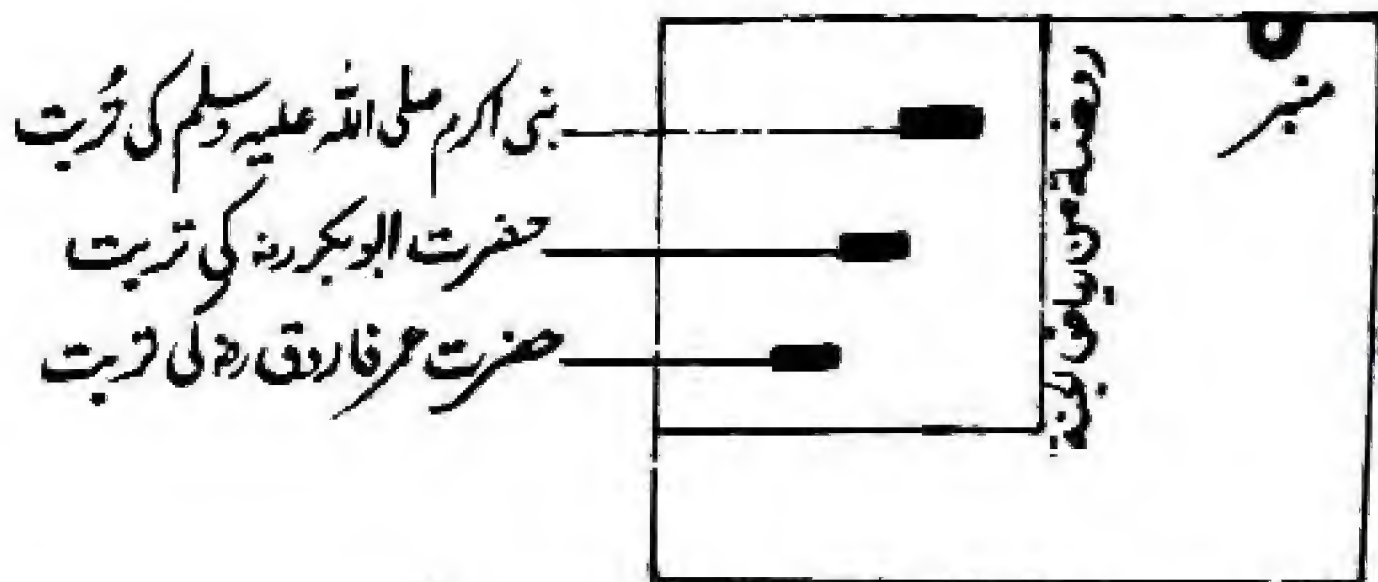
انجذنی انقذنی من ہذین

سلطان نے تین روز ساڈنیاں منگو کر بیس آدمی ساتھ لیے اور مصر سے سولہ روز میں مدینہ پہنچ گیا تمام اہل شہر کو اکٹھا کیا اور دیکھا مگر وہ دو گر بہ چشم نظر نہ آئے دریافت سے معلوم ہوا کہ صرف دو درویش طبع بزرگ مسجد نبوی میں باقی ہیں جو مسجد سے نکلتے ہی نہیں سلطان نے انہیں طلب کیا اور دیکھتے ہی پہچان لیا دونوں نے دریافت پر بیان کیا کہ ہم عیسائی ہیں اور ہمیں فلاں بادشاہ نے نبی علیہ السلام کی نعش مبارک نکال کر لانے کے لیے بھیجا ہے ہم رات کو ساتھ والے مکان سے جو بالائش کے لیے رکھا ہے سُرنگ کھودتے ہیں مٹی چرمی تھیلیوں میں بند کر کے دن کو بقیع کی طرف زیارت کے بہانے پھینک آتے ہیں سلطان نے دونوں کو قتل کر دیا ان حالات کو سن کر سلطان زار و زار روتا تھا اور اسے صبر نہ آیا تھا اس وقت اکلنے چاروں طرف خندق کھود کر اسے اصام سے بھر دیا۔



کو حضرت صدیقہ کائنات کی وفات کے بعد حجرہ شریف کا دروازہ بند کر دیا گیا اور اس وقت سے آج تک مرث دو آدمیوں کو اندر داخل ہونے کی سعادت ملی ہے ۱۹۸۸ء میں اندر دھماکے کی آواز پیدا ہوئی تو خلیفہ کی منظوری سے عمر انسانی موصی کو خطار مرور کی چھت سے اندر پہنچایا گیا۔ معلوم ہوا کہ دیوار سے ایک اینٹ گری ہوئی ہے مسجد نبوی کی مٹی سے اینٹ بنا کر اندر بھیجی گئی اور انہوں نے دیوار درست کر دی۔ قبور پر جو مٹی گر گئی تھی اسے انہوں نے اپنی ریش سفید سے صاف کیا۔

۹۱۱ھ میں ابوالحسن علی نور الدین مصنف خلاصۃ الوفا باخبار دارالمصطفیٰ کو حجرہ منورہ کی ارض مقدسہ کی زیارت کی دولت جاوید کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب صفائی کرتے ہوئے حجرہ منورہ کی اصل زمین نظر آئی تو ایسی رواج سے دماغ مشام معطر ہوا کہ آج تک کسی عطر میں ایسی خوشبو نہ پائی گئی۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۷۷ھ کے بعد مرث دو آدمی حجرہ شریف میں داخل ہوئے تو کب؟ کیسے؟ کس نے اور کہاں؟ ان مبارک اور مقدس محدود پر چراغ جلا رکھے ہیں۔ تین دیواروں کے اندر پوشیدہ قبور مبارکہ کو کسی شیعہ یا کسی نام نہاد سنی بزرگ نے اپنے زور باطن سے دیکھا ہوگا اور ان سے یہ سب کچھ بعید بھی نہیں مگر عام انسانوں کی آنکھیں تیرہ سو سال سے اس نعمت سے محروم ہیں۔



حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاؤں دیوار کے نیچے تک آگئے ہیں ۵۲۸ھ میں صاف کرتے ہوئے مٹی ادمرادھر ہوئی تو آپ کا ایک پاؤں ننگا ہو گیا جو بالکل زندہ انسانوں کی طرح تھا جس طرح نبی کا جسم مٹی نہیں کھا سکتی اسی طرح نبی کے ساتھیوں کے جسم بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھے ہیں۔



تبصرہ: یا علی رضہ اور یا عباس علمدار وغیرہ کے نعروں سے متاثر ہو کر بیکار مگر عیار، جاہل مگر ہشیار کام نہ کر کے کھانے والے مگر مکار قسم کے لوگوں نے صوفیوں، پیروں، درویشوں اور فقیروں کے لباس میں جلب منفعت کے لیے اس مشیرکانہ فعل کو خوب شہرت دی۔

شیعوں میں اس مشرکانہ فعل کا آٹھویں صدی ہجری کے آخر تک کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ شیعوں کے ہاں تبرا بازی تو درکنار اصحاب ثلاثہ کی عزت و تکریم کا ثبوت ملتا ہے۔

۴۸ھ میں حسن خان گنگو نے دکن میں بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی بارہ سال حکومت کرنے کے بعد حسن کے مرنے پر محمد شاہ اول اس کا جانشین بنا۔ تخت نشینی سے چند سال بعد گلبرگہ میں اس نے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی۔ اس کے محراب و منبر پر اس نے تین کتبے تیار کرائے۔ ان کی شکل کچھ اس قسم کی تھی۔

اللہ محمد علی فاطمہ حسن حسین		
عثمان علی		البوبکر عمر
اکبر		اللہ

یہاں کسی نام کے ساتھ ”یا“ کا اضافہ نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بہت بعد بلکہ درست یہ ہے کہ نوابان اودھ کے زمانہ میں اس کا رواج ہوا یا مصنف بیگمات اور دھنے بھی اپنی کتاب میں اس قسم کا ایک نقشہ دیا ہے۔

۲۔ نبی علیہ السلام اور حضرات شیخین کی قبریں آج تک معجزہ اپنی اصلی کچی حالت میں موجود ہیں۔ مگر ان مجاہدین رسول کا لا ترفعوا اَصْوَاتُکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النبی کے متعلق کیا خیال ہے جنہوں نے آج ہر گھوڑے شاہ۔



لکھنؤ شاہ، بوٹی شاہ اور خاکی شاہ کے مفروضہ مزاروں پر ہزار ہا روپے کے بے جا اسراف سے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں ہیں نبی کا ادب اور تعظیم کوئی ان سے کہے یا بلجے۔

## باغ فدک

حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق شیعہ حضرات کا سب سے بڑا اعتراض باغ فدک کے متعلق ہے ان کا موقف ہے کہ باغ فدک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتی جائداد تھی اور آپ کے وصال کے بعد باغ فدک بطور وراثت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملنا چاہیے تھا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصب کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا۔

اس بات پر فریقین متفق ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمدن کی مدت ہر ایا کے علاوہ غنیمت، فنی اور زکوٰۃ پر مشتمل تھی غنیمت اور زکوٰۃ کی تقسیم کا فیصلہ قرآن میں واضح فرما دیا گیا ہے۔ فنی کے معاملہ میں سورہ حشر میں ارشاد ہے مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلسَّيِّدِ الْقُرْبِيِّ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَذَلِكَ يبين الاغنياء منكر۔ یعنی جو فنی بنادے اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر بستیوں والوں سے وہ واسطے خدا کے اور رسول کے اور واسطے قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے تاکہ نہ آدے لینے دینے میں دولت مندوں کے تم میں سے۔

شیعوں کی مشہور اور معتبر کتاب۔

صافی شرح اصول کافی۔ میں ہے کہ یہ آیت اُتری یہی باغ فدک کے بارے میں تھی اس لحاظ سے فدک بیت المال کا مال تھا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں تصرف متولیانہ تھا۔ مانکا نہ نہیں تھا۔ اور جس مال میں متولیانہ تصرف کا حق ہو اس میں ملکیت نہیں سوتی نہ وہ مال متولی کسی دوسرے کو ہبہ کر سکتا ہے نہ متولی کی وفات کے بعد اس میں وراثت کا قانون جاری کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب تفسیر خلاصۃ المنہج میں فی کی تعریف کی گئی ہے کہ



”فی آں مالیست کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدو دل قال و آں رسول را باشد در حیات دے و بعد از دے کہ قائم مقام اد باشد۔“

”یعنی فی وہ مال ہوتا ہے جو مسلمانوں کو بغیر لڑے کفار سے ملے اور رسول اللہ کی حیات میں انہیں کو تصرف کا حق ہوتا ہے اور بعد میں جو ان کا قائم مقام ہو۔“ اس کی تفسیر میں امام جعفر صادق کی ایک روایت تفسیر صافی میں ملتی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے وَاٰتِ ذٰی الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمَسٰکِیْنَ نَازِلٌ فَرَمٰی تُوْر سَلٰہُ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ مسکین تو میں نے پہچان لیے بتائیے ذی القربى کون ہیں؟ جبریل نے جواب میں عرض کیا کہ وہ آپ کے رشتہ دار ہیں جو زیادہ قریبی ہیں۔ پس حضور نے حسن و حسین و اود فاطمہ و زہ کو بلایا اور کہا کہ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ مال فی میں سے تم کو عطا کر دوں۔ اسی قسم کی ایک اور روایت معمولی سے تغیر لفظی کے ساتھ اصول کافی الی واللہ منہ مطبوعہ طہران میں ملتی ہے پھر لطف یہ کہ آیت ذی القربى حقہ بالانفاق فریقین کی ہے۔ کیونکہ یہ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے جو مکہ ہے اور فدک کے متعلق ہجرت کے ساتویں سال فتح خیبر کے بعد حکم ملتا ہے پھر آپ نے فی میں سے تم کو عنایت کر دوں۔“ اول تو روایت کے لفظ ہیں۔ ”فی میں سے“ یعنی کچھ حصہ۔ اور دوسری بات یہ کہ حضرت حسینؑ کی پیدائش سلمہ اور حضرت حسینؑ کی پیدائش سلمہ میں ہوئی۔ گویا امین کے پیدا ہونے سے نو دس سال پہلے ہی نبی علیہ السلام نے بلا کرنے میں سے کچھ حصہ انہیں دے دیا۔ شان نزول کے لحاظ سے یہ روایت قطعاً موضوع ہے۔

اب اصول کافی کی روایت بھی سن لیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم پر مکہ معظمہ میں سورۃ بنی اسرائیل میں وَتَقْضٰی بَابُکَ سے لے کر خَبِیْرًا بَصِیْرًا تک نازل فرمائی رباب الکفر والایمان ص ۱۱ اور آیت اٰتِ ذٰی الْقُرْبٰی بھی انہیں آیات میں سے ہے۔

اگر ہبہ فدک کی روایات پر اور کوئی بحث نہ کی جائے اور نہ کوئی دلیل پیش کی جائے تو بھی یہ دلیل کافی ہے۔



اب پہلی آیت پر غور کیجئے وہاں بھی ذی القربیٰ کے ساتھ مساکین وغیرہ کی قید موجود ہے اسی سے بھی معلوم ہوا کہ فدک پر صرف سیدہ فاطمہؓ کا حق نہیں تھا اور پھر قانون وراثت کے تحت بھی اگر اسے تقسیم کیا جانا تو نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات بھی حصہ دار تھیں۔ مگر آج تک کسی کتاب میں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات نے کسی وقت بھی اس بات کا دعویٰ کیا ہو۔

پس قرآنی آیات کے واضح دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی ملک میں نہ تھا اس لیے آپ نہ ہیہ کر سکتے تھے اور نہ آپ نے ایسا کیا جن روایات میں ایسا کرنا مذکور ہے وہ سب باطل اور من گھڑت ہیں۔ شیعوں کی مشہور کتاب شرح مواقف مقصد رابع ص ۳۵ کی روایت پر غور کیجئے۔ اگر کہا جائے کہ حضرت فاطمہؓ نے یہ دعویٰ کیا کہ فدک انہیں ملا تھا اور حضرت علیؓ اور حسینؓ نے اور ام کلثومؓ نے گواہی دی تھی۔ مگر کہا جائے: "اس سے صاف عیاں ہے کہ ایسا وقوع میں آیا نہیں بلکہ فرض کیا گیا ہے۔ بعض کتب اہل سنت میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ہیہ فدک کے دعویٰ کو تسلیم کر کے ایک وثیقہ لکھ دیا تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے وہ وثیقہ لے کر بھاڑ دیا۔ (تفسیر درمنثور)

مگر اس روایت کے تمام راوی شیعہ ہیں۔ ابویحییٰ تمیمی شیعہ تھا (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۱۸۱) عہاد بن یعقوب شیعہ تھا اور صحابہ کرام کو بہت برا جانتا تھا (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۹) فضیل بن مرزوق غالی شیعہ اور موضوعات کا عادی تھا (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۲) عطیہ عوفی کوئی شیعہ اور کذاب تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۸۱) امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے اپنے بندے پر قرآن

درمنثور میں سیوطی نے تاریخ الخلفاء کی طرح رطب و یابس جمع کر دیا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں سیوطی درمنثور جمع احادیث مناسبہ بقرآن مناسبہ نمود قطع نظر از صحت و سقم تا بعد ثلثہ آنہار المیزان علم خود سنجلا قرۃ العین ص ۲۲۸ مشہور



نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے ڈرانے والا ہو کہ ان دونوں یعنی ابوبکر رحمہ اور  
 عمر نے ہمارے حق میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کم نہ کیا۔ (وفاء الوفا جلد ۲ ص ۱۶)  
 کتب شیعہ کی تمام روایات اخبار احاد ہیں اور پھر کسی روایت کا سلسلہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا مگر نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا  
 صدقۃ ہم انبیاء ہیں ہم نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا  
 ہے۔ ہمارا ترکہ صدقہ بن جالب ہے اس حدیث کے راوی حضرت علی رحمہ حضرت حذیفہ  
 حضرت زبیر بن عوام رحمہ حضرت ابودرداء رحمہ حضرت ابوہریرہ رحمہ حضرت عثمان رحمہ  
 عبدالرحمن بن عوف رحمہ، حضرت سعد بن وقاص رحمہ حضرت عباس رحمہ اور حضرت  
 ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں اور حضرت عباس رحمہ خود بھی قانون وراثت کے  
 لحاظ سے فدک کے حصہ دار تھے۔

غرضیکہ یہ روایت تواتر کے درجہ تک پہنچ چکی ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ  
 کی گنجائش نہیں۔

حقیقت میں شیعہ خود بھی وراثت کے قائل نہیں۔ حضرت عثمان رحمہ کی شہادت  
 کے بعد جب حضرت علی رحمہ خلیفہ ہوئے تو فدک کے متولیانہ حقوق پر قابض  
 ہوئے اگر وراثت کا قانون جاری ہوتا تو فدک آپ کے تمام بیٹوں اور بیٹیوں  
 میں تقسیم ہوتا۔ اگر حضرت علی رحمہ کے بارے میں یہ اصول قائم رہا تو رسول کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیوں برقرار نہیں رہ سکتا۔

انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہ ہونے کے شیعہ خود بھی قائل ہیں چنانچہ  
 شیعوں کی اصح الکتاب اصول کافی اور دوسری بڑی بڑی کتابوں میں یہ حدیث  
 موجود ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء و انما  
 ان الانبیاء لیسوا ورثۃ ادم ہما ولادینا و انما اوراثوا احادیث من  
 احادیثہم فمن اخذ بشئ منها فقد اخذ حظا وافرًا۔

”حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ علماء دین ہی پیغمبروں کے وارث ہوتے ہیں  
 اور یہ اس لیے کہ پیغمبروں نے کسی کو سونے چاندی کا وارث نہیں بنایا انہوں نے



تو صرف شریعت کی باتوں کا وارث بنایا ہے جس شخص نے ان بزرگوں کی حدیثوں میں سے کچھ بھی حاصل کر لیا اس نے بڑا بھاری نصیب حاصل کر لیا۔

(اصول کافی باب صفة العلم وفضلہ مشہ)

اس حدیث میں لفظ ائمتہ آیا ہے اور کلام عرب میں ائمتہ کا لفظ کلمہ حصر کہلاتا ہے اس لحاظ سے اس حدیث میں پیغمبروں کی وراثت کو صرف ان کی احادیث اور روایات میں محدود کر دیا گیا ہے۔

سونا، چاندی، مویشی، اراضیات، باغات، مکانات تمام دولت ہیں اور دولت ہی سونا چاندی ہے۔

اسی حدیث کی شرح میں شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ:

بل امر او مانا الیہ من عملة اموالہم وما كانوا یقنون بہ یورثونہ  
هو العلم دون المال و مراۃ العقول شرح اصول کافی جلد ۱ ص ۲۳

بلکہ اس سے مراد وہ ہے جس کا ہم نے اشارہ کیا ہے کہ انبیاء عمدہ اموال میں سے اور اس چیز میں سے جس کے ساتھ اعتنا کرتے ہیں اور اپنا وارث بناتے ہیں علم ہے مال نہیں۔ کتنے صاف الفاظ میں ملایا قرآن بیان کیا ہے کہ مال خواہ کس قسم کا ہو اس میں انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی بلکہ صرف علم میں وراثت ہوتی ہے پھر یہ باغ فدک میں وراثت کی لم کیسی؟

محقق قزوینی لکھتے ہیں کہ نبی اور ولی کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(الصافی شرح اصول کافی جز سوم حصہ دوم)

پس زکوٰۃ نہ ہوتی تو ملک ذاتی نہ ہو جب ملک ذاتی نہیں تو سلسلہ وراثت مالی نہ رہا۔ اصول کافی میں ایک اور روایت ہے۔

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ خدا کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ علماء دین پیغمبروں کے وارث ہوتے ہیں اس لیے خدا کے پیغمبر سونے چاندی کا کسی کو وارث نہیں بناتے

لیکن وہ علم دین کا وارث بناتے ہیں۔ (اصول کافی جلد ۱ کتاب فضل العلم ص ۳۴)  
فقہاء ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ انبیاء درہم و دینار کی وراثت جاری نہیں کرتے بلکہ ان کی وراثت علم ہوتا ہے (من لا یحضرہ الفقیہ باب المواعظ



سلمان، داؤدؑ کے وارث ہوئے اور محمدؐ، سلیمان کے۔ اور ہم محمدؐ کے وارث ہیں۔ (اصول کافی جلد ۱ ص ۱۲۱)

نبی علیہ السلام حضرت سلمانؑ کی کس جائیداد کے وارث ہوئے وہ وراثت مال و دولت کی تھی یا صرف علم کی؟

اصول کافی کے متعلق شیعوں کے ”امام مہدی علیہ السلام“ امام غائب عالم علم ماکان دیکھنے نے فرمایا ہے کہ هَذَا كَافٍ لِشُعْبَتِنَا يَهْمَارُ شِيعُونَ كَلِّے كَافِی ہے۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں پیغمبروں کی زبان سے وراثت کا لفظ دیا ہوا ہے وہاں وراثت سے مراد علم ہی ہے۔

اگر فدک نبی کی ذاتی جائیداد تھی تو سیدہ فاطمہ کی التجا پر نبی اکرمؐ ضرور کچھ عنایت فرماتے اور تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر کی تلاوت کی ہدایت فرما کر نہ فرماتے تمہارے لیے یہ کافی ہے۔ سبحان اللہ نبی نے وراثت تقسیم کی اور کتنی بہترین۔

میرا مقصد اس وضاحت سے بطور بحث کے کچھ بیان کرنا نہیں بلکہ صرف حقیقت حال کی وضاحت ہے ورنہ معتبر کتب شیعہ سے سینکڑوں صفحات لکھ جاسکتے ہیں۔

اب مختصراً شیعوں کی زبان سے فدک کی کیفیت بھی سن لیجئے۔

مہدی عباسی نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے عرض کیا کہ آپ فدک کی حدود و بیاہی فرادیں تو آپ نے فرمایا ایک حد اس کی اُحد پہاڑ ہے دوسری حد اس کی عرش مصر ہے تیسری حد اس کی سمندر کا کنارہ ہے اور چوتھی حد اس کی دومتہ الجندل ہے۔

(مصافی شرح اصول کافی کتاب الحجہ ص ۲۴)

ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ فدک لے لیں میں آپ کو واپس دیتا ہوں تو حضرت نے انکار فرمایا جب ہارون الرشید نے انکار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ خواہ مخواہ تم مجھے فدک دینا چاہتے ہو تو اس کے پورے حدود مجھے دو پھر میں لینے کے لیے تیار ہوں۔ ہارون نے پوچھا کہ اس کے حدود کیا ہیں۔ پس حضرت نے فرمایا کہ اس کی حد اقل عدن پس ہارون کا رنگ فق ہو گیا



دوسری مد سمرقند یہ سنکر ہارون کا رنگ دہ ہو گیا۔ تیسری ملافریقہ ہے۔ بس  
ہارون کا رنگ سیاہ ہو گیا اور چوتھی مد سیف البحر ہے جو جزائر آرمینیہ سے  
ملتی ہے تب ہارون نے کہا کہ پھر حملہ لے کیا رہ گیا ہے؟  
پس حضرت نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی تمہیں کہہ دیا تھا کہ جب فدک کی  
مد دو متعین کر کے بتاؤں گا تو تم نہ دے سکو گے (اور نہ نمانیہ میں)

اس امر سے یہ بحث نہیں کہ دونوں روایتیں امام موسیٰ کاظم سے مروی ہیں اور  
دونوں روایتیں شیعوں کی دو معتبر کتابوں میں مرقوم ہیں اور دونوں میں بتین تغلو موجود  
ہے۔ وضاحت صرف اس امر کی مقصود ہے کہ آیا واقعی فدک اس قدر وسیع تھا اور  
وہ علاقے بھی فدک میں شامل تھے جن میں نبی علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام ہی نہیں  
پہنچا تھا۔

شیعہ حضرات، اصحاب ثلاثہ کی دشمنی ہی بے خود چھوڑ کر اپنے آئمہ کرام پر بھی بہتان  
باندھنے اور افتر کرنے سے بھی نہ چوکے۔

فدک کا رقبہ کتنا تھا؟

فدک بفتحین خیبر کا ایک گاؤں ہے (مراجع)  
فدک ایک بستی کا نام تھا جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر تھی۔

(قاموس۔ منتخب مصباح اللغت، منجم البلدان حموی وغیرہ)

یہ ایک بستی ہے جو مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے۔

فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ مصر

الفرض است میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے یہودیوں نے جو سازش تیار کی تھی۔  
فدک بھی اس سازش کا ایک جزو تھا۔ فدک کا معاملہ بالکل صاف اور واضح تھا اور  
آج تک صاف اور واضح ہے جس حدیث میں غضب والا اضافہ ہے وہ ابن شہاب  
زہری کا ایک قیاس ہے شیعہ کتب میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شیعہ تھا۔

ابن شہاب پہلے سنی تھا پھر شیعہ ہو گیا (شیخ عباس ثنی تیمتہ المنشی مسئلہ)  
بین الغزال فی اسماء الرجال میں بھی اس کو شیعہ کہا گیا ہے۔

یہاں محدثین کی چھان بین کی داد دیے بغیر نہیں رہا جانا جنہوں نے اپنی علمی



کارشوں سے تعلقہ میں مستور شیعوں کو بھی گھسیٹ کر باہر نکالا اور امت کو ان سے آگاہ کیا۔

شیعہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے درمیان کسی قسم کی ناجاتی یا شکر ربی نہ تھی۔ چنانچہ عبد اللہ بن نیر اسماعیل سے وہ عامرے اور وہ شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اجازت مانگی۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ دروازے پر ہیں اگر آپ چاہیں تو انہیں اجازت دوں۔ سیدہ فاطمہؓ نے کہا۔ کیا یہ آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے حضرت علیؓ نے جواب دیا ہاں۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کلام کیا اور وہ حضرت ابوبکرؓ پر راضی تھیں اور راضی کیوں نہ ہوتیں وہ تو انہیں خلیفہ برحق سمجھتی تھیں اسی لیے ان کے پاس اپنا مقدمہ لے گئی تھیں۔ ورنہ امام جعفر صادقؑ کا قول ہے حکام جور کے ہاں مقدمہ لے جانا حرام ہے (نزہۃ کافی جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ برحق نہیں تھے تو حضرت فاطمہؓ کا ان کے پاس مقدمہ لے جانا حضرت فاطمہؓ کی معصومیت کے خلاف ہے اب قابل غور امر یہ ہے کہ انہوں نے دخوی کرنے کے بعد خلیفہ برحق کا فیصلہ تسلیم کیا یا نہیں۔ اگر فیصلہ تسلیم کیا تو پھر شیعوں کو صدیق اکبرؓ پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں اور اگر فیصلہ تسلیم نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا اس صورت میں انہوں نے بقول حضرت جعفر صادقؑ ایک حرام فعل کا ارتکاب کیا ہے ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو؟

گذشتہ صفحات میں امام محمد باقرؑ کی ایک روایت بیان کی ہے جس میں انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے ہمارے حق میں رائی بھر کی نہ کی چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جب حضرت سیدہ فاطمہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ خدا کے رسولؐ فدک کی آمدنی سے تمہارا حق علیحدہ کر لیا کرتے تھے اور جو کچھ باقی بچ جاتا وہ مسکینوں میں تقسیم کر دیتے اور اس میں سے جہاد کے لیے سواریاں بناتے تھے خدا کی رخصندی کے لیے مجھ پر تمہارا حق ہے کہ فدک کے معاملہ میں وہی کارروائی جو رسول خداؐ اپنی



زندگی میں کیا کرتے تھے۔

فرضیت بذاک۔ پس جناب زہراؑ اس بات پر راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکرؓ سے عہد لیا۔ پھر آپ فدک کی آمدنی سے آپ کو اسی قدر دیتے تھے کہ سال بھر کے اخراجات کے لیے کافی ہوتا۔ پھر باقی نفعانہ نے بھی اسی طرح کاروائی جاری رکھی۔

شرح نہج البلاغۃ ابن ہشیم البحرانی ص ۵۲ مطبوعہ ایران

چونکہ فدک کی آمدنی سے انہیں اخراجات کے لیے کافی مال مل جاتا تھا اسی لیے سیدنا علیؑ نے اموال غنیمت میں سے خمس لینا بند کر دیا تھا۔ چنانچہ ابوداؤدؓ میں ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے بلایا اور کہا کہ خمس لے لو میں نے کہا میں خواہش نہیں رکھتا۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ کہا کہ لے لو چونکہ تم زیادہ حقدار ہو۔ میں نے کہا ہم لوگ خمس سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے بیت المال میں داخل کر دیا۔ ابوداؤد جلد ۲ یا سنی بیان مواضع الخمس

اس سے معلوم ہوتا ہے سیدنا علیؑ کو فدک کے مال نے اس قدر مرزہ الحال کر دیا تھا کہ وہ خوشی سے خمس کے مال سے دستبردار ہو گئے تھے۔

حضرت فاطمہؑ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے باہمی تعلقات کے متعلق چند اور جید اور قوی حوالجات بھی سن لیجئے۔

شرح ابن ابی الحدید شیعوں کی ایک نہایت معتبر کتاب ہے اس میں مرقوم ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے جب میراث طلب کی تو خلیفہ اولؓ نے کہا جو آپ کے مورث کا حق تھا وہی آپ کو ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ باغ فدک میں سے آپ اپنے عیال کا گزارہ لے لیتے تھے اور باقی تقسیم کر دیتے تھے یہ سن کر فاطمہؑ اس پر رنماند ہو گئیں (ص ۵۲)

شیعوں کی معتبر کتاب شرح نہج البلاغۃ ابن ہشیم بحرانی جزو ۵ ص ۳ اور شرح نہج البلاغۃ درہ بحفیہ مطبوعہ طہران ص ۲۲ پر مرقوم ہے کہ:-

حضرت صدیق اکبرؓ نے جناب سیدہ کی خدمت میں عرض کیا کہ رسول اللہؐ فدک کی پیداوار سے تمہارا خرچ لے لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ تقسیم فرماتے اور جہاد وغیرہ میں سواریاں لے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر تم سے معاہدہ کرتا ہوں کہ میں



فدک میں اسی طرح کروں گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس فیصلہ پر ماضی اور خوش ہو گئیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس بات کا عہد لیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیدوار وصول کر کے اسی سے آپ کو کافی ودائی خرچ دے آتے تھے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت تک تمام خلفاء نے یہی عمل جاری رکھا گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک یہی عمل جاری رہا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بقول شیعہ مصنفین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی اسی طرح عمل ہوتا رہا۔

پھر اب فدک فدک کی رٹ چہ معنی دارد

بقول شیعہ مصنفین ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی قسم کی شکریہ نہ تھی وہ خرچ دیتے تھے آپ کو خوشی لے کر اپنے تصرف میں لاتی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماء بنت عیسٰی اکثر آپ کی خدمت میں رہتی تھیں۔ حضرت سیدہ کی بیماری کے دنوں میں حضرت اسماء نے ہی تیمار داری کی۔ وفات کے بعد غسل بھی آپ نے دیا۔ (جلد العیون ص ۳۷)

خاتون جنت محلہ کی عورتوں سے میل جول نہیں رکھتی تھیں۔ ان کی بہنیں ہمایوں کے گھروں میں جاتی رہتی تھیں (الزہراء ص ۱۲۱) ایسی گوشہ نشین خاتون کو باناروں میں گھمانا۔ شیعوں کا ہی کام ہے اور بسوں کے لفظ پر بھی وہ شیعہ غور کریں جو نبی کی دوسری صاحبزادیوں کے منکر ہیں۔

اقول : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو خلیفہ اول تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو نبی علیہ السلام کی بیٹی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں ان کے درمیان تو شیعوں کی معتبر کتب میں کسی قسم کی شکریہ نہ تھی یا ناراضگی کا وجہ نہیں ملتا البتہ جن کھٹیا قسم کے شیعہ مصنفین نے جس ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جس فاطمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان بغض اور دشمنی کا ذکر کیا ہے نامعلوم وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور وہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کون ہا تاریخ ان کی طرف رہنمائی کرنے سے قاصر ہے۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے حافظ ابوبکر بیہقی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا



ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ان کو اندر بلایا دونوں میں راضی خوشی گفتگو ہوئی۔  
حافظ ابن کثیر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند جید اور  
قوی ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۵۸)

علاوہ انہی یہی روایت شیعہوں کی کتاب وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۵۸ طبعات ابی  
سعد جلد ۲ ص ۸۰ اور ریاض النضر میں بھی نہایت بسط کے ساتھ آئی ہے۔

یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ کا جنازہ بھی حضرت ابوبکرؓ نے پڑھایا۔ خبر دی بھوکو  
محمد بن عمرؓ نے کہ حدیث بیان کی ہم سے قیس بن ربیع نے مجاہد سے اور مجاہد نے شعبی  
سے کہا شعبی نے کہ حضرت زہراءؓ پر نماز پڑھی حضرت ابوبکرؓ نے۔ ہم کو خبر دی شبانہ  
بن سوار نے کہ حدیث بیان کی ہم سے عبدالاعلیٰ بن مساء نے حماد سے۔ حماد نے  
ابراہیم سے کہا ابراہیم نے کہ نماز پڑھی حضرت ابوبکرؓ نے فاطمہؓ بنت رسول اللہ  
پر پس آپ نے ان پر چار تکبیریں کیں۔

شیعہ کتب میں مسطور ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا بہینر حضرت ابوبکرؓ نے خرید لیا حضرت  
بلالؓ اور عمارؓ اٹھا کر لائے تینر حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کا حق تبر  
حضرت عثمانؓ نے ادا کیا۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۵) (جلال العیون)

حضرت فاطمہؓ کو ام رومان زہبہ حضرت ابوبکرؓ نے غسل دیا (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۲۵)  
اب ندک کے بارہ میں حضرت علیؓ کا رویتہ ملاحظہ کیجئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ نہیں ہے امام کے ذمے مگر وہی پروردگار کا حکم جس کو امام نے  
خود برداشت کیا ہے اور وہ پانچ امر ہیں۔

۱۔ لوگوں کو خوب وعظ کہنا۔

۲۔ لوگوں کی خیر خواہی میں خوب طاقت صرف کرنا۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنا۔

۴۔ سزاؤں کے حقداروں پر سزائیں قائم کرنا۔

۵۔ حقداروں کو ان کے حقوق واپس دلانا رنج البلاغہ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ مصر

صاف ظاہر ہے کہ ان پانچ امور میں سے دو امر فدک کے بارے میں حضرت علیؓ

پر عائد ہوتے تھے پیغمبر کی سنت کو زندہ کرنا جو بقول شیعہ خلفائے ثلاثہ نے مردہ کر دی



تھی چونکہ آپ نے ایسا نہیں کیا اس سے ثابت ہوا کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں کوئی سنت مردہ نہیں ہوئی تھی اور اگر آپ نے کسی وجہ سے تقیہ کر کے ایسا نہیں کیا تو امام تمام اور معصوم کا یہ فعل ان کی معصومیت کا نقیض ہے دوسرے یہ کہ آپ نے فدک کو حقداروں کے سپرد نہ کیا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ رحمہ نے جو کچھ کیا وہ عین ارشاد نبوی کے مطابق تھا اور اگر اس معاملہ میں بھی آپ نے لوگوں کے خوف سے ایسا نہیں کیا تو ذرا تقیہ کی شرائط پر بھی غور ضروری ہے۔

۱۔ بھاری ضرر کو دفع کرنے کے لیے منافع حاصل کرنے کے لیے نہیں۔

۲۔ تقیہ کی وجہ سے کسی کا قتل ہونا لازم نہ آئے۔

۳۔ تقیہ کے وقت عادل بادشاہ موجود نہ ہو۔

۴۔ تقیہ کسی جماعت کی گمراہی کا سبب نہ بنے۔

(عسائی شرح اصول کافی کتاب کفر والایمان جلد پنجم ص ۲۱۳)

آپ امام عادل خود تھے پھر فدک کا معاملہ ایک جہان کی گمراہی کا سبب بھی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ تمام اہل سنت نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو حق سمجھا ہوا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فدک وارثوں کے حوالے نہ کر کے ایسے بھیانک جرم (نقض بائعہ) کا ارتکاب کیا۔

حالانکہ مٹی بھر سا تھیوں کی موجودگی میں حضرت حسینؓ نے تقیہ نہ کیا کہ کہیں کوئی کسی قابض یا فاجر کی حکومت کو صحیح نہ تسلیم کرے۔

مگر بقول مصنف احتجاج طبرسی کچھ پکڑا حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ اور بیعت کر لی۔ (ص ۵۴)

نامعلوم یہ فدک کا ایک معمولی سا گاؤں کیوں شیعوں پر بڑی طرح سوار ہے۔ وہ فدک کے معاملہ میں اپنا موقف صحیح ثابت کرنے کے لیے جو لم بھی تراشتے ہیں اس کی تان آخر حضرت آئمہ پر جا کر ٹوٹتی ہے مگر اپنی ہٹ کے پکے ضد کے پورے پھر بھی میں نہ مانوں کی رٹ لگانے سے باز نہیں آتے۔ کوئی صاحب فلک النجات نامی کتاب کے مصنف ہیں۔ وہ اس معاملہ میں بڑے دور کی کوڑی لائے ہیں کہ کہ حضرت علیؓ نے فدک کے معاملہ میں صحیح رویت اس لیے اختیار نہ کیا کیوں کہ



حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فدک مروان کے قبضہ میں دے دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے چارج کے وقت وہ قبضہ میں نہیں ملا تھا۔

(فدک النجات ج ۱ ص ۴۷ طبع اقل)

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی کے قلب و نظر پر منہ اور عناد کی دبیر پٹیاں پڑھ جائیں تو وہ حواس باختہ ہو کر وہابی تباہی بکنے پر مجبور ہو جاتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امام اور اولوالامر ہیں پھر حقدار کو حق پہنچانا بھی خود ہی فرض فرماتے ہیں اور اس کے باوجود کہ مروان مدینہ میں موجود بھی نہیں بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاً بعد بھاگ کر دمشق چلا جاتا ہے آپ اپنے آپ کو اس پوزیشن میں نہیں پاتے کہ وہ قطعہ اراضی جس کا اس وقت کوئی مالک نہیں۔ حقداروں کے حوالے کر دیتے۔

صاحب فدک النجات کی غلط بیانی، دروغ گوئی اور اس بہتان عظیم کا کب علاج جبکہ اہل تشیع کا ایک مایہ ناز مصنف سید علی نقوی فیض الاسلام لکھتا ہے خلاصہ ابو جبرہ غلمہ و سوداؤ اگر فتنہ بقدر کفایت باہل بیت میداد و خلفائے بعد از اہم برآں اسلوب رفتار نمودند تا زمان معاویہ رضی اللہ عنہ کہ ثلث آں بعد از امام حسنؑ مروان داد (شرح نہج البلاغۃ جلد ۵ ص ۹۷)

فدک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو جبرہ رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی سے سیدہ فاطمہؑ ضرورت کے مطابق دے دیا کرتے تھے اور دوسرے خلیفوں یعنی حضرات عمرؓ اور عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طریق پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ آگیا تو اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فدک میں سے ایک مروان رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

یہی عبارت بالکل معمولی سے لفظی تغیر کے ساتھ نہج البلاغۃ کی شرح ۲ جزو ۱۹ ص ۲۹۱ پر مرقوم ہے بعض شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اپنی پھینپی ہوئی وراثت دوبارہ واپس نہیں لینا چاہتے تھے تو پھر چھینپی ہوئی خلافت کیوں قبول کی۔ اور قبول کرنے کے بعد بخش دی اور اس کے بعد حصول خلافت کے لیے بار بار خرد ج کرتے رہے



بادجود انتہائی اختصار کے مضمون کچھ طویل ہو گیا۔

اب میں اصحاب شیعہ کی خدمت میں التماس کروں گا کہ وہ اپنے ایمان ایقان اور وجدان کو سامنے رکھ کر خود ہی انصاف کریں کہ فدک کے متعلق ان کی معتبر کتابیں کیا کہتی ہیں اور ان میں یہ گھٹیا قسم کے ڈاکر اور مولوی منبروں پر کھڑے ہو کر اپنے کلام کو ذکر آئمہ کرام سے مزین کرنے کے لیے کس قدر غلط بیانیوں سے عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور عوام کا الانعام ان کی چکنی چڑی باتوں میں آکر غلط نظریات کو اپنے ذہنوں میں جگہ دے کر جانشینان رسالت کی شان میں دیدہ دہنی سے کام لے کر اپنے دین و ایمان سے دستبردار ہونے کا سامان کرتے ہیں۔



## چوتھا باب

# اہل التشیع کا عقیدہ امامت

اہل سنت و جماعت کے ارکان دین توحید - نماز - روزہ - حج اور زکوٰۃ ہیں جو دین کے ارکان خمسہ کہلاتے ہیں مگر اہل التشیع کا عقیدہ ہے کہ اصولات دین توحید رسالت امامت - عدالت - قیامت اور بعض نے تولد تبرا کو بھی اصولات دین میں شمار کیا ہے۔

اہل التشیع کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ فروعات دین میں سے ہیں ان کے ہاں توحید اور رسالت کے بعد امامت پر ایمان لانا اصولات دین میں سے ہے امامت کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ امام جب ظاہر ہو تو وہ اپنی زندگی میں آئندہ ہونے والے امام کے متعلق بحکم الہی نص کرتا ہے۔ منصوص امام کی امامت سے انحراف کفر ہے۔ امام اول حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسم مقدس کے ساتھ باقی ائمہ کی طرح امام لکھا یا بولا نہیں جاتا یعنی آج تک امام حسن رضی اللہ عنہ یا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح امام علی رضی اللہ عنہ نے تحریری یا تقریری طور پر رواج نہیں پایا۔ بلکہ شیعہ کتب میں انہیں امام علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت امیر یا حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھا گیا ہے اور یہی لفظ امیر کتب شیعہ میں عراق کے شاعر مختار ثقفی کے نام کا جزو ہے۔ گزشتہ صفحات میں واضح کیا گیا ہے کہ شیعہ مذہب دیگر فقہی مذاہب کی طرح دوسری صدی ہجری میں بطور مذہب نمودار ہوا۔ شروع میں یہ ایک اسلام دشمن مجوسی اور یہودی تحریک تھی جس کی بنیاد سیاسی طور پر رکھی گئی تھی نہ کہ دینی طور پر۔ اسی لیے یہ لوگ جوں جوں وقت کی ضرورت دیکھتے رہے اپنے تصورات و عقائد کو اسی طرح توڑ موڑ کر پیش کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے رہے یہاں تک کہ مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا، مصحف علی رضی اللہ عنہ اور سونے کی مہروں والے نافرمانوں کی اصطلاحیں وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی یعنی جب



کسی نئے شیعہ نے اپنے اطمینان قلب کے لیے کسی نئی بات کو پہلی بات کے خلاف پا کر دریافت کیا تو فوراً یہ آڑ لی گئی کہ یہ بات تو مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہ میں تھی اور یہ حکم مصحف علی رضی اللہ عنہ میں درج تھا۔ اس امام کے متعلق نص فلاں تھیلے میں بند تھی۔ دلو فرضا حضرت علی رضی اللہ عنہ منصوص اور معصوم من الخطاء تھے اور آپ نے اپنی شہادت کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نص کی تھی مگر حسن نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے گویا امامت ان کے سپرد کر دی تو پھر یہ جھگڑا کلبے کا؟ اور اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے نص کس نے کی؟ اور اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس باب میں تقیہ سے کام لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تقیہ کیوں نہ کیا پھر یہ دور امام وقت کی غیوبت کا نہیں بلکہ شہود کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد جن کے بارے میں شیعہ اصحاب نے غلو کر کے ان کی اصل سیرت ہی بدل کر رکھ دی ہیں۔ سب کے اعمال و عقائد سے یہ بھری دنیا واقف ہے۔ ان کے سیاسی مواقف کے متعلق صفحات گزشتہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اہلسنت صمیم قلب سے ان کے رفیع المنزلت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہیں حق و غور کے شوائب تک سے مبرا مانتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض سے سیاسی غلطیاں سرزد ہوئیں بعض کی صحیح تدبیریں ہی ناکام رہیں۔ بعض نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی۔ بعض اپنی بشری کمزوریوں کا شکار ہو گئے۔ لیکن من حیث المجموع ان کی جلیل جلیل القدر ہستیوں میں سوء اعتقادی یا دعوت اسلام کے ساتھ بے وفائی کا شائبہ تک کبھی بھی کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔

وقت گزرتا رہا ان مقدس ہستیوں کے متعلق خوش اعتقادی کے انبار تیار ہوتے رہے جو حقیقت میں بظاہر ان کی تعریفوں پر مشتمل تھے مگر باطن ان کی رفیع الشان دینی خدمات کی تنقیض پر مبنی ہوتے گئے۔ اس تصور امامت کا وجود بعض شیعوں کے نزدیک رسالت سے افضل، بعض کے نزدیک رسالت کے برابر اور بعض کے نزدیک رسالت سے کم ہے ہمیں یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ آیا کسی پیغمبر نے اپنے سے پہلے کسی پیغمبر کی تکذیب کی ہے؟ یا ہر پیغمبر دوسرے پیغمبروں کا مصدق ہوا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ امامت کا منصب بھی منصرص ہونے کے باوجود ہر ایک دوسرے



کا مکتب سے ایک امام یہ جانتا ہی نہیں کہ اس نے پہلے بیٹے کے لیے نص کی ہے یا دوسرے کے لیے پھر یہاں ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ کسی ایک پیغمبر کے بعد جب بھی دوسرا پیغمبر آیا تو وہ اپنے پیشرو کی نسبت زیادہ بہتر نظام حیات اور وسیع تر دائرہ عمل لے کر آیا مگر آئمہ کے لائحہ عمل اور طریق کار میں ہمیں کسی مقام پر بھی کوئی ارتقائی شان نظر نہیں آتی اب پھر سطور بالا کی طرف توجہ کیجئے حضرت حسنؑ نے حق امامت حضرت معاویہؓ کے سپر کر دیا تو پھر حسینؑ کے لیے کس نے نص کی — آپ نے شہادت کے وقت حضرت علیؑ (زین العابدین) کے حق میں نص کی تو محمد بن خنفیہ کے لیے کس نے نص کی۔ شاید یہاں یہ کہا جائے کہ اصل امام حضرت علیؑ زین العابدین تھے اور محمد بن خنفیہ صرف داعی تھے مگر یہ قطعاً غلط ہے کسی دوسرے کا جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن الخنفیہ خود امام تھے اور ان کو امام ماننے والے کیسا نبیہ کے نام سے آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اب ہم کیا جانیں کہ سچا امام کون ہے اور بناوٹی کون یہ تو شیعہ اصحاب کے خود فیصلہ کرنے والی چیز ہے۔

اس نظری استدلال کے بعد عدل و انصاف کا تقاضا سلیم المزاج اذہان کو مزید اس طرف متوجہ کرے گا کہ آیا علیوں کی مختلف شاخوں میں اور ایک ہی شاخ کے مختلف اصحاب کے درمیان کوئی رابطہ تھا یا نہیں اگر تھا تو وہ ایک دوسرے کے حالات سے واقف تھے یا نہیں۔ اگر واقف تھے اور امام وقت کے لیے جو عالم الغیب برتا ہے واقف ہونا ضروری ہے تو محمد بن الخنفیہ کا امام معصوم کہلوانا اور اس بات کا دعویٰ کرنا کہ میں قیامت تک زندہ رہوں گا اور قیامت تک کے لیے میں امام قائم ہوں کیوں علی بن الحسین کو نظر نہ آیا پھر اس کے بعد آگے چلے انہیں محمد بن الخنفیہ کے پوتے ابو ہاشم بن عبد اللہ اپنے باپ کے دادا کی قیامت تک کی امامت کے باوجود خود ہی امامت ہو گئے۔ پھر حضرت جعفر (الصادق) جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اپنے زندہ فرزند موسیٰ (الکاظم) کو امامت سپرد کی تو انہیں یہ معلوم نہ ہوا کہ ان کے دوسرے بیٹے اسماعیل کی امامت کی دعوت بھی جاری ہو گئی ہے اور اسماعیل کا بیٹا محمد اپنے چچا موسیٰ (الکاظم) کی امامت کو تسلیم نہیں کرتا اور پھر لطف یہ کہ اپنے چچا کی امامت کی دشمنی انہیں خلیفہ عباسی تک لے گئی اور اپنے چچا کی مخبری



اور جاسوسی کرتے رہے پھر اگر چہ منصوص امام تھے تو انہوں نے بھیجے کے خلاف کیا کاروائی کی۔ پھر یہ بات بھی کسی دوسری جگہ بیان کی جا چکی ہے کہ ابوہاشم نے حق امامت سرے سے ہی سفاح کے حوالے کر دیا تھا۔

مگر اس موقع پر کسی طرف سے احتجاج ہوا اور نہ تردید کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ اس وقت تک امامت کا یہ تصور جواب موجود ہے اس کا وجود بھی نہیں تھا سطور بالا میں جن بزرگ ہستیوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ کوئی معمولی ہستیاں ہیں ان بزرگوں کی زندگیوں کے معمولی واقعات بھی تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں ان میں باہم رشتہ داریاں اور تعلقات موجود تھے مگر آج امامت کے اس تصور پر شیعہ اور بعض جاہل سنی اپنی مجلسوں، مولودوں اور محرموں پر جو کچھ کرتے ہیں ان کا کہیں وجود نہیں ان نام نہاد محبان اہل بیت کی ان تعریفوں سے تو نعوذ باللہ من ذالک۔

ان بزرگوں کی تفصیل و تکذیب کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ تعریف کا آگے چلے حسن العسکری کے بھائی جعفر کہتے ہیں کہ میرے بھائی کے گھر کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا تھا تو بچپن میں مر گیا۔ اور ان کے متعلق یہ پروپیگنڈہ غلط ہے کہ وہ غار میں چلے گئے یا جزیرہ خضرا میں مقیم ہیں اور قرب قیامت میں بحیثیت مہدی ظہور کریں گے۔ جعفر کے اس قول نے اتنا ہنگامہ پیدا کیا کہ گیارہویں امام کے اس بھائی کا نام ہی جعفر کذاب مشہور ہو گیا مگر آگے چل کر انہیں جعفر ثواب کہا جانے لگا۔

پھر اس امامت کے عقیدہ نے سینکڑوں مجہول النسب لوگوں کو حصول اقتدار اور جلب زر کے لیے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ فاطمی النسل ہونے کے مدعی ہو کر اپنی اور اپنی اولاد کے لیے عیش و عشرت کا سامان بہم پہنچانے کی کوشش کریں مصر کا فاطمی خاندان اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

المعز کے زمانے میں ان لوگوں کو حکومت کرتے کئی پشتیں گزر چکی تھیں مگر اسکے باوجود جب المعز کے محل میں کسی نے ایک منظوم رقعہ بدی مضمون رکھا کہ ہم تب جانیں کہ تم بنو ظاہر کے ہاں اپنا کوئی رشتہ کر کے دکھاؤ رقعہ پڑھ کر المعز اتنا متاثر ہوا کہ ابو جعفر علوی کے ہاں پیغام بھیج دیا مگر انہوں نے منظور نہ کیا اور ان کے اس



انکار پر انہیں قید و بند کی تکلیفیں جیلنی پڑیں ان کے اموال ضبط کر لیے گئے اور آخر وہ بھاگ کر حجاز چلے گئے۔ یہاں یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ درجنوں فاطمی لڑکیاں امویوں اور عباسیوں سے بیاہی گئی تھیں اس میں ان لوگوں کو اس وجہ سے کوئی انکار نہیں تھا کہ وہ لوگ امویوں اور عباسیوں کو اپنا ہم کفو جانتے اور سمجھتے تھے مگر مصر کے فاطمی خلفاء کو کسی علوی نے کسی دور میں علوی تو درکنار قریشی بھی نہیں مانا ورنہ ابو جعفر علوی المعز کو ضرور لڑکی کا رشتہ دے دیتے پھر امامت کے معاملہ میں عبداللہ مہدی متولد ۶۰ھ کے لیے کس نے امامت کی نص کی۔ پھر المستعز کے دو بیٹوں نزار اور مستعلیٰ میں سے منصوص امام کون تھا؟ اگر نزار امام منصوص تھا تو مستعلیٰ باغی امامت ہونے کے باوجود لاکھوں اپنے متبعین کا امام کیسے بن گیا۔ اور اگر مستعلیٰ امام تھا تو نزار کے باغی امامت ہونے کے باوجود آغاخان امامت آج تک کے لیے کیسے چلی آ رہی ہے۔ آگے چل کر طیب الگ امام بن کر یمن میں جا کر ردپوش ہو گیا اور ذافر مصر میں امام رہا اور ذافر کے بعد العاصد امام بنا تو اس نے اپنے بعد کسے امام بنایا؟

اسماعیلی مصنف کی مندرجہ ذیل سطور پڑھنے کے بعد امامت کا خود ساختہ تصور آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ عبداللہ بن مہمون کے متعلق لکھتا ہے کہ:-

”سیدنا عبداللہ نے اسماعیلی دعوت قائم کی جس سے آپ کا مقصد ایک نئے ہی تحریک پیدا کرنا تھا جو خلافت عباسیہ کا مقابلہ کر سکے جو اس زمانہ میں برسرِ اقتدار حکومت تھی اس غرض کی تکمیل کے لیے ایک انجمن بنائی جس میں ایسے افراد شریک کیے جو باالطبع معتزلیوں کے خیالات اور فلسفیوں کی رایوں کی طرف مائل تھے۔ اس تحریک کی کامیابی کے لیے اہل بیت کی مدد لینا پڑی تاکہ وہ شیعہ بن کو اہل بیت سے محبت تھی اسے جلد قبول کریں تاریخ میں اس قسم کی تحریکوں کی متعدد نظیریں ملیں گی۔ شیعہ جو اس زمانہ میں موجود حکومتوں یعنی حکومت عباسیہ اور حکومت اندلسیہ امویہ سے ناراض تھے اہل بیت کے کسی نہ کسی فرد کو اپنا حق لینے کے لیے ابھارتے اور اسے حکومت کی ترغیب دلا کر اپنا امام بناتے اور اس کی قیادت



میں عباسیوں اور امویوں کا مقابلہ کرتے بعض وقت تو اس کے نام سے فائدے بھی اٹھاتے تھے حالانکہ وہ ایسی تحریک پسند نہ کرتا تھا چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن میمون القدرح نے ایک ایسی دعوت قائم کی جو مولانا جعفر صادق کے حکم کے خلاف تھی ۶۱۲ھ

حق بات تو وہی ہے جو عمر بن علی بن الحسین نے کہی جب ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کے خاندان میں ایسے فرد ہوئے ہیں جن کی اطاعت فرض ہو تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں ایسا کوئی فرد نہیں اور جو ایسا کہتا ہے وہ کذاب ہے اور میرے والد نے مرتے وقت ایسی کوئی وصیت نہیں کی۔

طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۹ کتاب نسب قریشی ص ۶۲

پہلی صدی ہجری میں علم و فضل، زہد و ارتقا، تبلیغ و ارشاد میں صدیقی - فاروقی ہاشمی، اسدی، زبیری اور انصار کے خاندانوں کے ہزاروں اصحاب ایک دوسرے سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔ تواریخ و سیرت کی کتابیں ان کے حالات و واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ مگر مجوسیوں اور یہودیوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تقریباً سوا خلاف میں سے صرف آٹھ اشخاص کو امام معصوم قرار دے کر ان کی امامت کا ڈھنڈورہ پیٹ کر امویوں کے خلاف اس شدت سے پروپیگنڈہ شروع کیا کہ اہل التشیع کے علاوہ ہزاروں بلکہ لاکھوں اہل سنت بھی غیر شعوری اور غیر امادی طور پر امام اور علیہ السلام کی لپیٹ میں آ گئے اور وہ قتل گاہ اس بات کو بھول گئے کہ یہ پروپیگنڈہ امویوں کے خلاف نہیں بلکہ اسلامی ریاست کے خلاف ہے۔ مجوسیوں اور یہودیوں کا اصل مقصد علویوں کو آلہ کار بنا کر اسلامی سٹیٹ کو تباہ و برباد کرنا تھا اور چونکہ وقتی طور پر سربراہ مملکت اموی تھے اس لیے وہ نشانہ بن گئے۔

پھر جب اسلامی سٹیٹ کی سربراہی عباسیوں کے ہاتھ آئی تو یہ رخ ان کی طرف پلٹ گیا۔ حالانکہ عباسیوں کو علویوں کی بڑی پاس خاطر مطلوب تھی۔ عباسی خلیفہ نے علویوں کی شکایتوں پر ہی موسیٰ کاظم کو نظر بند کیا مگر ان کی خاندانی وجاہت اور وقار کو پورے طور پر محفوظ رکھا۔ پھر موسیٰ رضا کو شرف دامادی بخشا یہاں تک



کہ شیعہ عباسی خلیفہ کو بھی شیعہ کہنے لگے۔ مگر جب موسیٰ رضامرگئے تو چند وفادار سے ایک گپ اڑادی کہ خلیفہ نے انہیں رہروے دیا ہے۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ آخر اتنے بڑے شہنشاہ کو چوروں کی طرح ایک معمولی سی حیثیت کے آدمی کو زہر دینے کی کیا ضرورت تھی حالانکہ موسیٰ رضاسے بڑی بڑی جلیل القدر ہستیوں کو جن کے پیچھے ہزار ہا آدمی تھے معمولی معمولی سے اختلافات کی بنا پر کوڑے لگائے گئے جیلوں میں بند کیا گیا۔ آخر عباسی خلیفہ کو کیا مجبوری تھی کہ وہ اپنے دشمن کو پہلے بیٹی کا رشتہ دے اور پھر زہر دے کر مار ڈالے۔

دراصل یہ سب کچھ عقیدہ امامت کے پچاؤ کے لیے قلابازیاں کھائی جاتی رہیں۔ اثنا عشریوں کے بارہ امام نزاریوں کے انچاس (۴۹) اسمعیلیوں اور طیبیوں کی تعداد معلوم نہیں اور ان کے علاوہ وقتاً فوقتاً خروج کرنے والے بھی سوسے متجاوز رہیں اب خود ہی غور کر کے فیصلہ کیجئے کہ یہ عقیدہ امامت بے کیا چیز؟ اور اس کا مالمہ و ماعلیہ کیا ہے؟ ان ہزاروں میں سے سچا امام کون ہے۔ اور کذاب کون؟ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ حسنی الحسینی نے اپنی مشہور تصلیف غنیۃ الطالبین میں اور علامہ عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں شیعوں کے فرقے بیان کیے ہیں اور متعدد دیگر تاریخی کتابوں میں بھی ان کا ذکر کیا ہے اور بعض اس وقت ہم میں موجود ہیں چند ایک فرقے جو مشہور ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ البنانیہ: اس فرقے کا بانی بنان بن شیمان تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ شکل و صورت میں انسان کی مانند ہے۔

۲۔ الطیاریہ: اس فرقے کا بانی عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ آدم کی روح درحقیقت خدا کی روح ہے جس نے تنازع کیا۔

۳۔ المنصوریہ: اس فرقے کا بانی ابو منصور العجلی تھا اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؑ ایک منکڑا ہے جو آسمان سے نازل ہوا۔ اور وہ خدا ہے۔ امام ابی منصور نے

سید معاویہ کو گایاں دینے والے ذرا غور کر کے دیکھیں کہ جعفر طیار کے بیٹے عبداللہ نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ رکھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور وہ لوگ متبرا کے نام سے بھی آشنائے تھے۔



آسمان پر جا کر خدا سے کلام کیا۔ خدا نے ان کو بیٹا کہا اور سر پر ہاتھ پھیرا وہ بھی آسمان سے نازل ہوا ہے۔ جنت و دوزخ کچھ نہیں ہیں۔

۴۔ المغیریہ :- اس فرقہ کا بانی مغیرہ بن سعید البعلی تھا اس نے پہلے محمد بن عبد اللہ بن حسن کے زمانہ میں اپنی خلافت کا دعویٰ کیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت غلو کیا اس کا عقیدہ تھا کہ خدا نور ہے اور معہ جمیع اعضاء کے انسان کی صورت کی مانند ہے جس کے سر پر نورانی تاج ہے۔ امام برحق محمد بن عبد اللہ بن حسن ہیں جنہوں نے مدینہ میں خلافت کا دعویٰ کیا تھا وہ زندہ ہیں اور ان کے لوٹ کر آنے کا انتظار ہے ان سے جبریل ۴ اور میکائیل بیعت کریں گے۔

۵۔ الخطابیہ :- اس فرقہ کا بانی ابو الخطاب محمد بن ابی زینب الاسدی تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ امام برحق یعنی خلیفہ وقت پیغمبر ہوتا ہے۔ اور ہر زمانہ میں ایک پیغمبر ناطق موجود رہتا ہے اور ایک خاموش۔ اس فرقہ کا ایک گروہ امام وقت کی الوہیت کا قائل ہے۔ ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ دنیا کو فنا نہیں یہی دنیا دوزخ اور جنت ہے۔

دسکرین حدیث کا بھی یہی عقیدہ ہے تفصیل کے لیے اس کتاب کی پہلی جلد دیکھیے۔  
۶۔ العجلیہ اور المعموریہ :- فرقہ خطابیہ کی ایک شاخ عجلیہ اور دوسری شاخ معمری کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا عقیدہ ہے ترک نماز کوئی گناہ لازم نہیں آتا یہ عقیدہ تقریباً تقریباً شیعہ مذہب کے تمام فرقوں کا ہے۔ چونکہ سب کے نزدیک نماز فروعات دین سے ہے اور ایک فرخ کے ترک کرنے سے کوئی گناہ لازم نہیں آتا، شراب اور زنا تمام محرمات حلال ہیں رشیوں کے تمام فرقے متعہ کے قائل ہیں متعہ اور زنا میں کوئی فرق نہیں۔

۷۔ البزریعیہ :- اس فرقہ کا بانی بذیع ہوا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ امام جعفر صادق دراصل خدا تھے ہر مومن کی طرف وحی نازل ہوتی ہے وہ مرتا نہیں بلکہ ملکوت کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔

۸۔ المفضلیہ :- اس فرقہ کا بانی مفصل میرنی ہوا ہے یہ فرقہ تمام ائمہ کی



الوہیت کا قائل ہے۔

۹۔ الشریعتہ: اس فرقہ کا بانی شریح بحایہ لوگ نبی علیہ السلام عباسؑ علیؑ جعفر اور عقیل کی امامت کے قائل ہیں۔

۱۰۔ السبائیہ: اس فرقہ کا بانی وہی مکار یہودی نو مسلم ہوا ہے جس نے سب سے پہلے اسلام میں تشتت و افتراق کا بیج بویا اس نے عوام کو گمراہ کرنے کے لیے یہ مشہور کیا کہ علی جزو خلا ہیں وہ زندہ ہیں مقام ان کا بادل ہے کرکلی گرج ان کی آواز ہے بجلی ان کا کوڑا ہے پھر زمین پر نزول کریں گے۔ علی کا جزو الوہیت ان کے بعد اماموں میں تنازع کرتا ہے حضرت علی نے اسے اس کے عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کی وجہ سے مدائن کی طرف بدر کر دیا تھا۔ اس کے مکمل حالات دوسرے مقام پر لکھے گئے ہیں۔

۱۱۔ المفوضیہ یا تفویضیہ: اس کا فرقہ کا بانی کوئی مجہول النسب شخص ہوا ہے۔ اس نے ان خیالات فاسدہ کی اشاعت کی کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر خلقت کے تمام اختیارات آئمہ کے سپرد کر رکھے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت کامل عطا فرمادی تفویضیہ کے اس عقیدہ میں بعض جاہل سنی بھی ان کے ہمنا ہیں۔ اذان میں اشہد ان علیا ولی اللہ کی بدعت انہیں لوگوں نے جاری کی اور من لا یحضر الفقیہ کی روایت کے مطابق ملعون قرار دیئے گئے۔ تفویضیہ نے تو یہ حقوق صرف اماموں کو تفویض کیے ہیں مگر بعض جاہل سنیوں نے اس معاملہ میں زیادہ فراخ حوصلگی اور سخاوت کا مظاہرہ کیا ہے۔

مولوی رومی جیسے لوگ بھی اس قسم کی باتوں کے قائل تھے جبکہ ان کے کلام سے ظاہر ہے کہ

اولیا را هست قدرت از اللہ

تیر جستہ بازگردانند نہ راہ

گفتہ سادہ گفتہ اللہ بود گرچہ از خلقم عبد اللہ بود

میاں محمد صاحب مصنف سیف الملوک جس سے ”دابایوں“ کے خلاف انگریزوں

نے پنجابی اشعار میں ایک کتاب بکھوائی تھی اپنے پنجابی ناول میں لکھتا ہے کہ



قلم خدادی ہتھ دلی دے جو چاہے سوکروا

۱۲۔ شیعوں کا ایک فرقہ یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ امامت مفضول کی فاضل کی موجودگی میں مصلحتاً جاری ہے پس خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی مصلحتاً جاری ہے۔

۱۳۔ چارودیدہ اس فرقے کا بانی ابو الجارود ہے اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ خلیفہ برحق ہیں ان کے بعد حسن رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حسین رضی اللہ عنہ پھر زین العابدینؓ پھر زید بن علیؓ پھر محمد بن عبد اللہ بن حسنؓ جو نفس زکیہ کے نام سے مشہور ہوئے امام ابو حنیفہ نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس وجہ سے خلیفہ منصور عباسی کے مغلوب ہو کر قید ہوئے اور آپ کو کوڑے لگائے گئے اور آپ جیل میں ہی مر گئے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی کتاب المل والنمل ص ۲۴۲)

مگر تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت ابو حنیفہؒ نے محمد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ کی ذات پر بہت بڑا بہتان ہے۔

۱۴۔ سلیمانہ اس فرقہ کا بانی سلیمان بن کثیر ہوا ہے یہ شخص شیخین کی خلافت کو صرف اجتہادی غلطی سمجھتا تھا۔ مگر حضرت عثمانؓ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور زبیرؓ کو کافر کہتا تھا۔ (معاذ اللہ)

سلیمانہ کی ایک شاخ تبریہ کہلائی۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں توقف کیا۔ ان میں سے بعض اصولی ہیں اعتزال کی طرف رغبت رکھتے تھے اور بعض نے فروع میں ابو حنیفہ کی تقلید کی۔ چونکہ بقول ان کے امام ابو حنیفہؒ محمد نفس زکیہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ اسی فرقہ کی ایک شاخ نعیم بن ابیہان کے نام پر نعیمیہ کہلائی۔ باقی عقائد میں یہ سلیمانہ اور تبریہ کے ہمنا ہیں۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کفر کے قائل ہیں۔

۱۵۔ یعقوبیہ یعقوب نامی ایک شخص کے پیرو تھے ان میں سے بعض شیخین کی خلافت کے قائل ہیں۔ بعض مسئلہ رجعت کے منکر ہیں اور بعض قائل۔ اور بعض شیخین کے بھی منکر ہیں۔

۱۶۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر امام برحق ہیں۔ ان کے بعد محمد بن حنفیہ امام حق ہوئے۔ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)



۱۷۔ عمر یہ کسی غیر نامی شخص کی امامت کے تاخروج امام مہدی قائل ہیں۔  
 ۱۸۔ محمد یہ یہ بھی محمد بن عبد اللہ بن حسن کی امامت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں  
 آپ نے منصور عباسی کی طرف امامت لوٹا دی۔  
 ۱۹۔ حبشیہ: ابی منصور کی وصیت کے مطابق حسین بن ابی منصور کی امامت  
 کے قائل ہیں۔

۲۰۔ ناوسیہ: ناؤس بصری اس عقیدہ کا بانی ہوا ہے اس کا عقیدہ تھا کہ امام  
 جعفر صادق اب تک زندہ ہیں وہ اس وقت غائب ہیں اور دوبارہ امام مہدی  
 کے نام سے ظہور کریں گے۔

۲۱۔ قرامضیہ: ان کا پیشوا مبارک نامی کوئی شخص ہوا ہے۔ جعفر صادق تک  
 سب خلیفہ برحق تھے۔ جعفر نے تمام حقوق محمد بن اسماعیل کے حوالے کیے وہ  
 اس وقت غائب ہیں اور آخری زمانہ میں وہی امام مہدی کے نام سے ظاہر  
 ہوں گے۔

۲۲۔ مبارکیہ محمد بن اسماعیل کی امامت اور ان کے بعد ان کی اولاد کی امامت  
 کے قائل ہیں۔

۲۳۔ شمشطیہ: یحییٰ بن ابوشمیط اس فرقہ کا بانی ہوا ہے یہ کہتے ہیں امام جعفر صادق  
 کے بعد امام محمد امام ہوئے اور امامت آج تک ان کی اولاد میں موجود ہے۔

۲۴۔ عماریہ: یہ لوگ کسی بڑے لمبے چوڑے پاؤں والے عبد اللہ بن جعفر کے  
 پیرو ہیں ان کا عقیدہ ہے امام جعفر صادق کے بعد امامت ان کے بیٹے عبد اللہ  
 کو ملی۔

۲۵۔ محظوریہ امام جعفر صادق کے بعد ان کے فرزند موسیٰ کی امامت کے قائل ہیں  
 اور ان کی موت پر توقف کرتے ہیں۔

۱۔ (حاشیہ صفحہ گذشتہ) نہ معلوم یہ محمد بن الحنفیہ کن تھے اگر ان سے مراد علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے  
 ہیں تو وہ بہت فاضل اور متقی قسم کے آدمی تھے جن کے امیر بنیدر سے گہرے مراسم تھے اور  
 مستند روایات میں امیر بنیدر کی کمر سیزگاری کے متعلق ان کے چشم دید واقعات درج ہیں۔



۲۶۔ امامیہ کسی محمد بن حسین کو امام برحق مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ انتظار کیا گیا ہے۔ بعد میں ظہور کرے گا۔ اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

۲۷۔ امامیہ اثنا عشریہ: یہ بارہ اماموں کے قائل ہیں۔

۲۸۔ کسانیبہ: اس فرقہ کا بانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام نور مسلم مجوسی کیسان تھا اس کے پیرو محمد بن حنفیہ کی شان میں بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ تمام علوم ظاہری و باطنی نیز تمام اسرار اور علوم آفاق کے ملازمان تھے ان میں سے بعض تنازع، حلول اور جفت کے قائل ہیں۔

اقول: ان لوگوں نے آگے چل کر تاریخ اسلام میں قرامطیوں۔ باطنیوں۔ نزاریوں اور مستعلیوں کی طرح بڑے بڑے فتنے پیدا کیے چنانچہ پردفیسر رائن ہارٹ ڈوئی کسان کے متعلق لکھتا ہے کہ:-

اس کا عقیدہ تھا کہ بلا عذر اطاعت اور لاکلام حکمر داری ایک ایسے آدمی کی کی جائے جو خدا بھی۔ یہ عقیدہ، اُمت زردشت کا تھا۔ اور کیسان چونکہ ایک زیر زمین نو مسلم مجوسیوں کے گروہ کا سرغنہ تھا اس لیے عرب کے ان پڑھ نو مسلموں میں اس خیال کو پختہ کرنے میں ان لوگوں کو دیر نہ لگی پھر علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی چپقلش نے بڑے بڑے جلیل القدر مسلمانوں کے اذہان کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ چونکہ ان لوگوں کا حقیقی مقصد صرف اسلام دشمنی تھا اس لیے انہوں نے شیعیت کو ہی اپنی مقصد ہماری کا ذریعہ بنایا اور من حیث المجموع شیعہ گروہ میں ہی شمار ہونے لگے۔ ان لوگوں نے شام اور اردن کی سرحدیں جبل اللاند کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اس وقت بھی ان لوگوں کی آبادی ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہے یہ لوگ اپنے عقائد کی بنا پر ہمیشہ دمشق کے جواہل سنت کی قوت کا مرکز ہے، مخالف رہے ہیں شام میں ہونے والی تخریبی کارروائیوں میں ہمیشہ ان کا ہاتھ رہا فرانسیسی استعمار نے انہیں استعمال کیا۔ اردن کے برطانوی انقلاب نے ان سے کام لیا شام کی پہلی آزاد قومی حکومت کا تختہ الٹنے میں یہی لوگ حسنی الزعیم کا دست و بازو تھے۔ بعث پارٹی کی ریڑھ کی ہڈی بھی یہی ہیں فرانسیسی استعمار نے جوشامی فوج بنائی اس میں انہیں کی اکثریت تھی۔ بعد ازاں



اس فرج میں جب بھی اضافہ ہوا انہوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا آج تمام عالم اسلام میں شام کے آگے دن کے انقلابات پر مسلمان حیران ہیں مگر یہ کسی کو معلوم نہیں کہ ان انقلابات کے پیچھے کون سے جذبات کارفرما ہیں شام میں کیسانی اشیعوں کے علاوہ باطنیوں کی بھی اکثریت ہے یہ باطنی آجکل حموی نصیری اور علوی کہلاتے ہیں۔ دروزیوں کے بعد یہی نصیری بعث پارٹی کا مضبوط عنصر ہیں اور آجکل تو یہی لوگ برسرِ اقتدار ہیں کلام حرانی مصطفیٰ مدون کھل ابوعساف۔ میجر عبد الجواد بھی کیسانی اور نصیری ہیں۔ ان لوگوں نے محض اسلام دشمنی کی بنا پر بعث پارٹی کا ساتھ دیا۔ شام میں چونکہ علوی اکثریت اہلسنت ہے۔ اس لیے یہ لوگ بار بار پٹتے تھے مگر پھر سز نکال کر میدان میں آجاتے ہیں ان لوگوں نے ایک عیسائی مشعل مفلوک کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اس کی بحث پارٹی کو تقویت پہنچا کر انہوں کی طاقت کو ملایا میٹ کر کے رکھ دیا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ شام میں کوئی پارٹیاں حکومت قائم نہیں ہو سکی عقائد کے لحاظ سے چونکہ کُر دجی اہل سنت نہیں بلکہ انہی کے ہم خیال ہیں اس لیے کفر ملت واحدہ کے مصداق وہ بھی ضرورت کے وقت ان کا ساتھ دے کر مرکز کو کمزور رکھنے میں ہی اپنی بہتری سمجھتے ہیں۔ لبنان کی خانہ جنگی اور شام کی فلسطینی مجاہدین کے خلاف جنگ، سب انہیں لوگوں کا فعل ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

۲۹۔ تجسیمہ: انہیں تشبیہ بھی کہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ دواز دہ ائمہ اور حضرت فاطمہؓ معصوم عن الخطا ہیں اور یہ مافوق البشر ہیں اور متصف بظہر بصفات الہیہ ہیں۔ ان کے مافوق البشر عقیدہ میں کسی حد تک بعض سنی بھی ان کے ہمنوا ہیں اور اثنا عشری بھی یہ بعینہ وہی اصطلاح ہے جسے انگریزی میں (ANTHESPOSMOSPNISM) کہتے ہیں۔ رانائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۲ ص ۳۵۸

سید عبدالقادر جیلانی کے بعد امام حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن ابن الجوزی البغدادی حنبلی متولد ۵۰۸ ھ متوفی ۵۹۷ ھ نے اپنی مشہور تالیف



تبلیس البلیس میں جہاں احناف کے "تصور پیری" میں گمراہ عالموں عابدوں  
ناہدوں اور صوفیوں کی من گھڑت اور مفرد منہ کرامات کا پول فاش کیلئے  
وہاں مذہب شیعہ کے مختلف فرقوں کے عقائد و اعمال پر بھی بحث کی ہے۔  
فرقہ رافضیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کی بارہ شاخیں ہیں۔

۳۰۔ علویہ : جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو علیؑ کی طرف بھیجا تھا  
مگر وہ غلطی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا گیا۔ جس طرح یہودی کہتے ہیں  
کہ جبریلؑ نے ہماری دشمنی سے نبوت بنی اسرائیل کی بجائے بنو اسماعیل کی  
اولاد میں محمدؐ کو دے دی یہ لوگ کافر ہیں۔

۳۱۔ امریہ : ان کا عقیدہ ہے کہ محمدؐ کے ساتھ نبوت میں علیؑ نہ بھی شریک ہیں۔  
یہ لوگ بھی کافر ہیں۔

۳۲۔ شیعہ : اسی فرقہ کے نام پر بعد میں تمام گروہ پکارے جانے لگے یہ لوگ  
کہتے ہیں کہ علیؑ رضہ عثمان رضہ سے افضل ہیں ان کو خلافت سب سے بعد  
میں اس لیے ملی کہ خلافت کا خاتمہ علیؑ رضہ پر ہو اور بعد میں قیامت تک  
علیؑ رضہ کی اولاد میں رہے۔

۳۳۔ اسماعیلیہ : کہتے ہیں کہ نبوت تا قیامت جاری رہے گی اور جو کوئی اہل بیت  
کا علم جانے وہ نبی ہوتا رہے گا۔

۳۴۔ نادویہ : یہ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ سب سے افضل ہیں کسی دوسرے صحابی  
کو فضیلت دینے والا کافر ہے۔

۳۵۔ امامیہ : یہ کہتے ہیں کہ دنیا کبھی امامت سے خالی نہیں رہتی اور وہ  
امام حسین رضہ کی اولاد سے ہوگا اور جبریلؑ اسے تعلیم کرتے رہیں گے۔ اس  
زمانہ میں جو لوگ امامیہ کہلاتے ہیں نادویہ اور رافضیہ کا مرکب ہیں۔

۳۶۔ زیدیہ : ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ غیر حسینی کے پیچھے نماز جائز نہیں  
حسینی خواہ کسی فعل کا مرتکب ہو نماز صرف اسی کے پیچھے جائز ہے۔

۳۷۔ عباسیہ : یہ لوگ عباس بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد کو خلافت  
کا حقدار سمجھتے ہیں۔



۳۸۔ متناسخہ : یہ حدود کی طرح تنازع کے قائل ہیں۔

۳۹۔ رجبیہ : یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور اپنے دشمنوں سے بدلہ لیں گے۔

۴۰۔ لاغیبہ : یہ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (بخود باللہ)

۴۱۔ متر بصرہ : ہر وقت ایک شخص کو صاحب الامر مانتے ہیں وہ مرے تو دوسرے کو مقرر کر لیتے ہیں۔

اس کے بعد امام موصوف فرقہ باطنیہ کی شاخیں گنواتے ہیں۔ ان کے عقیدے کی بنیاد اس بات کو قرار دیتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے ظاہر کی طرح باطن معنی بھی ہیں جس نے ظاہری معنوں پر عمل کیا وہ ظاہری شرح کی تکلفات ساقط ہو جاتی ہیں اس کے ثبوت میں دبیض عنہم اضرہم اور رسول ان سے بوجھ اور قیدیں اتارتا ہے۔ پیش کرتے ہیں۔

۴۲۔ اسماعیلیہ : یہ امامت کو محمد بن اسماعیل بن جعفر پر ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ شخص ساتواں ہے آسمان بھی سات زمینیں بھی سات دن بھی سات اور امامت کا دیرہ بھی سات پر ختم۔ ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ علی بن محمد نے اپنے باپ کے روایت کی کہ راوندیہ میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور زعم کیا کہ تو ہی وہ روح ہے جو عیسیٰ سے متعلق ہوئی۔ وہ شخص مبرور تھا۔ اس کے بعد یہ شخص اپنے علاقہ میں لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ جو روح عیسیٰ بن مریم میں تھی وہ اس کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں آئی اور پھر یکے بعد دیگرے اماموں میں۔ یہاں تک کہ ابراہیم بن محمد میں پہنچی انہوں نے محرمات کو بھی حلال قرار دیا۔ یہ خبر اسد بن عبد اللہ کو پہنچی اور اس نے سب کو سولی پر لٹکا دیا۔

۴۳۔ سبعیہ : یہ بھی امامت کو سات پر ختم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم ارضی کی تہ پیر زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ آفتاب۔ زہرہ۔ عطارد اور قمر کے حوالے سے ہے۔ اقول :- آج پیروں کا جو گروہ کتابوں سے فائیں نکالنا اور لوگوں کو ان کے



ستارے بنا کر ان کی قیمتیں بتاتا اور غیب بکتا ہے اس نے یہ تصور بدیہ سے ہی اخذ کیا ہے۔

۲۴۔ بابکیہ : ان لوگوں کا روحانی باپ وہی بابک خرمی ہے جو ۲۰۱ھ میں آذربائیجان میں نمودار ہوا۔ اس نے محرمات کو حلال کیا۔ جبراً لوگوں کی خوبصورت لڑکیوں اور عورتوں کو چھین لیتا تھا اس نے اڑھائی لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کیا معنصم عباسی کے حکم سے انشیں نے ۲۲۳ھ میں اسے گرفتار کر کے دربار میں پیش کیا اس کے بالترتیب ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور آخر میں قتل کیا گیا مگر اس نے آفت تک نہ کی۔

۲۵۔ محمد : یہ سرخ رنگ کے کپڑے پہنتے تھے اور بابک کے پیروکار تھے۔  
۲۶۔ قرامطہ : ابتداء میں باطنیہ کا داعی تھا۔ ظاہر میں بڑا زاہد اور عابد تھا۔ کسی دوسرے مقام پر اس کے حالات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ہی ابوسعید قرمطی ۲۸۶ھ میں ظاہر ہوا اس نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا بے شمار مسجدیں منہدم کیں۔ ہزاروں قرآن مجید جلائے اس کا بیٹا ابوطاہر حجر اسود اکھیر اپنے دارالحکومت میں لے گیا تھا۔

۲۷۔ خرمیہ : یہ لوگ حقیقتاً مجوسی مزدکیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور تقیہ کر کے مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہر قسم کے فواحش کو جائز قرار دیا۔ اور دنیا کی سب عورتیں ہر شخص کے لیے مباح قرار دیں۔  
۲۸۔ تعلیمیہ : یہ کہتے کہ عقل کو بالائے طاق رکھ دیجئے جو کچھ امام معصوم کہے اس پر عمل کرو۔ اور علم بغیر امام کی تعلیم کے حاصل نہیں۔

۲۹۔ باطنیہ : ان کی تفصیل آگے چل کر بیان ہوگی۔  
یہ لوگ بھی منہ سے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دوسرے شیعوں کی طرح ان کے عقائد و اعمال بھی اسلام کے مخالف ہیں ان کے عقائد ایک عجیب چستیان اور بھول بھلیاں کی دنیا اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں جو سابق ہے اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وجود ہے یا عدم ہے موجود ہے یا معدوم ہے، بھول ہے یا معلوم ہے موصوف ہے یا غیر موصوف اور اسی سابق سے دوسرا



کلیہ پیدا ہوا۔ کہ اقل موجود ہے پھر نفس کلیہ کا وجود ہوا۔ اس سے نبوت پیدا ہوا جس پر خدائے اقل سے قوت قدسیہ فائض ہوئی اس قوت قدسیہ کا نام جبرئیل ہے علی محمد باب اور بہاء اللہ اسی عقیدہ کی پیادار ہیں۔  
 (تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) اور کہتے ہیں کہ نبی کی طرح ہر زمانے میں ایک امام معصوم ہوتا ہے۔ ابن عقل لے کہا کہ اسلام میں باطنیہ اور ظاہر یہ دو فرقوں نے خرابی پیدا کی چنانچہ فرقہ باطنیہ نے اسلام کا نام رکھ کر شرع کو متردک کیا اور بزم خویش اپنی باطنی مگر باطل اور بے ربط تقریروں سے جہلا کو درغلایا یہاں تک کہ ان اسلام دشمنوں نے شریعت کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دی۔

مشتے نمونہ از خردارے ان کے عقائد ملاحظہ ہوں۔

کعبہ نبی ہیں اور باب علی رف ہیں۔ جنابت جس سے غسل لازم آتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ قبول کرنے والا بھید ظاہر کرے۔ غسل سے مراد از سر نو توبہ کرنے کے ہیں۔ زنا کے معنی یہ ہیں کہ علم باطن کا نطفہ ایسے شخص کے پیٹ میں ڈالے جس سے سابق میں عہد لیا گیا ہو۔

روزہ کے معنی بھید کھولنے سے جی کو رد رکھنے کے ہیں۔ طوفان سے مراد طوفان علم ہے، نار ابراہیم سے مراد نورد کے غصہ کی آگ تھی۔ اسحاق کو ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے جدید عہد لیا گیا حضرت اسحاق ذبح اللہ نہیں بلکہ اسماعیل ذبح اللہ ہیں یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی سے حضرت اسحاق کو ذبح اللہ قرار دیا اور یہود مجوس کے گٹھ جوڑنے باطنیوں میں یہ عقیدہ راسخ کیا۔ (المؤلف)

غسانے موسیٰ سے مراد موسیٰ کی دلیل اور محبت کے ہیں۔

(منکرین حدیث کا وہ گروہ جو معجزات کا منکر ہے اس نے معجزات کے انکار کا سبق باطنیوں سے ہی حاصل کیا ہے۔

۵۰۔ ظاہر یہ، فرقہ ظاہر یہ نے ہر امر میں ظاہر کو ہی ملحوظ رکھا اسمائے صفات میں بھی انہوں نے وہ معنی لیے جو حواس سے ان کی سمجھ میں آئے۔



امام موصوت آگے چل کر نکھتے ہیں کہ باطنیہ کے فساد کی چنگاری ۹۴ھ میں ابھری تھی تو سلطان برکیارق نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور ان کے اموال لوٹ لیے۔

پھر سلطان جلال الدولہ ملک شاہ کے زمانے میں ان لوگوں کا حال کھلا۔ انہوں نے سادہ میں عید کی غانہ پڑھی اور ایک مؤذن کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اس نے انکار کیا تو یہ لوگ دُورے کہیں ہمارا ز فاش نہ ہو جائے اس خوف سے اسے قتل کر دیا یہ خبر نظام الملک وزیر کو پہنچی چنانچہ اس نے تلاش جستجو سے ان لوگوں کو پکڑ پکڑ کر قتل کرنا شروع کیا آخر وہ خود ایک باطنی کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ آگے چل کر قرامطہ اور باطنیہ فرقے کے لوگ حسن بن صباح کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے الغرض بہت سے زندیق جن کے دل میں اسلام دشمنی تھی وہ اس قسم میں داخل ہو گئے۔ انہیں لوگوں میں ابن رادندی مصنف دامنخ اور ابوالعلا معری مشہور عربی شاعر مولیٰ جو معز الدولہ رافضی کا مداح تھا۔ اس کے اشعار میں کھلا ہوا الحاد ہے۔ یہ شخص نابینا تھا تمام عمر شادی نہ کی نہ گوشت کھایا نہایت بد شکل تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ دشمنی میں مبالغہ کرتا تھا ہر وقت خائف رہتا تھا کہ قتل نہ کیا جائے آخر ۴۲۹ھ میں مر گیا۔

اس کی تصانیف الزوم مالایلزدوم وسقط الزند۔ ضوء السقط الایک (مع غزیری) ذکر صیب جو بوجہ تمام کے دیوان کی شرح ہے و انتخاب متبنی کے انتخاب میں اس کا الحاد ہر مقام پر جھلکتا بلکہ ٹپکتا نظر آتا ہے۔

۵۱۔ رادندیہ : یہ فرقہ بھی شیعوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ دراصل ایران اور نراسان کے جاہل لوگوں کا گمراہ تھا۔ جو علاقہ رادندی میں رہتا تھا اور اسے

سند زاریوں، درویشوں، اسماعیلیوں، طیبیوں اور بوہروں کا چونکہ فاطمین مصر سے تعلق ہے اس لیے ان کے تفصیلی حالات خلافت فاطمین مصر کے ضمن میں دیکھے۔



ابو مسلم خراسانی نے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ ابو مسلم کو یا اس کی جماعت کو اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ابو مسلم نے مامون کا ساتھ محض اس لیے دیا تھا کہ وہ اس آڑ میں مسلمانوں کا قتل عام آسانی سے کر سکے۔ رافضیہ تنازع اور حلول کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ حملے تعالیٰ نے منصور میں حلول کیا ہے منصور کو خدا کچھ کر اس کی نیابت کرتے تھے اور اس کے درشن کو عبادت جانتے تھے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ آدم کی روح نے عثمان بن نہیک اور جبرئیل نے ہشیم بن معاویہ میں حلول کیا ہے۔ منصور نے ان کے چند لوگوں کو قید کر دیا مگر باقیوں نے حملہ کر کے سب کو آزاد کر لیا اور محل شاہی پر حملہ کر دیا۔ منصور ان کا خدا اور وہ خدا کے بجاری مگر اسی کے خلافت لڑ رہے ہیں قریب تھا کہ یہ لوگ عباسی حکومت کو ختم کر دیتے مگر عین وقت پر محمد بن زید نے حالات کو سنبھال کر عباسی سلطنت کو بچا لیا۔

## شیعوں کے فرقوں پر تبصرہ

مجھے اس باب میں اپنی علمی بے بضاعتی کا بھرپور اعتراف ہے کہ میں شیعہ مذہب کے فرقوں کا احتساب نہیں کر سکا، یزیدی۔ دروزی۔ نصیری۔ نزاری۔ طیبی اور ان کے علاوہ اور کئی فرقوں کے نام کتابوں میں مذکور ہیں ان سے ضمناً بعض کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اور بعض بالکل آنکھوں سے اوجھل رہے ہیں۔ ان لوگوں کے عقائد میں بظاہر بعد المشرقین ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کو انسانی شکل میں ملتے والے۔

۲۔ ہنود کی طرح تنازع کے قائل۔

۳۔ عیسائیوں کی طرح منصور کو خدا کا بیٹا کہنے والے۔

۴۔ محمد بن عبد اللہ بن حسن کو زندہ جاوید ماننے والے۔

۵۔ امام برحق کا کلیہ قائم کر کے اسے پیغمبر کہنے والے۔

۶۔ ترک نماز سے کوئی گناہ نہیں کے قائل۔

۷۔ حضرت جعفر (الصادق) کو خدا ماننے والے۔



- ۸۔ تمام مفروضہ ائمہ کو الہ ماننے والے۔
- ۹۔ حضرت علی رضی کو جزو خدا کہنے والے۔
- ۱۰۔ امام جعفر کو زندہ جاوید سمجھنے والے۔ حلال اور رجعت کے قائل۔
- ۱۱۔ چہار دہ معصوم کی اصطلاح کے قائل۔
- ۱۲۔ نبوت علی رضی کا حق تھا مگر جبریل بھول کر نبوت محمد کے حوالے کر گیا۔ پر ایمان رکھنے والے۔
- ۱۳۔ علی رضی کو نبوت میں شریک جاننے والے۔
- ۱۴۔ "اہل بیت کا علم جاننے والا نبی ہو سکتا ہے" کے قائل۔
- ۱۵۔ قرآن کو شترگز کہا کہنے والے۔ قرآن کے چالیس پاروں کے قائل قرآن کی سات ہزار سے زائد آیتیں ماننے والے "اصل قرآن علی رضی نے پوشیدہ کر دیا تھا" کے قائل۔
- ۱۶۔ حضرت ابوبکر رضی عمر رضی عثمان رضی عائشہ رضی طلحہ رضی زبیر رضی معاذ رضی اور ابو موسیٰ رضی پر لعنت کرنے والے۔
- ۱۷۔ انہیں صرف خطا کار کہنے والے۔
- ۱۸۔ محرمات کو حلال کہنے والے۔
- ۱۹۔ سب عورتوں کو ہر شخص کے لیے مباح قرار دینے والے۔
- ۲۰۔ اسی دنیا کو دوزخ اور جنت سمجھنے والے۔
- ۲۱۔ شراب اور زنا کو حلال جاننے والے۔
- ۲۲۔ بنی۔ عباس رضی۔ علی رضی۔ جعفر رضی اور عقیل رضی کی امامت کے علاوہ کسی اور کی امامت کے قائل کو کافر کہنے والے۔
- ۲۳۔ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے قائل۔
- ۲۴۔ تو محمد بن عبداللہ بن حسن المعروف نفس ذکیہ کا حق سمجھ کر امامت کو آپ پر ختم جانے والے۔
- ۲۵۔ ابوبکر رضی اور عمر رضی کو اجتہادی غلطی کا مرتکب جاننے اور باقی سب کو کافر کہنے والے۔



- ۲۶۔ منصور عباسی کی طرف امامت لوٹائے جانے کے قائل۔
- ۲۷۔ جعفر (الصافق) کے بعد امام محمد کی امامت کے قائل۔
- ۲۸۔ جعفر صافق کے بعد عبداللہ کی امامت کے قائل۔
- ۲۹۔ اسماعیل کو امام برحق ماننے والے۔ دوازده ائمہ کے قائل۔
- ۳۰۔ امام مہدی کی پوشیدگی پر ایمان رکھنے والے۔
- ۳۱۔ اصحاب ثلاثہ کو علی منہاج الخلافۃ صحابی کہنے والے اور ان پر تبرک کرنے والے۔
- ۳۲۔ ابن زبیر و ثمر اور ابن سعد کو شیعہ ماننے والے
- ۳۳۔ مختار کو امیر مختار کو رضی اللہ تعالیٰ کہنے والے اور اسے زماہ کا مکارترین فریب کا خطاب دینے والے۔
- ۳۴۔ اذان میں حَیَّ عَلَی خَیْرَ الْعَمَلِ اور عَلَی دِلِ اَمَلٍ وَحَیْ رَہْمُولِ اللہ کے قائل۔ اور ان کلمات کے منکر۔
- ۳۵۔ منصور، ہارون، مامون عباسی کو شیعہ سمجھنے والے اور انہیں کافر، فاسق اور فاجر کہنے والے۔
- ۳۶۔ یزید کو فاطمیوں اور علویوں کا محسن سمجھنے والے اور اس کا نام گالی کے طور پر لینے والے۔
- ۳۷۔ ماتم اور تعزیر کو شعار اللہ ماننے والے اور۔ ان مراسم کو بت پرستانہ اور مشرکانہ فعل کہنے والے سب کے سب شیعہ ہیں۔ عقائد میں کیا اور اعمال میں کیا شیعیت دراصل ایک چیتان ہے ایک بھول بھلیاں ہے ایک گورکھ دھندا ہے۔ ایک پہلی ہے ایک اغلو ہے ایک معمر ہے۔ سمجھنے کا اور نہ سمجھانے کا



## پانچواں باب

# مزعومہ آئمہ کی موجودگی میں خروج کرنے والے علوی

شیعیت میں دوازدہ آئمہ کو معصوم اور مومن اللہ قرار دیا گیا ہے۔ امام نصوص کے بغیر جہاد قلمی اور سیفی دونوں حرام ہیں۔ چنانچہ مجلسی نے بحار الانوار میں امارت رسول و آئمہ اس کے متعلق نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مباحثہ کرنا انبیاء و آئمہ کے سوا اس لیے دوسروں کا کام نہیں بلکہ ناجائز و حرام ہے کہ وہ حجت منصوب من اللہ کو پہچانتے نہیں نہ یہ ضعیف شیعوں یا اہل باطل کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتے ہیں اور اس لیے بھی ناجائز ہے کہ جہاد بالقلم سے اظہار دین ہوتا ہے۔ حالانکہ شیعوں کے ہاں اظہار دین کی ممانعت اور اخلائے دین کا حکم ہے جیسا کہ اصول کافی میں امام جعفر صادق کی یہ حدیث ہے۔

انکم علی دین من کنتم اعنکم اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ (ص ۱۵۵)

”بے شک تم ایک ایسے دین پر جس نے اسے پوشیدہ رکھا اللہ نے اسے عزت دی اور جس نے اسے ظاہر کیا اللہ نے اسے ذلیل کیا“

اس کا فیصلہ شیعہ مولوی خود کر لیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں صحیح کر رہے ہیں یا غلط کر رہے ہیں ہو سکتا ہے یہ کہتے وقت امام نے اس بات کے انتہر پہلو پوشیدہ رکھ لیے ہیں چونکہ امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں لا نکلم علی سبعین وجہانی کلہا المخرج وعن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول انی لا نکلم بالکلمۃ الواحدۃ لہا سبعون وجہان اخذت کذا وان شئت اخذت کذا بحوالہ اساس الاصول مؤلف مولوی دیدار علی مجتہد ص ۶۵

امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک میں ستر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں ہر پہلو سے نکل جانے کا موقع رہتا ہے ابو بصیر سے بھی روایت ہے کہ میں نے (بقیہ اگلے صفحہ پر)



زیر نظر سطوہ میں ان علوی خروج کرنے والوں کی فرست ہے جنہوں نے آمد وقت کی موجودگی میں ان کی اجازت کے بغیر خروج کیے اور صرف خروج ہی نہیں بلکہ وہ بد کرداریاں کیں کہ شیطان بھی ان کی بد اخالیوں سے پناہ مانگتا ہوا بھاگ نکلا ہوگا۔

امام ششم جعفر صادق (پیدائش ۸۲ھ و ۸۴ھ تا ۱۲۸ھ)	زید بن علی نے ۱۳۲ھ میں کوفہ میں خروج کیا	زمانہ ہشام بن عبد الملک اموی
امام ہشتم موسیٰ رضا	محمد بن علی ۱۶۲ھ خراسان میں	محمد مہدی عباسی کے زمانے میں
پیدائش ۸۲ھ و ۸۴ھ تا ۲۰۳ھ	حسین بن علی، فاضل بن علی ۱۶۹ھ مدینہ میں	موسیٰ الہادی کے زمانہ میں
امام ناسر الاصفہانی ۱۱۶ھ	محمی بن عبد اللہ ۱۱۶ھ مدینہ میں	بارون الرشید کے زمانہ میں
محمد سلیمان ۱۹۰ھ مدینہ - محمد بن ابراہیم طرابلسی ۱۹۹ھ کوفہ محمد اکبر بن جعفر ۱۹۹ھ کوفہ حسین الافطس ۱۹۹ھ مکہ علی ابن حسین الافطس محمد بن جعفر صالح علی بن جعفر صادق ۱۹۹ھ مکہ میں بن موسیٰ کاظم ۱۹۹ھ بصرہ میں عبید اللہ بن جعفر ۲۰۰ھ فارس میں نصر بن ابراہیم ۲۰۲ھ یمن میں	امامون الرشید کے زمانہ میں	

رہیقہ ماشیہ صفحہ گذشتہ) امام جعفر سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی کلام کرتا ہوں تو اس میں ستر پہلو رکھ لیتا ہوں۔ چاہوں تو اس پہلو کو اختیار کروں اور جب چاہوں اس پہلو کو لے لوں یہ کلام ہے منزع التقیہ امام کا۔



امام نہم محمد تقی	عبدالرحمان بن احمد ۲۰۷ھ بمین	مامون الرشید
پیدائش ۱۹۵ وفات ۲۲۰ھ	محمد بن قاسم ۲۱۹ طالقان میں	المعتصم باللہ
امام دہم علی نقی	محمد بن صالح ۲۳۲ حجاز یحییٰ بن عمر ۲۳۵ بصرہ میں	المستوکل
پیدائش ۲۱۲ وفات ۲۵۴ھ	ابی الحسین یحییٰ کوفہ حسین بن زید ۲۵۰ ولیم محمد بن زید ۲۵۰ طبرستان محمد بن جعفر ۲۵۰ قاتل احمد بن عیسیٰ ۲۵۰ رے ادیس بن موسیٰ ۲۵۰ رے عبداللہ بن اسماعیل ۲۵۰ رنجان - حسین کوکبی ۲۵۱ فزون ابراہیم بن محمد ۲۵۱ قزوین - حسین الخزون ۲۵۱ کوفہ ابو احمد ۲۵۱ کوفہ اسماعیل بن یوسف ۲۵۱ مکہ الاصغر محمد ۲۵۲ ایامہ عبداللہ بن احمد ۲۵۲ مکہ	المستعین باللہ
امام یازدہم حسن عسکری	محمد الاکبر بن موسیٰ ۲۵۴ مدینہ	المہندی باللہ
پیدائش ۲۳۱ وفات ۲۶۰ھ	عیسیٰ بن جعفر ۲۵۵ کوفہ - محمد بن حسن ۲۵۶ مدینہ ابراہیم بن محمد ۲۵۶ مضر	المستد علی اللہ

نقشہ مندرجہ صدر کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ فرعونہ ائمہ کے زمانہ میں تقریباً چالیس علویوں نے خروج کیا اور بارہ خلفائے اسلام کی خلافت میں یہ خروج ہوئے۔ اگر ان لوگوں نے اپنی مرضی سے خروج کیے تو یہ لوگ ائمہ کے نافرمان اور باغی تھے اور اگر ائمہ کی مرضی سے خروج کیے تو ائمہ نے خود ان کا



ساتھ کیوں نہ دیا۔ اگر وہ خود پس منظر میں رہ کر مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑاتے تھے تو یہ کون سی نص تھی۔ کیا یہ منافقت نہ تھی؟ اور پھر اس بات کو بھی پیش نظر رکھیے کہ ان ائمہ کے ساتھ خلفائے وقت نے کون سا بڑا سلوک کیا۔ اگر کہا جائے کہ خلفائے وقت ان ائمہ کو درپردہ تکلیفیں پہنچاتے رہے تو اس سے بڑا بھوٹ دنیا میں آج تک نہیں بولا گیا۔ یہ خلفائے اسلام وہ جلیل القدر فرمان روا تھے اور ایسی سطوت و شوکت کے مالک تھے جو قیصر رومی تک کو گتے کے نام سے مخاطب کرنے میں باک نہیں سمجھتے تھے پھر اپنے ملک کے چند سر پھرے باغیوں سے انہیں کیا خوف ہو سکتا تھا۔ کہ انہیں درپردہ تو تکلیفیں پہنچاتے رہے اور ظاہر ان کی خدمت کرتے رہے۔

### صرف علوی ہی کیوں بار بار خروج کرتے رہے:

اس سوال کا جواب صرف ارباب بصیرت کی سمجھ میں ہی آسکتے والہے اور اس دور حصوص میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ یہود و مجوس کے گٹھ جوڑنے جن نظریات و عقائد کا ہیولہ تیار کیا تھا وہ سب مفروضہ اہل بیت کے گرد گھومتا تھا اور وہ ہی لوگ بار بار ان سادہ لوح علویوں کو گھر کر خلافت موقتہ کے خلاف خروج کراتے رہے اور خلفائے وقت کی بار بار چشم پوشی، اغماض بلکہ رحم و کرم کے جذبات اور معافیاں انہیں بار بار خروج کرنے کی ہمت دلاتی رہیں۔

۲۔ قانون قدرت کی طرف سے ان لوگوں کے باطل نظریات پر ایک تازیانہ ہے جو انہیں صرف اولاد علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے واجب التعظیم سمجھتے ہیں کہ تم جن لوگوں کو اہل بیت کے نام سے پکار پکار کر ان کے سامنے اپنے جیسے جاتے ہو وہ دین سے کس قدر بیگانہ اور کد دار کے لحاظ سے کس قدر گھٹیا تھے اور آج تک ہیں۔

شیعوں کے دواڑہ مزعومہ ائمہ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ <sup>سینا</sup> <sub>علی رضی اللہ عنہ</sub>



اور صنینِ رنہ کے بعد اہل تشیع کے آٹھ مزعومہ آئمہ ہماری نظروں میں اپنے اپنے وقت کے اہم ترین شخصیتوں کے حامل، عابد و زاہد اور صاحب علم و فضل بزرگ تھے وہ لوگ خلفائے وقت کے وفادار اور جمہور مسلمانوں کے ہمدرد اور تمام مسلمانوں کے قابل تعظیم بزرگ تھے۔ خلفائے وقت انہیں نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ رضا کو امیر المومنین الامامون عباسی کے تمام عباسیوں کو ناراض کر کے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ سینا امام ہدی کے متعلق ہے کہ آخری زمانہ میں پیدا ہوں گے اور اہل سنت والجماعت کے امام ہوں گے۔ اور تمام مسلمان آپ کے مطیع و فرمان ہوں گے۔

## خلافت موقتہ

ہمارے سامنے اس وقت ۶۰ھ سے ۲۵۰ھ تک یعنی ۲۹۰ قری سالوں کی تاریخ ہے یہ عرصہ خلفائے سادات بنو امیہ اور خلفائے سادات بنو عباس کا وہ سنہری زمانہ ہے جس میں ہمیں ملکی فتوحات کے انمٹ کارنامے بھی نظر آتے ہیں اور علوم و فنون کے تخلیقی ذخائر بھی۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ تاریخ عالم سے اگر یہ ۲۹۰ سال نکال دیئے جائیں تو اس ربع ارضی کی تاریخ میں تہذیب و تمدن، معاشرت اور انسانی اقدار کا وجود تو درکنار ان کا کہیں سراغ بھی نہیں ملے گا تو بجائے نبی علیہ السلام نے جو دین پیش کیا۔ صحابہ کرام رنہ کے جس دین کی تبلیغ فرمائی خلفائے راشدین نے جس دین کی خدمت کی، اس دین کی آبپاری اسی دور میں ہوئی محمد رسول اللہ کے لئے ہوئے دین کے چمنستان کے پیر اسی زمانے میں بار آور ہوئے بلا تفریق مذہب و ملت معلوم دنیا کے لیے یہی دور حقیقی طور پر راحتوں، آسانیوں اور شادمانیوں کا دور تھا۔

اگر اس دور میں کسی طرف سے کوئی بد مزگی، بے لطفی، بے آزادی، خرابی یا بدکرداری کی جنبش یا حرکت ہوئی تو ان سب کا سرچشمہ ہمیں اولاد علی رضی اللہ عنہ کے وجود میں ملتا ہے۔ ان ۲۹۰ سالوں میں کم و بیش ۶۵ علویوں نے خروج کیے یعنی اوسطاً ساڑھے چار سال کے عرصہ میں ایک علوی نے خروج کیا۔ ان میں سے



چند ایسے بھی تھے جو علم و فضل کے بلند مقامات کے حامل تھے مگر یہود و مجوسی کے "آمیختہ" نے انہیں طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر خروج پر آمادہ کیا بعض اپنی بے وقفی سے اس اشارہ گروہ کے در غلامی سے آمادہ خروج ہوئے ان میں سے بعض عین بغاوت کے دوران مارے گئے۔ بعض نے توبہ تلا کی اور فرارِ دلِ خفا میں اپنی سیر چٹھیوں سے صرف معاف ہی نہ کیا بلکہ غلعتوں سے نواز کر رخصت کیا۔ بعض روپوش ہو گئے بعض کو معمولی سرزنش کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ آج مخالفین کی طرف سے خلفائے سادات بنو امیہ یا خلفائے سادات بنو عباسؓ کے خلاف جو اثر خانی اور سو قیادہ انداز کے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان معترضین کو اتنی عقل بھی نہیں کہ اگر وہ لوگ اولادِ علیؓ کے اس قدر دشمن تھے تو ان علویوں کو بار بار خروج کی جرات کیسے ہوتی رہی۔ اور پھر اگر علویوں کا اس طرح قتل عام ہوتا رہا تو آج یہ لاکھوں علوی کہاں سے نمودار ہو گئے؟ شیعیت نے اپنے روحانی اب وجد کی تیار کردہ سازش کو اپنا کر جس طرح ان پاک باز بندوں کے خلاف زہر افشانی کی ہے یہ تاریخ عالم کا ایک اند دہناک باب ہے۔ اور لطف یہ کہ تمام مروجہ تاریخوں میں وہ تمام واقعات موجود ہیں جو آئندہ صفحات میں پیش کئے جا رہے ہیں مگر کسی اللہ کے بندے نے اس طرف توجہ کی ہی نہیں لے دے کہ ان لوگوں کے پاس جل و صفیں اور کمر بلا۔ علی رضہ و معاویہ رضہ اور حسین رضہ و زیدؓ کی ان کی خود تیار کردہ جھوٹی روایتیں رہ گئی ہیں۔

اس سعادت کا تاج کارکنانِ قضا و قدر علامہ سید محمود احمد عباسیؒ کے لیے تیار کر چکے تھے۔ مرحوم نے جب تاریخ کے ان گوشوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا تو کچھ اس قسم کا نقشہ سامنے نظر آیا جیسے چلتے چلتے عین چور ہے میں کوئی آدمی الٹا کھڑا نظر آئے اور راہ چلتے لوگ اس کی اس حرکت کو بڑے اچنبھے کی نظر سے دیکھنے کے لیے رُک جائیں اور جب اپنی آنکھیں مل ل کر اس منظر کو خوب غور سے دیکھیں تو معلوم ہو۔ حقیقت میں وہ شخص الٹا کھڑا نہیں ہوا بلکہ ہم سب اٹے کھڑے ہیں۔

بعض ایسی باتیں جو ایک ہی تاریخ کی کتاب میں دو صورتوں میں موجود ہیں اور پہلی صورت کو دلائلِ دہراہین کی بھرپور تائید حاصل ہے اور اسی مسئلے کی



دوسری صورت کسی دوسرے مقام پر کسی ثبوت کے بغیر اسی کتاب میں مرقوم ہے جس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ دوسری صورت مورخ کی اپنی طبع آزمائی یا تسمیع ہے یا دھول ہے یا اس کی عصبیت ہے مگر عوام میں وہی دوسری غلط صورت اس طرح رواج پذیر ہو چکی ہے کہ اصل صورت کو بالکل بھلا دیا گیا ہے۔ انکوب کا واقعہ طبری اور ابن خلدون کے حوالجات سے گذشتہ باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح فاروق اعظم کی شہادت کا واقعہ ہے تاریخیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ آپ کی شہادت ایک منظم گروہ کی سازش کا نتیجہ تھی۔ مگر آج اس طرف صرف فیروز کو گھسیٹا جا رہا ہے۔

اسی طرح خروج کرنے والے وہ فاطمی جنہوں نے خانہ کعبہ میں بیٹھ کر قرص سرود کی مجلسیں جمائیں مسجد نبوی کے پردے اور غلاف کعبہ کو لوٹا۔ کھلے بندوں لواطت اور زنا کاری کے مرتکب ہوئے۔ نشہ شراب میں مدہوش ہو کر مسجد نبوی میں لوگوں کو نمازیں پڑھنے سے روکا ان سب کے حالات تاریخوں میں موجود ہیں۔ مگر شیعیت نے آل نبی اور عزت رسول کی اصطلاحات کے پردوں میں ان لوگوں کی بدکرداریوں کو پوشیدہ کر کے واقعہ حترہ جیسے معمولی قسم کے پولیس ایکشن کو وہ شہرت دی کہ دورِ حاضرہ کے مدعیان قرآن فہمی تک بھی انہیں کی سی بانکنے لگ گئے گویا شیعیت نے نہایت چابکدستی سے عوام کے اذہان کو بڑی طرح مسموم کر کے تاریخ کا علیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

تاریخوں میں اس قسم کے موجود تضادات ہر پڑھے لکھے آدمی کی نظر سے ضرور گزرتے ہوں گے مگر کسی اللہ کے بندے کو یہ بہت نہیں ہوتی کہ لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہے اس طرف متوجہ کرنا تو درکنار بلکہ جھوٹ کی ذکالت کو دکانی خدمت سمجھا جاتا رہا اور سمجھا جا رہا ہے۔







## ہمدی نمبر ۱۔ محمد الارقط کا دعویٰ ہمدویت | محمد الارقط (نفس زکیہ) بن

عبد امثر بن حسن مثنیٰ بن الحسن

بن علی رض۔ سیدنا حسن رض کی اولاد سے سب سے پہلے انہوں نے خروج کیا اور اولاد علی رض میں سے سب سے پہلے انہوں نے ہمدی ہونے کا بلکہ بقول روافض نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زبان سے ہکے تھے۔ مگر نہایت شجاع۔ نڈر اور بہادر تھے۔ سیاسی چالیں خوب جانتے تھے۔ ان کے دادا حسن مثنیٰ سیدنا حسین رض کے داماد تھے ان کی زوجہ کا نام فاطمہ تھا۔ کربلا میں اپنے سسر حسین رض کے ساتھ موجود تھے۔ جنگ میں مجروح ہوئے اسمار بن خارجہ ابو حسان ان کا ماموں۔ بچا کر لے گیا کوفہ میں لے جا کر علاج کیا۔ جب تندرست ہوئے تو مدینہ چلے گئے۔ مقام کشف کشف الغمہ، ارشاد اور ریاض الشہادۃ، مقاتل الطالبین ص ۱۸۱ تا ۱۸۷ تاریخ اجلہ اور عمدۃ الطالب ص ۱ پر ان کے حالات ہیں۔ حسن مثنیٰ کے بیٹے نجیب الطرفین ہونے کی بنا پر عبد اللہ المحض کہلائے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بڑے حریص تھے جب عباسی تحریک کے ایک داعی کا قاصد امام ابراہیم عباسی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطلاع دی کہ خراسان میں آپ کی بیعت لے لی گئی ہے اور آپ کے لیے لشکر فراہم ہو گئے ہیں۔ (عمدۃ الطالب) تو عبد اللہ المحض نے حسد کی وجہ سے اموی خلیفہ کو اطلاع دے دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میں اس کا رد لائی سے بری الذمہ ہوں۔ چنانچہ عبد اللہ المحض کو اس جغلی کے صلہ میں اموی خلیفہ نے دس ہزار دینار عطا کئے۔

(مقاتل الطالبین صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵) عباسی امام گرفتار کر لیے گئے اور ان کے تمام بھائی بھتیجے جو تعداد میں چوبیس تھے گرفتار کر کے حمیمہ کے مقام پر نظر بند کر دیے گئے

اس کے چند دن بعد ابو العباس عبد اللہ اسفاح کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔  
ابو سلمہ خذال ویربراں محمد | یہ شخص عباسیوں کا داعی تھا۔ مگر چاہتا تھا کہ خلافت  
علویوں کو ملے مگر اس کے سانھی مانع تھے (ابداۃ منیر)

اس نے عباسیوں اور علویوں کو ایک جگہ جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا تاکہ وہ خود ہی کسی ایک کو اپنے میں سے خلیفہ منتخب کر لیں۔ عباسی تو پہلے ہی اس کے پاس موجود تھے اس نے علویوں میں سے تین اہم اشخاص کو بلانے کے لیے اپنا معتمد بھیجا۔



جناب جعفر (الصادق) کے پاس جب یہ قافلہ پہنچا تو انہوں نے یہ کہہ کر خط لینے سے انکار کر دیا کہ ابوسلمہ سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں (عمدۃ الطالب فی انصاب آل ابوطالب)

عمر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر خط لینے سے انکار کر دیا کہ میں ابھی جانا ہی نہیں عبد اللہ المحض نے خط لے لیا اور جعفر (الصادق) کے پاس پہنچ کر خط کا مضمون گوشگوار کیا جناب جعفر نے فرمایا وہ تمہارا داعی نہیں تم نے کب اسے خراسان بھیجا کب اپنے داعیوں کا لباس سیاہ بھڑکایا۔ نہ تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو نہ وہ تم کو جانتے ہیں۔ عبد اللہ جناب جعفر کی اسی صاف گوئی پر چکر اگئے پھر نہ کوفہ گئے اور نہ ہی جواب لکھا۔

سبائیوں کی وضع کردہ ایسی ہی ایک اور روایت ہے کہ انتخاب خلیفہ کے لیے ہاشمی خاندان والوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں علیوں کی طرف سے جعفر (الصادق) عبد اللہ المحض اور ان کے بیٹے محمد الارقط (نفس الزکیم) اور عباسیوں کی طرف سے ابو جعفر المنصور تھے۔ جب محمد الارقط کا نام لیا گیا تو جعفر (الصادق) نے کہا۔ آپ لوگ غلطی کر رہے ہیں خلافت تو زرد قبائلیوں کے ہے۔ وہ ابو جعفر المنصور عباسی اس وقت زرد قبائلی بنے ہوئے تھے) یہ روایات صحیح ہیں یا غلط مگر اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ عباسی، دعوت محمد الارقط کی پیدائش سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی البتہ جب ابو جعفر المنصور عباسی خلیفہ منتخب ہو گئے تو عبد اللہ المحض اپنی چغلی کی وجہ سے سخت شرمندہ تھے۔ مگر خلافت عباسیہ کے قیام کے بعد جب وہ ابو العباس السفاح کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فیاض طبع اور دریا دل خلیفہ نے انہیں گرانہا عطیات دیئے ایک اور مرتبہ خلیفہ کی خدمت میں پہنچے تو خلیفہ نے

سہ ابو جعفر المنصور کو شیعہ لوگ دوانقی کے نام سے موسوم کرتے ہیں دوانقی دمری کی مقدار کا ایک سکہ تھا۔ ابو جعفر حساب کے معاملہ میں بڑے سخت نفع شیعہ ان کو تحقیر کے طور پر دوانقی کہتے ہیں مگر دوانقی کے زمانہ میں زید کے بیٹے حسن مدینہ کے گورنر تھے حسن کی بیٹی ام کلثوم ابو العباس عبد اللہ کے نکاح میں تھیں۔



اپنے پاس ٹھہرایا۔ ایک دفعہ جب خلیفہ انبار کے مقام پر مقیم تھے تو عبداللہ پہنچے خلیفہ بڑی عزت و تکریم سے پیش آئے بے حساب مال دیا۔ طبری لکھتا ہے کہ ایک شب خلیفہ نے ایک صندوق منگوا یا جو جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ کھول کر آدھے جواہرات عبداللہ کو دیئے۔

اس تفصیل کے اظہار سے جہاں غلو یوں کے خروج کی وضاحت ہوتی ہے وہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ وہی عبداللہ ہیں جنہوں نے امویوں کے ہاں عباسیوں کے خلاف چغلی کھائی تھی۔ مگر عباسیوں کا اس بات کے باوجود عبداللہ سے اس قدر فیاضانہ سلوک ہو تو ان حالات میں جناب جعفر (الصادق) جو ایک گوشہ نشین ناہم منش انسان تھے۔ انہیں زہر آلود انگور کھلا کر ہلاک کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اولاد علی رضہ کو زندہ، دیواروں میں چنوا دینے کی کیا تمک تھی۔

عبداللہ المحض کے چھ لڑکے تھے سب کے سب عالی حوصلہ اور شجاع تھے اور سب نے مختلف اوقات میں خلافت موقتہ کے خلاف خروج کیے محمد الارقطہ ان سب میں زیادہ ہوشیار تھے کئی سال خروج کی تیاریاں کرتے رہے۔ لوگوں پر اثر ڈالنے کے لیے ہمدی ہوسنے کا دعویٰ کیا۔ ان ایام میں مدینہ پر گورنری پر محمد الارقطہ کے چچا نادر حسن بن زید بن الحسین فائز تھے۔ حسن نے محمد الارقطہ کے خلاف مخبری کی اور یہ اپنے بھائی ابراہیم کو لے کر سندھ کی طرف بھاگ گئے کچھ عرصہ کے بعد واپس آکر پھر خروج کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اس زمانہ میں عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور نے انہیں ایک طویل خط لکھا جو سورہ المائدہ کی اس آیت سے شروع ہوتا ہے اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ الْخِاسُ کے جواب میں محمد الارقطہ نے ایک طویل خط لکھا جس میں ان لفظوں کی تکرار پر زور دیا گیا کہ میری ماں ایسی تھی۔ میری دادی ایسی تھیں۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ انہوں نے اس خط میں تسلیم کیا کہ ابوطالب بحالت کفر مرا تھا۔ (آج جو شیعہ ابوطالب کو مسلمان کہہ رہے ہیں وہ غور کریں) عباسی خلیفہ اور محمد الارقطہ کے



درمیان یہ خط و کتابت نسلی تعلیموں اور لہجہ و لہجہ کی نوک جھونک کے سوا کچھ نہیں اس خط و کتابت کو متعدد مورخین نے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد ۱۲۵ھ میں محمد الارقط لے یکا یک خروج کر دیا عباسی خلیفہ نے عیسیٰ بن موسیٰ عباسی کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا۔ سالار لشکر نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق اعلان کیا۔

”اے اہل مدینہ تمہارا خون بہانا ہمارے لیے حرام ہے۔ جو لوگ تم میں سے ہمارے پاس چلے آئیں۔ جو مدینہ سے باہر چلے جائیں، جو اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں اور جو ہتھیار رکھ دیں انہیں امان ہے ہم صرف محمد الارقط کو گرفتار کر کے امیر المومنین کے حضور میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔“

چنانچہ اس اعلان پر ان کے بہت سے ساتھی ان سے الگ ہو گئے حتیٰ کہ ان کے بھائی عبید اللہ اور دوسرے ان کے کئی عزیز الگ تھلگ رہے۔ عبید اللہ حسینی شروع سے ان کے خروج کے خلاف تھے اور محمد الارقط نے قسم کھا رکھی تھی جہاں اسے پاؤں کا قتل کر دوں گا (عمدة الطالب ص ۱۳۸) انہیں عباسی خلیفہ نے مدائن میں اسی ہزار کی جاگیر عنایت کی تھی (عمدة الطالب ص ۱۳۸) جازیت کے مقام پر جنگ ہوئی محمد الارقط کے ایک ساتھی نے بھاگ جانے کا مشورہ دیا مگر آپ میدان میں ڈٹے رہے اور مقتول ہوئے۔

کسی آدمی نے خلیفہ منصور کے سامنے کہا کہ محمد الارقط میدان قتال سے ہٹ گئے تھے خلیفہ نے کہا ہرگز نہیں ہم اہل بیت میدان چھوڑ کر بھاگا نہیں کرتے۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۰ ج ۱۰)

محمد الارقط کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں فاطمہ اور زینب تھیں زینب پہلے محمد بن عبداللہ السفاح کے نکاح میں تھیں ان کے مرنے کے بعد عیسیٰ بن علی بن عبداللہ بن العباس کے نکاح میں آئیں۔ (کتاب نسب قریش ص ۵۵) اس تمام آدیزش کے درمیان جناب جعفر (الصادق) نے کسی بات میں کوئی حصہ نہ لیا۔ بلکہ وہ پہلے ہی ابوسلمہ کے قاصد کے پہنچنے پر اظہار ناراضگی فرما چکے تھے وہ علمی ذوق کے انسان تھے اور ایسی سیاسی چپقلشوں سے بالکل غیر متعلق رہتے تھے۔ عباسی



خلفاء نے محمد الارقطہ کے گھر والوں کو ان کے مقتول ہونے کے بعد بیش بہا  
مظالفت سے سرفراز کیا۔ ان حالات میں جناب جعفر (الصادق) کو دھڑے کر  
مارنے کی شیعہ روایت ایک ایسا جھوٹ ہے جو انہیں کو سردار ہو سکتا ہے۔  
کیا محمد الارقطہ مہدی تھے؟

محمد الارقطہ کا دعویٰ مہدویت، شیعیت کے منہ پر ایک اور چیت ہے۔ آج  
یہ سو بار انکار کریں کہ محمد الارقطہ مہدی نہیں تھے۔ مگر ان کے اسلات نے ان کی  
مہدویت کے لیے درجنوں احادیث وضع کیں۔ اور انہیں نشر کیا اور آج تک  
ان کی کتابوں میں ان احادیث کی صدائے بازگشت کانوں سے ٹکراتی ہے۔ خدا خواستہ  
اگر محمد الارقطہ کامیاب ہو جاتے تو شیعیان علی رضہ یقیناً انہیں مہدی موعود مانتے  
مگر ان کا پتہ کٹ گیا اور ان کے ساتھ ہی ان کی مہدویت بھی ملک عدم کو سدھار  
گئی۔ مگر جو کچھ شیعہ کتب میں سکھا جا چکا ہے اس سے چھٹکارا محال ہے۔ ایسے  
ہی لغویات اور ہفوات میں پھنس کر انہیں کہنا پڑا کہ اللہ کو بداد ہو جاتا ہے۔

### نفس زکیہ کا کابوس:

شیعیت کی کوئی بھی کل سیدھی نہیں پہلے جناب جعفر (الصادق) کی زبان  
سے کہلوا یا گجیا کہ دولت و خلافت آل ابی طالب میں سے کسی کے لیے نہیں۔  
زرد قبا والے کے لیے ہے اس سے پہلے عبداللہ المحض کو ابوسلمہ خلال کے قاصد  
کے سلسلہ میں دھتکار دیا اب انہیں محمد الارقطہ کے گھوڑے کی رکاب تھما کر  
محمد الارقطہ کو سوار کر رہے ہیں اور اعتراض کرنے والے کو ان کی زبان سے  
کہلوا رہے ہیں ہذا مہدینا اہل البیت دعمة الطالب (مک) یہ ہم البیت  
کے مہدی ہیں۔ اگر شیعوں کی اس مشہور کتاب کو سچ سمجھا جائے اور ہمارے  
پاس بقول شیعوں کے اسے جھوٹ کہنے کا کوئی ثبوت بھی نہیں تو پھر امام  
ششم جناب جعفر نہیں بلکہ جناب محمد الارقطہ ہیں۔

ع۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے



## چند ضمنی احادیث کی ایک جھلک

محمد الارقطہ کے دونوں کندھوں کے درمیان بیضہ مرغ کے برابر ایک سیبہ  
خال تھا (مقال الطالبین) معاذ اللہ گویا ہر نبوت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اجمار زیت کے مقام پر میری  
اولاد سے ایک نفس زکیہ قتل ہو گا۔ (عمدة الطالب فی انساب آل ابی  
طالب صفحہ ۸۳)

نبی البلاغہ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایسا ہی ایک قول منسوب ہے۔  
نفس زکیہ سے مراد ہی محمد الارقطہ مراد ہیں۔ (مقال الطالبین)

جماعت محمدیہ یعنی محمد بن عبد اللہ کی جماعت جنہیں مدینہ میں المنصور کے لشکر  
نے قتل کیا تھا۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ شیطان تھا جو بصورت محمد بن عبد اللہ  
کا دوبارہ ظہور ہو گا۔ (الفرق بین الفرق)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی شیعوں کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ شہید نہیں ہوئے  
بلکہ ان کی جگہ شیطان قتل ہوا تھا (تذکرۃ الائمہ کتاب شیعہ ص ۹۱ بحوالہ قاطع  
الائف ص ۵)

بعض کذابین نے امام مالک کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ محمد الارقطہ کے خرد ج کے  
جنوائے اہل سے جہاد کرتے تھے۔ امام مالک کی طرف اس کذاب واقفہ کی داستان  
کو منسوب کرنے والوں کی نظر سے یہ کیوں نہیں گذرا کہ عباسی خلفاء امام مالک کی  
تالیف پر کس قدر خوش تھے اور اس ملک کا دستور العمل بنانا چاہتے تھے آپ  
نے محمد الارقطہ کے متعلق شیعوں کی ضمنی روایات سنیں اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ  
بھی لگالیا۔ مگر اہل سنت مورخین نے اکبر شاہ خان تک نفس زکیہ کی گردان سے  
پوری امت کے اذبان کو مسموم کرنے کی کوشش کی ہے جس کی ایک محقق کے سامنے



پر گاہ جتنی بھی نہیں۔ حیرانی اس بات پر ہے کہ شیعہ ایک طرف اپنے امام کی زبان سے محمد الارقطہ کو منحوس اور شوم لفظ قرار دیتے ہیں اور اس کا حلیہ اپنے امام کی زبانی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں وہ بھینگا اور کثیف اخضر ہے۔ مترجم یعنی سید ظفر حسن اکشف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اکشف سے مراد یہ ہے کہ سر کے اگلے حصے پر بال نہ ہوں ایسے کو عرب و اے منحوس جانتے تھے اور اخضر سے مراد سبز چشم ہے جس محمد الارقطہ کی تعریف شیعوں کی زبان سے سطور بالا میں بیان ہو چکی ہے۔ اس کے متعلق دورِ حاضرہ کے ”محقق اعظم“ نے اپنی رسوائے زمانہ تالیف ”خلافت و ملوکیت“ میں اپنی نسلی عصبيت کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے کہ المنصور ان کی تحریک سے بڑا خوف زدہ تھا۔

### ۱۔ حسن بن محمد الارقطہ؛

اسی مہدی موعود یعنی محمد بن الارقطہ کا بیٹا حسن نہایت بدکردار تھا۔ سیباہ قام ہونے کی وجہ سے ابو الزفت کے لقب سے ملقب تھا یلقب بابی الزفت لشدۃ سمرقہ و حد فی الخمر بالمدينة (جمہۃ ابن عزم ص ۸۱) ترجمہ: ایک دن اپنے ہم جلیسوں کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا دلی مدینہ نے گرفتار کر کے سر بازار تشہیر کر لائی۔ اپنے چچا یحییٰ کی ضمانت پر اس شرط پر رہا ہوا کہ روزانہ حاضری دے گا مگر بھاگ گیا اور چچا کی ضمانت ضبط ہو گئی؛

### ۲۔ ابراہیم بن عبداللہ المحض بن حسن بن الحسن؛

ابراہیم کو بعد میں شیعوں نے ابراہیم العمر کہا دونوں بھائیوں نے بیک وقت

۱۔ محمد الارقطہ کی صحیح تصویر دیکھنے کے لیے الثانی ترجمہ اصل کافی شائع کردہ شمیم بک ڈپو کراچی دیکھیے صفحات ۴۴ تا ۴۶، کیا ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اپنے بھائی میں تمہارے بیٹے کو بچہ سے زیادہ منحوس و شوم سمجھتا ہوں



خروج کا پروگرام بنایا تھا۔ مگر ابراہیم بیمار ہو گئے۔ محمد الارقطہ کے مقتول ہونے کے بعد بصرہ میں انہوں نے خروج کیا۔ ۲۵۔ ۲۶ ذی قعدہ ۱۲۵ھ کو باخری کے مقام پر مقتول ہوئے۔ عباسی خلیفہ نے سن کر کہا واللہ میں اس امر سے متنفر تھا۔ تم نے مجھ کو بھی مبتلا کیا اور خود بھی مبتلا ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ ص ۹۱)

محمد الارقطہ کے خروج میں جس طرح امام مالک کو توث کرنے کا جھوٹا اختراع کیا اسی طرح ابراہیم کے خروج کے متعلق کہا کہ امام ابو حنیفہ نے ان کو ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حالانکہ ان ابو حنیفہ کی مدونہ فقہ کا اصول ہے کہ حاکمان وقت کے خلاف خروج ناجائز ہے اگرچہ وہ ظلم بھی کریں۔

۳۔ محمد بن علی بن عباس بن حسن بن الحسن نے ۱۶۲ھ میں خراسان میں محمد المہدی کے خلاف خروج کیا اور مقتول ہوئے۔

۴۔ حسین بن علی بن حسن بن حسن بن الحسن نے ۱۶۹ھ میں مدینہ میں موسیٰ الہادی کے خلاف خروج کیا جو بڑے سیر چشم

اور فیاض تھے محمد المہدی عباسی جب مدینہ میں وارد ہوئے آپ کو چار ہزار دینار کا گراں بہا عطیہ دیا۔ ابوالزفت نے ان کو گھیر کر دارالامارۃ پر حملہ کر دیا اور مدینہ کا وقتی خزانہ لوٹ لیا۔ ان کے بھائی یحییٰ شریک بغاوت تھے مگر ان کے پیچھے بھائی حسن بن جعفر بن حسن بن حسن بن الحسن بن ان کے مخالف اور خلیفہ عباسی کے طرفدار تھے۔ ہادی فسخ میں سرکاری فوجوں سے مسطح بھیڑ ہوئی اور سر کے قریب باغی قتل ہو گئے۔

یہاں بھی مقاتل الطالبین کے شہید مصنف کو دو امام ہوئے ہیں۔

۱۔ جعفر بن محمد بن علی بن العابدین سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک روزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزروادی سے ہوا۔ آپ نے وہاں سواری سے اتر کر ایک رکعت نماز پڑھی جب دوسری رکعت پڑھنے لگے تو رونے لگے

۱۷۔ اس موضوع پر حکیم سید علی احمد عباسی کی تالیف امام ابو حنیفہ نہایت محققانہ تالیف ہے



لوگوں نے جب آپ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے آپ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا۔ کیوں روئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا جب میں پہلی رکعت پڑھ رہا تھا تو جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ یہاں تمہاری اولاد میں سے ایک شخص قتل ہو گا اس شہید کو کئی شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (مقاتل الطالبین ص ۴۶)

چونکہ وہ ایک شرابی کے ہرکلمے سے آمادہ خروج ہوا

۲۔ زید بن زین العابدین سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب مقام فح پر پہنچے تو آپ نے صحابہ رض کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی، پھر فرمایا اس جگہ میرے اہل بیت سے ایک شخص جو جماعت مومنین سے ہو گا۔ ان کے لیے کفن اور خوشبوئیں جنت سے نازل ہوں گی اور ان کے جسم ان کی روحوں سے پہلے ہی جنت میں پہنچ جائیں گے۔ (مقاتل الطالبین ص ۴۶) کا ترجمہ

قطع نظر اس بات کے ان کے پیدا ہونے سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ قابل غور امر یہ ہے کہ امام وقت کے بغیر یہ کیسا جہاد ہوا۔ یہ تو عوام محض کا ارتکاب ہے اور اگر یہ خود امام وقت تھے تو دوازدہ آئمہ کا نظریہ کہاں گیا؟

ایسی لغو اور پھر روایات کے خالقین۔ عباسیوں اور امویوں کی مخالفت کے بلکاو میں جو منہ سے آیا بکتے چلے گئے مگر یہ نہ سوچا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر کس حد تک یقین کیا جائے گا۔

کاش کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سن لیتے فرمایا نبیؐ نے میرے اوپر جھوٹ بولنا ایسا نہیں جیسا کسی اور پر بولنا۔

فمن کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار (بخاری مسلم ترمذی)

جس نے مجھ پر عمدہ جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا۔

یہاں وہی پرانی بات ایک بار پھر دہرائیجیے۔ ”یعنی امام الحسن بنت حسن، جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن العباسؑ کے نکاح میں تھیں دعدۃ الطالب کا شیعہ مصنف اس نکاح کا معترف ہے مگر ان کو سبہ الفاظ میں یعنی ام الحسن



نکل کر جعفر بن سلیمان کے پاس چلی گئی درمیان سے چاہیے قحطام الحسن کے  
خود چلے جانے کی بجائے جعفر کے متعلق سیدو ام کلثوم بنت علی کی طرح  
لکھتا نزع نصب منہ۔

### ۵۔ فاضل بن علی بن حسن بن حسن بن الحسنؑ

۱۶۹ھ میں مدینہ میں موسیٰ الہادی کے زمانہ میں خروج کیا۔

### ۶۔ الادریس الاصفہانی عبد اللہ المحضؑ

۱۷۰ھ میں افریقہ میں یارون الرشید کے زمانہ میں خروج کیا۔  
اپنے دونوں بھائیوں محمد المارقط اور ابراہیم کی بغاوتوں کی ناکامیوں کے بعد خفیہ  
تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ چالاک نکلے اور ملک چھوڑ کر افریقہ کو اپنی جولانگاہ  
بنایا۔

حسن اتفاق سے اسے وہاں عباسی خلافت کی طرف سے محکمہ ڈاک کا افسر  
ابن وضع مل گیا۔ جو مشہور شیعہ مورخ یعقوبی کا دادا تھا اور پردہ علویوں کا اقرار  
تھا اس کی مدد سے مغرب اقصیٰ میں بڑا اثر و رسوخ پیدا کیا۔ ان کے ایک بیٹے  
کا نام بھی ادریس تھا۔ جس نے فاس کی بنیاد رکھی۔ الادریس کا بھتیجا محمد بن سلیمان  
بن عبد اللہ المحض فح کی بغاوت کی ناکامی کے بعد ان کے پاس پہنچ گیا۔

وہاں انہوں نے کافی اثر و رسوخ حاصل کیا مگر اب محمد اور الادریس کے درمیان  
ٹھن گئی۔ ادریس الاصفہانی کے چھٹی پشت سے ایک پوتے جنون احمد نے اپنے بھائی  
محمد کو قتل کر دیا۔ اسے شبہ تھا کہ محمد کے تعلقات عبدالرحمن اموی اندلسی کے ساتھ  
ہیں۔ (رجحۃ الانساب ابن حزم ص ۴۴)

### حسن بن جنون حسنی کا دعویٰ نبوت:

اسی طرح یحییٰ بن عمو کو ان کے چچا حسن اندلسی نے مروا دیا۔ ان میں سے ایک  
شخص حسن بن جنون نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اندلسی حکومت ڈیڑھ سو برس تک



رہی آخر اسماعیلی فرقہ کے بانی عبد اللہ بن میمون القذاح کے اخلاف نے ۳۰۸ھ میں جب قتل عام کیا جو بچ گئے انہوں نے اندلس میں امویوں کی پناہ لی۔ بظاہر ان لوگوں کے حالات بیان کرنے کے کا کوئی فائدہ نہ رہی مگر ان کے حالات پڑھ کر ہی اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہی ”عترت رسول“ ہے جس کے تمسک کے لیے سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے عباسیوں یا امویوں نے جو کچھ کیا وہ اظہر من الشمس ہے مگر الادریس الاصغر اور محمد بن سلیمان کے درمیان ادراہان کی اولاد کے درمیان جو کچھ ہوا یہ کس نے کیا انہوں نے بلاوجہ ایک دوسرے کو کیوں قتل کیا اور آخر جب اپنے ہی شیعہ داعیوں یا علویوں یعنی اسماعیلیوں سے پٹے تو انہیں امویوں کے سایہ و دولت ہی پناہ لی جن کے بزرگوں کو یہ آج تک نہیں بخشے اور یسویوں سے سلطنت چھینی تو ان کے اپنوں نے چھینی عباسیوں نے تو ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اگر عباسی چاہتے تو انہیں اٹھا کر افریقہ کے مغربی کنارے سے سمندر میں پھینک دیتے مگر وہ ان کے اپنے تھے ان کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ علوی ملک کے اندر بدامنی، دہشت گردی اور غنڈہ گردی نہ پھیلے۔ جب علویوں نے مملکت عباسیہ سے باہر اپنے قدم مضبوط کر لیے تو عباسیوں نے اسے بھی اپنی کامیابی سمجھا۔ اس زمانہ میں ہمیں کسی مزرعہ امام کا نام کسی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔

۷۔ یحییٰ بن عبد اللہ المحض نے ۴۶۱ء میں ہارون الرشید کے خلاف دہلیم میں خروج کیا۔ مگر ہارون الرشید کے وزیر فضل یحییٰ برمکی نے یحییٰ کو سمجھایا۔ چنانچہ فضل کی بات یحییٰ کی سمجھ میں آگئی۔ یحییٰ نے ہارون الرشید کے پاس پہنچ کر اظہارِ ندامت کیا۔ فیاض دل خلیفہ نے صرف معاف ہی نہ کیا بلکہ دو لاکھ دینار کا پیش ہوا عطیہ دے کر مدینہ بھیج دیا۔ مقاتل الطائیین کا شیعہ مؤلف لکھتا ہے کہ اس رقم سے یحییٰ نے صائب رخ کے قرضہ کی ادائیگی بھی کی اور بڑی فارغ البالی سے زندگی گزارتے رہے (ص ۲۸۳) ان کی نسل کے چند لوگ اپنے بنو اعمام کے پاس مغرب اقصیٰ پہلے گئے جب وہاں سے نکالے گئے تو اموی حکمرانوں نے انہیں بڑے



بڑے عہدے دیئے بعد میں غرناطہ کے مقام پر کچھ افراد نے حکمرانی بھی کی۔  
عباسیوں نے ایک باغی کو دو لاکھ دینار دے کر گھر بھیج دیا مگر مزعومہ  
آئمہ کو جن کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا زہر دے کر قتل کرتا رہا۔  
لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الصَّادِ بِہِیْنَ۔

۸۔ محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن الحسن نے ۱۹۰ھ میں مامون الرشید کے

زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا اور قتل ہوئے (جمہرۃ ابن حزم ص ۲)

۹۔ محمد بن ابراہیم طباطبائی بن اسماعیل بن ابراہیم بن الحسن نے ۱۹۹ھ میں

کوفہ میں مامون الرشید کے زمانہ میں خروج کیا۔ ابوالسرایا ایک سفہ لیڑے نے مامون  
اور امین کی چٹپٹش کے زمانہ میں اچھی خاصی جمعیت فراہم کر لی تھی۔ اس نے محمد بن ابراہیم  
کو خروج کے لیے آمادہ کیا اور ان کے ساتھ محمد الاکبر بن جعفر بن محمد بن زید بن زین العابدین  
پر بھی ڈورے ڈالے یہ دونوں حسنی اور حسینی اس کے چکے میں آکر خروج کر بیٹھے مگر  
جلدی ہی محمد بن ابراہیم کو ابوالسرایا کی حرکات کی وجہ سے اس سے نفرت ہو گئی  
ابوالسرایا نے زہر دے کر ابن طباطبائی کو شہید کر دیا۔ (عمدة الطالب ص ۱۵۹) اور ان  
کی بجائے محمد الاکبر کو جو بعد میں ابوالسرایا کہلائے حصول خلافت کے لیے آمادہ کر کے  
کوفہ اور بصرہ میں بغاوت کرا دی۔ چند روز محمد الاکبر کی حکومت اس علاقہ میں رہی اس  
نے ہم نسب افراد کو بڑے بڑے منصب عطا کیے۔ مگر ان لوگوں کے ظلم و جور سے  
مخلوق خدا چلا اٹھی۔ زید بن موسیٰ کاظم نے مکہ کا وقتی خزانہ لوٹ لیا۔ ابراہیم بن موسیٰ  
کاظم ظلم کی وجہ سے قصاب کہلایا۔ مامون الرشید نے ہر چند کوشش کی کہ یہ سدھر  
جائیں۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ لڑائی ہوئی۔ بعض گرفتار ہو کر مامون کے سامنے  
پیش ہوئے مگر اس نے اپنی عالی ظرفی کی وجہ سے ہم نسب سمجھ کر چھوڑ دیا۔

آج نام نہاد مؤرخ شیعیت کے زیر اثر تاریخی حقیقتوں کو نظر انداز کر کے فرضی  
اور فرضی روایات کے بل بوتے پر مکھی پر مکھی مارتے جا رہے ہیں اور کوئی اللہ کا بندہ  
حقیقت حال کی دریافت کی زحمت گوارہ نہیں کرتا۔ بلکہ ان باغیوں سرکشوں اور



ظلم و جور کی پتلیوں کی دکالت کرتے ہوئے امام مالک اور امام ابو حنیفہ جیسے جلیل القدر آئمہ کو بھی گھسیٹ کر درمیان میں لارہے ہیں۔ امام موسیٰ (الکظم) کے ان دو بیٹوں یعنی زید اور ابراہیم کی سفاکانہ داستانوں کی نقاب کشائی کیوں نہیں کی جاتی "حب علی" کے ان سوالوں نے تاریخ کی ہیئت ہی بدل کر رکھ دی ہے ان کی ان باغیانہ سرگرمیوں کے باوجود جب وہ گرفتار ہو کر آئے تو امام نے انہیں نہ صرف معاف کر دیا بلکہ انہیں معقول وظائف بھی دیئے اور ان کے حقیقی بھائی علی (الرضا) کے نکاح میں نہ صرف اپنی لڑکی دی بلکہ ولی عہد بھی بنایا۔ مگر ان داشگاہ حقائق کے علی الرغم جب چند عقل کے اندھوں، ایمان کی بصیرت سے غاری رافضیوں نے یہ رٹ لگانی شروع کی کہ ماموں نے علی (الرضا) بن موسیٰ بن جعفر کو اس لیے لٹکی دی تھی کہ اسے زہر دے کر ہلاک کرے تو ان کی دیکھا دیکھی مورخ کدلانے کے شوق میں بیسیوں اجہل جو فن تاریخ کی تعریف سے بھی واقف نہیں بڑی دلسوزی اور رقت قلبی سے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ کاش ماموں ایسا نہ کرتا۔ ان عقل کے کودلوں سے کوئی پوچھے اس نے کیا کیا۔ جو تمہیں پسند نہیں آیا اور تم اس کے درد میں یوں ہلکان ہوئے جا رہے ہو اس نے اور اس کے ابا نے بیسیوں علویوں کی جان بخشیاں کیں۔ انہیں عطیات سے نوازا ان کے وظیفے مقرر کیے ان سے مصاہرہ تعلقات قائم کیے تاکہ یہ لوگ کچھ شرم کر کے عقل سے کام لیں مگر آپ انہیں زمرہ اسلام سے بھی خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ پرانی تاریخوں کو جلنے دیجے دیر حاضرہ کے بزعم خویش مجدد کو کیا سوچھی کہ اس نے رخص کے لگائے ہوئے مندل شدہ زخموں کو کربد کر پھر تازہ کرنے پر اپنا پورا زور صرف کر دیا۔

۱۔ عبد اللہ بن جعفر بن ابراہیم بن جعفر بن حسن بن الحسن نے ۲۰۰ھ میں فارس میں ماموں کے زمانہ

میں خراج کیا و مقابل الطالبین ص ۵۹

بغاوت کی ناکامی کے بعد عباسی خلیفہ کے حضور میں پیش بھیجے گئے سیر چشم اور حم دل خلیفہ نے صرف معاف ہی نہ کیا بلکہ دربار سے وظیفہ بھی مقرر کیا۔ ام حن ہشیر ابراہیم بنت جعفر بن حسن مثنیٰ سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن العباس کے نکاح



میں تھیں۔ ام حسن کے بطن سے اسی عباسی شہزادہ کی آٹھ اولادیں ہوئیں۔  
بیٹے جعفر اور محمد اور محمد بیٹیاں (کتاب المصنف ابن قتیبہ ص ۱۱۱) مگر  
عباسی خلیفہ کی ان عنایات کو بھی غلو و جور سے تعبیر کرنا باغیوں کا ہی کام ہے۔  
۱۱۔ محمد بن صالح بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنوی،

المتوکل کے زمانہ میں ۱۲۳ھ میں مدینہ کے قریب سوقیہ میں خروج کیا ایک  
جماعت کثیر کو ساتھ کر لیا (مقاتل الطالبین ص ۱۱۱) مگر حقیقی چچا نے گزدار  
کرادیا۔ اور قید کر دیئے گئے قید میں ہی مدح خلیفہ میں متعدد قصائد لکھے وہ  
قصائد متعدد کتب کے علاوہ آغانی نے بھی نقل کیے ہیں۔ خلیفہ نے آزاد کر  
کے مدینہ بھیج دیا۔ بقیہ عمر عباسی خلفاء کی وفاداری میں گزاری۔

۱۲۔ حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن نے ۲۵۰ھ  
میں ولیم میں

المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے زید بھی کر بد میں اپنے  
چچا کے ہمراہ تھے جو صحیح و سلامت طایس آگئے تھے (مقاتل الطالبین ص ۱۱۱) زید  
کے بیٹے حسن ابو جعفر المنصور عباسی کے زمانہ میں پانچ سال تک مدینہ کے گورنر  
رہے۔ مدینہ کے علاوہ اور مقامات پر بھی عامل رہے وہ اپنے چچا زاد حسن مثنوی  
کی منبریاں عباسی خلیفہ کے پاس کرتے رہتے تھے۔ علویوں میں سب سے پہلے سیاہ  
لباس انہوں نے پہنا۔ فاطمیوں میں یہ پہلا شخص تھا جو عربی تہذیب کا دشمن  
اور سب صحابہ پر اصرار کرنے والا تھا۔ (عمدة الطالب ص ۱۱۱ مطبوعہ مکتبہ)  
حسن کی بیٹی ام کلثوم ابو العباس عبد اللہ پہلے عباسی خلیفہ کی زوجہ تھیں  
(طبری جلد ۱۲ ص ۱۱۱)

حسن کے بڑے بیٹے ابو محمد قاسم بڑے عابد و زاہد تھے مصنف عمدة الطالب  
لکھتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے ہاں حسن مثنوی کی اولاد کی جاسوسی کیا کرتے تھے  
(ص ۱۱۱) ان کے دوسرے بیٹے ابو اسحاق کو کبھی بھی آل ابو طالب کی باغیانہ سرگرمیوں  
سے عباسی خلفاء کو اطلاع نہیں بہم پہنچاتے رہتے تھے اور ان کے مشوروں سے



طالبی شورش پسندوں کو سزائیں بھی ملتی رہتی تھیں۔ شیعی مؤلف صاحب عمدۃ الطالب لکھتا ہے وہ ہارون الرشید کے دربار میں رہتے تھے۔ اور ہارون الرشید کی طرف سے طالبیوں پر مقرر تھے۔ ان کی جاسوسی سے طالبیوں کی ایک جماعت قتل ہوئی وہ دن رات سیاہ لباس میں ملبوس رہتے (منہ) حسن بن زید بن الحسن کی اولاد سے متعدد اشخاص نقل مکانی کر کے رے سجتان، طبرستان، مرو جرجان دیلم اور بلخ میں جا بسے تھے حسن بن زید رے میں مسکن پذیر تھے۔ ان ایام میں حاکم طبرستان کے خلاف چند لوگوں کو شکایات پیدا ہوئیں۔ انہوں نے محمد بن ابراہیم کو خروج کے لیے گھیرا انہوں نے انکار کر دیا ادھ کہا حسن بن زید کے پاس سے جاؤ۔ حسن بن زید نے ۲۵۰ھ میں طبرستان والوں کی مدد سے خروج کیا۔ شیعوں نے انہیں الداعی الکبیر کا لقب دیا۔ انیس برس آٹھ ماہ حکمران رہا۔ ان کے بعد ان کا بھائی قدحی نام پر سترہ سال اس ملک پر حکمران رہا ۲۸۴ھ میں عباسی خلیفہ کی فوج کے ہاتھوں مقتول ہوا۔

یہ دونوں بھائی شیعیت کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ ابن زید کو یہاں کے شیعوں نے اللہ فرڈ و ابن زید فرڈ کہنا شروع کر دیا۔ مگر زید نے روک دیا۔ شخصیت پرستی، سب سلف، اور فروغِ رفض میں انہوں نے اسلامی تعلیمات کا علیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ ابن جریر طبری کا خاندان اسی علاقہ کا غالی رافضی خاندان تھا۔ یہی لوگ دیلمیوں کے اقتدار کا سبب بنے رجمۃ الانساب ص ۲۵۱

یہ حالات ۲۵۰ھ سے ۲۸۵ھ کے درمیان کے ہیں۔ تقریباً ۳۶ سال تک یہ دونوں بھائی مخلوق خدا کے لیے عذاب بنے رہے انہوں نے عربی تہذیب، عربی اقدار عربی معاشرت کو بھی ترک کر دیا اور مجوسیت کی اسلام دشمنی کی مہمناوی میں بالکل غمی رنگ میں رنگے گئے، اپنے ناموں تک میں ابو بکا، کار، کبار وغیرہ استعمال کرنے لگے۔ اب یہاں پھر وہی بار بار کا گھسا پٹا جملہ کھے بغیر آگے نہیں بڑھا جانا کہ ایسے باغی فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ حکومت نے کیا سلوک کیا، کتنے سولی پر لٹکانے کتنے قید کیے کتنے قتل ہوئے۔ ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ ان میں سے جو بھی دربارِ خلافت میں پہنچا قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا۔ اور انعامات



سے سرفراز کیا گیا۔

۱۴۔ ادریس بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن منٹے نے

۲۵۰ھ

میں المستعین باللہ کے زمانے میں میں خروج کیا۔ یہ صاحب احمد بن عیسیٰ بن حسین الصغیر بن زین العابدین کے ساتھ خروج میں شامل تھے آل حسین میں سے نمبر ۱۸ پر تفصیل آئے گی۔

۱۵۔ ابوالاحمد محمد بن جعفر بن حسن بن جعفر بن حسن بن الحسن انہوں نے حسین الاطروش جن کے

حالات آل حسین کے تحت نمبر ۱۹ کے تحت آئی گئے کے ساتھ مل کر ۲۵۱ھ میں کوفہ میں المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا ابوالاحمد کے حقیقی چچا مامون الرشید کے زمانہ میں کافی عرصہ کوفہ اور مکہ میں گورنر رہے۔ مگر یہ صاحب ایسے بد طینت بد فطرت، بد خصلت اور احسان فراوش ثابت ہوئے کہ اسی اپنے محسن خاندان کے خلاف بغاوت کر بیٹھے مگر وہی انجام ہوا۔ جو ایسے احسان فراموشوں کا ہوا کرتا ہے ان کے دادا حسن کی بیوہ نے سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے نکاح ثانی کیا تھا جن کے بطن سے سلیمان کے ہاں اولاد بھی ہوئی تھی۔ ایسی رشتہ داریوں کے باوجود ابونے بغاوت کی اور مارا گیا۔ (البدایہ جلد ۱۱ ص ۱۱ طبری جلد ۱۱ ص ۱۱)

۱۶۔ اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن منٹے!

ان ذات شریف نے ۲۵۱ھ میں مکہ معظمہ میں المستعین باللہ کے زمانے میں بغاوت کی یہ حضرت اپنے پیشروں میں سب کے چچا نکلے۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور جتہ میں نہ صرف گورنروں اور حکومت کے تمام کارندوں کے مکانات لوٹنے پر اکتفا کی بلکہ کعبہ کے وقفی خزانے میں جو سونا چاندی تھا وہ بھی لوٹ لیا کعبہ کا خلاف تک اتار لیا۔ (البدایہ ج ۱۱ ص ۱۱ طبری ج ۱۱ ص ۱۱)

الیان کہ سے دو ہزار اشرفیاں جبراً وصول کیں پھر مدینہ میں تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ بدہ میں تاجروں کا مال لوٹ لیا ج



کا موسم تھا ایک ہزار جا جیوں کو قتل کیا۔ اللہ کی مخلوق الامان، الامان پکارا مٹی  
پانی کی سراجی کی قیمت ۳ درہم تک پہنچ گئی ضروریات زندگی کا ملنا محال ہو گیا  
چنانچہ عمدة الطالب کا شیخی مؤلف لکھتا ہے واعترض الحجاج فقتل منهم  
کثیرا و تہبہم صل

ان مفسدین کے خوف و ہراس سے لوگوں نے مسجد نبوی میں نماز پڑھنی  
بھڑدی علامہ ابن حزم کہتے ہیں اس نے مدینہ کا محاصرہ کیا لوگ بھوک پیاس سے  
مرنے لگے مسجد نبوی میں کوئی ایک شخص بھی نماز نہ پڑھ سکا پچاس دن تک  
اسماعیل مکہ، مدینہ اور جدہ میں بلائے ناگہانی بنا رہا۔ لشکر خلافت  
پہنچنے پر لوگوں کو امن کا سانس لینا نصیب ہوا اور اسماعیل چھپک کی دبا سے ہلاک  
ہوا اس کی بغاوت سے تین سال بعد یعنی ۲۵۲ ہجری میں شیعوں کے سر عومر امام  
جناب علی نقی فوت ہوئے۔ علی نقی کے خاندان کے افراد کی ایسی گھناؤنی حرکات  
کے باوجود ہمیں کسی مستند تاریخ میں یہ نظر نہیں آتا کہ اسماعیل اور اس کے باغی  
ساتھیوں کے علاوہ جو تلوار کی زد میں آئے کسی کو نقصان پہنچا ہو۔ مگر مؤلف  
جلال العیون کی ہرزہ سرائی ملاحظہ ہو کہ جناب علی نقی کو زہر دے کر شہید کیا گیا  
اس شخص کی دروغ بیانی کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ المتوکل نے (حالانکہ  
۲۵۲ میں المتوکل نہیں بلکہ المتمدی باللہ خلیفہ تھے) جناب علی نقی کی استدعا پر  
یحییٰ بن ہرثمہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ آپ کو ہمراہ لایا اور آپ کی حسب مرضی  
آپ کو سرس رائے میں۔ قیام کی اجازت دی۔ یہ لکھنے کے فوراً بعد مجلسی لکھتا ہے  
مگر وہ بعین (یعنی خلیفہ) ان کے پاس نہ پہنچا۔ جلال العیون ص ۲۷ ج ۲ خلیفہ وقت  
آپ کی استدعا پر انہیں بلانا خیر ان کی حسب مرضی قیام کی اجازت دیتا ہے۔  
ضروریات زندگی ہم پہنچاتا ہے مگر پھر بھی وہ بعین ہے، اور وہ اسماعیل جو حاجیوں  
کو قتل کرتا ہے کعبہ کا خزانہ لوٹ لیتا ہے مسجد نبوی میں اس کے خوف سے پچاس  
دن تک نماز بند ہو جاتی ہے وہ "عترت رسول" ہے اور اس سے تمسک کی درہائی  
دی جاتی ہے امیر یزید کے زمانہ میں حرہ کی بغاوت کے وقت گنتی کے چند آدمی  
قتل ہوئے ہیں اور سوائے چند مفسدہ پر پردازوں کے کوئی بھی امیر یزید کی



مخالفت میں گھر سے باہر نہ نکلا مگر آج تک یہ بکواس جاری ہے کہ ایک ہزار عورتیں نا جائز طور پر حلالہ ہوئیں ایسے اندھے بد باطن مفسد اور شریر قسم کے تاریخ نویسوں کی غرافت پر یقین کر کے مدینہ کے ہزاروں صحابہ کو ام رنہ کے عزت و ناموس پر محض اس لیے حملہ کیا جا رہا ہے کہ امیر خدیجہ کے گناہوں کا پردہ بھاری کیا جائے۔ اور یہ بھی نہیں سوچا جاتا کہ مدینہ کے وہ اشراف جنہوں نے قیود کسریٰ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا چند سالوں میں اس قدر بے غیرت ہو گئے کہ ان کے سامنے ان کی ہوبیشوں کے ناموں لکھے رہے اور وہ خاموس تماشا بن گئے بیٹھے رہے۔

اسماعیل کا ظلم و ستم، جبر و استبداد، غدر و بغاوت کا یہ جرم کیوں تاریخ کے صفحات سے مٹایا جا رہا ہے صرف اس لیے کہ وہ سیدنا حسنؓ کی اولاد سے تھا۔ ایسی اولاد کو جو اپنے عظیم المرتبت اسلاف کے لیے باعث ننگ ہو کیا کہنا چاہیے۔

۱۷۔ الانضر محمد بن یوسف

اسماعیل کے بھائی تھے ۲۵۲ میں یمامہ میں خروج کیا۔ یہ ذات شریف اسماعیل سے بیس برس بڑے تھے یمامہ میں خروج کیا اور کچھ علاقہ پر قابض ہو گئے عباسی خلفاء نے ان کی حرکات کو نظر انداز کیے رکھا "المحضرتہ" ان کا مستقر تھا شیعہ مؤلف عمدة الطالب لکھتا ہے اس نے بھی خونریزی کی اور فساد ترک نہ کیا۔ المعتز بالله نے تنگ آکر سفاح اردشیر کو سرکوبی کے لیے بھیجا۔ المحضرتہ سے بھاگ کر یمامہ چلا گیا وہاں حکومت قائم کر لی جو عرصہ تک اس کی اولاد میں قائم رہی۔

۱۸۔ محمد الاکبر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ؛

۲۵۴ھ میں المتمدی بالله کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا اور قتل ہوا صاحب عمدة الطالب نے اس کا نام تاثیر لکھا ہے۔

۱۹۔ محمد بن حسن بن محمد ابراہیم بن حسن بن زید بن الحسن نے ۲۵۶ھ میں المعتمد علی اللہ کے زمانہ میں



مدینہ میں خروج کیا جہرۃ ابن حزم میں علامہ ابن حزم لکھتے ہیں۔ ”نہایت درجہ فاسق تھا دن کے وقت مسجد نبوی میں بیٹھ کر شراب پیتا تھا۔ بعض اہل مدینہ کی چھوڑیوں سے فتن و غجور کا ارتکاب کرتا شاید یہ سب کچھ اس لیے کیا ہو کہ مذہب امامیہ میں ان لوگوں کو مساجد میں بھی جماع کرنے کی اجازت ہے چنانچہ ملاحظہ ہو ترجمہ قرآن مولوی مقبول کا حاشیہ ص ۲۲۲ سطر ۱۹-۲۰ اہل مدینہ کو بھوک پیاس سے مار ڈالا۔ وہ المعتمد کے زمانہ میں بغاوت پر کھڑا ہوا اہل مدینہ کو قتل کیا اور اہل تمام مدت میں جمعہ اور نماز جماعت مسجد نبوی میں ادا نہ کی جاسکی (صفحہ ۱۳) لشکر خلافت نے جلد ہی اسے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔

واقعہ حرہ کی صحیح صورت بدل کر بہتان و افتراء کے طور پر باندھنے والوں کی نظروں سے محمد الاکبر اور اسماعیل بن یوسف کے کردار آج تک کیوں پوشیدہ رہیں۔ خلافت و ملوکیت کے مصنف نے یوں تو گڑے مڑے اکھڑ اکھڑ کر اپنی مصنفیت کی تشہیر پر زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مگر ان فاسق و فاجر علویوں کی بد اعمالیوں کو اپنی نسلی عصیت کے لبادہ میں حقیقت چھپا کر لفاظی کے زاویے بنائے ہوئے دامن بچا کر نکل گئے اور افسوس کہ جن کے لیے یہ گناہ کیے تھے وہ بھی ”حقیقت امامت و ملوکیت“ کا لٹھے کر گرد ہو گئے۔

لہذا وہ بھی کہہ رہے ہیں یہ بے تنگ و نام ہے  
یہ جانتا تو کاش لٹاتا نہ گھر کو میں

۲۰۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن لے ۲۶۰ھ میں مدینہ میں  
۲۱۔ المعتمد باللہ کے زمانہ میں

خروج کیا۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا علی بھی ان کا شریک کار تھا۔ مدینہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ نواح مدینہ میں جعفریوں اور علویوں کے درمیان خون ریز جھڑپیں ہوئی تھیں۔

اور دوسری طرف جعفر اور علی دو گئے بھائی تھے۔ جو جعفر طیار کی اولاد تھے احمد اور علی نے جعفریوں کا قتل عام کیا۔ اور مدینہ پر قابض ہو گئے آخر خلافت



کی فوجوں نے ان کے کس بل نکال کر رکھ دیئے عباسیوں اور امویوں کو بدنام کرنے والوں کی نظر اس طرف کیوں نہیں کی جاتی۔ کیا تاریخ کے صفحات ان کے کردار کے ذکر سے خالی ہیں اور اگر ان کے یہ واقعات تاریخ میں موجود ہیں تو ان کی بدکرداریوں سے غصہ بصر کر کے صرف عباسیوں کے علم دیرواری فیاضی اور عطا، درگزار اور عفر کے حامن تار تار کرنے کی کوشش میں دیوانہ نہ ہونا کون سی انسانیت ہے ہاں اگر سبق یاد ہے تو صرف اس قدر کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن اور میری عترت کا تمسک نہ چھوڑنا۔ کیا یہی ہے نبی علیہ السلام کی عترت؟ اور یہی ہے اس کا کردار؟

۲۲۔ احمد بن عبد اللہ بن ابراہیم طباطبائی اسماعیل بن ابراہیم بن حسن متنی

نے ۲۰ ہجری میں المعتز کے خلاف مصر میں خروج کیا۔ یہ اپنے چچا محمد بن ابراہیم ابوالسرایا کے ساتھ تھے مگر ناکام رہے۔

۲۳۔ یحییٰ الہادی بن حسین بن القاسم المرسی بن ابراہیم بن اسماعیل

بن ابراہیم بن حسن متنی: نے ۲۸۸ھ میں یمن میں المعتز باللہ کے زمانے

میں خروج کیا مولف عمدة الطالب لکھتا ہے کہ فاضل اور فقیہ تھے ابو حنیفہ کے مسلک سے مثال ان کا مسلک تھا۔ چند کتب بھی انہوں نے کچیں متعدد کو صدر مقام بنایا عباسیوں نے بے ضرر سمجھ کر نظر انداز کر دیا ان کے بعد ان کی اولاد اس کے علاقہ پر حکومت کرتی رہی آل حسن میں سے یہ واحد شخص ہیں جن کے کردار کی تعریف کی گئی ہے ورنہ اس لنکا سے جو نکلا باون گز کا ہی نکلا۔ ۲۴۔ جعفر بن محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ

المختص نے ۳۵۳ھ میں بلاد دیم میں الطیع باللہ عباسی کے زمانے میں خروج کیا۔ دیم میں عروج حاصل کر کے مکہ پر حملہ آور ہوا عباسی گورنر الاشید محمد بن طح کو شکست دے کر مکہ پر قبضہ کر لیا ابن حزم کے زمانہ تک اس کی اولاد مکہ پر قابض



رحمہ

صفحات بالا میں خلافتِ موقتہ کے حالات خروج کرنے والے چوبیس افراد کا ذکر کیا گیا ہے جو صرف اولادِ حسنؑ سے تھے ان میں سے صرف یحییٰ الہادی طاحہ شخص ہوا ہے جس کا کردار ایک مسلمان کے کردار جیسا تھا اور باقی تیس کو عزتِ رسول میں شمار کرنا تو درکنار انسانیت کی صفت میں کھرا کرنا ہی انسانیت کی توہین ہے۔

سیدنا حسین رضی

ان سب خروج کرنے والوں میں سے ہیں سیدنا حسین رضی کی ذات اس لحاظ سے منفرد نظر آتی ہے کہ آپ کو مکہ اور کوفہ کے درمیان ثعلبیہ کے مقام پر ہی اپنی غلطی کا احساس اور اپنے شیعوں کی بے وفائی کا علم ہو گیا تھا۔

سے ملا باقر مجلسی سیدنا معاویہ رضی کے وفات کے وقت کے حالات میں لکھا ہے۔

”چوں ای خبر باہلی کوفہ رسید شیعیان کوفہ درخانہ مکن بن مزد خزاعی جمع شدند و مدد و شنائی حق تعالیٰ میکردند در باب موت معاویہ رضی در بیت یزید سخن میگفتند سلیمان گفت چو معاویہ رضی بہادیہ رفت و حضرت حسین رضی از بیت یزید امتناع نمود و بجانب مکہ رفتہ است و شما شیعیان او پدر بزرگوار اورید اگر میدانید کہ اورا یاری خواہید کرد و بدو دشمنان او جہل خواہید کرد نامہ باد بنو سید ادر اطلبہ چنانچہ سب نے مل کر خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ای نامہ ایست بسویٰ حسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ از جانب سلیمان بن مزد خزاعی و مسیب ابن نجمہ و رفاعة بن شداد و حبیب بن مظاہر و سائرہ شیعیان از مومنان و مسلمانان اہل کوفہ الخ

و درو کے بعد ہانی بن ابی سبی و سعید بن عبد اللہ کو خط دے کر آنحضرت کی خدمت میں بھیجا اب یہ بھی سن لیجئے کہ سیدنا حسین کو ان کے پکا شیعہ ہونے کا پختہ یقین تھا چونکہ آپ کے پاس ایک ایسا صحیفہ تھا کہ جس میں قیامت تک کے شیعوں کے نام اور اعداد کے نام درج تھے چنانچہ عیون میں صدق لکھتا ہے۔

و یكون عنده صحيفة فيها اسماء شيعة ال يوم القيمة وبقية الكرام



اور آپ نے وہاں سے ہی واپسی کا ارادہ کر چکے تھے۔ واپسی کے ارادہ کا صاف ارادہ  
 واضح مقصد خلیفۃ المسلمین کے ہاتھ پر بیعت کرنا تھا مگر آپ کے اس ارادہ کو عملی جامہ  
 پہنانے میں سب راہ ہو کر آپ کو کشاں کشاں مصافات کوفہ تک لے گئے۔ آپ نے بجائے  
 داخل کوفہ ہونے کے اپنا رخ دمشق کی طرف کر لیا۔ کربلا کے مقام پر پہنچ کر اس خطہ  
 کی سرسبزی اور شادابی سے متاثر ہو کر وہیں قیام کا ارادہ کر لیا اور ساٹھ ہزار درہم  
 میں چار مربع میل کا قطع اراضی خرید لیا۔ مگر شیعیان کوفہ کو یہ کسی صورت میں برداشت  
 نہ تھا وہ خوب جانتے تھے کہ اگر آپ یہاں مقیم ہو گئے تو خلیفۃ المسلمین سے  
 جب بھی آپ کا رابطہ قائم ہوا لادنا آپ کو آمادہ خروج کرنے کا ہمارا تمام جرمہ  
 خلیفۃ المسلمین کے سامنے ظاہر ہو گا اس صورت میں معلوم نہیں ہمارے ساتھ  
 کیا سلوک کیا جائے۔ اور اگر بغرض محال ہمیں معاف بھی کر دیا گیا جس کے سو  
 فیصدی امکانات تھے تو اس صورت میں بھی ان کو اپنی یہ سکیم ہوتی نظر آئی کہ حسینؑ  
 کا زیدؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنا حسن رحمہ کا معاویہ رحمہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رخصیفتہ فیہا اسماء اعدائیہ الی یوم القيمة بلفظہ  
 یعنی حسین کے پاس ایک کتاب تھی جس میں قیامت تک کے دشمنوں کے نام تھے اسی لیے  
 آپ نے جواب میں کھانا نہ ایست اور حسین بن علی سوئے مومنان و مسلمانان و شیعیان الخ  
 تحفۃ الزائر میں ہے کہ فرمایا حسین نے بقدر جائے پاؤں کوفہ نزد من بہتر است و درست  
 تر میدارم از خانہ کہ در مدینہ داشتہ باشیم۔ یعنی کوفہ میں پاؤں بھر جگہ مجھے مدینہ میں واقع  
 اپنے مکان سے محبوب ہے۔ یہاں پھر شیعہ تضاد جلوہ گر ہوتا ہے چنانچہ یہی صاحب  
 تذکرہ الائمہ میں ان جریوں پر اتر آئے ہیں۔

اہل کوفہ جملہ منافقین بودند و دعویٰ تشیع میکردند و با حضرت امیر المومنین و امام حسن رحمہ  
 و امام حسین رحمہ اس ماجرا ہا کر دند کہ شدہ اید و اک ملا عین دشمن بنوامیہ بنیز بودند ہر چند  
 خواستند فروح کنند نتوانستند

کوفہ کے سب لوگ منافق تھے انہوں نے شیعیت کا دعویٰ کیا اور علی رحمہ حسین رحمہ  
 سے جو کچھ تم نے سن لیا۔ جن لوگوں کو امام حسن و مسلمان اور شیعہ کہتے ہیں انہیں یہ لوگ ملا عین اور منافق کہتے ہیں۔



اعادہ ہوگا۔ اور ہم اپنی تخریبی سرگرمیوں کو جاری نہیں رکھ سکیں گے ان دونوں صورتوں کا توڑ ان کی نظر میں یہ آیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو ختم کر کے آپ کی شہادت کی آڑ میں ایک عالم کو گمراہ بھی کر سکیں گے اور ایسی خانہ جنگی کی طرح فتنے پر قادر ہو جائیں گے جس کا توڑ قیامت تک ناممکن ہو جائے گا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ایسی صورت آئی تو آپ اس زور خرید تظلم اراضی کو چھوڑ کر چاہتے تھے کہ عازم دمشق ہو جائیں مگر ان لوگوں نے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا اور جس نے خیموں سے باہر نکل کر مداخلت کی وہ تلوار کی دھار پر رکھ لیا گیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے آٹھ نوا اور آپ کے ساتھیوں سے چار پانچ افراد بچ گئے۔ شیعیان علیؑ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یہ شہادت نہایت مظلومانہ انداز میں ہوئی۔ آپ فرماتے رہے کہ مجھے واپس جانے دو۔ مجھے اپنے چچا زاد بھائی (یزیدؑ) کے پاس جانے دو مجھے سرحدات کی طرف نکل جانے دو تاکہ وہاں جا کر جہاد کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں مگر آپ کی ایک نہ سنی گئی۔

آج ابن زیاد اور ابن سعد کو حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل کہنے والوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ کیسی بے نیکی خلاف عقل اور خلاف واقعہ غلط بیانیوں سے کام لے رہے ہیں کوہ میں بنے والے تمام کے تمام شیعیان علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک ابن زیاد اور ایک ابن سعد صرف دو آدمی باہر کے ہیں۔ اگر ہزاروں آدمی ان پر ٹھوکتا ہی شروع کر دیتے تو وہ ان کے ٹھوک میں ہی ڈوب کر مر جاتے۔ مگر جب انسان عقل و خرد سے عاری ہو جائے اور بغض و حسد تعصب و عناد کی وجہ سے اندھا ہو جائے تو اس کی کوئی ایسی بات نہیں سوچتی جس میں حقیقت کا شائبہ بھی ہو۔ ہزاروں صلوة و سلام ہوں مجھ پر اے حسین رضی اللہ عنہ تیری مظلومانہ شہادت پر ہم آج تک استکبار ہیں۔

اولادِ حسینؑ سے خروج کرنے والے

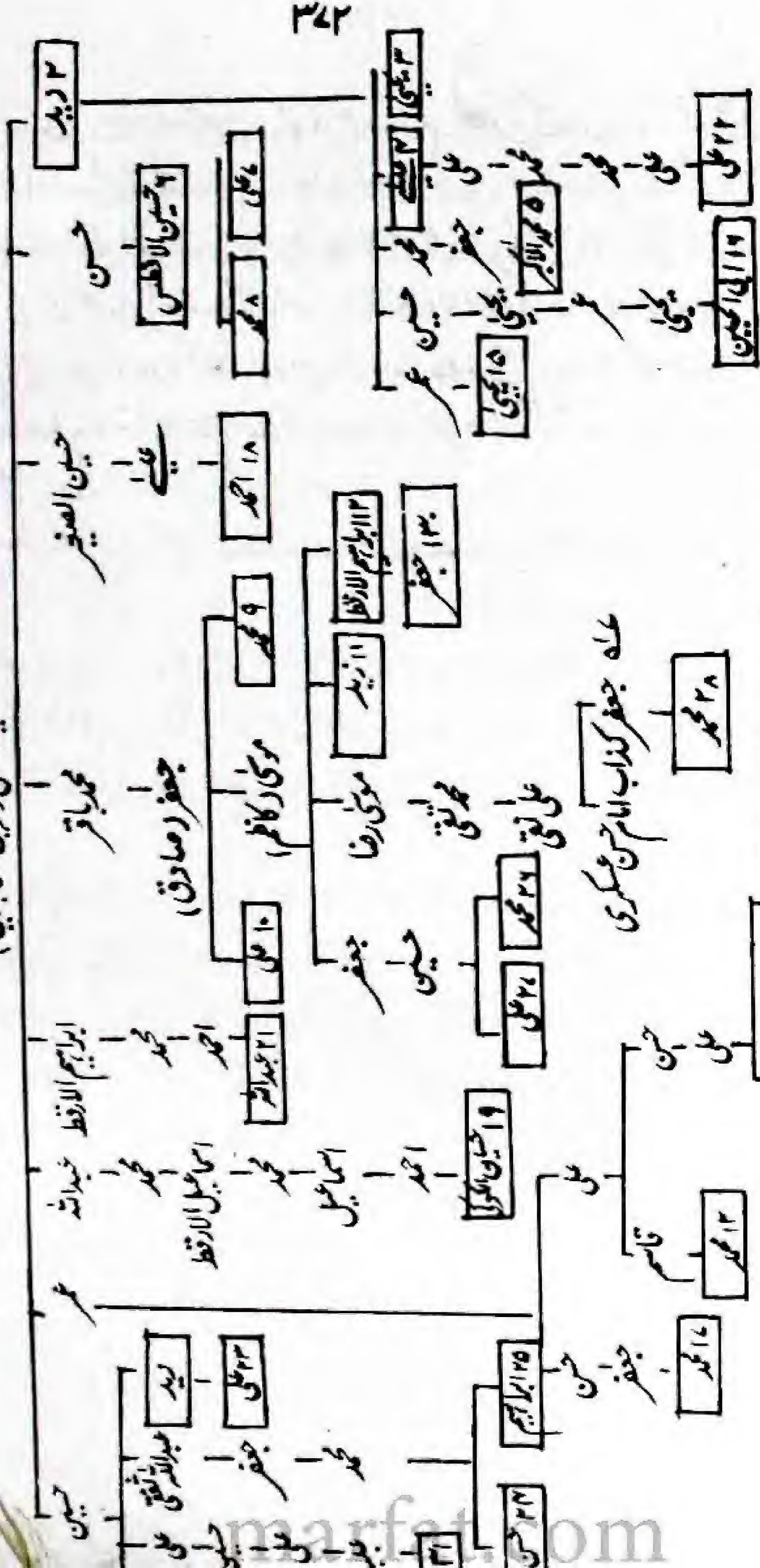


سیدنا حسینؑ تو شیعوں کے مزارِ عمرِ امام نے ان کے خروج کو ان کی زبان  
 میں جہاد کہہ لیجئے۔ مگر اس بات کا ان شیعوں کے پاس کیا جواب ہے کہ امام معصوم  
 کی قیادت کے بغیر جہاد کتنا حرام ہے۔ آج بھی ان کی دینیات کی کتب میں قرینہ  
 جہاد کی یہی تعبیر مرقوم ہے کہ مامورین اللہ بارہ اماموں کی قیادت کے بغیر جہاد  
 حرام محض ہے اور اس لحاظ سے ان کے یہاں پانچ درجن علوی خروج کر کے  
 حرام موت مرے تو اسی حرام موت مرنے والی "عترت" کے تمسک کی دُعا یا بیٹی  
 جارہی ہے۔



# سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

سیدنا علی (زین العابدین)



علہ شہید نہیں کتاب اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے صحیح اور سید مہی بات کہدی تھی کہ تکہ بجائی

حسن العسکری لا اولہ کے ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔

حسن العسکری لا اولہ کے ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔

حسن العسکری لا اولہ کے ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔

حسن العسکری لا اولہ کے ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔

حسن العسکری لا اولہ کے ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔

حسن العسکری لا اولہ کے ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔



## سیدنا حسینؑ کی اولاد کی اولاد سے خروج کرنے والے

چاہیے تو یہ تھا کہ سیدنا حسینؑ کے رجوع کے بعد آپ کی مطلوبانہ شہادت سے آپ کی اولاد عبرت حاصل کر کے پرامن زندگی گزارتی۔ مگر نامعلوم ان لوگوں کے ذہن میں یہ سودا کیوں سمایا ہوا تھا کہ نبی کی بیٹی کی اولاد ہونے کی وجہ سے اس دنیا میں حکومت کرنے کے حقدار صرف ہم ہی ہیں سیدنا علی دزین العابدینؑ نے تو تمام زندگی امیرِ نزید اور مردانِ رضی کی اطاعت گزار رہا اور جہاں تک آپ سے بن پڑا اطاعت امیر میں سرِ موفوق نہ آنے دیا۔ آپ کو کئی بار شیعوں نے خروج کے لیے آمادہ کرنے کی کوششیں کیں مگر ہر بار آپ نے انہیں دھتاتا دیا بلکہ واقعہ حرہ کے متعلق سب سے پہلے آپ نے ہی امیرِ نزید کو اطلاع دی اور یہی وجہ تھی کہ بغادت کے فرو ہونے کے بعد مسلم بن عتبہ سالارِ عساکر خلافت نے آپ کی بڑی عزت و تکریم کی مگر آپ کی زندگی سے آپ کی اولاد نے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ کثیر اولاد تھے۔ آپ کے آٹھ بیٹوں کے نام اس وجہ سے تاریخ کے اوراق کی زینت ہیں کہ ان آٹھ کی اولاد میں سے کسی نہ کسی نے خروج کیا اور ان آٹھ میں سے زید نے خروج کیا اور باقی پرامن زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آئندہ صفحات میں سیدنا حسینؑ کی اولاد سے ان لوگوں کے حالات کا ایک سرسری سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے جسے ایک نظر دیکھنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ کس قماش کے تھے۔

(۲) زید بن علی بن الحسینؑ نے ۱۲۲ھ میں کوفہ میں سانحہ کربلا سے بائیس سال ہشام کے متعلق الامانۃ والیاستہ کے غالی رافضی جیسے

مصنف نے بھی لکھا ہے کہ خلیفہ ہشام بڑا نیک مزاج تھا اور لوگ بڑے امن و آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ ہشام نے گیارہ حج کیے تھے۔

زید سانولے زنگ کے بھاری بھر کم آدمی تھے۔ والدہ لونڈی تھی (المعارف ص ۹۴ طبری ص ۱۶۱ ج ۸) خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دم پھول گیا خلیفہ نے بڑی عزت و تکریم سے اپنے پہلو میں جگہ دی اور خلیفہ کے طور پر



مغفل رقم دی۔ زید نے اور تقاضا کیا تو خلیفہ نے انکار کر دیا پس دل میں بغض پیدا ہو گیا۔ اس کے علاوہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اوقات کے متعلق عبد اللہ بن جعفر بن حسن نے بھی جھگڑا تھا حسنی پارٹی کے قائد جعفر بن حسن مٹنے لگے تھے اور حسینی پارٹی کے قائد زید تھے جھگڑے نے طول کھینچا اور مقدمہ دربار خلافت تک پہنچا خلیفہ کے فیصلہ پر بھی مطمئن نہ ہوئے ان ایام میں کوفیوں نے آپ کو اسی طرح خطوط لکھنے شروع کیے جس طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کرتے تھے۔

یہ سن کر آپ کے ابن عم اور دلی دوست داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے روکا اور منع کیا کہ یہ لوگ بے ایمان ہیں ان کا کام شروع ہی سے آگ لگانا ہے ان کے ہسکانے میں نہ آؤ۔ چنانچہ مشہور رافضی مورخ طبری لکھتا ہے داؤد نے کہا اے بھائی یہ آپ کو دھوکا دے کر آپ کی جان خطرے میں ڈال رہے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ یہ وہی فتنہ پرور لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے جد امجد علی بن ابی طالب کا جوتم سے بددجہا بہتر تھے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور آخر کار ان کو قتل کر دیا کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور پھر ان پر حملہ آور ہوئے ان کی گردن سے چادر گھسیٹ لی۔ اور ان کا خیمہ لوٹ لیا اور ان کو زخمی کر دیا۔ کیا وہی لوگ نہیں جنہوں نے خود تمہارے دادا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو تحریریں بھیج کر قسمیں کھا کھا کر اپنی وفاداری کے حلف اٹھا اٹھا کر خروج پر آمادہ کیا پھر ان ہی سے غداری کی یہاں تک کہ ان کو مع ان کے ساتھیوں کے قتل کر دیا پس تم ایسا مت کرو (طبری جلدی ۲ ص ۲۸۲ طبع دکن) مگر زید نے اپنے دادا سے بڑھ کر غلطیوں پر غلطیاں کیں۔ مخلص عزیز نزل اور دوستوں نے ہر چند سمجھایا مگر حصول سلطنت کے نشہ کو عزیز نزل کے نصائح کی ترشی دور نہ کر سکی۔ زید نے کوفہ پہنچ کر خروج کر دیا خلیفہ ہشام خونریزی سے متفرق تھے (البدایہ جلد ۵ ص ۲۵۳) آخر مجبور ہو کر عامل عراق کو بغاوت کے فرد کرنے کے لیے لکھا۔ مگر ہدایت کی کہ ان پر اتنا بوجھ ڈالنا کہ وہاں سے کسی اور طرف نکل جائیں خون نہ بہے۔ عوام کے اس میں خلل نہ پڑے سپاہیوں کو مشا کر دینا کہ باغیوں کے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ زید کی فوج نے حملہ کر دیا مگر سر خلافت کی طرف سے ایک تیر آیا اور زید کی پیشانی میں پیوست ہو گیا جس کے



رخم سے جانبر نہ ہو کے ان صاحب کے لیے بھی ایک حدیث گھڑ لی گئی۔  
 حافظ نے خلیفہ بن ایساں سے روایت کی ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ  
 زید بن حارثہ پر پڑی تو فرمایا میرے امی بیت میں سے ایک مظلوم کا نام یہی  
 ہوگا۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے اور میری امت (معلوم نہیں یہاں داستان  
 گو نے زید کے لیے امتی کا لفظ کیوں استعمال کیا) میں سے ساری پر جانے والے کا یہی  
 نام ہوگا۔ پھر زید بن حارثہ کو کہا مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ تمہاری محبت اللہ اور زیادہ کرے  
 کیونکہ تمہارا نام میری اولاد میں سے میرے ایک پیارے بیٹے زید کا نام ہے۔  
 زید بن حارثہ کچھ عرصہ زید بن محمد کہلائے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش سے پہلے  
 ہی اس باغی زید کے متعلق نبی کی طرف منسوب حدیث کس قدر بعید از قیاس ہے  
 پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ زید کا خروج کسی دینی غرض کے لیے نہ تھا بلکہ ذاتی  
 رنجش اور حصول اقتدار کے لیے تھا۔

زید کے بیٹے حسین کی ایک بیٹی خدیجہ امام محمد بن ابراہیم عباسی کے نکاح میں تھی  
 (کتاب نسب قریش ص ۱۶) زید حضرت شیخین کی بزرگی اور فضیلت کے قائل تھے  
 ان کی ایک جماعت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا جنہیں انہوں نے خود رافضی کہا۔

۳۔ یحییٰ بن زید نے ۱۲۶ھ میں خراسان میں ولید اموی کے زمانے میں خروج کیا  
 باپ کے خروج کے وقت بیس سال عمر تھی باپ کے مقتول  
 ہونے پر الحکم بن بشیر بن مروان نے پناہ دی (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۵۸)  
 سبائیوں نے انہیں بھی بہکایا خراسان میں پہنچ کر فتنہ انگیزیاں شروع کیں۔  
 نسر بن یسار کو گورنر خراسان نے گرفتار کیا مگر خلیفہ ولید نے حکم دیا کہ رہا کر  
 دو بعد میں خروج کر کے قتل ہوا۔

ذرا غور کیجئے باپ کی بغاوت کے خاتمہ پر پناہ ملتی ہے تو خاندانِ خلافت کے  
 ایک فرد کے ہاں شورش پھیلانے پر گورنر متعلقہ گرفتار کرتا ہے تو خلیفہ حکم دیتا  
 ہے مچھڑو۔ آخر اسی خاندان کے خلاف بغاوت کر دیتا ہے یہ ہے کردار ان  
 بدنام کنندہ اسلاف کا جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ”نمک بالعترت“ نہیں  
 کیا جاتا۔ یحییٰ لا ولد یثقی۔



۴۔ قلیسی بن زید بن زین العابدین نے ۱۳۸ھ میں کوفہ میں ابو جعفر المنصور کے زمانہ میں خروج کیا۔ ابو مسلم خراسانی

جب اپنی سرکشی اور قرد کی وجہ سے قتل ہوا۔ تو اس کے ساتھیوں نے قلیسی کو بغاوت پر آمادہ کیا ابو مسلم خراسانی جو باطن علویوں کا خیر خواہ تھا اور جانتا تھا کہ عباسی خلافت کامیاب نہ ہو سکے اس کے ساتھیوں کی تعداد کئی ہزار تھی عیسیٰ کو شکست ہوئی۔ چونکہ محمد الارقط اور ابراہیم کی بغادلوں میں ان کے شریک رہ چکے تھے اس لیے روپوش ہو گئے۔ موسیٰ الہادی کے زمانہ میں فوت ہوئے اور دو سو سال بیٹوں کے لیے وصیت کر گئے کہ انہیں عباسی خلیفہ کے پاس پہنچا دینا چنانچہ عیسیٰ کا خادم خاص حاضر ہو کر ان کے بچوں کو لے کر خلیفہ کے دربار میں پہنچا اور کہا کہ یہ عیسیٰ کے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کے لیے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ انہوں نے مرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ انہیں آپ کے پاس پہنچا دوں خلیفہ نے بچوں کو بلا کر اپنے زانو پر بٹھالیا اور یحییٰ کی موت پر گریہ و بکا کیا۔ اور بچوں کا وظیفہ مقرر کر کے ان کے خاندان والوں کے پاس بھیج دیا۔

اگر دل میں خدا کا خوف اور ایمان کی ایک رمت بھی ہو تو ایسے نیک دل خلفاء کو دشنام دینے اور ناحق بدنام کرنے کی حرکت کا خیال تک بھی دل میں پیدا نہ ہوتا اپنے سالہا سال کے دشمن کے بیٹوں کو زانو پر بٹھا کر ان کے وظائف مقرر کرنے والوں کے متعلق یہ کہو اس کرنا کہ وہ علویوں کو زندہ دیواروں میں چنوا دیا کرتے تھے۔ کتنا بڑا بہتان اور افتراء ہے۔ اور ایسے کام صرف شیعوں کو ہی زیب دیتے ہیں۔

۵۔ محمد الاکبر بن جعفر بن محمد بن زید بن زین العابدین نے ۱۹۹ھ میں کوفہ میں مامون الرشید کے

خلافت شروع کیا۔ ان کا ذکر اس سے پہلے ابوالسریا کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ علی و محمد ابنان حسین الافطس بن حسن بن زین العابدین

اور محمد بن جعفر بن محمد باقر بن زین العابدین نے ۱۹۹ھ میں مکہ میں

مامون الرشید کے زمانہ میں خروج

کیا۔ حسین کو افطس اس لیے کہتے تھے کہ وہ چمٹی ناک والا تھا یہ تینوں باپ بیٹے



نہایت قبیح سیرت اور بد اعمال تھے حسین الافطس کو اکثر مورخین نے احد المفسدین فی الارض کہا ہے وجمہر الانساب میں کہ معتزلہ کی تاریخ میں انہیں بدترین سیرتوں والا بیان کیا گیا ہے۔ حسین الافطس نے کعبہ سے غلاف اتار لیا اور اس کی بجائے ابوالسرایا کا بھیجا ہوا غلاف پڑھایا۔ لوگوں کے مال پر وعدہ دی پھیننے لگا۔ اکثر لوگ بخوف جان و مال مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے ہمراہیوں نے حم شریف کی جالیوں کو توڑ دیا۔ خود الافطس نے کعبہ شریف کے ستونوں پر چڑھا ہوا سونا اتار لیا کعبہ کا تمام خزانہ لوٹ کر ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا مشہور شیعہ مؤلف عمدة الطالب میں لکھا ہے کہ اس نے کعبہ کا مال لوٹ لیا۔ جب اسے ابوالسرایا کے مرنے کی اطلاع ملی تو بہت گھبرایا۔ جناب جعفر (الصادق) کے بیٹے محمد کے پاس گیا جو ایک نیک سیرت عالم فاضل تھے کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں پہلے تو انہوں نے انکار کیا آخر اپنے بیٹے علی کے کہنے پر آمادہ ہو گیا اب لوگ انہیں امیر المومنین کہنے لگے علی بن محمد اور حسین الافطس نے محمد کی آڑ میں ہاتھ پاؤں سلانے شروع کیے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جہاں کسی خوبصورت عورت پر نظر پڑی اٹھا کر لے گئے۔ مکہ کے قاضی کے لڑکے کو منہ کالا کرنے کے لیے پکڑ کر لے گئے۔ آخر تنگ آ کر مکہ کے لوگوں نے ایک جلسہ کیا اور متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ محمد بن جعفر کے مکان سے مکہ کے قاضی کا لڑکا رہا کرایا جائے۔ تاریخ کمال ابن کثیر کے حوالے سے ابن خلدون لکھتا ہے کہ قاضی کا نام محمد اور اس کے لڑکے کا نام اسحاق تھا۔ جو بڑا خوبصورت تھا۔ اسے دیکھتے ہی ان شیطانوں کی رل ٹیک پڑی (ص ۱۲۱)

اہل مکہ نے محمد کے مکان کو گھیر لیا۔ محمد لوگوں کو ہمراہ لے کر اپنے بیٹے علی کے مکان پر پہنچے اور اس سے لڑکے کو لوگوں کے حوالے کیا۔

مکہ میں یہ شیطانی کھیل کھیلا جا رہا تھا کہ دار الخلافہ سے سرکاری فوجیں آ گئیں۔ "امیر المومنین" کو ہوش آیا اور امان کی درخواست پیش کی جو قبول کر لی گئی مگر بعد میں حنفہ کی جانب بھاگ نکلے۔ دوبارہ چند روز کے بعد مدینہ پر حملہ آور ہوئے مگر پھر شکست کھائی اور ایک آنکھ جاتی رہی۔ مجبور ہو کر حج کے موقع پر مکہ پہنچے اور دوبارہ اہل طلب کی ساختہ ہی یہ معذرت کی کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ مامون الرشید کی وفات



ہو گئی ہے انہیں حج کے بعد ماموں کے پاس بھیج دیا گیا رحم دل خلیفہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔

حسین الافطس کے بیٹے گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔ اس قماش کے بد فطرتا بد کردار اور مفسد کے حامل بھی ماموں جیسے فیاض اور رحم دل خلیفہ کے دربار سے معاف کر دیئے گئے مگر شیعہ اپنی کتب میں لکھتے ہیں کہ ماموں نے علی کو قتل کیا۔ دیوانگی۔ پاگل پن، بد دیانتی اور ہستان کی انتہا ہے اور شیعیت اس میدان میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی۔

۱۰۔ علی بن صادق نے ۱۹۹ھ میں بصرہ میں ماموں کے خلاف خروج کیا یہ حضرت کینز زادے تھے گرفتار ہو کر رحم دل خلیفہ کے پیش ہوئے اور خلیفہ نے معاف کر دیا۔ اس کے سکے بھائی عبداللہ بن جعفر کی بیٹی فاطمہ عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد الامام بن علی بن عبداللہ بن عباس کے نکاح میں تھی رجمہ الانساب ص ۵۳ و نسب قریش ص ۶۴) عباسی شوہر کے مرنے کے بعد علی بن اسماعیل بن جعفر کے نکاح میں آئی۔

۱۱۔ زید النار بن موسیٰ کاظم نے ۹۱۹ھ میں بصرہ میں ماموں کے خلاف خروج کیا۔ اس زید کو ابوالسرایا نے اپنی حکومت کے دوران اہواز کا عامل مقرر کیا تھا۔ بعد میں اس نے بصرہ پر قبضہ کر کے لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ مشہور شیعہ مورخ عمدة الطالبین میں لکھتا ہے کہ اس نے عباسیوں کے مکان جلاڈلے اور باغ بھی جلا دیئے اسی لیے اسے زید النار کہتے ہیں (ص ۲۹) بالآخر گرفتار ہو کر خلیفہ کے سامنے پیش ہوا۔ ایسے بد قماش اور بد فطرت باغی کو بھی خلیفہ نے معاف کر دیا حالانکہ اس نے چند روزہ بغاوت کے ایام میں عباسیوں کی لاکھوں کی جا میداد تباہ و برباد کر دی تھی خود شیعہ مؤلف لکھتا ہے۔ زید النار گرفتار ہوا اور مردہ کے مقام پر خلیفہ اہلسن کے حضور میں پیش کیا گیا خلیفہ نے آزاد کر کے اسے علی (رضا) یعنی اس کے بھائی کے پاس بھیج دیا مگر بھائی نے تمام زندگی اس سے بات نہ کی رعمدة الطالب (ص ۱۱) اس قسم کی خلافت دشمن سرگرمیوں کے باوجود ان لوگوں کو عباسی خلفاء



معاف کر دیتے رہے مگر مجوسی اور یہودی ذہنیات کے مکرر باقر مجلسی جیسے  
دروغ گو ایسے روشن اور حیاں واقعات کے باوجود یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے  
کہ عباسیوں نے علویوں پر بڑے ظلم کیے۔ ایسے احمقوں سے کوئی پوچھے تمہاری  
اس ہرزہ سرائی کا ثبوت "مستبر روایات" سے معلوم ہوا ہے کہ بغیر کچھ اور بھی ہے؟  
۱۲۔ ابراہیم الجزار بن موسیٰ کاظم نے ۱۹۹ھ میں مین میں مامون کے خلاف خروج  
کیا۔ یہ ابراہیم بھی ابوالسرایا کی جانب سے مین

کا عامل مقرر کیا گیا تھا اہل مین کو کثرت سے قتل کرنے اور ان کے اموال لوٹ لینے  
کی وجہ سے قصاب کے نام سے مشہور ہوا (الہدایہ جلد ۱۰ ص ۱۹۶) اس کے آٹھ بیٹے  
تھے جن میں سے جعفر نے مین میں بغاوت کی تھی۔ دوسرے بیٹے کا نام موسیٰ تھا  
جس کی اولاد سے محمد الرضی اور علی الرضی موبلغین نج البلاغہ ہوئے۔ ابراہیم الجزار  
بن موسیٰ کاظم کے بیٹے کا نام مروان تھا۔ اس نام سے معلوم ہوتا ہے کہ علویوں کے  
خروج معض سیاسی اور حسب جاہ کے نتیجے کے طور پر تھے اگر مذہبی طور پر وہ ایسی  
حرکات کا ارتکاب کرتے تو اپنی اولاد کے نام مروان وغیرہ کے ناموں پر نہ رکھتے۔  
گویا ۱۹۹ھ ہجری تک مروان علویوں کے ہاں قابل تعظیم ہستی تھی۔

۱۳۔ جعفر بن ابراہیم الجزار نے ۲۰۲ھ میں مین میں مامون الرشید کے خلاف  
خروج کیا مگر ناکام ہو کر طالب معافی ہوا اور  
کریم الطب خلیفہ نے معاف کر دیا۔

۱۴۔ محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن زین العابدین نے ۲۱۹ھ میں طائفان میں  
المعتصم باللہ عباسی کے

خلاف خروج کیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام عمر سیدنا زین العابدین کے بیٹے کا نام عمراد  
ان راضیوں کے نزدیک عمر "حیت اور طاغوت" ان عقول کے اندھوں سے  
کوئی پوچھے کہ تمہاری طرح تمہارے آئمہ کے نزدیک اگر عمر ایک گالی ہے اور تھی  
تو وہ اپنی اولاد کا نام ان کے نام پر کیوں رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب  
کی کوئی کل سیدھی نہیں ان کے آئمہ جو کچھ کہتے رہے یہ لوگ سراسر ان کے خلاف



عمل کرنے کو ہی اپنا مذہب سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں۔ محمد بن قاسم ایک عالی نفل شخص تھے ان کے پردادا عمر کی بیٹی خدیجہ محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے نکاح میں تھی ایک مجہول الاسم رافضی نے انہیں درغلانا شروع کر دیا اور حج کے موقع پر آنے والے خراسانیوں سے ان کے لیے پوشیدہ طور پر بیعت لینا شروع کر دی محمد بن قاسم ان لوگوں کے چکے میں آکر خراسان چلے گئے اور طائفان میں خروج کر بیٹھے مگر فتنہ ہو کر پیش ہوئے اور عید کے موقع پر فرار ہو کر ردپوش ہو گئے اور اسی حالت میں مر گئے۔ علامہ ابن حزم نے ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں (جمہرة الانساب ص ۴۸)

شیعی مولف عمدة الطالب نے لکھا ہے کہ صوفی بھی تھے اور صوف کا لباس پہنتے تھے۔ یہی مولف لکھتا ہے کہ فرار کے بعد مگر فتنہ ہو کر قتل ہوئے مگر ان کا قتل ہونا محل نظر ہے۔

”صوفیوں کو مبارک ہو کہ ان کے مورث اعلیٰ یعنی روحانی گرو کا اتا پتا معلوم ہو گیا ہے۔“

۱۵۔ یحییٰ بن عمر بن زید بن علی زین العابدین سیما زین العابدین کا پوتا

”عمر“ شیعوں کے سینوں

پر مونگ دینے کے لیے آگیا۔ ان احمقوں سے یہ پوچھے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ عمر علی رحمہ کا جانی دشمن تھا اور علی زین العابدین کا ایک بیٹا عمر ایک پڑوتا عمر ایک پڑوتے کا بیٹا عمر رحمہ۔ گویا سارا خاندان ہی ہم آج بعض متعصب اور غالی قسم کے شیعہ عمر نام جب اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں تو اس طرح سو الٹا کر کے لکھتے ہیں اور کوئی خیرات نامی شیطان اعظم وکیل اپنی تالیف نور ایمان میں بڑی دھڑکی کوڑی لایا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ:

قاعدہ ہے کہ پانچ حرفی الفاظ کا وسطی حرف اس کا دل ہوتا ہے اب دیکھو کہ زعون، ہامان اور قارون کے وسطی حرف کیا ہیں ظاہر ہے کہ ع۔ م۔ اور ت۔ ہیں اور ان کے ملانے سے عمر بنتا ہے۔ گویا عمر رحمہ فرعون، ہامان اور قارون کا دل ہے (ص ۳۲۲) زندہ باد خیرات وکیل صاحب! عمر رحمہ کو برا کہتے کہتے تمام



علویں پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔  
 زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے کہیں بگڑا  
 یہ ایک جملہ معترضہ سادہ میان میں آگیا تھا۔ ان یحییٰ بن عمر صاحب نے ۲۲۵ھ  
 میں المتوکل کے خلاف ہجو میں خروج کیا۔ یہ بھی عقل کے کودن تھے چند مفسدہ  
 پر دازوں کے پھندے میں پھنس کر خروج کر بیٹھے پکڑے گئے اور اٹھارہ کڑے  
 کھا کر قید ہوئے۔

۱۶۔ ابی الحسنین یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن العابدین نے

۲۵۰ھ

میں کوفہ میں المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا۔  
 ”اے لاہوتھ۔ میرے یار۔ خیرات دکیل!۔ یہاں ایک اور عمر مرغا گیا  
 گویا زین العابدین کے پوتے کا پوتا عمر۔  
 سچ فرمایا تھا نبی علیہ السلام نے کہ عمر ایک بار جس راستے سے گزر گیا قیامت تک  
 اس راستے سے شیطان نہیں گزرے گا۔ میں نے کئی روز اس بات پر غور کیا اور ساتھ  
 ہی اس بات پر بھی غور کرتا رہا کہ علویوں میں تقریباً دو صدہ ہجری سے بھی کچھ بعد تک  
 عمر نام کے لوگ پیدا ہوتے رہے اس کی کیا وجہ کیا ہو سکتی ہے آخر ایک دن میرے  
 وصال نے میری رہنمائی کی کہ علویوں کی برائیاں اور بے حیائیاں جب حد سے بڑھ  
 جاتی رہیں تو ان میں کوئی نہ کوئی عمر نام کا علوی اللہ تعالیٰ اس لیے پیدا کرتا رہا کہ یہ  
 لوگ کسی حد تک شیطان کے پیچھے سے بچ جائیں اگر ان میں عمر نام کے چند علوی  
 پیدا نہ ہوتے تو اپنی بد کرداریوں کی وجہ سے یہ لوگ ذلیل ترین قبیلوں کی شکل میں  
 ہمارے سامنے در بدر دھکے کھاتے نظر آتے ان کی حد سے بڑھی ہوئی خواہشوں کو  
 کم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے گھروں میں کوئی نہ کوئی عمر نام کا آدمی پیدا کر دیتا رہا۔  
 بات کیا تھا اور مجھے خیرات دکیل کہاں گھسیٹے پھرا۔ ابی الحسنین کے آباء مویوں  
 کے خلاف خروج کر کے قتل ہو کر خطر ارضی کو اپنے وجودوں سے پاک کر دیتے رہے  
 مگر ان ذات شریف کو اپنے ہی ہاتھیوں کے خلاف ہانکنی آگئی۔ یحییٰ کی آنکھیں  
 پشت تک بڑے بڑے سسی عالم پیدا ہوتے رہے۔ چنانچہ ابوالبرکات متوفی ۵۳۸ھ



انہیں کی اولاد سے تھے یعنی خود بھی مالکی مسلک پر کار بند تھے۔ (اور یہ سب عمرہ کے نام کی برکات ہیں) پھر ان کے عباسیوں کے ساتھ مصاہرہ تعلقات بھی تھے۔ یحییٰ بن حسین کی بہن میمونہ یعنی زین العابدین کی حقیقی پوتی مہدی باللہ عباسی کی زوجہ تھی۔ درجہ الانساب ص ۱۵) گمران کے دماغ میں بھی حصول خلافت کا بیڑا کھلایا اور بادیہ نشینان عرب کی ایک جماعت فراہم کر کے کوفہ کی جیل کا دروازہ توڑ کر قیدی نکال کر اپنے ساتھ ملا لیے۔ سرکاری دفتر جلا دیئے بیت المال کے دروازے توڑ کر دو ہزار سُرُخ دینار اور ستر ہزار درہم لوٹ لیے آخر شکست کھائی اکثر باغی قتل ہوئے ان باغیوں کی سرکوبی کو بھی عباسیوں کی سفاکی اور ظلم کی فحش فہرست میں شامل کر دیا گیا۔

۱۷۔ محمد بن جعفر بن حسن بن عمر بن زین العابدین ۲۵۰ھ میں المستعین کے خلاف خروج کیا اور اسیر

ہو کر مزایاب ہوئے (طبری جلد ۱۱ ص ۱۱۳)

۱۸۔ احمد بن عیسیٰ بن حسین الصغیر بن زین العابدین نے ۲۵۰ھ میں رے میں المستعین

باللہ کے خلاف اور بس بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ کے ساتھ مل کر الرضا من آل محمد کا نعرہ لگا کر خروج کیا ایک ترکی سردار موسیٰ بن البکیر نے شکست دی احمد بن موسیٰ بھاگ کر قزوین چلا گیا اور حسن بن احمد کو کسی کے ساتھ مل کر ۲۵۲ھ میں دوبارہ خروج کیا بلا درے پر پورش کر کے قتل و غارت کا بازار گرم کی آخر شکست کھائی خلیفہ نے رحم کر کے نیشاپور کی طرف بھیج دیا (طبری جلد ۱۱ ص ۱۵۲)

۱۹۔ حسن کوہی بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل الارقطری بن محمد

بن عبد اللہ بن احمد بن عیسیٰ کا شریک کار تھا۔

۲۰۔ حسین الحزونی محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن حسین بن زین العابدین نے ۲۵۱ھ میں کوفہ میں المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا اس کے بعد مجد

میں عبد اللہ کا جھگڑا آنے چھا جعفر کے ساتھ تھا کہتے ہیں جعفر کی بد دعا سے اس



کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ رعمہ الطالبہ (ملکہ) ان کی عباسیوں سے بہت رشتہ داراں تھیں۔

۱۔ ام الحسن بنت زین العابدین داؤد بن عبد اللہ بن العباس کے نکاح میں تھی۔

۲۔ زین العابدین کی دوسری بیٹی فاطمہ اپنی بہن ام الحسن کے مرنے کے بعد داؤد کے نکاح میں آئی۔

۳۔ ام الحسین بنت زین العابدین ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن العباس کے نکاح میں تھی۔

۴۔ کلثوم بنت عبد اللہ الارقطہ اسماعیل بن علی بن عبد اللہ بن العباس کے نکاح میں تھی۔

اس قدر تعلقات کے باوجود حسین بن احمد مذکور نے بغاوت کی اور قتل ہوا اسی بغاوت میں ابراہیم بن محمد بھی تھے جو عباس بن علی کی اولاد سے تھے ان کے دادا عبید اللہ مامون الرشید کے زمانہ میں مکہ مدینہ کے گورنر اور قاضی تھے حسین الخزدن اور ابوالاحمد محمد نے کوفہ میں خروج کیا اور معاہدے کے مارے گئے۔

۲۱۔ عبد اللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم الارقطہ بن محمد بن زین العابدین نے ۲۵۲ھ میں کوفہ میں المستعین باللہ کے خلاف خروج کیا اور مارے گئے مقطوع النسل تھے۔

۲۲۔ علی بن محمد بن احمد بن علی بن عیسیٰ بن زین العابدین نے ۲۵۶ھ میں کوفہ میں المعتمد علی اللہ کے زمانے میں خروج کیا یہ شخص علوی نہیں تھا مگر باران طریقت نے اسے علوی بنا کر اس سے خروج کرا دیا اور عسکر خلافت کے ہاتھ سے کیفر کرا کر پہنچا۔

۲۳۔ علی بن زبید بن حسین بن زبید بن زین العابدین نے ۲۵۶ھ میں کوفہ میں المعتمد علی اللہ کے خلاف خروج کیا۔ جب اس کی فوج ماری گئی تو خود بھاگ کر حبشیوں کے سردار صاحب الزینح کے پاس پہنچ گیا مگر اس حبشی سردار نے مدد کرنے کی بجائے اسے قتل کر کے اس کی محبوبہ راسب کو اپنے گھر ڈال دیا۔

(جمہور ابن حزم ص ۵) ع



۲۴۔ حسن بن محمد بن جعفر بن عبد اللہ القسیتی بن حسین بن زین العابدین ۲۵۶ھ  
 میں بصرہ میں المنتد علی اللہ کے خلافت خروج کیا۔ مگر عسکر  
 خلافت کے پہنچنے سے پہلے ہی حسین بن زید نے اسے قتل کر دیا۔ اس گھر کو آگ  
 لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

زینب بنت حسین بن زین العابدین یعنی اس کے دادا کی پھر بھی اس کے  
 یعنی ہارون کے نکاح میں تھی۔ عباسی مفت میں بدنام کیے جا رہے ہیں مگر علویوں  
 کی ان خانہ جنگیوں کی طرف ان نام نہاد ”محبان علی“ کی نظر کیوں نہیں جانی شاید  
 اس لیے کہ ان کی نظر میں یہ لوگ عترت رسول ہیں اور عترت رسول کو زنا، دھوکہ زنی  
 شراب خوری، لواطت اور فساد فی الارض کی کھلی چھٹی ہے۔

۲۵۔ ابراہیم بن محمد بن جعفر بن عبد اللہ القسیتی نے حسن بن محمد بن جعفر بن عبد اللہ  
 القسیتی نے اکٹھے خروج کیا اور جلد ہی اپنے کیفر کردار

کو پہنچ گئے۔

۲۶۔ ۲۷۔ محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم اور علی بن حسین بن جعفر بن موسیٰ کاظم  
 دونوں بھائیوں نے مل کر ۲۷۱ھ میں المنتد عباسی کے

زمانہ میں خروج کیا۔

یہ دونوں بھائی شیطنت، خیانت، بے حیائی اور ظلم و جور کے مجسمے تھے  
 چند روز ان کا مدینہ منورہ پر قبضہ رہا علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ مدینہ کے باشندوں  
 کی بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا ان کا مال و اسباب چھین لیا۔ پورے چار ہفتے مسجد  
 نبوی میں نماز نہ ہو سکی۔ مدینہ کے علاوہ مکہ میں بھی یہی فتنہ برپا کیا۔ مسجد حرام کے  
 دروازے پر لوگوں کو قتل کیا۔ (جلد ۱۱ ص ۴۹)

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں یہ وہ شخص ہے جو ۲۷۱ھ میں مدینہ میں طلب خلافت  
 کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ لوگوں کو قتل کیا ان سے مال چھین لیے۔ کال ایک ماہ تک  
 مسجد نبوی میں کوئی شخص نماز نہ پڑھ سکا۔ محمد بن حسین نے جعفر بن ابی طالب کی  
 اولاد سے تیرہ افراد کو قتل کیا اس کا لقب الملیط یعنی ڈاکیا تھا (مجموعہ الانساب ص ۱۷۷)  
 مشہور شیعہ مورخ طبری نے بھی اسی قسم کے الفاظ لکھے ہیں اور ان نے ان ہی



کے خاندان کے ایک علوی شاعر کا قلم بھی درج کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔  
 ”پاک مصطفیٰ کا مدارِ ہجرت بر باد ہو گیا اس کی بربادی پر مسلمان گریہ و بکا  
 کرتے ہیں۔ اسے آنکھ مقامِ جبریل اور محمد مصطفیٰ پر رواد پاک منبر پر بھی  
 بکا کرتا ہے اور وہ مسجد جس کی بنیاد پاکی پر رکھی گئی تھی وہ عبادت  
 کرنے والوں سے خالی ہو گئی اور اس پاک ہستی پر بکا کر جس کو مبارک کہا  
 اللہ نے رسولوں کے خاتمہ کرنے والے کے فدیہ سے ان لوگوں کا براہر  
 جنہوں نے اس کو برباد کیا۔ اور ایک ملعون ظلم ڈھانے والے کی واقعہ قرہ  
 اور کعبہ کی بے حرمتی کی فرضی داستانیں اس کے سامنے گرد ہیں“

(طبری ج ۱۱ ص ۳۲۹)

محمد اور علی کی بغاوت کے زمانہ کی شخصیتوں کے ساتھ شیعی شاعر کا واقعہ قرہ  
 کے متعلق بیان اس بات کا پکا شاہد ہے کہ امیر المومنین زید رحمہ کو محض بدنام کرنے  
 کے لیے سبائیلوں نے دروغ و افترا کی جو داستان تیار کی اسے بڑھا چڑھا کر بیان  
 کرنے والوں کے داغ مرن سوچ بوجھ سے ہی خالی نہیں بلکہ وہ لوگ پرلے دہے  
 کے جاہل ہونے کے علاوہ نسلی عصبیت کے قابوس کے ہاتھوں میں اس بڑی  
 طرح گرفتار ہو چکے ہیں کہ اب ان کا اس ذلت اور لعنت سے چھٹکارا حاصل  
 کرنا ناممکن ہو کر رہ گیا ہے شیعوں کے مروجہ امام ہفتم کے ان پڑھوں کو اگر  
 ”عزت رسول“ ہونے کی ”سعادت“ کی بنا پر کسی ”محقق“ کو ان کے بارے میں سچ  
 کہنے کی اخلاقی جرأت نہیں تو پھر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ واقعہ قرہ کا ایک معمولی  
 سا پولیس ایکشن کیوں اسے اس حد تک ناگوار گزر رہا ہے کہ وہ ایسے لفظ لکھنے پر  
 ذہ بھر شرم محسوس نہیں کرتا کہ تین دن تک مدینہ شاہی افواج کے لیے مباح رہا۔  
 کاش کہ موجودہ صدی کے یہ محقق اعظم جوابِ حکومت کے دور میں داخل ہو چکے ہیں  
 اپنی موت کو قریب دیکھ سکتے اور خلافت و ملکیت میں جس طرح انہوں نے تاریخ  
 کے حقائق کا حلیہ بگاڑا ہے مرنے سے پہلے اس سے رجوع کر لیتے اور افسوس  
 بلکہ رحم آتا ہے ان لوگوں پر جو ہر بات کو اپنے مرشد کی آنکھ سے دیکھنے، مرشد  
 کے کان سے سننے کے اس قدر عادی ہو کر اپنے قبائلی عقلیہ سے دست بردار



ہو چکے ہیں کہ ان کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفقود ہو چکی ہیں۔  
 میں جب ”عترت رسول“ کی ان بد اعمالیوں پر ایک نظر ڈالتا ہوں تو حیرانی  
 ہوتی ہے کہ یہ لوگ غدر و سرکشی، ظلم و تعدی، فتنہ و فساد، نافرمانی و بے حیائی  
 قسامت و سنگدلی اور فاحشات و منکر کے جس مقام پر پہنچے ہوئے دیکھتا ہوں  
 تو معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے آگے ذلت و پستی کا کوئی مقام نہیں۔  
 حریم الشریفین کی بے حرمتی اور بے ادبی کے جس قدر مظاہر آنکھوں کے سامنے  
 آتے ہیں ان کے کوتاہ دھرتا صرف یہی لوگ ہیں جو ”مدعی عترت رسول“ ہیں اور آج  
 بھی جس قدر بد اعمالیاں ان کو گویں ہیں وہ دوسرے لوگوں میں اس کا عشرِ عشر  
 بھی نہیں کیا اللہ تعالیٰ کو عملاً یہ دکھانا مطلوب تھا۔

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چہرے نیست  
 ایک چشم دید واقعہ یہ میں نے اپنی سیاحت کے دوران جالندھر اور کپورتھلہ  
 کی سرحد پر ایک گاڑی میں دیکھا کہ مسجد اور دارالامین اہل  
 دیہہ کی نشست گاہ قریب قریب تھے۔ مسجد میں ایک مسکین طبع درویش صفت  
 بزرگ نامعلوم کب سے مقیم تھے اکثر قرب و جوار تک کے دیہات کے لوگ ان  
 کے پاس جھار پھونک اور نعوز وغیرہ کے لیے آتے اس وقت میں ان کے متعلق  
 جو اندازہ کر سکا وہ کچھ اس قسم کا تھا کہ وہ اللہ کے نیک بندے ہیں۔ دوسری طرف  
 دارا کے مکان کی ایک ملحقہ کوٹھڑی میں ایک سیاہ فام بٹاکٹا موٹا بگڑا بڑی بڑی  
 مونچھوں والا ملنگ قیام پذیر تھا دن رات بھنگ کا رگڑا لگ رہا ہے چرس کے  
 شعلے بلند ہو رہے ہیں علی ولی کے نعرے لگ رہے ہیں میری نظروں میں وہ شخص  
 مجسم ابلیس تھا۔

گرسات کا موسم تھا اور دارا کے سایہ دار درختوں کے نیچے چند چارپائیاں  
 بچھی تھیں میں ایک چارپائی پر دراز تھا مسجد سے وہ درویش صفت کسی ضرورت  
 کے تحت باہر تشریف لائے اور دارا کے سایہ دار درختوں کے نیچے سے گزرتے  
 ہوئے ایک طرف نکل گئے اس وقت تقریباً پندرہ بیس آدمی وہاں موجود تھے  
 کسی نے ان کے گزرنے کا نوٹس نہ لیا کچھ دقت گزرا کہ وہ ملنگ کسی طرف سے



آنکلا اپنے جھوپ میں پہنچنے کے لیے اسے بھی اسی راستہ سے گزرنا تھا جو نہی وہ  
سامنے ہوا سب لوگ بسر و قد عظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ٹھک  
ٹھک کر سے سلام کرنے لگے۔ چند ایک نے ”یا علی مدد“ کے الفاظ سے اس کی  
پیشوائی کی اور وہ پیر ”مولا علی مدد“ کہتا ہوا نہایت معزورانہ انداز میں اپنے جھوپ  
میں گھس گیا۔

میں یہ منظر دیکھ کر رہ نہ سکا اور وہاں جتنے افراد موجود تھے انہیں مخاطب کر  
کے درویش اور ملنگ کے ساتھ ان کے رویہ کے متعلق شکایت کی تو انہوں  
نے جو جواب دیا اس کا مفہم ہی نہیں بلکہ اصل لفظ یہ تھے کہ سائیں بابا تو آل  
نبی اولاد علی سے ہیں اور یہ صوفی صاحب نام معلوم جولاہے ہیں یا کبھڑے یہاں  
یہ بھی بتا دوں کہ تمام گاؤں میں سوائے اس ملنگ کے کوئی رافضی نہیں تھا تمام گاؤں  
بریلویوں کا تھا اور وہ درویش بھی غالباً بریلوی ہوں گے مگر اکثر انہیں مشرکانہ قسم  
کے اعمال سے متنفر پایا۔

ایسے لوگوں کو یہ سبق کس نے پڑھائے ہیں کہ ”آل نبی اولاد علی“ سے ہونے  
کا دعویٰ کرنے والے اگر مجسم ابلیس صفت بھی ہوں تب بھی ”عترت رسول“ ہیں۔  
یہاں ایک اور بات کو بھی ذہن میں رکھیے آج دنیا بھر میں صدیقی۔ فاروقی  
عثمانی۔ زبیری، عباسی، اموی لاکھوں تعداد میں موجود ہیں ان خاندانوں کے اکثر افراد  
کئی صدیوں تک کئی مقامات پر حکمران بھی رہے ہیں مگر تاریخ اس قسم کی نظیر پیش  
کرنے سے قاصر ہے کہ ان خاندانوں کے کسی آدمی سے اس قسم کی کوئی حرکت سرزد  
ہوئی ہو۔ ان خاندانوں میں بڑے بڑے فقیہ، محدث اور ولی اللہ گزرے ہیں۔  
مگر ”مدعیان آل رسول“ میں ہمیں اس قسم کا ایک فرد بھی نظر نہیں آتا ولی الہی  
خاندان، احمد فاروق سرہندی فاروقی تھے، شیخ جیلانی، خواجہ اجیری، سید علی  
بحریری جیسے بزرگان دین جو مراۃ مستقیم سے متمسک رہ کر ایک عالم کے لیے  
باعث ہدایت اور رحمت رہے ان کو یہ ”نام نہاد آل رسول“ گالیوں سے نوازتے ہیں۔  
دورِ حاضر کے بزمِ خویش محقق اعظم اور ان کی تلاش کے ان کے روحانی اسلاف  
کے منہ پر قدت کی طرف سے یہ ایک زناٹے وار تھپڑ ہے۔ اور اب وہ زمانہ



گزر گیا کہ دنیا امویوں اور عباسیوں کے ظلم و ستم کی فحاشی و استازوں کو دہرائی اور مُنتی رہے گی اب ماشاء اللہ کئی اللہ کے بندوں نے تطہیر تاریخ کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے اور وہ دن قریب سے قریب تر آ رہے ہیں جب دنیا حقیقت سے واقف ہو کر رہے گی اس روز کیا حشر ہو گا ان محققین کا !

۲۸۔ محسن بن جعفر بن علی نقی؛ شیعوں کے مروجہ امام دہم کے اس پوتے نے ۳۰۰ھ میں دمشق میں المعتضد کے خلاف خروج

کیا۔ محمد کے والد جعفر کو شیعہ جعفر کذاب کہتے ہیں۔ یہ وہی جعفر ہے جس کے متعلق (جعفر صادق) کے ضمن میں ایک کمزور روایت بھی صفحات گذشتہ میں بیان کی جا چکی ہے۔ اس جعفر کو شیعوں نے اس لیے کذاب کہا ہے کہ وہ اپنے بھائی حسن عسکری کے لاولد فوت ہونے کا بھانڈا پھوڑ کر ان کے بارہویں امام کی پیدائش کے جھوٹ کا لازمہ ثابت انہیام کرنے کا موجب بنا۔ حسن عسکری کی کئی کنیزیں تھیں شیعہ کہتے ہیں کہ صیقل نامی کنیز کے بطن سے مہدی موعود پیدا ہو کر غائب ہو گئے ملا باقر مجلسی کنیز کا نام نہ جس بکھتا ہے ابھی تک یہ لوگ اپنے بارہویں امام کی ماں کے نام کا فیصلہ ہی نہیں کر سکے جعفر (کذاب) نے حسن عسکری کے لاولد مرنے پر اس کے ترکہ کا دعویٰ کیا تھا ترکہ تو مل گیا۔ مگر ”عترت رسول“ کے معین نے اسے کذاب بنا کر رکھ دیا۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

۲۹۔ حسن الاطروش۔ بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن زین العابدین نے ۳۰۱ھ میں دیم میں المعتضد بالله کے خلاف خروج کیا۔

حسن الاطروش بڑے نیک خصال اور عالم فاضل شخص تھے۔ آئمہ زیدیہ میں ان کا شمار ہوتا ہے برسوں تک بلاد دیم میں الناصر الکبیر کے نام سے تبلیغ و ارشاد میں منہمک رہے۔ محمد بن زید حسنی کی وفات کے بعد ۳۰۱ھ میں دیم پر قابض ہو گئے ان کے اور محمد بن حسن داعی الصغیر کے درمیان بڑی جھڑپیں ہوئیں ۳۰۲ھ میں مقتول ہوئے۔

۳۰۔ حسن بن محمد بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن زین العابدین نے ۳۱۶ھ میں



طبرستان میں مقتدر باشر کے زمانے میں خروج کیا۔ خروج کرتے ہی مراں کے والی نصر بن احمد کی فوجوں نے قتل کر دیا۔

۳۱۔ عبداللہ بن علیہ اللہ بن علی بن حسین بن زین العابدین نے ۲۵۸ھ

میں شام میں خروج کیا۔ اس عبداللہ نے بھی مدی ہونے کا دعویٰ کر کے ثلاثین کذابوں کی صف میں شامل ہونے کی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا اس نے قریطیوں سے مدد لے کر خروج کیا۔ مگر مال جہنم ہوا۔

اس قاتل کے لوگوں کو بھی یا مان طریقہ ”عترت رسول“ میں شمار کرتے ہیں یہ تھا بلکہ سا خا کہ آل حسین ہی سے خروج کرنے والوں کا ان ہی سے سوائے ایک حسن الاطروش کے، جو باوجود حکومت موقتہ کے باغی ہونے کے صاحب علم و فضل تھے باقی تمام کے تمام ننگ اسلاف بلکہ ننگ انسانیت تھے اور بعض اپنی بدکرداریوں میں اپنی مثال آپ تھے کیا فرماتے ہیں ما ان تمسکتم بہ لوی تضلوا کتاب اللہ دعوتی کے شارحین کیا وہ ایسے بدکردار لوگوں کو ”عترت رسول“ میں شامل سمجھتے ہوئے لوگوں کو اس بات کی ہدایت کرتے ہیں کہ تمہاری نجات کی یہی صورت ہے کہ کعبہ میں قتل عام کرو۔ مسجد نبوی میں نمازیں ادا کرنے سے روک دو کعبہ کے پردے اتار لو۔ اور اس کے دفنی خزانے لوٹ لو۔ اس کے ستونوں سے سونا اتار لو قتل عام شروع کر دو۔ لوگوں کی عورتیں جبراً چھین کر اپنے گھروں میں ڈال لو خوبصورت چھوکرلوں کو اٹھا کر گھروں میں لے جاؤ اور اپنے منہ کا لے کر دیکھانے تو درکنار اپنے خاندان کے لوگوں کو قتل کرو۔ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر شراب کے در چلاؤ پھر یقیناً ”لن تضلوا“ مصداق کے کردہ کو ہی یہ افعال مبارک کرے اور لطف یہ کہ واقعی وہ لوگ آج بھی یہ افعال شیعہ کے ارتکاب میں اپنی مثال آپ ہیں۔

دو غیر فاطمی من چلے

یہ بلب ختم کرنے سے پہلے دو غیر فاطمی منچلوں کے حالات بھی سن لیجئے



جنہوں نے خرد ج بھی کیا اور فاطمین مصر اور نوابان اور دھ کی طرح فاطمی ہونے کے مدعی بھی ہوئے۔

ایسے لوگوں میں ایک اہم شخصیت علی بن محمد بن عبدالرحیم کی ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تعلق رکھتا تھا۔ <sup>۱</sup> اس میں وزین علاقہ سے میں پیدا ہوا اس نے حسینی نسب کا جھوٹا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو یحییٰ بن زید بن علی بن حسینؑ کی اولاد سے بتایا زید اور یحییٰ اپنے ناکام خرد جوں کی وجہ سے عوام میں اچھی طرح متعارف ہو چکے تھے مگر جب اسے معلوم ہوا کہ زید منقطع النسل تھے تو اس نے علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین ہونے کا دعویٰ

۱۔ آج یہ دبا بڑی طرح معاشرہ پر مسلط ہو چکی ہے کہ ہر شخص اپنا شجرہ نسب کسی بڑے آدمی کی طرف منسوب کرنے کی کوشش میں بڑی طرح ہلکان ہو رہا ہے حالانکہ یہ کفر ہے۔

۲۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا اور کسی طرف منسوب کرے اور وہ اس کو جانتا ہو تو وہ خدا کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جو شخص کسی ایسی قوم میں ہونے کا دعویٰ کرے جس میں اس کا رشتہ دار نہ ہو تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے (بخاری کتاب المناقب کتاب پیدائش انبیاء)۔  
۳۔ ابو عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے سعدؓ سے جنہوں نے اقل خدا کی راہ میں تیر مارا ہے اور ابابکرؓ سے سنا جو کہ قلعہ طائف کی دیوار پر چند آدمیوں کے ہمراہ امان کے واسطے چڑھ گئے تھے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس ابابکرؓ آگئے تھے وہ دونوں کہتے ہیں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس باپ یا اس قوم سے نہیں (اس پر جنت حرام ہے)۔

مبشام کہتے ہیں میں نے معمرؓ نے جزوی وہ عاصم سے روایت کرتے ہیں میں نے سعد اور ابابکرؓ سے سنا وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں عاصم کہتے ہیں میں نے ابو العاصیؓ سے کہا تم سے یہ روایت ایسے دو آدمیوں نے بیان کی کہ تم کو ان دونوں کی شہادت کافی ہے ایک ان میں کا سعدؓ ہے جنہوں نے راہ خدا میں اول تیر چلایا اور دوسرا میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معہ بائیس آدمیوں کے طائف سے بلور (امان) آگئے تھے (بخاری پارہ کتاب النبی)



کیا مگر یہاں بھی یہ مصیبت پیش آئی کہ اصل زید کوفہ میں زندہ موجود تھے اور بہت سے لوگ ان کو جانتے تھے۔ اب یہ شخص کھربین پہنچا اور محمد بن فضل بن عبد اللہ بن عباس بن علی بن ابوطالب کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کیا۔ اہل ایک جمعیت فراہم کر کے بصرہ پہنچا اور جیل کا دروازہ توڑ کر قیدیوں کو آزاد کیا۔ وہ سب اس کے ساتھ ہو گئے۔ بصرہ اور اس کے مضافات سے حبشی مزدوروں کو سبز باغ دکھلائے اور اپنے ساتھ لایا۔ حبشیوں کی اس سرداری کی وجہ سے

”صاحب الزنج“ مشہور ہوا۔

مولف عمدة المطالب لکھتا ہے کہ یہ شخص نہایت بد مشرت اور ذمہ ایم الاخلاق تھا مگر نہایت فصیح البیان خلیب اور بے مثل شاعر بھی تھا اس نے ایک مست ساند کی طرح ملک میں تباہی پھیلادی۔ چند صحیح القسب قاطمی بھی ساتھ مل گئے مگر اسی نے مختلف حیلوں سے سب کو مراد دیا۔ اس نے الفخارہ نام کا ایک قلعہ بھی بنوایا تھا مگر شہر میں المعتضد باللہ عباسی نے تنگ آکر اس کا خاتمہ کر دیا۔ (مختصر البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۱۰ جمہور الانساب ص ۱۵)

اسی طرح شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ مصر میں مدی پیدا ہو گیا ہے جس کا اصل نام محمد بن عبد اللہ ہے۔

خلیفہ عباسی کے حاجب نے جو ایک غالی شیعہ تھا اسے حسینی نسب جان کر بغداد بلوایا کہ موقع پا کر مستقر خلافت پر اس کا قبضہ کراوے مگر صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ تو محمد بن عبد اللہ المستکفی باللہ عباسی ہے۔ معز الدولہ امیر الامراء کی وساطت سے اسے دربار خلافت میں پیش کرایا۔

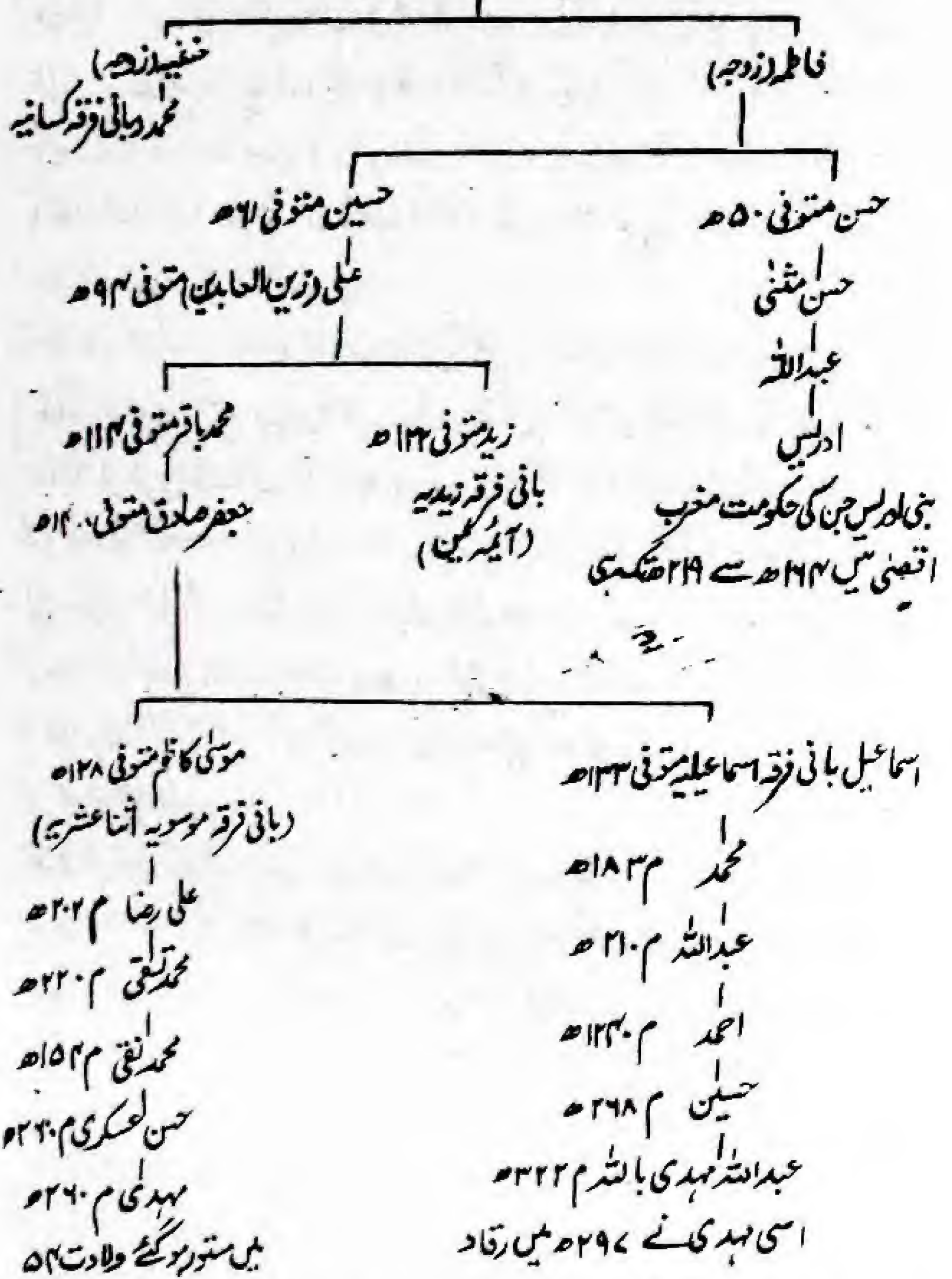
المطیع اللہ عباسی نے ادعائے کاذبہ اور دعوائے ہدیت کی پاداش میں اس کی خاک کھادی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۱۰)



# عبد اللہ میمون القدر

## شجرہ خاندان حضرت علی

چٹاباب



میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ حقیقت میں عبد اللہ اسماعیل کی اولاد سے نہیں تھا بلکہ محبوس النسل عبد اللہ بن میمون القدر کی اولاد سے تھا۔ تفصیل آگے آئے گی۔



گذشتہ صفحات میں خروج کرنے والے متعدد افراد کے نام آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ ایک سرسری سا خاکہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ امویوں اور عباسیوں کے خلاف خروج کرنے والوں کی تعداد پنیٹھ سے زیادہ ہے ان میں فاطمی بھی تھے اور غیر فاطمی بھی اس میدانِ دفا میں افراد سب سے پہلے اس بات کا مدعی ہوا کہ میں فاطمی ہوں۔

فاطمی خلفاء مصر جن کی حکومت کے دو دور ہیں۔

پہلا دور۔ اقصائے مغرب میں اور دوسرا دور۔ مصر میں۔

یہ لوگ بھی اس بات کے مدعی تھے کہ ہم فاطمی ہیں مگر یہ بات تاریخ کے ایک معمولی سے طالب علم کی نظر سے بھی پوشیدہ نہیں کہ یہ مجہول النسب تھے اور امام جعفر کے بیٹے اسماعیل کو اپنا امام مانتے ہیں۔ بقول علامہ مجلسی اسماعیل نے شراب پی اور باپ نے برا فروختہ ہو کر امامت کا عہدہ موسیٰ کاظم کی طرف منتقل کر دیا۔

(دیکھو الانوار ۱/۱۱۱)

آج تک بعض اسماعیلیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسماعیل فوت نہیں ہوئے بلکہ قتل کے خوف سے تقیہ کر کے اپنی موت کی خبر مشہور کرائی گئی چنانچہ اپنی موت کی خبر مشہور ہونے کے بعد بصرہ میں دکھائی دیئے (شرستانی ص ۱۱۱) مصر کے فاطمی خلفاء جو آگے چل کر عبیدیہ کے نام سے بھی مشہور ہوئے ان کے شجرہ نسب مختلف طریقوں سے مروی ہیں چنانچہ ابن خلکان نے ان کے دو شجرے لکھے ہیں۔

۱۔ اسماعیلی کہتے ہیں کہ ان کا شراب پینا اعلیٰ روحانیت کا ایک ثبوت ہے کیوں کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ظاہر شریعت کے پابند نہیں بلکہ باطن کے قائل ہیں یہ شیعوں کے اس رجحان کی مثال ہے جو تادل یعنی باطنی شریعت کی طرف ہے۔

D. B. MCDONALD, DEVEL. OF MUSLIM THEOLOGY ETC.



# ابن خلکان کے بیان کردہ شجرہ ہائے نسب جلد ۱ ص ۲۷۲

پہلا	دوسرا
(۱) میمون القلاح	(۱) جعفر الصادق
(۲) عبد اللہ	(۲) اسماعیل
(۳) محمد	(۳) محمد المکرم
(۴) احمد	(۴) عبد اللہ الرضی
(۵) الحسین	(۵) احمد
(۶) عبد اللہ مہدی	
تعزیری (المخطوط جلد ۳ صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳)	
تعزیری (اتحاط الخفا) ۱۲	
ابن النہیم (فہرست) ۲۶۵	
(۱) میمون القلاح	(۱) اسماعیل
(۲) عبد اللہ	(۲) محمد المکرم
(۳) احمد	(۳) اسماعیل
(۴) محمد	(۴) محمد
(۵) الحسین	(۵) احمد
(۶) عبد اللہ مہدی متولد ۵۲۶ھ	(۶) عبد اللہ
	(۷) محمد
	(۸) حسین
	(۹) احمد
	(۱۰) عبد اللہ



الحسین

محمد ابو شلح محمد الجبیب

بقول شیخ محمد اکرم ۲۷۰ھ میں پہلا اسماعیل داعی  
ہندوستان میں آیا۔

حسین لا ولد مرگیا۔ اس کی بیوی دن عورت  
کل پہلے خاوند سے لڑ کا تھا۔ ابو شلح اس  
کا سر پرست بنا اور اسے عبید اللہ مہدی  
کے نام سے امامت کے منصب پر فائز  
کیا۔ اس بیوی زادے کا نام سعید الخیر  
تھا (اتحفاظ الحفاصل)

۱۔ عبید اللہ مہدی متولد ۲۶۰ھ ۲۹۷ھ سے ۳۲۲ھ تک

(۲) محمد قائم بامر باللہ ۳۲۲ھ سے ۳۳۲ھ تک

(۳) المنصور باللہ ۳۳۲ھ سے ۳۴۱ھ تک

(۴) المعز الدین اللہ ۳۴۱ھ سے ۳۶۵ھ تک

۳۵۸ھ میں جوہر نے مصر فتح کیا اور ۳۶۲ھ میں المعز نے قبر دان سے  
اپنا مرکز تبدیل کر کے مصر کو دار الحکومت بنایا۔ اس نے قاہرہ کو جائے حرمت  
قرار دیا اور حکم دیا کہ سوائے الی بیت اور لشکر کے کوئی قاہرہ میں سکونت  
اختیار نہیں کر سکتا۔ اس کے مرنے کے بعد لوگ اسے بادلوں میں  
پوشیدہ سمجھتے تھے۔

(۵) عزیز باللہ ۳۶۵ھ سے ۳۶۸ھ تک

(۶) الحاکم بامر اللہ ۳۸۶ھ سے ۴۰۱ھ تک

مصر کی عورتوں کو کھلی آزادی دی گئی۔ جو مسافروں اور بھوے بھالے



مسلمانوں کو اپنے دامِ محبت میں پھنسا کر اسماعیلیت کی طرف راغب کرتی تھیں  
 (تبلیغ شیعیت کا حربہ) ۳۷ برس کی عمر میں شکار کو گیا اور کسی جانور نے پھاڑ کھایا  
 یعنی کہتے ہیں اس کی بہن ست الملک نے مراد الا سفرۃ دروزیہ کا عقیدہ  
 ہے کہ وہ مسح کی طرح زندہ ہے اور ایک بار پھر زمین پر اتر کر اسے عدل و انصاف  
 سے بھر دے گا۔ اس نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ خدا اس کے اندر حلول کر گیا ہے۔  
 فرقہ دروزیہ کا بانی محمد بن اسماعیل اور اس کا جانشین حمزہ بن الہادی ہوا ہے۔  
 جس نے شام میں اس فرقہ کی اشاعت کی آج کل شام اور لبنان میں اس  
 فرقہ کے لوگ ہیں۔

الظاہر

المستنصر ۱۰۳۶ھ سے ۱۰۹۲ھ تک

(۷)

(۸)

نزار

عبد اللہ

اسماعیل

(۹) مستعلی

(۱۰) آمر قتل ہوا  
طیب(سکندریہ میں نزار اور مستعلی کے درمیان  
جنگ ہوئی)

پانچ سالہ تھا عبد المجید اس کا سرپرست  
 بنا۔ مگر اس نے خلافت پر قبضہ کر لیا طیب  
 یمن میں موجود تھا وہیں اس نے امامت  
 کا دعویٰ کر دیا۔ اُسے اور اس کے جانشینوں  
 کو ان کے مقلدین حجۃ اللہ فی الارض کہتے  
 ہیں یہی لوگ آج کل بوسرے کہلاتے ہیں

(۱۱) فافر ۱۱۵۲ھ سے ۱۱۶۰ھ تک

(۱۲) العاصم ۱۱۶۰ھ سے

مارا گیا اور اس کے پیروں میں ایرانی  
 مجوسیوں نے شامل ہو کر اس فرقے کو بڑی  
 تقویت پہنچائی حسن بن صباح اور اس کے  
 جانشین مدت دراز تک مسلمانوں کے لیے  
 بلائے ناگہانی بنے رہے اسی فرقے  
 کے لوگ آج کل آغا خانی کہلاتے ہیں



## عبداللہ بن میمون القدر

ان میں سے کوئی شجرہ بھی ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتا۔ بقول ابن خلکان اور رساکی دروزیہ عبید اللہ اسماعیل کی اولاد سے تھا۔ مگر یہی ابن خلکان اس کا دوسرا شجرہ بھی بیان کرتا ہے اور ابن خلکان نے اس کا نسب نامہ جو اسماعیل تک پہنچایا ہے وہ بھی رساکی دروزیہ سے مطابقت نہیں رکھتا اکثر مورخین نے ہمدی کو عبداللہ بن میمون القدر کی طرف منسوب کیا ہے عبداللہ بن میمون القدر کے متعلق مختلف تاریخوں کی روایات کو یکجا جمع کیا جائے تو کچھ اس قسم کا نقشہ نظروں کے سامنے آتا ہے کہ میمون القدر ایران کا باشندہ تھا اس کے باپ کا نام ویحان تھا یہ شخص مختلف ادیان و مذاہب کے اصولوں سے خوب واقف تھا اس نے زنادقہ کی تائید میں کتاب المیزان بھی الملل والنحل کے بیان کے مطابق اہواز کے مصنفات میں قوس العباس نامی ایک قریہ میں پیدا ہوا۔ نسلاً ایرانی اور مسلکاً شوزی عقیدے کا پیرو تھا یعنی دو خداؤں کا قائل تھا یعنی ایک نور کا خدا اور ایک ظلمت کا ایک روایت میں اسے یہودی بیان کیا گیا ہے منافقانہ طور پر مسلمان ہوا۔ اور شیعوں کے غالی فرقہ خطابہ میں شامل ہو گیا جو جعفر بن محمد بن علی بن حسین کو خدا کہتے تھے۔ (الملل والنحل ص ۱۸۴)

اس کے دل میں مسلمانوں کے خلاف تعصب کی آگ کے شعلے بھڑکتے تھے مسلمانوں کے ہاتھوں مجوسی سلطنت کی تباہی کا اسے سخت صدمہ تھا۔ فرزند لولونے اسی قلبی دکھ کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا تھا عبداللہ نے اسے باپ میمون سے تربیت حاصل کی اور انھوں نے علاج کا پیشہ اختیار کیا عبداللہ اور میمون دونوں باپ بیٹا کہ بلا پنج کر محکف ہو گئے اور اپنے مصنوعی نقشہ زہد اور ریا کا رانہ عبادت گزاری سے اپنے متبعین کی ایک جمعیت فراہم کر لی۔ (معرض اخبار القرامطہ مسئلہ مطبوعہ لندن)

عبداللہ چاہتا تھا کہ اسلامی اقتدار کا استیصال کر کے اسلامی مقصدات کو



صنف ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے اس نے اپنی ذہانت سے کام لے کر اپنے متبعین کے لیے نو مدارج قائم کیے جو یہودیوں کی فری مسینری تحریک کی طرح تھے یہ چاہتا تھا کہ میں خود حکمرانی حاصل کروں اور میرے بعد میری اولاد حکمران ہو (MEMOIRS BY DE QUE JE) اسماعیلی عقائد کے مطابق یہ تمام مدارج طے کرنے کے بعد آدمی معطل اور اباحی بن جاتا ہے یعنی اعمال شریعت چھوڑ دیتا تھا۔ اور عمرات کو مباح سمجھتا ہے کہ بلا سے مکہ پہنچا مگر وہاں لوگوں کو علم ہوا تو بھاگ نکلا اور سلمیہ پہنچا۔ مدی کے ظہور تک اس کے جانشین یہاں ہی رہے۔ آگے چل کر اس کے بیٹے احمد نے عقیل بن ابی طالب کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کیا اور بعد میں فاطمی ہونے کا مدعی ہوا اور ہمسرتن دعوت اسماعیلیہ میں منہمک ہو گیا مختلف شہروں میں اپنے داعی بھیجے ان لوگوں کی طاقت بڑھنے لگی اور آخر اعلانیہ اپنے عقائد کا اظہار کرنے لگے اس نے قصر حکومت کو منہدم کرنے کی سازش بڑی چابکدستی سے تیار کی وہ ایک ایسی دفاکیش اور جانباز جماعت بنانے پر قادر ہو گیا جو اس کو تخت حکومت پر متمکن کر اسکے اگر خود نہیں تو اس کی اولاد حکمران بن سکے اس نے حیرت انگیز چالاکی، حسن تدبیر اور بے مثل ہشیاری اور انسانی قلوب کی گہری معرفت کی بدولت اپنی تدبیر کو علی جامہ پہنایا۔ (محض از عبرت نامہ ساندلس مصنف ڈوئی ہسٹری آف پرشین لٹریچر پروفیسر براؤن ص ۱۱۱) ڈی خوئے اپنی تالیف میں لکھتا ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے ذرائع کا ایسا مربوط سلسلہ قائم کیا جس کو بجا طور پر شیطانی کہا جاسکتا ہے انسانی کمزوریوں سے ہر نہج پر فائدہ اٹھایا گیا بے دینوں اور آزاد منشوں کے لیے عباسی پختہ دماغ لوگوں کے لیے فلسفہ مذہبی متشدد دین کو باطنی اسرار و غوامض اور عوام کے سامنے عجوبات پیش کیے ایرانی اور سامی زندگیات کے پرستاروں کے لیے مذہب کا ایک فلسفیانہ گورکھ دھندلا پیش کیا اور یہ سب کچھ ایسی چابکدستی اور مستقل مزاجی سے پیش کیا۔ جو لوگوں کے جذبات حیرت و استعجاب کو براہِ گنجتہ کرنے والا تھا۔ (تاریخ ادبیات ایران براؤن ص ۱۱۵)

جعفر المتوکل علی اللہ عباسی کا دور تھا۔ یہ لوگ بغداد کی ایک مسجد میں



اپنے اجتماع کرتے تھے اور محمد بن اسماعیل کی امامت کی دعوت دیتے تھے اسے  
 ہمدی کہتے اور عباسی خلیفہ المعتز سے جبر کرتے۔ جب خلیفہ کو معلوم ہوا تو  
 اس نے علماء سے فتوے لے کر وہ مسجد ہی منہم کرا دی اور ان کے مرکزی مقام  
 کربلا کی عمارت ہی منہم کرا دی۔ یہاں سے باپ بیٹا اصفہان پہنچے۔ باپ  
 مرگیا اور بیٹا حمص پہنچ کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ بصرہ میں ایک داعی  
 مھوٹا جس کا نام قرمط تھا۔ پھر سلیمہ کو اپنا مستقر بنایا ۲۶۱ھ کے لگ بھگ  
 یہ تحریک اس کے داعیوں کے ذریعہ تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی۔ مھلان قرمط  
 نامی ایک چالاک شخص نے ۲۷۷ھ میں کوفہ کے قریب دارالہجرت کے نام سے اپنا  
 مستقر بنایا اب یہ تحریک نہایت منظم ہو چکی تھی مگر بلیادی طور پر ابھی تک زیر زمین  
 ایک انجمن تھی عوام کو اپنے جنگل میں پھنسانے کے لیے اکثر اشتراکی اصول بھی  
 اس تحریک میں شامل کر لیے گئے تھے (تاریخ عرب ہندی مسلمان)

عبد اللہ کے مرنے کے بعد احمد نے اس تحریک کی باگ ڈور سنبھالی احمد  
 کے انتقال کے بعد اس کے دو بیٹوں حسین اور ابو شلح محمد الحبیب میں سے حسین  
 اس کا جانشین ہوا جس نے ایک یہود کو گھر میں ڈال لیا مگر لاولد ہی مر گیا  
 یہودن کا پہلے خاوند سے ایک لڑکا سعید الخیر تھا۔ چونکہ وہ نابالغ تھا اس لیے  
 ابو الشلح اس کا ولی مقرر ہوا یہی سعید الخیر عبد اللہ یا عبید اللہ کے نام سے مشہور  
 ہوا جو آگے چل کر ہمدی کہلایا اس کے طور کے زمانے میں اس کے داعیوں  
 نے متعدد بار نسب کا سوال اٹھایا اور اس کے بعد بھی ہر امام کے زمانہ میں  
 یہ سوال اٹھایا جاتا رہا۔ مگر کسی امام نے اطمینان بخش جواب نہ دیا کہ اپنا نسب  
 کسی پر یا کسی مجمع میں بیان کرے۔ مصر میں داخل ہونے کے وقت کسی امیر نے  
 پوچھا کہ آپ کا نسب کیا ہے تو اس کے جواب میں المعز نے ایک جلسہ منعقد  
 کیا اور اپنی تلوار میان سے نکال کر کہا کہ میرا نسب یہ ہے اور پھر اس نے سونا  
 حاضرین پر نثار کر کے کہا میرا حسب یہ ہے۔

(سعد القرطبی ص ۱۲ ترجمہ ابن طباطبائی ابن خلکان جلد اول ص ۱۵۹)

اسی طرح عزیز سے بھی پوچھا گیا لیکن اس نے خاموشی اختیار کی۔



(ابن خلکان - عزیز کی سیرت اور اس کا انتقال)

اس زمانہ میں دمشق میں جو خطبات پڑھے جاتے تھے اس میں آئمہ مستورین کے اسامی کی جگہ متعین یا مستضعفین جیسے الفاظ پڑھے جاتے تھے۔ حاکم کے عہد میں ابطال نسب کے لیے بنو عباس نے جو محضر تیار کیا تھا اس کی تردید میں فاطمین نے کبھی کوئی تردید نہیں کی (اتحاط المخاصہ)

POLMIGS

۱۹۳۴ء میں پرنس پی۔ ایچ پامور نے (ON THE ORIGIN OF FATIMID)

کے نام سے ایک مبسوط مضمون شائع کیا اور اس نے عباسیوں سے بچنے کے لیے یہ نام اختیار کیا تھا۔ مگر معز کے پاس کوئی داعی ایک کتاب لایا جس میں لکھا تھا کہ کسی امام کے بعد امامت میمون القدر کی طرف منتقل ہوگی اس کے جواب میں معز نے صرف اس قدر کہا سبب امامت ہم سے منقطع نہیں ہو سکتا میمون القدر مستودع تھا۔ امامت کا حقیقی مالک مستقر امام تھا۔

(المجالس والمساومات جلد ۲ ص ۲۵۶)

المنقریہ کہ محمد بن اسماعیل اور عبداللہ بن میمون القدر الگ الگ شخصیتیں تھیں اور مصر کے فاطمی خلفاء حقیقت میں میمون القدر بن موسیٰ کی اولاد سے تھے۔ اسی زمانہ میں ابو عبد اللہ شعیب کو یمن سے بلاد مغرب کی طرف بھیجا گیا۔ اس نے اپنے مشن میں بڑی کامیابی حاصل کی وہ ظاہر طور پر اہل بیت کا طرف دعوت دیتا رہا۔ مگر باطن اسماعیلی عقائد کا پرچار کرتا رہا نہایت سادہ لباس میں رہتا تھا اور سادی غذا کھاتا اور نہایت متواضع انداز میں اپنی زندگی گزارتا تھا اس نے بہت نشیب و فراز کے بعد قاہرہ پر قبضہ کر لیا یہ گویا دولت فاطمیہ کی خشت اقل تھی پھر قیروان پر قبضہ کیا اور ظہور ہدی کی قربت کا اعلان کیا عبد اللہ ہدی جو با بچوں یا فحشی پشت میں میمون القدر کی اولاد سے تھا جس کی پیدائش

۱۰۰۰ء آج ہم بھی دیکھتے ہیں کہ سیکڑوں مہول النسب اشخاص دیکھتے دیکھتے فاطمی بن گئے ہیں دنیا کے لالچ نے ہزاروں لوگوں کو چند روزہ مہولی دقار کے لیے دوزخ کا بندھن بنا کر رکھ دیا حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کتنے واضح اور صاف ہیں۔



۲۶۰ھ کو ہوئی تھی۔ چھپتا چھپاتا سلجھا رہا تھا تو کبھی ہاتھ جاسی کے گورنر نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ مگر ابو عبد اللہ نے سلجھا سہ پر قبضہ کر کے اپنے امام مستور کو قید سے آزاد کر کے عمان حکومت اس کے حوالے کر دی یہ ۸ ذوالحجہ ۲۶۹ھ کا واقعہ ہے اب یہاں پھر ایک اور الجھاڑ پیدا ہو جاتا ہے کہ جب قید خانہ میں یہ خبر پہنچی کہ ابو عبد اللہ نے سلجھا سہ فتح کر لیا ہے تو عبید اللہ ہدی یعنی امام مستور کو قید خانہ میں قتل کر دیا گیا ابو عبد اللہ شیعہ کو جب معلوم ہو تو وہ سخت مضطرب ہوا کہ اگر لوگوں کو اس بات کا علم ہو گیا تو یہ تمام بنی بنائی حکومت ہاتھ سے نکل جائے گی جب لوگ اپنے امام موعود کو نہیں پائیں گے تو اس کا دعویٰ بال ہوجائے گا۔ اور اس کی جان خطرے میں پڑ جائے گی اس نے ایک یہودی غلام کو قید خانے سے نکال کر کہا یہی ہدی موعود ہے۔

عیون الاخبار جلد ۱۲۲ ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۴۲

مشہور مورخ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے یہ باب اس طرح شروع کیا ہے کہ اہل پوشیدہ اور سازشی کام کی ابتداء عبداللہ بن سبا یہودی نے کی تھی اسی کو اس سازشی کام کا استاد اور موجد کہنا چاہیئے اس کام میں مجوسیوں یہودیوں اور بربروں نے بھی نو مسلموں کے لباس میں علویوں کی امداد کی جب لباسیوں کی وسیع سلطنت کا شیرازہ ڈھیلہ ہوئے لگا تو بعض یہودی الاصل اور مجوسی النسب لوگوں نے اپنے آپ کو علوی بتا کر فائدہ اٹھانا چاہا بربر کا علاقہ مرکز عباسیہ یعنی بغداد سے دور تھا۔ لہذا وہاں باسانی فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا بنا پختہ تیسری صدی ہجری کے آخری حصے میں محمد حبیب رابو شلطح بن احمد بن عبداللہ بن میمون القذاح مولف) نامی ایک شخص نے جو سلمیہ علاقہ حمص میں حکومت پذیر تھا۔ اپنے آپ کو امام جعفر کے بیٹے اسماعیل کی اولاد ظاہر کر کے حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کی اس کے داعی یمن امریکہ اور ایشیا میں مصروف کار تھے۔ اور لوگوں کو اس خیال کی طرف متوجہ کر رہے تھے کہ عنقریب امام ہدی کا ظہور ہونے والا ہے ابو عبد اللہ شیعہ نے ایک شور اور کارکن داعی کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ہمارا بیٹا عبید اللہ امام ہدی ہے



عبداللہ مہدی جب سلجھا سہ جبل اکیجان پہنچا تو ابو عبد اللہ نے بہت بڑا خزانہ اس کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر بلکہ بمقام سے ہوتا ہوا رقادہ میں داخل ہوا رقادہ میں داخل ہوتے ہی اعلان کیا کہ جو لوگ اسماعیلیت قبول نہ کریں انہیں قتل کر دیا جائے۔

ابن کثیر کے الفاظ ہیں۔ فلم یدخل فی مذهبہم بعض الناس وہم قلیل وقتل کثیر من لہوہم (جلد ۱ ص ۱۸)

مؤرخین کا بیان ہے کہ ملک پر اس حد تک ٹیکس لگائے گئے کہ چھ ماہ میں ایک لاکھ دینار جمع ہو گئے مہدی نے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے عیسائیوں سے ساز باز کر کے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کا بازار گرم کر دیا چنانچہ ۲۹ میں صقلیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مہدی کا اقتدار بڑھتا گیا اور ابو عبد اللہ اور اس کے بھائی ابو العباس یعنی جن کی کوششوں سے اسے حکومت ملی تھی کو درمیان سے ہٹانا چاہا۔ ابو العباس مہدی کا مخالف ہو گیا۔ ابو عبد اللہ نے مہدی کو مشورہ دیا کہ آپ آرام کریں آپ کے لیے خود کام کرنا آپ کے وقار کا منافی ہے چنانچہ مہدی کو یقین ہو گیا کہ یہ دونوں بھائی میرے مخالف ہیں۔ اسی دوران میں یہ شوشہ بھی چھوڑا گیا کہ وہ مہدی موعود نہیں چونکہ اس کے افعال اس مہدی کے مانند نہیں۔ میں غلطی سے تمہیں اس کی دعوت دیتا رہا اس لیے مجھ پر اور تم پر فرض ہے کہ اس سے ایسے اوصاف کا ثبوت طلب کریں جسے نسب دان امام

ہونا ضروری سمجھتے ہیں (غریب بن سعد القرطبی)

اس پر متعدد لوگ مہدی سے نفرت ہو گئے۔ ایک کتابی سردار شیخ المشائخ ہارون نے کھلم کھلا مہدی کے سامنے ان خدشات کا اظہار کیا تو مہدی نے اسے قتل کر دیا (افتتاح الدعوة ص ۱۵)

اور اس کے بعد ابو عبد اللہ اور ابو العباس بھی قتل کر دیئے گئے دولت فاطمیہ میں ابو عبد اللہ کا وہی مرتبہ تھا جو دولت عباسیہ میں ابو مسلم خراسانی کا تھا۔ ان لوگوں کے قتل سے دولت فاطمیہ کو استحکام نصیب ہوا یہیں سے دولت فاطمیہ

کا مذہبی و سیاسی دور میں داخل ہوا۔



## فاطمیٰ مصر

۱۔ ابو محمد عبد اللہ المہدی با اللہ ۲۹۷ھ سے ۳۲۲ھ تک

اسی زمانے میں قرامطہ جنہوں نے دولت فاطمیہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ بیت اللہ کی بے حرمتی کی ۳۰۹ھ میں مہدی نے علی الاعلان اسماعیلی عقائد کی اشاعت شروع کر دی، قاہران، قیروان، باغایا اور تونس کے لوگوں نے ظاہری اعمال چھوڑ دیئے اور عمارت شرعیہ کے مرتکب ہونے لگے۔

احمد البلادی کی قسم کے لوگوں نے مہدیہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے کا اعلان کیا اور کہا کہ نماز اس کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی ہے جو سامنے نظر آئے غائب خدا کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا کیا مطلب ہے۔ وہ مہدی کو عالم الغیب جانتا تھا۔ ابراہیم بن غازی کھلم کھلا رمضان میں کھاتا تھا۔ قاضی نعمان بن محمد نے ایسے سینکڑوں واقعات نقل کیے ہیں کہ ہر امام کے عہد میں اکثر جلیل القدر داعی اور مومنین نے معرفت باطن کو کافی سمجھ کر اباحت عمارت کا مذہب اختیار کیا (منازل الائمہ وقائم الاسلام الجواہر المسایرات)

۲۔ ابوالقاسم محمد القائم بامر اللہ ۳۲۲ھ سے ۳۳۳ھ

قائم کے زمانہ میں ابن طاووس عراقی نے مہدی کا لڑکا ہونے کا دعویٰ کیا مگر قتل ہو گیا۔ قائم اپنے باپ مہدی کے زمانہ میں دربار مصر پر حملہ کر کے ناکام ہو چکا تھا اس کے زمانہ میں اس کے غلام ایران نے اسکندریہ پر قبضہ کیا مگر اخشیہ حاکم مصر نے پھر وہاں سے نکال دیا اس کے زمانہ میں ابوزید خار جہ نے خروج کیا وہ سادہ زندگی گزارتا تھا اور گدے پر سوار ہو کر باہر نکلتا تھا اس لیے اسے صاحب الخمار کہتے تھے اس نے قائم سے تمام علاقے چھین لیے اور اسے مہدیہ میں پناہ لینا پڑی ابوزید نے مہدیہ کا محاصرہ کر لیا دوران محاصرہ میں ہی قائم



مرگیا۔ مگر ابو نیرید بھی محاصرہ کی طوالت سے گھبرا کر واپس چلا گیا۔  
 قائم شیبی عقائد کی پابندی میں سخت تھا ابو طاہر قرطبی سے بھی اس کے  
 تعلقات تھے اور اسی کے حکم سے بحرین کی مسجدیں مسمار کی گئیں اور قرآن مجید  
 جلایے گئے۔ (انما ظالمقامہ افتتاح الدعوة ص ۶۹)  
 ۳۔ ابو طاہر اسماعیل المنصور یا اللہ ۳۳۲ھ سے ۳۴۱ھ تک

اس نے ابو نیرید کی بغاوت کا خاتمہ کیا سات سال زندہ رہ کر مرگیا المنصور نے  
 نئی نئی بدعات کا آغاز کیا اس کا دعویٰ تھا کہ خدا میرے اندر حلول کر گیا ہے۔  
 ۴۔ ابو تمیم محمد المعز لدین اللہ ۳۴۱ھ تا ۳۶۵ھ

اس کے فوجی جرنیل جوہر نے تمام مغرب اقصیٰ میں فاطمی حکومت کو مضبوط کیا  
 اور ہر مقام پر فاطمی عمال مقرر کیے فاس اور سلجماس کے والیوں کو گرفتار کر  
 کے ہمراہ لایا۔ جو قتل کیے گئے۔  
 اس نے اعلان کیا کہ جہاں المعز کے نام کا خطبہ نہ پڑھا گیا اس بستی یا شہر کو جلا  
 دیا جائے گا۔

الغرض اس کے زمانہ میں مغرب اقصیٰ کے تمام رؤساء، شرفاء و اہل ذی عزت لوگ  
 اور ہر آدمی جس نے فاطمی دعوت کو قبول نہ کیا موت کے گھاٹ اتار دیا  
 گیا۔ (ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۳)

مقلبیہ کے چند قلعے عیسائیوں کے قبضے میں تھے مگر المعز نے ان سے صلح  
 کر کے اپنی تمام تر توجہات مصر کی فتح کی طرف منہ کر دیں ۱۲ ربيع الاول ۳۵۰ھ  
 میں معز نے جوہر کیا کو قیروان سے روانہ کیا۔ ۵ فروری ۹۶۹ء جوہر سکندریہ پر  
 قابض ہو گیا۔ اس کے اسکندریہ پر قبضہ کی داستان حسین طباطبائی اور ابن علی  
 سے ملتی جلتی ہے یعنی جب جوہر سکندریہ پہنچا تو سکندریہ کے شیعوں نے شہر  
 اس کے حوالے کر دیا ۳۵۹ھ مطابق ۹۶۹ء عیسوی جوہر مصر پر قابض ہو گیا  
 المعز کے حکم سے اس نے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھ کر فاطمی خلافت کا اعلان



کر دیا اس کے چار سال بعد یعنی ۳۶۲ھ میں المعز نے قیروان چھوڑ کر خود مصر کو دار الحکومت بنایا المعز مصر میں موت تین سال زندہ رہ کر مر گیا اس کے مرنے کے بعد اکثر لوگ اسے بادلوں میں پوشیدہ سمجھتے تھے اور جب کبھی آسمان پر بادل دیکھتے تو گھوڑے سے اتر جاتے تھے اور بادلوں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(مقربنی جلد ۱ ص ۱۶۴)

۵۔ ابو منصور نزار العزیز بالله ۳۶۵ھ تا ۳۸۶ھ

اس نے سلطنت کو بڑی وسعت دی اسے کپڑوں، گھوڑوں اور شکاری پرندوں کا بڑا شوق تھا۔ شریں لگا کر جانور پڑاتا اس کے زمانے میں بھی لوگوں نے نسب کا جھگڑا اٹھایا ایک روز منبر پر خطبہ دینے کے لیے چڑھا تو وہاں پر ایک پرچہ پڑا ملا جس پر لکھا تھا۔

بالظلم والجور قد رھینا ولیس بالکفر والحماقة

ان كنت اعطيت علم غیب فقل لنا کتاب البطاقة

”ہم ظلم اور جور پر تو رضامند ہو سکتے ہیں مگر کفر اور بے وقوفی پر رضامند نہیں ہو سکتے۔ اگر تو غیب کا علم رکھتا ہے تو ہمیں کہہ دے یعنی خط لکھنے والا پڑھ لکھنے والا چٹ لکھنے والا کون ہے؟“

اہل سنت و جماعت کے لوگوں سے عہدے چھین کر اہل کتاب کو دے سلطان عہدہ والدولہ بوہی شیبی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر اس نے ٹھکرا دیا بلکہ بغداد کے شرفاء کو جمع کر کے اس کے نسب کے متعلق ایک محضر نامہ تیار کر دیا کہ یہ لوگ بنو فاطمہ سے نہیں ۳۸۶ھ میں مر گیا۔

۶۔ الحاکم بامر اللہ ۳۸۶ھ سے ۴۱۱ھ تک

نسب کی وجہ سے حسن بن عمار نے الحاکم کے بہت سے داعیوں کو ساتھ ملا کر الحاکم کے خلاف بغاوت کر دی۔ الحاکم کے فوجی سالار جو ان نے بڑی مدافعت کی۔ مگر آخر خلیفہ کے قہر تک ہی اس کی کوششیں محدود ہو کر رہ گئیں (ادبیری ص ۱۳۸)



آخر چند باہر کے سرداروں کی مدد سے حسن بن عمار کو بھگا دیا گیا اور الحاکم کے لیے ہر جوان نے نئے سرے سے بیعت لی۔ ہر جوان الحاکم کے لیے اسی طرح تھا جس طرح جوہر المعز کے لیے تھا مگر آخر میں لہو و لعب اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ سارا دن محفل طرب جاری رہتی اور مقرری جلد ۳ ص ۳۱

آخر میں الحاکم سے بھی گستاخیاں کرنے لگا تو حاکم نے دھوکے سے اسے قتل کرا دیا اور حسین بن جوہر کو اپنا قائد القواد بنایا حسین نے عیسائیوں کو بڑے بڑے عہدے دیئے اور مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ حاکم نے عجیب عجیب حکم جاری کیے لوگوں کو رات کے وقت کاروبار کرنے کا حکم دیا بدکاری، فحاشی بے حیائی بڑھ گئی۔

## سب السلف اور اہل سنت کے ساتھ الحاکم کا سلوک

یہ نہایت متعصب، کم ظرف اور بدہال شخص تھا۔ اس نے کسی سے سنا کہ جریر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور خلیفہ متوکل عباسی کو مرغوب تھا اس نے حکم دیا کہ اسے کوئی آدمی استعمال نہیں کر سکتا اسی طرح متوکل علیہ الوان طعام میں سے کسی لون کو کھتے ہیں اور یہ بھی خلیفہ متوکل کی پسندیدہ چیز تھی اس کا کھانا بھی جرم قرار دے دیا۔ بائضیہ ایک سبزی تھی جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پسندیدہ خوراک تھی اس کا کھانا بھی ممنوع قرار دیا گیا۔ غیر فلس دارمچلی پکڑنے اور کھانے والے کے لیے قتل کا حکم صادر کیا آج تک شیعہ غیر فلس دارمچلی استعمال نہیں کرتے یہ الحاکم کی ہی بدعت ہے۔

۳۹۱ھ میں ایک شخص کو محض اس جرم میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا کہ وہ یہ کہتا تھا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتا۔

۳۹۵ھ میں صلوٰۃ الاضحیٰ پڑھنے کے جرم میں تیرہ آدمیوں کو شرمیں تشیر کرنے کے بعد قید کر دیا۔ اور نماز تراویح موقوف کر دی۔

۳۹۵ھ میں دکانوں، مکانوں، قبرستانوں اور دیواروں پر سب السلف لکھرایا



گیا۔ اہل سنت اپنے مکانوں پر رنگین اور منقش ٹھریوں میں اپنے بزرگوں پر لعنت طاعت لکھنے پر مجبور کیے گئے اور انکار کرنے والوں کو شدید ترین عذاب دیئے گئے لوگ جبراً دعوت اسماعیلیہ میں داخل کئے گئے مردوں کو ہفتہ کے روز اور عورتوں کو منگل وار اور بدھوار کے دن حکماً جمع کر کے ان سے اسماعیلی طریقے پر عہد و پیمان لیے جاتے بعض دفعہ اتنا اثر دہام ہو جاتا کہ اکثر لوگ پامال ہو جاتے۔ صبح کی اذان سے الصلوة خیر من النوم کہنا بند کر دیا گیا اور حتیٰ علیٰ خیر العمل کی بدعت جاری کی۔ رمضان کے روزے رکھنے کے لیے روست ہلال کا حکم الہی منسوخ کر کے کہہ دیا کہ حساب سے روزے رکھیں اور روزے جمعہ کے دن سے شروع کریں اور ایت دار کو عید منائیں (مقریزی ۶۸-۶۹-۷۰ ج ۱۵۰) بنو قمر کے لوگوں کو زندہ جلا دیا۔ جبل مقطم کے قریب ذی الحجہ ۳۹۲ھ سے ریح الاقل ۳۹۳ھ تک جلانے کی لکڑیاں جمع کراتا رہا (الحاکم نے جب اپنی طاقت کو پورے عروج پر دیکھا تو اب کئی پشتوں سے اس کے آباؤ اجداد میں مجوسیت کی تحریک کو پوشیدہ رکھ کر اسلام کے لباس میں لوگوں کو دھوکا دے کر آبائی دین کی اشاعت کے لیے کام کر رہے تھے مکمل کرنا چاہا۔ الحاکم اب کھل کر سامنے آنا چاہتا تھا اور آتش پرستی کے مذہب کو زندہ کرنا چاہتا تھا۔ (المؤلف)

یہ دیکھ کر تمام بچے اہل کتاب اور اہل سنت زمین بوسی کرتے ہوئے اس کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔ ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ آگ کے آسمان میں ہمیں جلایا جائے گا مگر اچانک ابو زکوة نامی ایک طالع آزمائے اس کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ اس شخص کا اصلی نام ولید بن ہشام بن عبد الملک بن مروان تھا۔ مگر تاریخوں میں ابن زکوة کے نام سے مشہور ہے خلیفہ اندلس موید ہشام بن الحاکم سے اس کے قریبی تعلقات تھے اندلس میں منصور ابن ابی عامر نے جب موید کو گرفتار کر کے قید کر دیا تو ابو زکوة وہاں سے بچ نکلا۔ پہلے مصر پہنچا وہاں علم حدیث حاصل کیا وہاں سے نکل کر بربڑ کے قناری قبائل میں پہنچا۔ ان کی ایک شاخ کے لوگوں کو اس سے پہلے الحاکم زندہ جلا چکا تھا۔ اس بات نے ابو زکوة کو بڑی تقویت پہنچائی اس عرصہ میں الحاکم کے ہاتھوں مصر کے اکثر امراء و شرفاء قتل ہو چکے تھے مصر کے



لوگوں کی نظریں بھی ابورکوة کی طرف اٹھنے لگیں ابورکوة نے برقعہ پر قبضہ کر لیا اور اس کی طاقت بڑھنے لگی برقعہ کو اپنا مستقر بنا کر صید کی طرف بڑھنے لگا۔ الحاکم سخت چکرایا اور قائد القواد حسین بن جوہر جیسے لوگ بھی الحاکم سے نالاں ہو کر ابورکوة سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور ہو گئے الحاکم نے جب حالات بدلتے دیکھے تو جبل قطم کی آگ کا لادو اور دیگر تمام خرافات و بدعات کے جیلے پس ہو کر رہ گئے اور یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو گیا کہ ہر آدمی اپنے مذہب کے مطابق اس پر عمل کرے تمام احکام واپس لے لئے۔

طویل کش مکش کے بعد ۴۹۶ھ کو ابورکوة کو شکست ہوئی اور بھاگتا ہوا گرفتار ہو کر جب شہر میں تشہیر کیا جا رہا تھا مر گیا۔ ابورکوة تو مر گیا مگر الحاکم کے عذاب سے لوگوں کو امن مل گیا۔ اسی زمانہ میں مصر میں سخت قحط پڑا ۴۰۶ھ کا دربار باللہ عباسی نے ایک محضر تیار کر لیا کہ فاطمین مصر حضرت علی رضی کی اولاد سے نہیں اور ان کا نسب صحیح نہیں اس محضر پر علوی خاندان کے بڑے بڑے سرداروں کی مہر تھیں جن میں سے الشریف الرضی۔ اس کا بھائی الرضی ابن البطلحادی۔ ابو حامد الاسفرائینی۔ الصمیری۔ ابن اکثانی۔ الابیوردی ابو عبد اللہ بن نعمان نقیہ الشیعہ اور القدری۔ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ابورکوة کے خاتمہ کے بعد الحاکم نے پھر اپنے آپ کو اصلی رنگ میں ظاہر کرنا شروع کیا۔ اپنے سب سے بڑے محسن برجوان کے قتل سے یہ سلسلہ شروع کیا۔ پھر حسین بن جوہر کو نظر بند کیا علی بن صالح کو پہلے وزیر بنایا جب غرض پوری ہو گئی تو اسے بھی قتل کر دیا اور وزارت منصور نصرانی کے سپرد کی اور اس سے کنیہ تمام منہدم کر کے اسے بھی قتل کر دیا پھر وزارت احمد بن محمد قشوری کے سپرد کی اور دس دن کے بعد اسے بھی قتل کر دیا۔

اس کے بعد زرعہ بن علی بن سطور نصرانی کو وزیر بنایا جو دو سال بعد مر گیا۔ الحاکم کے وزیر دل میں یہ واحد شخص تھا جو اپنی موت مرا۔ زرعہ کے بعد امین الامنا حسین کو وزیر بنایا دو سال کے بعد اس کی بھی گردن ماری پھر اس کا بھائی پھر عبدالرحیم ابن ابی السیمکی باری آئی دو بیٹے کے بعد وہ



بھی قتل کر دیا پھر اس کا بھائی ابو صہبہؓ حسین اس منصب پر فائز کیا اور دو ماہ بعد اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر فضل بن جعفر بن العزیز کو ہاکم بغداد وراثت کی گدی پر بٹھا کر اسے بھی قتل کر دیا۔ آخری وزیر فدا بن اسحاق قطب الدلہ البرامی علی بن جعفر بن قلاح ہوا جو الحاکم کے معزور ہونے تک وزیر رہا الحاکم کا یہ عناب صرف وزیروں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ان کی تفصیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو شخص اپنے وزیر سے یہ سلوک کرتا رہا اور اس قدر احسان فراموش تھا کہ اپنے محسوس کو بھی بخشنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس کے ہاتھ سے دوسرے لوگ کہاں تک بچ سکتے تھے۔ ہزاروں قانی عہدیدار، خدمتگار داعی الدعاء آئے روز قتل ہوتے رہتے تارخوں میں ان لوگوں کی طویل فہرستیں موجود ہیں۔

## فرقہ دروزیہ کی ابتداء

الحاکم کے جنوں یا خود سری نے اب ایک اور رنگ اختیار کیا اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ اس کے جسم میں حلال کر گیا ہے اس نے لوگوں پر جبر کرنا شروع کیا کہ وہ اسے پوجیں اس کا حکم تھا کہ جب بھی اس کا نام لیا جائے اس وقت جو بھی اس کا نام سنے جس حالت میں بھی ہو سجدہ میں گر جائے۔

مورخین نے الحاکم کے اس حکیم کی مختلف توجہیں کی ہیں مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ پہلے اس نے جبل مقطم کے دامن میں آتش پرستی کی طرح ڈالنے کا کام شروع کیا مگر ابورکوة کے جہاد کی وجہ سے وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا اس کے بعد اس نے یکے بعد دیگرے کئی وزیر قتل کیے اور ہزاروں فقہیہ حافظ، شرفا اور امراء کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنی طاقت کا اندازہ لگا کر دیکھ لیا کہ اب کوئی کمر اٹھانے والا نہیں تو لوگوں کو بھلے آتش پرستی کی طرف راغب کرنے کے خود خدا ہی بھٹا۔

اسلام میں فرغانہ کا ایک اسماعیلی داعی مصر آیا یا اسے خود تیار کر کے ایک خاں منصوبے کے تحت مصر بلوایا گیا۔ اس نے آتے ہی اس عقیدے کی تبلیغ شروع کی کہ انبیاء کی نبوتیں باطل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حاکم میں حلول کیا ہے۔ حاکم نے اسے قیمتی خلعتوں سے سرفراز کیا اور بڑی عزت افزائی کی ایک روز سر بانزار



کسی جانناز نے اسے گھوڑے سے گھسیٹ کر نیچے اتار تو وہ مر گیا۔ حاکم نے خاص طور پر اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور اس جانناز کو قتل کرا دیا۔  
 ۳۱۰ھ میں حمزہ لیا دنا می ایک داعی کے ذریعہ اسی عقیدہ کی تبلیغ کا کام شروع کرایا اسے ہادی المستجبین کا خطاب ملا۔ حمزہ نے الحاکم سے شکایت کی کہ کہیں فرغانی کی طرح ہی میرا بھی یہی حشر نہ ہو۔ الحاکم نے اس کی حفاظت کے لیے بہت سا اسلحہ دے کر ایک دستہ فوج تعینات کر دیا۔

۳۱۰ھ میں الوشتکین بخاری درازی سند الہادی اور حیاۃ المستجبین کے القاب سے سرفراز ہو کر اسی عقیدہ کی اشاعت کے لیے نمودار ہوا چند روز اس کا بڑا دور رہا یہ اپنی تحریروں میں بسم اللہ الحاکم الرحمن الرحیم لکھتا اور دوسرے لوگوں سے لکھوایا کرتا تھا۔ اس شخص کے چند حواری یعنی حامی لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے تو الحاکم نے قاتلوں اور پولیس کے نائبوں کو بڑی بے وردی سے قتل کرایا۔ درازی الحاکم کے محل میں پہنچ گیا جب لوگوں نے اس کا مطالبہ کیا تو الحاکم نے کہا کہ وہ قتل ہو گیا ہے اور اسے پوشیہ طور پر جبل لبنان شام میں پہنچا دیا۔ یہاں سے فرقہ دروزیہ کی ابتدا ہوئی۔

الحاکم کے داعیوں کے ساتھ جس نے کسی قسم کی ذرہ بھر گستاخی یا نافرمانی کی حاکم نے اپنی حبشی فوج کے ذریعہ ان لوگوں کا مال و اسباب ضبط کر کے ان کو قتل کرایا۔ اہل نسطاط پر بہت ظلم کیے گئے جس وقت اس کے حبشی فوجی اہل فسطاط کے گھر میں گھس کر ان کی عورتوں کو ذلیل و رسوا کر رہے تھے بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر رہے تھے اور قیمتی سامان لوٹ کر مکانوں کو آگ لگا رہے تھے تو حاکم خود گدھے پر سوار ہو کر وہاں پہنچا۔ لوگوں نے حبشی فوج سے نجات دلانے کی التجا کی مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی علی الاعلان مجوسیت کی تبلیغ کی جرأت تو نہ کر سکا مگر اس نے جو کچھ کر دکھایا وہ مجوسیت سے کم نہ تھا بلکہ زیادہ ہی تھا۔ اس کے ایسے عقائد اور ظلم و ستم سے اس کے داعی اور جان نثار بھی اکثر ہر سال اہل پریشان رہتے تھے۔

اس کا ایک داعی احمد حمید الدین کرمانی اپنے ایک رسالے میں لکھتا ہے کہ حاکم کے



افعال تاریک ہیں اس کے افعال دعوت کے لیے عذاب اور امتحان عظیم ہیں اسی کے عہد میں اس امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ اسی داعی نے یہ بھی لکھا ہے کہ کئی بار حاکم کو قتل کرنے کے متعلق بیعت لی گئی در سالہ باسم البشائر فی اثبات امامتہ الحاکم کتاب المصایح فی اثبات الامامت بحوالہ تاریخ فاطمین مصر آخر صرف ۳۳ سال کی عمر میں جبکہ یہ اپنے خفیہ معبکی طرف جارہا تھا جو جبل مقطم کے دامن میں تھا تو کسی جنگلی جانور نے پھاڑ کھایا بعض کہتے ہیں کہ کسی منجیلے نے اسے قتل کر دیا اور اس کے مشہور داعی احمد بن محمد نیشاپوری کی یہ پیشین گوئی دھری کی دھڑ رہ گئی کہ امام حاکم اپنی تلوار کے زور سے تمام عالم فتح کرے گا۔ (اثبات الامتہ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک بہت بڑے عذاب اور امتحان سے نجات بخشی۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کی بہن ست الملک نے اسے قتل کر دیا۔ چونکہ ست الملک کا بعض مردوں سے ناجائز تعلق تھا۔ حاکم نے اسے ڈانٹا تو اس نے کٹامی سرداروں سے ساز باز کر کے کہ حاکم لاندہب اور بد عقیدہ ہو گیا ہے یا اپنے آشناؤں سے اسے قتل کر دیا۔

روضہ رسول اللہ سے گستاخی : قزوینی کی روایت ہے کہ حاکم نے مدینہ کے ایک علوی کو بہکایا کہ رات کے وقت اس کے

گھر سے روضہ رسول اللہ تک نقب لگائیں تاکہ ابو بکر صدیق رحمہ اور عمر بن الخطاب رحمہ کو روضہ سے نکال لائیں اور ان کی لاشوں سے جو چاہیں سلوک کریں۔ (قزوینی ص ۱۸) مصنف موصوف نے قاضی احمد دامغانی مؤلف کتاب استنبار الاخبار اور قاضی رکن الدین جوینی مؤلف مجمع ارباب الملک کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس روز مدینہ میں گردوغبار صاعقہ کے ساتھ تاریکی عظیم پیدا ہو گئی۔ تفتیش میں اس علوی نے تمام واقعہ حاکم مدینہ کو بتا دیا اور نقب لگانے والوں کو سزائیں دی گئیں یہ فاطمی مدعی اپنے سلسلہ نسب اسماعیل بن جعفر سے ملتا تھا اور حضرت صدیق اکبر رحمہ سے اپنے سلسلہ مادی کا اظہار خفیہ کرتا تھا عمدۃ المطالب کا شیعہ مصنف کہتا ہے کہ جعفر کی والدہ ام فروہ قاسم بن ابوبکر کی بیٹی تھیں اس لیے جعفر صادق کہا کرتے



تھے کہ میں ابو بکر زمر سے دوبارہ جنگ کیا ہوں (مصلح)  
 اسی عالم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک نکالنے کا حکم دیا تھا تاکہ  
 مصر میں لے آئے جب روضہ مبارک کو منہدم کرنے لگے تو ایک قاری نے یہ آیتیں  
 پڑھیں : کیا تم اس گروہ سے جنگ نہیں کرتے جنہوں نے وہ سب عہد و پیمان  
 توڑ دیئے اور رسول اللہ کو نکالنے کا ارادہ کیا اور بشارت کی ابتداء انہیں کی طرف  
 سے ہے کیا تم اس سے ڈرتے ہو۔ حالانکہ یہ حق اللہ کا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔  
 حجر اسود سے گستاخی : الحاکم کے حکم سے حج کے موقع پر ایک اسماعیلی نے  
 حجر اسود پر پھاڑنے سے کئی دھار کئے۔

## ابو محمد علی الظاہر لا عزازین اللہ ۴۱۱ تا ۴۲۷ھ

۲۷ شوال ۴۱۱ھ کو حاکم غائب ہوا۔ ۱۰ رذی الحجہ ۴۱۱ھ تک اس بات کو صیغہ راز  
 میں رکھا گیا اور آخر حاکم کی بہن ست الملک کے مشورے سے ظاہر کے ہاتھ پر بیعت  
 لی گئی۔ حالانکہ حاکم نے عبدالرحیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔  
 ست الملک نے عبدالرحیم کو دمشق سے بلا کر قید کر دیا اور وہ قید میں ہی مر گیا  
 وزیر سیف الدولہ یوسف بن دوس کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ ست الملک  
 چار سال زندہ رہی اس عرصہ میں اس نے تین وزراء یعنی الحسن العمار۔ بدر الدولہ ابو الفتح  
 اور شمس الملک مسعود کو قتل کرا دیا۔ ست الملک کے مرنے کے بعد الشریف البکیر الشیخ  
 ابوالقاسم علی بن احمد نجیب الدولہ۔ شیخ الحمید محسن نے ایک مجلس شوریٰ بنا کر معضاد  
 غلام کے ہمراہ ظاہر کے پاس جانے کا معمول بنایا ظاہر محلات سے باہر نہیں نکلتا  
 تھا اور سب کام ہی کرتے تھے اسی عرصہ میں سخت فحط پڑا۔ تقریباً ایک ہزار غلام  
 شہر کو لوٹنے اور امراء کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ ظاہر کے وزراء چند روز پوشیدہ  
 ہو گئے لیکن معضاد نے یہ فتنہ ختم کر دیا۔

ظاہر نے مصر سے تمام مالکی فقہاء کو نکال دیا اور داعیوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں  
 کو دعائم الاسلام اور مختصر المصنف زبانی یاد کرائیں۔



باز لٹینی عیسائیوں سے اتحاد کی طرح ڈالی اور معاہدہ ہوا کہ بازنطینیوں کے مقبوضات میں مسلمانوں کی جو مساجد ہیں وہاں لٹینیوں کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ بیت المقدس کے کلبہ قاسم کی بنائے کی اجازت دے دی جو عیسائی مسلمان ہو گئے تھے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ جہدیب پاہیں اختیار کریں۔ ۴۲۵ء میں ظاہر نے چند داعی اسماعیلی دعوت کے لیے عراق کی طرف بھیجے ترکوں کے باہمی اختلاف کی وجہ سے انہیں بڑی کامیابی حاصل ہوئی ۲۳ سال کی عمر میں ظاہر کا انتقال ہوا۔ بقول مقریزی ظاہر اپنا تمام وقت لہو و لعب میں گزارتا تھا غنا کا شوقی تھا شراب خورد بھی پیتا تھا اور لوگوں کو بھی عام اجازت تھی اس کے زمانہ میں بھی ایک مصری اسماعیل نے عراسود پر پھاوڑے کے وار کیے۔

۴۲۷ء تا ۴۸۷ء

۱۰۳۶ء تا ۱۰۹۲ء

## المستنصر

سات سال دو ماہ کی عمر میں خلیفہ بنا۔ مستنصر نے ساٹھ سال چار مہینے حکومت کی ایک سال تک اس کے نام کا خطبہ بغداد اور عراق کے دوسرے شہروں میں پڑھا گیا اس کے ایک داعی علی بن محمد الصلیعی نے تمام یمن فتح کر لیا۔ علی بن احمد جہرائی کی دورانہ لشی لے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ۴۳۶ء میں جہرائی کے مرنے پر وہ اہل حس بن علی المعروف بہ ابن الانباری کو طی مگر ایک یہودی تاجر نے مستنصر کی والدہ سے ساز باز کر کے کسی پرانی دشمنی کی بنا پر ابن الانباری کو پہلے معزول کر لیا پھر قتل کرادیا۔

۴۴۴ء میں ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ وہ حاکم بامر اللہ ہے لوگ چونکہ حاکم کی رجعت کے قائل تھے اور اس کی شکل بھی حاکم سے ملتی تھی اس لیے اس نے ایک جمعیت فراہم کر کے محل پر تہ بول دیا مگر ناکام ہو کر قتل ہوا۔ بغداد میں تقریباً سو سال تک آل بویہ کی دلت رہی۔ ان کے حالات آگے چل کر بیان ہوں گے۔ ان کے بعد سلجوقیوں کی وزارت کا زمانہ شروع ہوا تو آل بویہ کی بدعات و خرافات حکما بند کی گئیں طفل بک کے زمانہ میں سلجوقی گویا بغداد کے کرتادھرتا تھے بنی بویہ کے ولیمی قائد بہاسیری شیبی کے لیے یہ سب کچھ ناقابل



برداشت تھا۔ اس نے طغرل بک کے خلاف خلیفہ کے کان بھرنے شروع کیے مگر اسے خود ہی وہاں سے بھاگنا پڑا اور مصر میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ طغرل بک کو اپنے بھائی ابراہیم کی بغاوت کی وجہ سے بغداد چھوڑنا پڑا۔ توسلسیری فاطمی خلیفہ کی مدد سے جامع منصور تک پہنچ گیا وہاں مستنصر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

خلیفہ قائم باللہ عباسی نے جب یہ دیکھا تو ایک منظرہ پر چڑھ کر امن کی درخواست کی۔ عراق کے شہر میں ۶ رذی قعدہ ۴۵۰ھ سے ۶ رذی قعدہ ۴۵۱ھ تک یعنی پورا ایک سال بنو فاطمہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا رہا۔ آخر طغرل بک بیٹے کے پیچھے پر بسا سیری بغداد سے بھاگتا ہوا قتل ہوا۔

## فرقہ نزاریہ کی بنیاد

مستنصر کی خلافت کا اہم ترین واقعہ نزاریہ کی بنیاد ہے۔ تفصیلی حالات کسی دوسرے موقع پر گزر چکے ہیں یہاں مختصر طور پر اس قدر ہی کافی ہے کہ حسن بن صباح ایک معمولی ایرانی نثراد شخص تھا وہ شروع میں موسوی شیعہ تھا پھر اسماعیلیوں کے ایک بڑے داعی ناصر خسرو کی تبلیغ سے اسماعیلی ہو گیا۔ ۴۶۴ھ میں مصر پہنچا اور مستنصر کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے مستنصر سے پوچھا کہ آپ کے بعد میرا کون امام ہو گا۔ مستنصر نے اپنے بیٹے نزار کا نام لیا۔ بدر الجہالی چاہتا تھا کہ مستعلی امام ہو۔ اس سے اس کی غرض تھی کہ مستعلی کم عمر ہے اس کی امامت میں اسے کھل کھینے کی جھٹی ہوگی حسن بن صباح کی اسی وجہ سے بدر الجہالی نے مستنصر کے حضور میں آمد و رفت بند کرادی۔ آخر دونوں فرقوں میں بھڑپیں شروع ہو گئیں حسن بن صباح بھاگ کر اصفہان پہنچ گیا اور قلعہ الموت پر قبضہ کر لیا اسی فرقے کے افراد نے مستعلی کے بیٹے آمر کو

۱۔ جامع رمانہ میں بھی جو عباسی خلیفہ کی تعمیر کردہ مسجد تھی مستنصر کے نام خطبہ پڑھا گیا۔  
۲۔ ناصر خسرو بعض جاہل شیعوں کے خیال کے مطابق ایک بہت بڑا صوفی اور ولی اللہ تھا۔



کو قتل کیا۔ مستنصر نے حج کا حکم منسوخ کر دیا۔ ہر سال اپنے دوستوں کو ہمراہ لے کر حاجیوں کی ہمت اختیار کر کے اپنے عیو دالے قصر کی طرف جاتا اور مناسک حج ادا کرتا تھا۔ اور عید کے دن فراغ دلی سے شراب نوشی کرتا۔

والمقریزی جلد ۲ ص ۲۳۸

اس موقع پر المقریزی نے شریف ابراہیم علی بن حسین سیدۃ العقبی کے چند شعر بھی نقل کیے ہیں۔

## ابوالقاسم احمد المستعلی بالله ۲۸۷ تا ۲۹۵ھ تک

ان تینوں بھائیوں کی خانہ جنگی کی تفصیل سے قطع نظر یہاں سے عالم اسلام کے ایک بہت بڑے المیہ کا آغاز شروع ہوا۔ یعنی عیسائیوں کو اپنے چھینے ہوئے ملک واپس لینے کا حوصلہ

عیسائیوں نے مسلمانوں پر پہلا حملہ ۲۸۹ھ میں کیا۔ ۲۹۲ھ میں لاکھوں مسلمانوں کو بیت المقدس میں ذبح کیا گیا۔ مسلمان بھاگ بھاگ کر بغداد پہنچنے لگے خلیفہ نے برکیارق۔ محمد۔ بنجر وغیرہ سلاطین سلجوقیہ کو بکھا مگر وہ اپنی خانہ جنگیوں میں مصروف تھے اور ملک شام کو عیسائیوں نے خاک سیاہ بنا دیا۔

یہ تمام سازشیں مستعلی کے وزیر محمد ملک کی تیار کردہ تھیں اور فاطمیوں کی فوجیں مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے دوش بدوش ہر معرکہ میں جانبازی سے لڑتی رہیں۔

یہ تمام کھیل کرانے کے بعد ۳۹۵ھ میں مستعلی مر گیا اور اس کا بیٹا ابو علی آمر تخت نشین ہوا ۵۲۵ھ میں قرامطہ یعنی نزاریوں نے آمر کو قتل کر دیا آمر بھی اسلام دشمنی میں اپنے آباؤ اجداد سے کم نہ تھا مگر یہود و نصاریٰ پر بڑا مہربان تھا۔ ابو صلاح نصرانی کتاب ہے کہ فاطمین کے عہد میں کنسیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی کنسیوں کے محصول کی رقم ۲۹۲۳ دینار تھی جو فاطمین کے غطیات سے وصول ہوتی تھی چار ہزار آٹھ سو چھپیس تھیلے غلے کے کنسیوں کو دیئے جاتے تھے ۹۱۵

ایکڑ زمین ان کے لیے وقف کر دی گئی اس کا خاص مشیر ابو نوح نصرانی تھا اور



ہرام نصرانی وزیر اعظم تھا۔ آمر حب بھی شکار کے لیے نکلتا تو دیر ضیا کے راہوں  
کو دس ہزار درہم انعام دیتا (S-LANE POOLE-P)

PALESTINE UNDER THE FATMI CALIPHS

پانچ سال کی عمر میں آمر کا بیٹا طیب، حکمران بنا اور عبد المجید اس کا چچا سرپرست  
بنایا گیا جس نے خود امامت کا منصب سنبھال لیا اور طیب بھاگ کر یمن چلا گیا  
عبد المجید نے اپنا لقب حافظ الدین اللہ رکھا اس نے بے حساب وزیروں اور  
امیروں کو قتل کیا۔

۴۵۵ھ میں حافظ عبیدی کے مرنے پر اس کا بیٹا ابو منصور ظاہر باللہ کے  
خطاب سے تخت نشین ہوا اور عادل کو اپنا وزیر بنایا مگر ساتھ ہی عباس سے  
مل کر عادل کو قتل کرنے کی سازش کی۔ عباس کے نو عمر بیٹے نصیر نے عادل  
کو سوتے ہوئے قتل کر دیا۔

نصیر الدین عباس ظافر عبیدی کا ندیم خاں اور روز و شب کا مصاحب و مجلس  
تھا اس کے اور ظافر کے متعلق لوگ بڑے بڑے خیالات کا اظہار کرتے تھے آخر  
ظافر محرم ۵۴۹ھ میں نصیر کے ہاتھوں قتل ہوا مگر ناحق ظافر کے دو بھائی یوسف  
اور جبریل قتل کر دیئے گئے نصیر بن عباس ظافر کے بیٹے عیسیٰ کو گود میں اٹھا  
کر لایا اور فائز بنصر اللہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا۔ شاہی خاندان کی عورتوں نے  
اس طرح اپنے خاندان کا قتل عام دیکھا تو صالح بن زریک کو جو اثوین کا عامل تھا  
خفیہ طور پر بلایا نصیر یہ دیکھ کر بھاگ نکلا۔ صالح نے مصر میں پہنچ کر نصیر کے مکان  
سے ظاہر کی نعش نکلا کر شاہی قبرستان میں دفن کی اور فائز نے اسے ملک الصالح  
کا خطاب دیا۔

نصیر بن عباس عیسیٰ بیوں کے پاس پناہ گزین ہو چکا تھا۔ عیسیٰ بیوں کو  
خطوط لکھ کر نصیر کو منگوا یا اور سولی پر لٹکا دیا۔ اب صالح نے پُر پُرسے نکالنے  
شروع کیے تو فائز کی پھر بھی کو خطرہ پیدا ہوا۔ صالح کو معلوم ہوا تو صالح  
نے اسے قتل کر دیا۔

جس سال فائز تخت نشین ہوا اس سال ملک العادل سلطان نور الدین محمود



زنگی عیسائیوں کی سزا دہی کی کوششوں میں مصروف تھا۔ فائز ۵۵۵ھ میں مر گیا وزیر السلطنت صالح نے حکم دیا کہ شاہی خاندان کے لڑکوں کو پیش کیا جائے چنانچہ ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن عافظ عبیدی کو منتخب کر کے عاصد الدین اللہ کے لقب سے تخت نشین کیا اور اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دی۔

عاصد برائے نام خلیفہ تھا۔ اصل حکمران صالح تھا۔ عاصد کی چھوٹی بھوپھی اپنی بہن کا انتقام لینا چاہتی تھی اس نے امرائے سوڈان کے ذریعہ اسے قتل کرا دیا اور اس کے بیٹے کو عادل کا خطاب دے کر وزیر بنایا۔ اس نے وزیر بننے ہی عاصد کی بھوپھی اور سوڈانی سردار کو قتل کرا دیا اب اس نے صدد کے والی کی برطرفی کے احکام جاری کیے۔ شاد رخود مصر کی طرف بڑھا اور ۵۵۸ھ زریک عادل کو قتل کر کے وزیر بن گیا مگر وہ مہینے کے بعد ضرغام نامی ایک شخص نے شاد رخود کو قاہرہ سے نکال دیا اور شاد رخود کے بیٹے علی کو قتل کر دیا اس کے علاوہ اور بھی لوگوں سے اسے خطر تھا قتل کرا دیا۔

## اسد بن شیر کوہ اور صلاح الدین ایوبی

شاد رخود نے شام میں پہنچ کر سلطان نور الدین زنگی کے سامنے حالات رکھے اور مدد کا طالب ہوا سلطان مرحوم نے بڑے سوچ بچار کے بعد اسد بن شیر کوہ کو ۵۵۹ھ میں مصر کی طرف روانہ کیا اور خود عیسائیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا شیر کوہ نے ضرغام اور اس کے بھائی ناصر الدین معز الدین کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ ضرغام آخر میں قتل ہو گیا۔ اب شاد رخود نے شیر بد عہدی کی اور کوئی وعدہ پورا نہ کیا شیر کوہ واپس آ گیا شاد رخود نے بجائے ایفائے عہد کے عیسائیوں سے ساز باز شروع کر دی شیر کوہ نے سلطان مرحوم سے اجازت لے کر پھر مصر کا رخ کیا مگر شاد رخود نے عیسائیوں سے مدد طلب کی عیسائی ایسے موقع کے منتظر تھے وہ خود فوراً شاد رخود کی مدد کو پہنچ گئے۔ مگر شیر کوہ نے ان کی متحدہ طاقت کو بارہ بارہ کر کے رکھ دیا۔ شیر کوہ نے سکندریہ میں اپنے بھتیجے صلاح الدین بن نجم الدین ایوب کو حاکم مقرر کیا۔ خود صعیق کی طرف بڑھا مگر فاطمیوں اور عیسائیوں



نے پھر سکندریہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شیرکوہ پھر واپس پلٹا اب شاور نے شیرکوہ کے ساتھیوں کو توڑنے کے لیے سازشوں کے جال بھیلنے شروع کر دیئے۔

شاور کی اس اسلام دشمنی کے نتائج بہت خطرناک نکلے جو اس نے عیسائیوں کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف محاذ بنانے کے سلسلے میں کیے۔ عیسائیوں نے مستقل طور پر مصر میں اپنا ادھ جھالیہ شاور نے انہیں تحریری طور پر لکھ دیا کہ:

- ۱۔ عیسائی فوجیں قاہرہ میں مقیم رہیں گی۔
- ۲۔ عیسائیوں کی طرف سے ایک ناظم قاہرہ میں موجود رہے گا۔
- ۳۔ شہر پناہ کے دروازوں پر عیسائیوں کا قبضہ رہے گا۔
- ۴۔ حکومت مصر ایک لاکھ دینار سالانہ بیت المقدس کے عیسائی بادشاہ کو ادا کرے گی۔

بجائے اس کے کہ شاور شیرکوہ کا شکر گزار ہوتا جس نے اسے مصر کی وزارت عظمیٰ دلائی تھی اس نے الٹا عیسائیوں سے ساز باز کر کے گویا مصر ہی عیسائیوں کے حوالے کر دیا۔ عیسائیوں نے اب پر پڑے نکالنے شروع کیے۔ عیسائی فوجیں دھڑا دھڑ مصر میں داخل ہونے لگیں خراج ایک لاکھ دینار سے بڑھ کر دو لاکھ بن گیا اپنے محسن شاور کو خطاط میں نظر بند کر دیا عاصد عبیدی عیسائیوں کے یہ رنگ دیکھ کر گھبرا گیا اور اس نے سلطان مرحوم سے مدد کی درخواست کی شاور نے خلیفہ کو پیغام بھیجا کہ ہمیں مسلمانوں کی نسبت عیسائی زیادہ بہتر ہیں مگر عاصد نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

نور الدین لے شیرکوہ کو پھر مصر روانہ کیا۔ عیسائی گھبرا گئے اور خطاط کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا کر خود قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گئے۔ شاور کی اس غداری کی وجہ سے العاصد نے اسے ۱۱۶۹ء میں سولی پر لٹکا دیا اور شیرکوہ کو اپنا وزیر اعظم بنایا شیرکوہ نے سلطان نور الدین کی اجازت سے یہ منصب قبول کر لیا شیرکوہ کی وفات کے بعد اس کے بھتیجے صلاح الدین کو یہ منصب ملا۔ سلطان صلاح الدین



نے بھی سلطان نور الدین سے باقاعدہ تعلقات قائم رکھے اور خلیفہ عاضد بھی اس پر نہایت خوش تھا۔

سلطان صلاح الدین نے اس شیعہ حکومت کی بڑی خدمت کی۔ مگر شیعہ درپردہ اس کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔ عمار دینی، زیندی عیروش قاسمی القضاۃ معزول۔ عبد الصمد کاتب، موتمن الخلافۃ اور متعدد دیگر امرائے مل کو ایک سازش تیاگی کہ ملک عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے چنانچہ ان لوگوں نے ایک طرف عاضد کو ہوا کرانے کی کوششیں شروع کیں اور دوسری طرف عیسائیوں سے خط و کتابت شروع کر دی ایک خط پکڑا گیا اور سلطان صلاح الدین کے سامنے پیش کیا گیا اس نے سب کو بلا کر اظہار کیا اور جب واقعات صحیح ثابت ہوئے تو انہیں قتل کر دیا اس پر پچاس ہزار سوڈانیوں نے بغاوت کر کے قصر وزارت کو گھیر لیا مگر سلطان نے ان کا بھر کس نکال کر رکھ دیا۔ خلیفہ عاضد ان ایام میں سخت بیمار ہو گیا۔ سلطان نور الدین زندگی کسی بار سلطان صلاح الدین کو لکھ چکے تھے کہ خطبہ میں عباسی خلفاء کا نام پڑھا جائے۔ مگر صلاح الدین ٹالتے رہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ سوائے اس کے چارہ نہیں تو محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ میں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی تمام مساجد میں احکام بھیج دیئے اس سے تیسرے روز بعد ۱۰ محرم کو خلیفہ عاضد فوت ہو گیا۔

## اسماعیلی فرقے کی اہم شاخیں

(۱) قرامطہ (۲) دروزیہ (۳) نزاریہ یا باطنیہ یا فدائی یا خاشین یا مشرقی اسماعیلی یا خوجہ (۴) طیبی یا بوہرے۔

(۱) قرامطہ: قرامطہ کے دو گروہ ہوئے ہیں ایک گروہ کا بانی محمد بن اشعث تھا اور دوسرے گروہ کا بانی یحییٰ بن فرج تھا بعض مورخوں کو دھوکا ہوا ہے کہ اسماعیلی قرامطہ سے نکلے ہیں مگر قرامطہ حسین بن احمد بن عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل کے زمانہ میں الگ ہوئے اس فرقہ کی بنیاد نہ کسی علوی نے رکھی اور نہ کسی طالبی نے بلکہ اس کے محرک چند اسماعیلی داعی ہوئے۔ محمدان نے فطرہ۔ بجرہ۔ بلغہ



خمس اور الفہ کی اصطلاحیں جاری کیں۔ اس کی تمام تعلیم فرقہ شنیہ کی تعلیم کا چربہ تھی۔ یہ اپنے متبعین کو کہتا تھا کہ ایک حد پر پہنچنے کے بعد شریعت کے ظاہری اعمال ساقط ہو جاتے ہیں۔ انہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمہارے دشمنوں کا خون تم پر مبارک ہے۔ ان کی طاقت اس قدر بڑھتی گئی کہ انہوں نے قریہ مہاباد میں ایک دائرہ بھرت بنا کر اسے مضبوط قلعہ کی شکل دے کر مصافعات میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ ممدان کے نائبین میں سے عبدالن اور ذکر دیہ نے بڑی ترقی حاصل کی ذکر دیہ نے فاطمی النسل ہونے کا دعویٰ کیا بعد میں یہ لوگ بھی دو گروہوں میں بٹ گئے۔ فاطمیوں کے ظہور کے پہلے امام کے وقت قرامطہ کا سردار ابو طاہر تھا اس نے ۳۱۷ھ میں مکہ معظمہ میں ترویہ کے روزا چانک حملہ کر کے ہزاروں جانوروں کو بیت اللہ میں قتل کر دیا بیت اللہ کا دروازہ اکھڑ دیا مقتولین کے لاشے زمرم میں پھینک دیئے غلاف کعبہ کو آتار کر اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا اور جاتی دفعہ حجر اسود اکھڑ کر ساتھ لے گیا اور اعلان کرتا گیا کہ آئندہ حج ہمارے ہاں ہوا کرے گا۔ اس واقعہ کی خبر ہمدی کو قیردان میں پہنچی اس نے نکھا مگر طاہر نے کوئی پردہ نہ کی ۳۲۹ھ میں یہ کہہ کر حجر اسود واپس کیا کہ ہم حکم سے اسے لے گئے تھے اور حکم سے ہی واپس کرتے ہیں ان لوگوں کے داعی ملتان تک پہنچ گئے تھے یہ لوگ علی الاعلان اپنے عقائد کا اظہار کرنے لگے کہ نماز روزہ کی ضرورت نہیں امام حق یعنی محمد بن اسماعیل کی دعوت کافی ہے ان کے جنگجو دستوں نے تمام ملک میں خوف و ہراس پھیلا دیا انہیں چند بڑے بڑے لوگ مل گئے شامان عجم کی اولاد میں سے الزکری اور ایرانی سردار ذکر دیہ بن ہر دیہ جس نے بعد میں محمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین ہونے کا دعویٰ کیا انہوں نے لوٹ مار ڈاکہ زنی فتنہ فساد اور خونریزی میں تمام پچھلے ریکارڈ مات کر دیئے۔

دمحض اللہ والاشراف مملکت مملوۃ ۱۸۱۳ھ

آخر ۳۹۸ھ میں اصغر بن ابی الحسین گنبدی نے احسا اور ہجر پر قبضہ کر کے ان کے عذاب سے دنیا کو نجات دی۔

۲۔ نزار یہ مستنصر کے کئی بیٹے تھے جن میں سے تین کوتارخی حیثیت حاصل ہے مستعلی کی ولادت سے پہلے نزار اور عبداللہ میں امامت کا



جھگڑا شروع ہو گیا تھا مستعلیٰ کی پیدائش پر مستنصر نے تمام اہل دعوت کو اس کے آئندہ امام ہونے کی خوشخبری سنائی۔ مستعلیٰ محرم ۲۶۷ھ میں پیدا ہوا مستنصر کی وفات کے دوسرے دن مستعلیٰ کی بیعت علیٰ میں ہوئی سب سے پہلے اس کے دو بھائیوں نزار اور عبداللہ نے بیعت کی مگر ان دونوں نے وفات کی ر نزار خضیہ طور پر سکندریہ چلا گیا۔

ابن خلدون اور ابن الاثیر کے بیان کے مطابق مستنصر نے نزار کے لیے نص کی نفی مگر وزیر فضل کے خوف سے اسے بھاگنا پڑا اور مستنصر کے مرنے کے بعد افضل نے مستعلیٰ کے لیے بیعت لی (اگر امامت کا حق آسمانی ہے تو اس خانہ ساز جھگڑے کا کیا سبب مؤلف)

اسکندریہ میں نزار نے المصطفیٰ الدین باللہ کے لقب سے حکومت قائم کر لی مگر افضل نے اسے لڑائی میں گرفتار کر کے مستعلیٰ کے سامنے پیش کیا جس نے اسے دیوانی زندہ چنوا دیا۔

نزار تو مارا گیا مگر اس کی تحریک جاری رہی نزاری تحریک کے چند لوگوں نے امر کو قتل کر دیا۔

## حسن بن صباح

حسن بن صبارے کا باشندہ تھا اس کا پورا نام حسن بن علی بن محمد بن جعفر بن حسن بن الصباح الحمیری تھا۔ زمانے کے رواج کے مطابق اس نے اپنے نام کے ساتھ حمیری کا لفظ لگا کر اپنے آپ کو ایک عرب خاندان کی طرف منسوب کیا حقیقت میں وہ مجوسی النسل تھا۔ تم میں پیدا ہوا اٹھارہ سال کی عمر میں ریاضی ہندسہ حساب، نجوم اور سحر وغیرہ مختلف علوم حاصل کئے کتے ہیں نظام الملک طوسی اور عمر خیام کا ہم سبق تھا اس وقت وہ اپنے باپ کے مذہب پر اثنا عشری تھا تاہم خسرو و اسماعیلی داعی کی دعوت پر وہ اسماعیلی ہو گیا چونکہ بڑا ذہین تھا اس لیے حلقہ اصفہان کے رہبر شیخ احمد تک پہنچ گیا اس نے اسے مصر پہنچا دیا مستنصر خود تو اس کے سامنے نہ آیا مگر بہت کچھ انعام و اکرام دیا واپسی پر اس نے مستنصر سے پوچھا کہ آپ



کے بعد کون امام ہو گا۔ تو مستنصر نے بتایا کہ تزار ہو گا۔ اسکندریہ سے روانہ ہو کر بلاد یزد کرمان طبرستان اور ذامغان وغیرہ میں تزاری کی امامت کی دعوت دیتا رہا۔

ملک شاہ سلجوقی کی طرف سے اصفہان اور قہستان کا حاکم ہمدی ایک سادہ لوح علوی تھا۔ حسن بن صباح نے عبادت گزاری کا چکمہ دے کر اس سے قلعہ الموت لے لیا اس قلعہ میں بیٹھ کر اس نے نہایت چابکدستی ہشیاری مکاری اور عیاری سے اپنا جال پھیلاتا شروع کیا اور علوی کو قلعہ بدر کر دیا دعوت کا دہی نظام جو مصر سے سیکھ کر آیا اس پر رفیق، لائق اور فدائی کے درجات پر سجادے کئے فداؤں میں نرے ان پڑھ اور جاہل مگر جانباز قسم کے نوجوان شریک کیے جاتے اور انہیں تمام فنون سپہ گری کی تعلیم دی جاتی اس نے ان کو نچوڑا اعمال کی ترغیب کے لیے ایک جنت بنائی جس میں مختلف علاقوں سے خوبصورت دوشیزائیں اغوا کر کے لائی گئیں جنت میں ہر قسم کے پھلدار درخت پھولوں والے پورے لگوٹے اور چشمے بنوائے پہلے ایک آدمی کو بھنگ پلا کر مدہوش کیا جاتا پھر اسے جنت میں پہنچا دیا جاتا۔ چند روز وہاں آزاد چھوڑنے کے بعد پھر واپس منگوا یا جاتا اس تمام عرصہ میں اسے مدہوش رکھا جاتا۔ اس مدہوشی کے عالم میں دلستان حوروں کی آغوشیں اور مسرتوں کے ہنگامے، پرندوں کا چہچہانا ٹھنڈے اور خوشگوار چشموں کا پانی پھلوں اور پھولوں کی بہتات میں چند روز گزارنے کے بعد جب اسے واپس منگوا یا جاتا اس تمام عرصہ میں اسے مدہوش رکھا جاتا۔ اس مدہوشی کے عالم میں دلستان حوروں کی آغوشیں اور مسرتوں کے ہنگامے، پرندوں کا چہچہانا ٹھنڈے اور خوشگوار چشموں کا پانی پھلوں اور پھولوں کی بہتات میں چند روز گزارنے کے بعد جب اسے واپس منگوا یا جاتا اور وہ ہوش میں آتا تو اس جنت گم گشتہ کے حصول کے لیے بے قرار ہو جاتا۔ اب اسے کہا جاتا کہ جب تم فلاں آدمی کو قتل کر دگے تو تمہیں اس سے بہترین جنت میں جگہ دی جائے گی۔ حسن بن صباح نے اپنے لیے فداؤں سے اس دور کی بڑی بڑی عظیم الشان ہستیوں کو قتل کرایا۔

ان میں سے خواجہ نظام الملک طوسی وزیراعظم سلطان الپ ارسلان ملک شاہ



سلجوقی، غز الملک بن علاء نظام الملک شمس تبریزی پیر طریقت مولوی رومی  
نظام الملک محو بن علی وزیر خوارزم شاہ سلطان شہاب الدین محمد غوری قاتل ذکر ہیں۔  
سلطان صلاح الدین ایوبی اور امام غزالدین رازی کے قتل کی کوشش بھی  
کی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا۔

شروع میں تو حسن بن صباح ایک اسماعیلی داعی تھا مگر آگے چل کر جب اس  
کی حکومت پا بیدار ہو گئی تو وہ ایک اور مذہب کا بانی بن گیا اس کے تمام مرید  
اسے سیدنا کہتے تھے عام طور پر وہ شیخ الجبل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا ۲۵ سال  
قلعہ الموت پر قابض رہنے کے بعد ۵۱۸ ھ میں مر گیا۔

حسن بن صباح کے پروکار حقیقت میں گو یا محدوں کا ایک گروہ تھا۔ جنہیں اسلام  
کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہ تھا یہ محد بے دین بد چلن ادب باش مادر پدر آزاد لوگوں  
کی ایک جماعت تھی ان کی کامیابیوں کا راز صرف اس بات میں تھا کہ وہ چھپ کر  
بڑے آدمیوں کو قتل کر دیتے تھے آج کل کے لٹاکسٹ اور نسلست گویا انہیں کی  
روحانی ذریت ہیں اپنی انہیں خفیہ کاروائیوں کی وجہ سے ان کا نام باطنیہ پڑا۔  
حسن بن صباح کے مرنے کے بعد اس کا ایک شاگرد ”کیا بزرگ“ قلعہ الموت  
کا حاکم مقرر ہوا۔

۱۔ علامہ یعنی زمبیدی اعویش معزول قاضی القضاۃ۔ عبد الصمد کاتب، موثق الخلافتہ  
سردار خدام قصر سلطانی نے مل کر سازش کی کہ صلاح الدین کو قتل کر دیا جائے اور ملک کو عیسائیوں  
کے سپرد کر دیا جائے اور عیسائی سفیر کو بلا کر بادشاہ مامند سے اسکی ملاقات کرائی جائے قریب تھا  
کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتے کہ ان کا ایک خط پکڑا گیا صلاح الدین نے تحقیقات کی تو  
وہ مجرم ثابت ہوئے تو ان کو قتل کر دیا تلخیص تاریخ اسلام اکبر شاہ خان جلد سوم ۲۳۲-۲۳۳



کیا بزرگ

محمد بن کیا بزرگ

حسن ابن محمد

محمد ثانی بن حسن

جلال الدین محمد ثانی ملقب بہ حسن ثالث

علاء الدین محمد

رکن الدین خورشاه

رکن الدین خورشاه آخری بادشاہ تھا جسے ہلاکو خان نے بغداد کی تباہی سے ایک سال پہلے ۶۵۵ھ میں گرفتار کر کے فدا یوں کے عذاب سے لوگوں کو نجات دی۔ باطنیوں یعنی نزاریوں کی جماعت عالم اسلام کے لیے ایک بلائے عظیم تھی چھٹی صدی ہجری کے وسط میں ایک باطنی ابوالفتح نے ملتان میں اپنی حکومت قائم کر کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا اور محمود غزنوی کے خلاف بے پال کی مدد کی تھی محمود غزنوی نے اس کے عذاب سے لوگوں کو نجات دلائی۔

ابوالفتح ملتان سے بھاگ نکلا اور منصورہ سندھ میں پہنچ کر وہاں حکومت قائم کر لی مگر اٹھارہ سال بعد محمود غزنوی نے وہاں سے بھی اس کو مار بھگایا اس کے بعد محمد غوری کے زمانہ میں باطنیوں نے فسادات بپا کیے ۱۱۵۵ھ میں اس نے انہیں کچل کر رکھ دیا مگر آخر انہیں کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ (آب کوثر شیخ محمد اکرم ص ۲۹)

سلطان رضیہ کے زمانہ میں ۳۷-۶۳۶ھ میں ان لوگوں نے دہلی میں خفیہ طور پر بڑی طاقت بہم پہنچائی آخر ایک دن عین نماز جمعہ کے وقت مسجد میں داخل ہو کر مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ چند مسلمان جان بچا کر مسجد کی چھت پر چڑھ گئے اور اینٹ پتھر برسائے شروع کیے باہر سے بھی مدد پہنچ گئی اور ان لوگوں کو ختم کیا گیا۔

(تاریخ مبارک شاہی)



نزاریلوں نے اپنی سلطنت کی وسعت کے لیے گویا وہلی تک اپنے ساتھ بڑھا  
مگر کامیاب نہ ہو سکے ان کی کامیابی اسی حد تک محدود رہی کہ چوروں کی طرح کسی  
کے گھر میں گھسے اور اُسے قتل کر دیا۔ محمد قلیق کے زمانہ میں بھی باطنیوں نے فساد پیدا  
کیا اور مارے گئے آج کل جو نزاری موجود ہیں اور خوہل کے نام سے موجود ہیں ان کا  
عقیدہ ہے کہ نزار سکندریہ میں شکست کھا کر ایران پہنچ گیا تھا موجودہ آغا خان اسی  
کی اولاد سے ہیں خوہل کے اسلاف میں سے بعض ایسے ہوں گے جو مصر، عراق،  
شام اور ایران سے منتقل ہو کر ہندوستان میں آکر بسے ہوں گے ان کے ساتھ ہی ۸۱۲ء  
میں نورالدین شاہ متوفی ۸۱۹ء قلعہ الموت سے ہندوستان بھیجا گیا اس نے اپنا نام  
یہاں نورست کر رکھا اس کی تبلیغ سے لمآن میں باطنیوں کا زور ہوا اور وہلی کا فساد  
بھی اسی کی تیار کردہ جماعت نے پیدا کیا تھا۔

اس کے بعد برصغیر میں بلند پایہ داعیوں میں سے صدر الدین متوفی ۸۱۹ء نے ہندوؤں  
کے اصول کے موافق اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کو سمجھایا کہ محمد برہما اور علی کرشنا ہیں۔ اس  
نے دس اعتبار نامی ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی جس میں ہندوؤں کے عقیدوں  
کے موافق اوتار بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب بڑی متبرک سمجھی جاتی ہے اور اس کے چند  
صفحے ہر خوب جے کے مرنے کے وقت اس کے سر پرانے پڑھے جاتے ہیں اس نے  
تین اسماعیلی جماعتیں منظم کیں پنجاب میں مکھی سیٹھ شام داس لاہوری۔ کشمیر میں مکھی  
سیٹھ تلسی داس اور سندھ میں مکھی ترکیم۔

قلعہ الموت چھن جانے کے بعد ایران میں یہ لوگ زیر زمین دعوت میں مصروف ہو  
گئے اکثر درویشوں کی وضع میں رہتے تھے ایک دفعہ اسماعیل صفوی نے ان کے قتل  
کا حکم دے دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایران کے بعض بادشاہوں نے ان سے سلسلہ  
قرابت بھی قائم کیا۔ تقریباً چھ سو سال تک ایران نزاریوں کی امامت کا مرکز رہا۔ ایران  
کے آخری امام خلیل اللہ علی یزدی سکونت پذیر تھے۔ ۱۲۳۳ء میں انہیں امامیہ  
شیعیوں نے قتل کر دیا۔ اس پر اسماعیلی بے روک اسٹے تو فتح علی شاہ قاجار نے قاتلوں  
کو پھانسی کی سزا دی اور ان کے بیٹے حسن علی کو آغا خان کا خطاب دے کر خوش کر  
دیا حسن علی ہندوستان آگئے اور نزاری امامت یہاں منتقل ہو گئی۔ یہاں پہلے بھی



اسماعیلی آباد تھے۔

حسن علی

علی قائم آغا خان ثانی متوفی ۱۸۸۷ء

ہزار ہائیں سلطان محمد شاہ آغا خان ثالث متوفی ۱۸۹۷ء

شہزاد علی

آغا کریم آغا خان چہارم انچاسویں حاضر امام

اب ان لوگوں میں مختلف جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ پنجابی خوجے آغا خان کے ماتحت نہیں لیکن عقیدۂ بمبئی کے خوجوں کے ہمنما ہیں پنجابی خوجوں کی ابتدا صدر الدین کے زمانہ سے ہوئی۔ خوجوں کے نکاح۔ طلاق۔ وراثت کے احکام اثنا عشری فقہ سے مختلف ہیں برصغیر میں ان کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہو گئی۔ حسن نظامی دہلی نے اپنی تصنیف فاطمی دعوت اسلام میں نورست گراور صدر الدین وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

آغا خان ثالث دنیا کے امیر ترین افراد میں شمار کیے جاتے تھے۔ دنیا کے تمام حکمرانوں کے ساتھ ان کے بے تکلفانہ مراسم تھے۔ ان کا ایک واقعہ بڑا مشہور ہے کہ جب آپ کی ملاقات ہٹلر سے ہوئی تو اس نے کہا کہ ایک گھوڑا قیمتا مجھے دے دیجئے آپ نے اس کی قیمت تیس ہزار پونڈ بتائی اس نے چالیس کاریں دینا چاہیں تو آپ نے کہا میں لندن کی پکا ڈلی میں شوروم نہیں کھولنا چاہتا

آغا خان ثالث بنظاہر مسلمانوں کے دوست اور ہمدرد تھے مگر بباطن وہ اپنے آبائی انداز سے سرمایہ دار و سرمایہ دار بنیاد پر مبنی ہوتے تھے۔ ان کے مردج کے زمانے میں پاک دہند کے مسلمان دو محاذوں پر نبرد آزما تھے ایک ہندوؤں کے خلاف اور دوسرا انگریزوں کے خلاف۔ مسلمانوں کی جنگ جہاں ہندوؤں کے خلاف ہوتی تھی وہاں وہ اپنے مریدوں کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کی معاونت کا دم بھرنے شروع کر دیتے تھے اور جہاں مسلمانوں کی جنگ انگریزوں کے خلاف ہوتی وہاں اول سے آخر تک آغا خان انگریزوں کا ساتھ دیتے اور ان کی ہمنوائی کرتے۔ اس میں سیاسی ضروریات کے علاوہ ان کا مذہبی تعصب اور فلی مصیبت بھی کارفرما تھی



سیاسی مصلحت کے تحت دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اپنے عقیدوں کی حفاظت کے لئے فوراً  
انگریزوں کے ہمدردین جیسے آغاخان کی تمام مذہبی سیاست صرف اپنے عقائد کے گرد  
گھومتی تھی اور اپنی شخصیت اور اپنے مریدوں کے پیار کے لئے اگر انہیں دنیا بھر کے مسلمان  
بھی داؤ پر لگانے پڑتے تو کبھی گویا نہ کرتے جب ترکوں اور بلقانیوں کی جنگ آخری مراحل  
میں داخل ہو گئی اور آغاخان کو بلقانی جیسا ہی مٹتے نظر آئے تو فوراً اپنے مخصوص انداز میں  
ترکوں کے ہمدردین کو ان کے سامنے نمودار ہو کر کہنے لگے کہ ترکوں کو بلقان چھوڑ کر ایشیا  
میں چلے جانا چاہیے گویا خود ہی ترک بلقان سے دستبردار ہو جائیں۔ اس موقع پر مولانا شبلی نعمانی  
نے فارسی اور اردو میں ایک طنز نظم کہی تھی۔

ترک سے حضرت آغاخان نے یہ ارشاد کیا	کیوں ہو بے فائدہ یورپ میں گرفتار ام
ایشیا میں اگر جاؤ تو پھر تا ابد	پاؤں پھیلانے کے پڑے چین سے رہو گے چرغ
نظر آجائے گی بیکار پیسے آلات جدید	جک تم دادیئے تانا میں رکھو گے قدم
خود ہی کہہ دو گے کہ بیکار ہیں سب ترک و تنگ	نظر آئے گا جو تیرا گیتوں کا عالم
فائدہ کیا ہے کہ تم یہ بل کا احسان اٹھاؤ	آپ کا اسپ بیک میرے کس باتیں کم
اسپ کی شعلہ نشانی میں کہاں وہ انداز	فتح کی بزم طرازی کا جو کچھ ہے عالم
اور مانتا کہ فردوس میں بریں ہے یورپ	حضرت خواجہ شیرازیہ کرتے ہیں رقم

پدرم رد صدر رضوان را بکنہ بفردخت

ناخلف باشیم اگر من جوئے بفرد ششم

آغاخان ثالث نے اپنی سوانح حیات خود قلمبند کی ہے مگر لطف یہ ہے کہ اس واقعہ  
کی طرف آپ نے اشارہ تک نہیں کیا۔

۳۔ دروزیہ | حاکم کے زمانہ میں یہ لوگ الگ ہوئے اس فرقہ کے ابتدائی داعی حسی

بن حیدرہ حمزہ بن زوزنی اور محمد بن اسماعیل درازی ہیں۔ گویا یہ فرقہ

درازی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے دروزی کہلاتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنا سن

بھی جاری کیا جو ۸۰۴ھ سے جاری ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خلا

کر دڑوں برس کے بعد حاکم کی شکل میں ظاہر ہوا۔ رعیت سے ناراض ہو کر غائب ہو

گیا قیامت کے روز پھر انسانی شکل میں ظاہر ہوگا۔



ان کے مذاہب کے چار بڑے اصول ہیں۔

- ۱۔ خدا کا علم خاص کر انسانی شکل کے مظاہر میں۔
- ۲۔ عقل کا علم جو سب سے اعلیٰ ہے اس کے باوجود وہ خدا کا بندہ اور غلام ہے۔
- یہی کے زمانہ میں نزارس۔ رسول خدا کے زمانہ میں سلمان فارسی اور حاکم کے زمانہ میں حمزہ ہے۔

۳۔ دروڑیوں کی مقدس کتابیں چھ ہیں جو کلام اللہ کی طرح مقدس بھی جاتی ہیں یہ لوگ خفیہ طور پر گائے کے پھڑے کے سر کی پوجا کرتے ہیں حاکم کو خدا ماننے کے بعد کسی عمل کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

۴۔ دروڑی مختلف اقوام کرد۔ مارڈی۔ عرب اور دوسری کم تہذیب یافتہ قبیلوں پر مشتمل ہیں ان کی تعداد پچاس ساٹھ ہزار کے درمیان ہوگی جبل لبنان کے اطراف میں ان کی آبادی زیادہ ہے۔

ان کی مسجدیں نہیں ہوتیں۔ معمولی سا مکان ہوتا ہے جس میں پنجشنبہ کے روز مجلس کرتے ہیں چونکہ ان کے بھی اکثر داعی ایرانی تھے اس لئے یہ بھی اسلام دشمنی میں باقی فرقوں سے پیچھے نہیں۔

کہتے ہیں جب درازی جبل لبنان کی اطراف میں پہنچا تو وہاں اسماعیلیوں کی کافی تعداد موجود تھی اور اُسے بڑی کامیابی حاصل ہوئی ان کی دو جماعتیں ہیں۔ جہال اور عقال۔ جہال غلو پسند ہیں اور عقال اعتدال پسند۔

عقال کی جماعت میں شریک ہونے کی شرائط فری میسنری کی طرح ہیں ان میں سب سے بلند درجہ خطیب کا ہے۔

جہاں پر مذہب کی پابندیاں عائد نہیں یہ لوگ ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا پائے جاتے ہیں اب کوئی آدمی دروڑی مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(تلمیخس از SPRINGETE)

موجودہ صدی میں شام میں جتنے انقلاب آئے ان سب کے پیچھے انہیں کا ہاتھ رہا شام میں دروڑی، کیانی اور باطنی جو آج کل حموی نصیری یا علوی کہلاتے ہیں اسلام دشمنی میں تمام ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہیں۔ انہوں نے اپنی مقصد برآری کے لئے



ایک عیسائی مشعل مطلق کو اپنی اسلام دشمن جماعت بٹ پارٹی کا صمد بنا کر اس کے جھنڈے تلے آئے روز قصابات کرنے کا گویا تہیہ کر رکھا ہے۔

نامرنے جب مصر اور شام کا الحاق کر کے "متحدہ عرب حکومت" کی داغ بیل ڈالی اس میں انہیں لوگوں کا ہاتھ تھا ان کا خیال تھا کہ نامر چونکہ مصر میں فرعون کی نظریات کا نمائندہ ہے اس لئے اسلام دشمنی میں وہ ہمارا ساتھ دے گا۔ مگر جب نامر فرعون کی نظریات کا نمائندہ ہونے کے باوجود ان کے ساتھ نزہل سکا تو یہ الگ ہو گئے۔ آج شام کی فوج میں یہ لوگ بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہیں۔ اصولی طور پر دروزی کیسانی در باطنی نظریات میں بڑا فرق ہے مگر اسلام دشمنی میں ان کا نظریہ ایک ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے فردی اختلافات کو چھوڑ کر زیر زمین بھی اور علی الاعلان بھی ایک متحدہ محاذ بنا رکھا ہے شام میں اخوان کی تباہی انہیں کے ہاتھوں ہوئی اگر احمق حورانی مصطفیٰ احمدی کرنل ابو عساف۔ بھکر عبد الجواد انہیں نظریات کے نمائندے ہیں ان لوگوں کی تخریبی سرگرمیوں کا دجہ سے شامل میں کوئی مستقل حکومت نہیں بن سکی۔ چونکہ انہیں خطرہ ہے کہ جب بھی کوئی مستقل حکومت بن گئی تو ہماری ریشہ دوانیاں قتل و غارت اور اسلام دشمنی کا کارناما ختم ہو جائیں گی۔

(تخصیص اردو ڈائجسٹ ستمبر ۶۹ شام انقلابات کے آئینہ میں ص ۱۱۱-۱۲۲)

۴۔ طیبی یا بوہرے | ان کا عقیدہ ہے کہ روئے زمین پر خدا کا پہلا خلیفہ "صاحب جنت ابداعیر" ہے اس نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند کو خدا کے حکم سے اپنا خلیفہ بنایا اس خلافت کا سلسلہ اس کی نسل میں جاری رہا ہزاروں بلکہ لاکھوں سال گذر گئے۔ اس آئینہ میں کئی احوال مثلاً دور کشف۔ دور فترت اور

لے۔ جس طرح پاکستان میں قادیانی جماعت مسلمانوں میں شامل ہو کر اپنی نفوذیت رکھنے میں ہے اسی طرح لبنان شام اور اسرائیل کے دروزی اور ان کی قسم کے اسلام دشمن فرقے مثلاً ایران کے بھائی ترک کے داعیہ شام کے بغیر مصر کے قبلی سر فرست ہیں، دراز شام، لبنان اور اسرائیل کے درسیان پہاڑوں کے سلسلے کا نام ہے اسلئے انہیں دروزی کہتے ہیں یہ لوگ حسن بن صباح کے باقیات اور قرامطہ وغیرہ کی قریات سے ہیں انہیں دروزیوں میں سے ۵۵ فیصدی اسرائیل کے تھے۔



دورِ ستر قائم ہوئے موجودہ زمانہ دورِ ستر کا تھا ہے جسے شروع ہونے تقریباً سات ہزار سال گزر چکے ہیں اس دور میں استقرار کی امامت کا سلسلہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس رتبہ کے علاوہ زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے نبوت و رسالت کے شرف سے بھی بہرہ ور کیا۔ آپ نے اپنی خلافت کی امانت علیؑ کو انہوں نے جیؑ کو، انہوں نے جیؑ کو خشتل کی۔ جیؑ کی نسل سے یکے بعد دیگرے ائمہ ہوتے رہے اور یہ سلسلہ عبد اللہ مہدی تک پہنچا جس کا ظہور قیروان میں ۲۹۷ھ میں ہوا۔ مہدی زمانہ ظہور کا پہلا امام ہے اور آخری امام۔

اس امام کے قتل کے بعد خلافت اس کے بیٹے طیب کو ملی جسے اس کے داعیوں نے دشمنوں کے خوف سے چھپا دیا۔ اس امام کی نسل میں قیامت تک امامت رہے گی۔ ان کی نیابت ان کے ستر کے دور میں ان کے داعی کرتے ہیں امام طیب کے زمانہ سے دورِ ستر شروع ہوا جو قائم القیامہ کے ظہور تک رہے گا۔ جو دورِ کشف کا پہلا امام ہوگا۔ دورِ کشف میں امام ظاہر ہوتا ہے تمام زمین پر اس کی حکومت ہوتی ہے اس دور کے اماموں کو مستقرین کہتے ہیں اس کے ختم پر دین میں آہستہ آہستہ کمزوریاں نمایاں ہونے لگتی ہیں ائمہ کے اضداد کا غلبہ بڑھ جاتا ہے اسے دورِ فقرت کہتے ہیں اس کے بعد دورِ ستر شروع ہوتا ہے جس میں امام بالکل پوشیدہ ہوتا ہے دشمن امام کا حق جیسی لیتے ہیں دیندار لوگوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے اس دور میں کبھی کبھی مستقر امام ظاہر ہوتے ہیں جیسے ناطیس مسر۔ دورِ ستر میں مستقر امام خدا کے حکم سے اپنے نائبوں کو مقرر کرتا ہے جو مستودع یعنی انبیاء کہے جاتے ہیں جن میں سے مشہور آدم۔ نوح۔ موسیٰ اور عیسیٰ ہیں۔

آمر نے جب یہ محسوس کیا کہ طیب کو نزاری قتل کر دیں گے تو اس نے اپنے باپ ابوالباب ابن مدین کو اس کا کفیل بنا کر بمن بھیج دیا یہاں سے اس فرقہ کا دورِ ستر شروع ہوا ابن مدین قتل ہو گیا تو ابو علی امام طیب کا کفیل مقرر ہوا۔

آمر نے امامت کی نص طیب کے لئے کی امر کے قتل ہونے کے بعد مصر میں ظافر مدعی امامت ہو کر خلیفہ بن گیا۔

طیبی دعوت سے پہلے من سے ہی ابو عبد اللہ الشیعی نے بلاد مغرب میں پہنچ کر اسماعیلیوں کے لئے فضا ساز کار کی تھی۔ ناطیس مصر میں ہمیشہ من میں اپنے داعی بھیجتے رہے۔



اس دور میں ابی الخضر عبداللہ بن بشر، محمد بن احمد عباسی، یاروں بن محمد یوسف بن احمد حمیری، سلیمان بن عبداللہ ابتدائی داعی ہوئے سلیمان بن عبداللہ کی تعلیم سے علی بن محمد صلیح اسماعیلی ہو گیا اور اپنی طاقت بڑھا کر کئی شہر فتح کر لئے احمد صلیح کے بعد اس کا بیٹا امیر سیاد جانیٹین ہوا مگر عامر بن سلیمان بن عبداللہ اس کا مخالف ہو گیا اس نے بعد زمام حکومت سیدہ زوجہ احمد کے ہاتھ آئی اس نے پچاس سال تک بڑی کامیابی سے دعوت نکر کے فرائض انجام دیئے اس کے بعد میں میں طبری دعوت کی سیاسی قوت زائل ہو گئی اور زیدیہ قائم مقام ہوا اس کا زمانہ ۵۲۰ھ تا ۵۳۶ھ ہے اس کے بعد ابراہیم داعی مقرر ہوا اس دوران میں زیدیوں اور اسماعیلیوں کی جھڑپیں ہوتی رہیں اس سے پہلے خلیفہ مفر نے ہندوستان میں مرحلہ بن شیبان کو دہلی روانہ کیا وہاں کے اکثر باشندے مسلمان ہو گئے۔ ۴۵۰ھ میں احمد عبداللہ اور نور محمد تین داعی مستشرقین صیغے نور محمد کو عبداللہ نے دکن کی طرف روانہ کر دیا۔ تانہی سلمان منصور پوری اپنی کتاب سفر نامہ حجاز میں لکھتے ہیں کہ ساتویں صدی **بوہرے** بھری میں مصر سے دو مبلغ ملا عبداللہ صاحب اور ملا احمد صاحب ہندوستان میں پہنچے اور کھجواٹیت کے ساحل پر اترے اول اول دو کیمڑو (کاشتکار) ان کے ہاتھ پر ایمان لائے بزور دھم دقتے ان کی خفیہ تعلیم اور کوشش سے مندر کا پجاری (بوہمن) بھی مسلمان ہو گیا اس مندر میں سفید ہاتھی کی صورت تھی اور اسی کی پرستش کی جاتی تھی۔ اسلام ترقی کرتا گیا حتیٰ کہ بھارل یا نارمل وزیر بھی مسلمان ہو گیا اور پھر سرد راج سنگھ راجا بھی مسلمان ہو گیا۔

بوہرہ کے معنی بیوہ ہار کرنے والے کہیں اور رنگ زیب عالم گیر نے ان کا ذکر قہ جات میں کیا ہے اور قوم بوہر کا حفظ استعمال کیا ہے۔ ان کی مردم شماری قریباً دو لاکھ ہوگی۔ (یہ ۱۳۵۵ھ کا ذکر ہے اب ۱۳۹۶ھ ہے اس لحاظ سے آج ان لوگوں کی آبادی ڈگنی ہوگی)

یہ لوگ ایک ملا کے ماتحت ہوتے ہیں جو موٹو طایا ملائے اعظم کہلاتا ہے موجودہ ملائے اعظم کا نام ملا طاہر سیف الدین ہے (ہنر بول نس ملا طاہر سیف الدین اپنی وسیع المشربا اور رفاہ عامہ کے سلسلے میں بڑے مشہور گزیرے ہیں اور علی گڑھ یونیورسٹی کے دانش چانسلر بھی رہے ہیں جلد ہی ان کا انتقال ہوا ہے) سورت ان کا مستقر ہے یہ ملا صاحب



ذیہر بھار مل کی اولاد سے ہیں۔ ملاء اعظم کو امام موعود کا نائب بھجا جاتا ہے۔

ملاگری کی ابتداء امام حسن عسکری سے بیان کی جاتی ہے۔ یعنی اس دعوت سے جبکہ محمد بن حسن عسکری چار سالہ عمر میں سرمن رائے کے غاریں داخل ہو کر پوشیدہ ہوئے تھے۔ محمد بن عسکری کو اثنا عشریہ تو امام موعود اور مہدی زمانہ کہتے ہیں کہ وہ اب غائب ہیں قریب قیامت میں ان کا ظہور ہوگا لیکن یہ لوگ ان کو مہدی موعود نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ اگر انہوں نے عمر بھی پائی ہے تب بھی ہفتاد سالہ ہو کر فوت ہو گئے اولاد دنیا پر ہوگی مگر پتہ نہیں کہاں ہے۔ مہدی موعود ان کی ہی اولاد سے ہوں گے ملائے اعظم بننے کے لئے وراثت کی ضرورت نہیں اور نہ تا طمی ہونے کی شرط ہے موجودہ ملائے اعظم کے دادا ملا نجم الدین صاحب اس خاندان کے پہلے ملا تھے۔ انہوں نے اپنا جانشین اپنے بھائی کو کیا اس نے اپنے برادر زادہ کو جو ملا طاہر کا باپ تھا اس نے پھر بھائی کو اس نے موجودہ ملا کو آئندہ ملا کا انتخاب موجودہ ملا اپنی زندگی کے آخری وقت میں کرتا ہے۔ تمام بوہرہ قوم ہر قسم کے صدقہ زکوٰۃ کار و پیہ ملاء اعظم کے پاس بھیجتے ہیں وہ بیت المال میں داخل کرتے ہیں۔ بیت المال سے تقسیم ملا صاحب کے حکم سے ہوتی ہے۔ ۱۴ لاکھ سالانہ آمدنی کا اندازہ ہے (اس وقت کروڑوں روپیہ ہے) یہ لوگ اثنا عشری فرقہ سے اپنے آپ کو بہت دور سمجھتے ہیں اور ان کا ذکر حقارت سے کرتے ہیں۔

نماز بار سال یک پڑھتے ہیں سفر میں ظہر۔ین اور مغربین کو جمع کرتے ہیں حضر میں جمع بین الصلواتین جائز نہیں سمجھتے۔ دعائے قنوت میں صرف نماز جمع میں پڑھتے ہیں اور کسی نماز میں نہیں۔ عزاداری امام حسینؑ کرتے ہیں۔ تعزیر نہیں بناتے اسے بت پرستی سمجھتے ہیں سینہ کو پی کا پہلے رواج تھا موجودہ ملا صاحب نے اس کی ممانعت کر دی ہے مرثیہ پڑھنے کا رواج ہے مگر بہت کم، زیادہ تر دایات پڑھی جاتی ہیں اور انسودن سے روایا جاتا ہے آواز گریہ حرام ہے۔

تقیہ کو ضروری سمجھتے ہیں التقیہ دینی و دین ابائی کی روایت امام جعفر صادق سے بیان کرتے ہیں۔ ممنوعہ کو حرام جانتے ہیں۔

ردیت حلال کے پابند نہیں ہمیشہ ۳۰ یوم رمضان کے روزے رکھتے ہیں حدیث "اصحابی کا نجوم باہم اقتدیتم اقتدیتم" کی صحت کے قائل ہیں۔ خلفائے راشدین کے



کے نام ادب سے لیتے ہیں مذہب کی کتاب ملا داغظم کی اجازت کے بغیر کسی کو نہیں دکھاتے  
آخر میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ پنجاب میں اس قوم کے مذہب ہی عقائد کم معلوم ہوتے  
ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ جو کچھ شیخ داؤد بھائی، شیخ یوسف علی سورت والے  
کی زبان سے شادرج سفرنامہ کر دیا جائے (ص ۲۴۱ تا ۲۸۱)

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ راجہ سدھ راج جے سنگھ متوفی ۵۳۸ھ کے زمانے میں  
دوبوہرہ داعی عبداللہ اور محمد پٹن پیچھے۔ انہوں نے راجہ کے بادشاہی کے طور پر طاعت  
کی اور اپنی تبلیغ سے راجہ کو مسلمان کیا جو بعد میں عمرتد ہو گیا۔ بوہروں کی تاریخ کوکب فلک  
میں لکھا ہے کہ جے سنگھ کو مہدی احمد نے مسلمان بنایا اور پھر راجہ کے وزیر بہار مل اور  
نارمل بھی مسلمان ہو گئے ان کے بعد مشہور بوہرہ فاضل محمد علی کا نام کھبائیت کے سلسلہ  
میں ملتا ہے۔ ان کا مزار آج بھی بوہروں کی مشہور زیارت گاہ ہے۔

عبدالرحیم خانخال کے عہد میں بوہروں نے بڑی ترقی کی (مدد کوثر ص ۲۲۸)

بہر حال ہندوستان میں ۲۷۰ھ میں دعوت اسماعیلیہ کا کام شروع ہوا۔ ۹۴۶ھ  
میں ممی کی طبیعت دعوت کا مرکز احمد آباد میں منتقل ہوا اور یوسف بن سلمان ان کا پہلا داعی  
مقرر ہوا اسی سال یہ لوگ دروزیوں اور نزاریوں کی طرح الگ نظریات کے حامل ہوئے  
ان میں دعوت کی صدارت کے اختلاف کی وجہ سے مختلف فرقے داؤدیر، سلیمانیر،  
علیہ اور مہدی باغ پیدا ہو چکے ہیں۔

برصغیر کے علاوہ کولمبو، سیام، سنگھاپور، رنگون، عراق، عباسہ، زنجبار اور  
دارالسلام میں بھی ان کی کافی تعداد موجود ہے۔ یہ لوگ دروزیوں، باطنیوں، کرامٹیوں  
وغیرہ کی طرح ہلکی سیاست میں حصہ لیتے ہیں پر ہیز کرتے ہیں اکثر تمام ہی تجارت  
پیشہ ہیں۔

## دولت عبیدہ پر تبصرہ

دولت عبیدہ تین ۲۷۰ سال تک قائم رہی ان کی حکومت ایک غالی شیعی حکومت  
کے دوران میں اور اس سے پہلے بارہا اپنے علوی ہونے کے دعوے کئے مگر وہ نیا برگز  
علوی نہ تھے۔ عبید اللہ کا دادا نیا مجر کی اور ذات کا لوہا تھا۔ (تاریخ الملقا بیوطی)



عبید اللہ نے ملک مغرب میں پہنچ کر علوی ہوتے کا دعویٰ کیا۔ مگر علماء و نسب شناس کے دعوے کو ہرگز تسلیم نہیں کیا تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے یہاں تک کہ ایک دفعہ عزیز عبیدہ نے اندلس کے اموی خلیفہ کے نام ایک خط میں بحودہ شام کے طور پر اس کے نسب پر اعتراض کیا تو اس کے جواب میں اموی خلیفہ نے لکھا کہ چونکہ تمہیں ہمارے نسب کے حالات معلوم تھے اس لئے تمہنے بجو کی ہے اگر ہم کو ترے باپ دادا کی حقیقت کا علم ہوتا تو ہم بھی ان کے متعلق کچھ لکھتے عزیز اس جواب سے سٹ پٹا کر رہ گیا عبیدہ بن کو لوگ عام طور پر فاطمیوں کے نام سے یاد کرتے ہیں حالانکہ یہ بڑی جہالت اور غلطی ہے عبیدہ بن اسماعیلی شیعہ تھے۔ انہیں کو باطنیہ بھی کہتے ہیں۔ انہیں کی ایک شاخ نزاری تھی جن کا آدین حکمران حسن بن صباح تھا انہیں ندائیوں کی حکومت بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی غیر علوی تھے اور مدت دراز تک مسلمانوں کے لئے ایک آفت بنے رہے دروڑی بھی انہیں کی ایک شاخ ہے وہ بھی غیر فاطمی تھے۔

عبیدہ بن کی حکومت میں ہزار ہا صلی محض اس لئے تختہ دار پر چڑھا دیئے گئے کہ وہ صحابہ کرامؓ کو برا نہ کہتے تھے۔ ان لوگوں سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا بلکہ یہ اول سے آخر تک اسلام کے لئے ایک خطرہ بنے رہے ان کا کوئی جنگی یا اخلاقی کا نام ایسا نہیں جس پر فخر کیا جاسکے۔ بعض علماء نے انہیں خارج از اسلام دیا ہے ان میں سے بعض نے بڑے عجیب و غریب دعوے کئے جو گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔ ان لوگوں کے عہد میں تمام محرمات شرعیہ کا کھلے بندوں استعمال رہا شراب نوشی عام رہی جہل ہزاروں مسلمانوں کو اسماعیلی دعوت میں شریک کیا اور جس نے انکار کیا قتل کر دیا گیا۔

عبید اللہ کے متعلق دی خوتے پھر کہتا ہے کہ اس نے یہود کے سامنے ایک مسیح، نصاریٰ کے سامنے فار قلیط، مسلمانوں کے سامنے ایک مہدی اور ایرانی اور شامی مشرکوں کے سامنے ایک فلسفیانہ مذہبی نظام پیش کر کے سب کو اپنے قابو میں لانے کی کوشش کی۔

مشہور مستشرق دینی ریسو کہتا ہے کہ اسماعیلی اصول فرقہ معتزلہ سے اخذ کئے گئے جو منجملہ اور مسائل کے خدا کے اوصاف کو تسلیم نہیں کرتے اور عقیدہ اختیار کے قائل ہیں۔ اسٹانی لین پول کہتا ہے کہ فاطمی حکومت جو دو صدیوں تک مصر پر حکمران رہی اس کے خلفاء عیش پسند تھے ان کی پالیسی میں بلند خیالات تھے نہ حوصلہ مند تجویزیں



ان کا اثر ان کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ایک عام شیعہ تحریک کی وجہ تھا۔  
جو بغیر ان کی رہنمائی کے جاری نہ رہی۔

حلول، تنازع، آسمانی حق، موروثی حکومت وغیرہ کے عقیدوں کو ایران میں جیسی مقبولیت حاصل تھی ویسی مصر میں نہ ہو سکی تھی فرقوں کے اکثر بانی ایرانی ہوئے ہیں۔  
اسماعیلی مذہب کی دعوت کا طریقہ کار بالکل فری میسنری سے مطابقت رکھتا تھا ان کی دعوت کی درجہ بندی کے نو درجے تھے اور پھر اندلس کے امویوں اور بغداد کے عباسیوں کا خوف ہمیشہ ان کے سروں پر مسلط رہا اس لئے انہوں نے باطنی عقائد کی دعوت مخصوص درجہ تک ہی محدود رکھی۔

المختصر یہ کہ مصر کی جدید حکومت کو اسماعیلی حکومت کہا جائے یا فاطمی دراصل یہ ایک مجوسی تحریک تھی جس کا کام محض اسلام دشمنی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے شر سے اسلام کو محفوظ رکھا۔

اب آخر میں مشہور اسماعیلی فاضل ڈاکٹر زاہد علی مصنف تاریخ فاطمیین مصر کا قول سن لیجئے۔

نکل جاتی ہو بھی بات جس کے منہ سے مستی میں

فقہہ شہر سے وہ رتد بادہ خوار اچھا!

فردعات میں تو اختلاف کوئی بات نہ تھی لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے اصل کچھ ایسے ایجاد کئے ہیں جو اسلامی اصولوں کے خلاف تھے مسلمان مورخ جنہیں ہم اہل ظاہر کہتے ہیں ہمارے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ ہمارا دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ تو ہمارے اسماعیلی بھائی سن کر کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے دشمن ہیں لیکن بڑی چنبھے کی بات ہے کہ مستشرقین ہم دونوں سے الگ ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اسماعیلیت اسلام سے الگ ہیں۔ شیعوں کو خلافت فاطمیہ مصر پر بڑا ناز ہے مگر مصری فاطمی سات اماموں کے قائل ہیں اور اثناعشریہ بارہ اماموں کے قائل ہیں اسماعیلی حج بیت اللہ سے مراد اپنے امام کی طرف متوجہ ہونا کہتے ہیں اور کعبہ کا سات بار طواف سات اماموں سے دو کی قرار دیتے ہیں، دس علی ہذا۔

اسماعیلیوں کی تمام شاخوں کے بنیادی عقائد ایک ہیں قطع نظر اس بات کے



کہ امام دقت اپنی موت کے دقت کی ایک بیٹے کے لئے نص کرنے اور آسمانی حق اس کے حوالے کرنے اور اس عقیدہ پر سب کا ایمان لانے کے بعد یہ لوگ دقتاً وقتاً مختلف فرقوں میں بٹتے چلتے گئے اور ہر فرقے نے یہی دعویٰ کیا کہ ہمارا امام ہی سچا امام ہے مگر اس کے باوجود عبداللہ بن میمون القداح کی ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے اپنی اولاد کے لئے خواہ انہیں حکومت کے ساتھ سلطنت ملے یا نہ ان کی عیاشانہ زندگی میں فرق نہ آئے اس نے خدا کی قائم مقامی کا ایسا تصور اپنے متبعین کے دلوں میں ٹھونسنا جو باوجود زمانے کی ہلاکت آفرینیوں اور سینکڑوں انقلابات کے آج تک نہیں مٹ سکا چند اہم اصول یہ ہیں :-

۱۔ امام اپنے حکم سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے جو اہام کے ذریعہ اسے پہنچتا ہے۔

۲۔ امام کے بعد اس کا بیٹا ہی خلیفہ ہوتا ہے خواہ شیر خوار یا نابالغ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کا متولی کفیل یا مستودع کہلاتا ہے۔

۳۔ امامت کا سلسلہ باپ کے بعد بیٹے میں دنیا کے ختم ہونے تک رہے گا۔ ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے اسی کی برکت سے برقرار ہے ورنہ مزلزل ہو جائے۔

۴۔ امام معصوم ہوتا ہے اس سے کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔

۵۔ امام مذہبی اور سیاسی دونوں حکومتوں کا مالک ہوتا ہے۔ اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا ہے۔

۶۔ امام کبھی ظاہر ہوتا ہے کبھی مستور، مگر کے زمانے میں اس کی نیابت داعی کرتے ہیں۔

۷۔ امام اپنے پیروں کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے ان کے متعلق جو حکم چلے نافذ کر سکتا ہے۔

۸۔ قیامت کے دن قائم القیامہ ظاہر ہوں گے۔

اقول :- ظہور امام قائم القیامہ کے تمام شیعہ فرقے قائل ہیں۔

اشنا عشری کہتے ہیں یہ حسن عسکری کے گھر پیدا ہو کر سرمن رائے میں پوشیدہ ہو چکے ہیں۔



طیبی بوہرے کہتے ہیں کہ وہ اکیسویں امام طیب کی نسل سے ہوگا۔  
کیسا نیزہ کہتے ہیں وہ محمد بن حنفیہ کی اولاد سے ہوگا۔  
نزاریہ کہتے ہیں وہ نزار کی نسل سے ہوگا۔

ناطقہ سرگرمیاں ہے اُسے کیا کہیے

اسماعیلیوں کے عقیدے کے مطابق قیامت کے دور کی ابتداء امام محمد سی  
اسماعیل سے شروع ہوگی جو صالح النطق اور صالح الرسل کہے جاتے ہیں جن کے ذریعہ  
اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ظاہری شریعت کو معطل کر دیا۔ اس کے بعد جو ائمہ ہوئے وہ  
اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے رہے اب قائم القیامہ کے ظہور پر یہ  
تحریک تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔

(کتاب الاولہ والشواہد لمجفر بن منصور البین)

شخصیت پرستی کا جو اصول عبداللہ بن میمون القدرح نے اپنی اولاد کے تئیں  
کے لئے وضع کیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں محال ہے۔ اسماعیلیوں کے علاوہ غالی حنفیوں  
میں بھی یہ مشترک رسم انہیں کی دیکھا دیکھی پیدا ہوئی ہے۔ اسماعیلیوں کا مشہور داعی ناصر  
خسر کہتا ہے کہ رسم ایساں آن لود کہ ہر کجا سلطان مردم رسیدے اور اسجدہ کردندے  
وصلوۃ دادندے عام لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ جب خطبے میں امام کا نام کہئے یا وہ  
کسی راستے سے گزرتا ہو تو سب لوگ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں بخود کی رسم دولت  
ناطیہ میں عام تھی معزز کے داعی قاضی القضاۃ نعمان بن محمد نے اس موضوع پر بحث  
کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

”یعنی ادیاء اللہ میں سے کسی ولی کے سامنے سجدہ کرنا اللہ کی تعظیم ہے

اور یہ منع نہیں۔“ (کتاب الہمتہ فی اتباع الائمہ ص ۱۱۲)

اسماعیلی دعوت کو بارہ صدیاں گزر چکی ہیں اس طویل مدت میں کئی سیاسی اتار اور  
چڑھاؤ ہوئے۔ جی کی وجہ سے ان کے عقائد میں کئی تبدیلیاں ہوئیں۔ ہر فرقے نے علوہ  
اعتقاد اختیار کیا۔



اس وقت جو اسماعیلی ہیں ان میں سے دروڑی امام کو خدا مانتے ہیں نزاری صرف باطن کے قائل ہیں اور دادی اور سلما نی ظاہر و باطن دونوں کے پابند ہیں مگر ایک بات ان سب میں مشترک ہے یعنی اسلام دشمنی۔

اب میں اس بات کو اسماعیلیوں کے عقائد کے خلاصہ پر ختم کرتا ہوں۔  
ڈاکٹر زاہد علی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے دادا مولانا عبدالمطلب حضرت ابراہیمؑ کی ذریت سے ہیں۔ آپؐ بھی حضرت ابراہیمؑ کی طرح حضرت عیسیٰؑ کے درتیں مستقر امام تھے یعنی آپؐ میں نبوت، امامت، وصایت اور رسالت چاروں مراتب جمع تھے۔ آپؐ نے اپنے دو فرزندوں یعنی مولانا عبد اللہؑ اور مولانا ابوطالبؑ کو خدا کے اور دنیا کے الگ الگ رتبے دیئے پہلے کو نبوت اور رسالت کے رتبے دے کر ظاہر دعوت کا صدر بنایا اور دوسرے کو وصایت و امامت کا درجہ دیکر باطنی دعوت کا رئیس مقرر کیا۔

بحوالہ (ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام ص ۶۲، ۶۳)  
آنحضرتؐ کو مولانا ابوطالبؑ نے قائم کیا۔ یعنی آپؐ کو نبوت و رسالت کے رتبے سے سرفراز کر کے وصایت و امامت کے رتبے کے متعلق مولانا علیؑ کو کنیل بنایا۔ علیؑ

دست احمدؑ نے کیا ہے اپنے بازو کو بلند

جب تو ادبچا ہے نبوت سے امامت کا وقار

(ایضاً ص ۶)



## ساتواں باب

### خلافتِ عباسیہ اور شیعہ

یہ تحریک خواہ مذہبی ہو یا سیاسی اپنے ابتدائی دور میں مخالفین کے خوف سے مخفی رکھی جاتی ہے اسی طرح علویوں اور عباسیوں نے امویوں کے خوف سے اپنے مراکز مخفی رکھے اور مختلف ملکوں میں اپنے داعی بھیجتے رہے علوی بار بار خروج کرتے رہے قتل دیتے رہے قید ہوتے رہے اور اپنی طاقت کھوتے رہے مگر عباسی اس معاملے میں دور اندیش ثابت ہوئے وہ اندر ہی اندر اپنی طاقت مضبوط کرتے رہے مگر بظاہر خاموش رہے آخر ایک دفعہ دونوں قبیلوں کے سربراہ دردمند افراد جمع ہوئے اور اپنے میں سے متفقہ طور پر خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ زیر بحث آیا اس مجلس میں علویوں کی طرف سے ابو ہاشم علوی متوفی ۹۸ھ بانی فرقہ ہاشمیہ اور عباسیوں کی طرف سے محمد متوفی ۱۲۵ھ بطور قائد شامل تھے۔ اس سے پہلے علویوں کی خلافت کے لئے دعوت دی جاتی تھی۔ اور تمام خفیہ مراکز میں جو داعی کام کر رہے ہیں وہ علوی تھے یا عباسی بلا اختلاف علویوں کی خلافت کے لئے کام کرتے رہے مگر اس مجلس میں علوی مدعی خلافت عباسیوں کے وفد کے قائد کے حق میں دستبردار ہو گیا۔

لے یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فاطمی مدعی خلافت غیر فاطمی کے حق میں خلافت کے دعویٰ سے کیوں دستبردار ہو گیا جبکہ خلافت منصوصی طور پر فاطمیوں کا حق ہے۔



## عبدالمطلب

- |                      |                                |
|----------------------|--------------------------------|
| (۱) سیدنا حضرت عباسؓ | (۱) ابوطالب                    |
| (۲) حضرت عبداللہؓ    | (۲) حضرت علیؓ                  |
| (۳) علیؓ             | (۳) محمد بن حنفیہ متوفی ۸۱ھ    |
| (۴) محمد متوفی ۱۴۵ھ  | (۴) ابو ہاشم عبداللہ متوفی ۹۸ھ |
- ۹۸ھ بانی فرقہ ہاشمیہ حق امامت

امیر المومنین عبداللہ السفاح  
خلیفہ اول  
۱۳۲ تا ۱۳۶ھ  
۱۵۸ھ

منصور خلیفہ دوم  
۱۳۶ تا ۱۴۱ھ  
۱۵۸ھ

ابراہیم

امام ابو ہاشم نے اپنا حق امامت اپنے خاندان والوں کو چھوڑ کر محمد کے حوالے کر دیا اور دعوت کے تمام اسرار و رموز اس کو سمجھا دیئے۔

(الفاطمیون فی مصر ص ۲۸ بحوالہ VANVLOTN)

گویا سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اصحاب ثلاثہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت بلا فضل کے نظریہ کی تکذیب کی پھر حضرت حسنؓ نے معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا پھر علیؓ زین العابدینؓ نے امیر یزیدؓ کو مدینہ کے خراج سے مطلع کیا اور اس بات کا ثبوت دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہو گیا ہوں۔ گویا علیؓ (زین العابدینؓ) نے یزیدؓ کی خلافت کو تسلیم کیا اس کے بعد ابو ہاشم نامزد خلیفہ نے سب کچھ محمد بن علی عباسی کے حوالے کر دیا، کیا کبھی شیعوہ اصحاب نے ان باتوں پر غور کیا ہے۔

اس وقت ابو ہاشم نے جو کچھ کیا وہ علویوں کی رضامندی سے کیا۔ مگر بعد میں ان لوگوں کو اس بات کا بڑا رنج پہنچا اور انہوں نے از سر نو اپنے طور پر مختلف ممالک میں اپنے داعی بھیجنے شروع کر دیئے۔

عباسیوں کو خراسان کی طرف سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور علویوں کو مغرب اقصیٰ میں خراسان کے نو مسلم اپنے آباد اجداد کی طرح تودرتا اور مہرجان کی عیدیں مناتے تھے جو آج



ایک شیعوں میں مرتدج ہیں۔

عباسیوں اور علویوں کی تحریکیں پہلو بہ پہلو جاری تھیں مگر ان کے طریق کار میں نمایاں فرق تھا۔ عباسیوں کی تحریک ایک عوامی تحریک تھی ان کے پیچھے امویوں کی خلافت کے کمزور ہونے پر عوام کی طاقت کا قریب تھا۔ مگر ان کے مقابلہ میں علویوں نے جہاں کہیں سر اٹھایا ان کے کسی ایک خروج کرنے والے کو کبھی بھی عوام کا اعتماد حاصل نہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ نے چند بڑے ایرانی سرداروں کی لڑکیاں غلامی سے آزاد کرائی تھیں اس لئے ایرانی ان کی اولاد کے بنوا تھے۔ مگر یہ محض ایجاد بندہ ہے۔

اور اگر اس بات کو بطور حقیقت کے ہی تسلیم کر لیا جائے تو عبداللہ ابومہاشم کا حق امامت محمد عباسی کے سپرد کر دینے سے جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔

بہر حال ایران کا علاقہ ذہنی طور پر اسلامی خلافت کا دشمن تھا اور وہاں زور شور سے یہ تحریک جاری تھی کہ خلافت اسلامیہ پر جس طرح ہو سکے ضرب کاری لگائی جائے علویوں اور عباسیوں کی کامیابی کے وسائل زیادہ ایران سے ہی مہیا ہوئے۔

عباسی امام محمد کے مرنے کے بعد امامت کا منصب اس کے بیٹے ابراہیم کو ملا۔ امام ابراہیم نہایت دور اندیش اور جزیرس آدمی تھا۔ اس نے اس تحریک کو پہلے سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اصولوں پر قائم کر کے ہر ایک علاقہ کے لئے الگ الگ موزوں دائمی مقر کئے اور نہایت نظم و ترتیب کے ساتھ عراق خراسان، فارس و شام، حجاز وغیرہ ممالک اسلامیہ میں اپنی تحریک کا ایک جال پھیلا دیا امام ابراہیم کو خوش قسمتی سے ایک ایسا شخص مل گیا جس نے آئندہ چل کر بہت جلد اس سازش کو کامیابی تک پہنچانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا وہ شخص ابو مسلم خراسان تھا۔ ابو مسلم کا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار تھا۔

ایرانی النسل تھا۔ سات سال کی عمر میں اس کا باپ مر گیا۔ کوفہ میں عیسیٰ بن مویٰ سراج سے چار جامہ دوزی کا کام سیکھتا رہا۔ عیسیٰ اپنے زمین اور چار جامے لے کر خراسان موصل اور جزیرہ میں فروخت کرنے کے لئے اکثر جاتا رہتا دراصل یہ شخص جو ابومہاشم اور علویوں کا نقیب تھا۔ اور آخر گورنر کوفہ نے اسے قید کر دیا۔ ابو مسلم قید خانے میں اس کے پاس جاتا رہا قید خانے میں اکثریت بنو ہاشم کے مقیموں کی تھی ابو مسلم اکثر ان سے بنو ہاشم کی باتیں سنتا۔ عیسیٰ قید سے آزاد ہوا تو اس کی ملاقات قحطیہ بن شبیب سے ہوئی جو ابراہیم کا مشہور



داعی تھا۔ اس نے ابو مسلم کو جو ہر قابل پاکر مجلسی سے مانگ لیا اور جا کر ابراہیم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ابراہیم نے ہی اس کا نام ابو مسلم رکھا۔

ان ہی دنوں میں یعنی ۱۳۰ھ میں حج کے موقع پر ایک بار پھر عباسی اور علوی نقیب اور داعی ایک مقام پر لکھٹے ہوئے۔ اس مجلس میں پھر از سر نو غور شروع ہوا ابو جعفر منصور عباسی نے کہا کہ علیؑ کی اولاد سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لینا چاہیے۔ چنانچہ اتفاق رائے سے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علیؑ المعروف نفس ذکیہ کو منتخب کر لیا گیا۔ اس وجہ سے شیعیان علیؑ زیادہ زور شور سے کام کرنے لگے اور ان کی یہ تمام کوششیں آخر عباسیوں کے حق میں مفید ثابت ہوئیں۔ ادھر ابو مسلم خراسانی کو اپنے امام کی طرف سے اعلاۃ دعوت کا حکم مل گیا۔ ادھر محمد نفس ذکیہ کو آگے بڑھایا گیا ادھر ابو مسلم سے ۱۳۰ھ میں خروج کر دیا۔ خراسان میں جتنے شیعیان علیؑ تھے سب اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ان ہی آیام میں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو فرس لوگوں سے اپنی بیعت لینے کی طرح ڈال چکا تھا غرضیکہ عجیب انتشار کا وقت تھا کسی کو بھری نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ امام ابراہیم گرفتار ہو کر جیمہ کے مقام پر فوت ہو گئے۔ اس وقت ان کے تینوں بھائی عبداللہ سفاح، ابو جعفر منصور اور عبدالوہاب موجود تھے انہوں نے گرفتاری کے وقت عبداللہ سفاح کو اپنا جانشین منتخب کیا۔

خراسان میں ابو مسلم کی حکومت قائم ہو چکی تھی اور کوفہ میں ابو مسلم بن ظاہر عباسیوں کا نقیب تھا مگر درپردہ وہ علویوں کا حامی تھا۔ اس سے امام جعفر (صادق) بن امام محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علیؑ کو خروج کے لئے بلایا انہوں نے صاف انکار کر دیا (گویا شیعوں کے پانچویں امام کو بھی شیعوں کے ان مزعومہ عقائد سے اتفاق نہ تھا خلافت بلا فضل کے قائل نہ تھے)۔ (مملوٹ) عبداللہ سفاح فوراً کوفہ پہنچا۔

کوفہ میں اب رسم کے لوگ موجود تھے عباسیوں کے طرف دار اور علویوں کے طرفدار۔ آخر ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱ھ کو لوگوں نے جمع ہو کر عبداللہ سفاح کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اسے ہمراہ لے کر دارالامارۃ میں داخل ہو گئے۔

ابو معاویہ جعفر طیار کا پوتا ہے اس نام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ علوی اور عباسی یا اموی نزاع صرف حصول سلطنت کی نزاع تھی۔



عبداللہ سفاح کے خلیفہ بننے ہی علویوں میں بھل ترجیح گئی بہت سے شیعیان علیؑ اس بات کے قائل ہو گئے کہ عبداللہ سفاح ہی ہے امام ہیں۔ ابو مسلم بھی اندھ پتہ د کتاب کھا کر رہ گئے۔ سفاح نے تمام حالات کو کر خراسان میں ابو مسلم کے پاس بھیج دیئے۔ ابو مسلم نے مراد نامی ایک آدمی کے ذریعہ ابو مسلم کو قتل کرادیا جس نے معمولی سی مخالفت بھی کی۔ یہاں سے ملت اسلامیہ کے اسی المیہ کا آغاز ہوتا ہے جس نے ایران کی تہذیب تمدن، معاشرت اور ثقافت کو باقی اسلامی ممالک سے بالکل الگ تھلک کر دیا ورنہ جس طرح آج مراکش کے مغربی ساحل سے لے کر جبلہ و فرات کے کناروں تک تمام تہذیب عربی رنگ میں رنگی ہوئی ملتی ہے اسی طرح ایران کی زبان اور معاشرت بھی عربی ہوتی مگر ابو مسلم اور قحطیہ بن شیبہ اور دوسرے داعیان اہلبیت نے خراسان کے شہروں میں امام ابراہیم کے ارشاد کے مطابق کسی عربی بولنے والے کو زندہ نہ چھوڑا علویوں اور عباسیوں کے خیال کے مطابق بنو امیہ کے طرندار خراسان میں وہی لوگ تھے جو فاتحانہ خراسان میں سکونت پذیر تھے۔ اور ان کی بہہ دریاں لازمی طور پر امویوں کے ساتھ تھیں۔ چونکہ امویوں کی وجہ سے ہی ان ممالک میں عباسیوں اور علویوں کو بھی وقار ملا تھا۔ اس لئے شروع میں عباسی اور علوی اور ان کے داعی امویوں سے صرف نظر کرتے رہے۔ مگر جب امر خلافت ان کے ہاتھ پر منتقل ہو گیا اور انہوں نے چاہا کہ ہم ان عجمی قبائل سے کام لیں تو علویوں کی خفیہ دعوت نے ابو مسلم کے ہاتھ سے صرف امویوں کا ہی نہیں بلکہ تمام عربیوں کا خاتمہ کر دیا۔ چونکہ علویوں کو یہ خطرہ بھی پیدا ہو چکا تھا کہ یہ عربی قبائل شاید اب امویوں کی طرح عباسیوں کا ساتھ نہ دیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ کثیر التعداد عربی قبائل جو اس ملک کی زبان، معاشرت اور تمدن کو عربی بنانے میں کامیابی حاصل کر رہے تھے سب کے سب قتل ہو گئے اور عربی عنصر جو تمام ملک کو اپنا ہم رنگ بنا رہا تھا ایک لحنت مغلوب، اسے اثر اور تاہید ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ایرانی زبان، ایرانی تمدن ایرانی معاشرت اور ایرانی اخلاق مرتے مرتے پھر زندہ ہو گئے اور ایران اور خراسان جو مصر وغیرہ کی طرح آج عربی ممالک ہوتے۔ پھر فارسی ملک بن گئے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کی ہمسائیگی کی وجہ سے افغانستان اور موجودہ مغربی پاکستان بھی عربی ملک ہوتے۔ ابو مسلم اب اپنے آپ کو خلافت عباسیہ کا بانی اور خلیفہ سفاح کا سرپرست سمجھتا تھا۔



حالات کے تحت عبداللہ سفاح کے دل میں کچھ کھٹکا پیدا ہو گیا تھا۔ چونکہ اندرون ملک اب عباسیوں کے خلاف علویوں نے سازشیں شروع کر دی تھیں جس طرح امویوں کے خلاف کرتے رہے۔ امیر معاویہؓ اور ان کے جانشین علویوں سے خروج کرنے والوں کو دباتے رہتے اور اور قتل کرتے رہے اور مال و دولت کے ذریعہ ان میں سے بعض کے منہ بند کرتے رہے۔ اسی طرح سفاح نے بھی علویوں کو مال و دولت کے ذریعہ خاموش رکھنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

سفاح کو جب کوفہ میں خلیفہ بنایا گیا تو عبداللہ بن حسن مثنیٰ ابن حسن بن علیؓ اور دوسرے علوی کوفہ میں آئے اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ خلافت جو ہمارا حق تھا اس پر تم نے قبضہ کر لیا ہے۔

سفاح نے عبداللہ کو دس لاکھ درہم قرض لے کر پیش کر دیئے۔ عبداللہ اب بھی رخصت نہ ہوئے تھے کہ مروان بن محمد کے قتل کی خبر پہنچی اور بہت سا قیمتی مال مثلاً جو اہرات و زیورات بھی سفاح کے پاس پہنچا۔ وہ سب مال بھی سفاح نے عبداللہ کو پیش کر دیا۔

خلافت بلا فضل کے مدعی یہاں بھی غور کریں کہ ان کے آئمہ کس طرح بار بار "حق امامت" کو نردخت کرتے رہے عباسیوں کا کام اب مستقل ہو گیا تھا۔ سفاح کے مرنے کے بعد المنصور خلیفہ بنا تو اس نے ابو مسلم کو بلا کر قتل کر دیا۔ ابو مسلم کے قتل کے بعد ایرانیوں کے دلوں میں آتش انتقام بھڑک اٹھی انہوں نے سنیاد نامی ایک جمعی کو آگے بڑھا کر نیشاپور اور رے پر قبضہ کر لیا۔ سنیاد نے اعلان کیا کہ میں کبرہ کو گرا دوں گا۔ ایرانی نو مسلم اس تحریک سے متاثر ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے کہ ہماری قوم کا ایک شخص سلطنت اسلامی کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے مگر سنیاد بگولے کی طرح لٹھے اور عباسیوں کے سامنے ہھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور بھاگ کر کہیں روپوش ہو گیا۔ اس کے بعد ایران سے ایک اور گروہ اٹھایا بھی ابو مسلم کے قتل کے قصاص میں آٹھا۔ انہیں راوندیہ کہتے تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں وہ بھی شیعوں کے فرقوں میں شمار ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ منصور نے خدا نے حلول کیا ہے یہ بھی ختم کر دئے گئے۔ سفاح کے مرنے کے بعد منصور نے خلیفہ بننے پر علویوں سے ہاتھ کھینچ لیا جب ان لوگوں کو محسوس ہونے لگا کہ ہمیں کسی طرح کوئی مال نہیں ملے گا تو انہوں نے محمد بن عبداللہ کو آگے بڑھا دیا۔ عباسی خلیفہ کے حکم سے محمد بن عبداللہ



کے تمام رشتہ دار قید کر دیئے گئے جس میں اس کا باپ بھی تھا۔  
 یہ لوگ ۱۴۴۴ھ تک حیرت میں قید رہے ۱۴۵۵ھ میں محمد مہدی کی خفیہ دعوت  
 نے خراسانی میں ہل چل مچا دی۔ منصور نے محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان کو قتل کر کے  
 ان کا سر خراسان بھیج دیا اور خراسان والوں کو حلفاً یقین دلایا کہ یہ سر محمد بن عبداللہ  
 نفسِ ذکیر کا ہے اس دھوکے میں آکر وہ لوگ خروج سے رک گئے۔  
 محمد مہدی المعروف نفسِ ذکیر نے خروج کیا اور قتل ہوا۔

اب یہاں ایک امر قابلِ غور ہے کہ اگر تمام عالم اسلام نے منصور کو اپنا خلیفہ تسلیم  
 کر لیا تھا تو کیا امام ماکٹ اور امام ابو حنیفہؒ کا ان کی خلافت کے خلاف فتوہ دینا  
 بغاوت پر محمول نہیں کیا جائے گا؟ اور اگر سفاح اور منصور خلفائے حق نہیں تھے تو ان  
 کے ہاتھ پر پہلے بیعت ہی کیوں کی گئی تھی۔ کاشکہ دینی نقطہ نگاہ سے تاریخ اسلام کا مطالعہ  
 کیا جاتا اور تاریخ اسلام کو اس انداز سے مرتب کیا جاتا کہ آج فرقہ بندی کا یہ تشدد آمیز  
 کابوس ان کے سروں پر سوار نہ ہوتا جو کتاب و سنت سے بیگانہ ہو کر عند ظالم و ظال  
 کے چکر میں گرفتار ہیں۔ اُسے دن کی بغاوتوں، سازشوں اور درپردہ مخبریں کا رویوں سے

سے یہاں بھی عمرؓ اور عثمانؓ کے ناموں پر شیوعہ غور کریں۔  
 امام ابو حنیفہؒ اور امام ماکٹ کے متعلق بعض مروجہ تاریخوں میں جو اس قسم کے اشارات ملتے  
 ہیں کہ وہ خلافت موقتہ کے خلاف تھے اور ان کی ہمدردیاں درپردہ طالبیوں کیساتھ تھیں تاریخِ دنیا  
 میں اس سے بڑا جھوٹ نہیں تراشا گیا۔ ان اصحاب کے تدبیرِ مہیت اور علم و فضل پر آج تک کی علمی  
 گوشہ سے سوائے فروعی قسم کے چند اختلافات کے کسی قسم کی انگشت نمائی نہیں کی گئی یہ ہر دلائل  
 سیاہی ہنگامہ آرائیوں سے بالکل الگ تھلک رہے وہ امام وقت یعنی خلیفہ المسلمین کی اطاعت  
 کو فرض سمجھتے تھے اور خلیفہ وقت کے خلاف کسی بھی قسم کی حرکت کو بغاوت پر محمول جانتے تھے بارہا انہوں  
 نے اس بات کا برطانوی ہار کیا کہ خلیفہ وقت کے حکم کی تعمیل ہر مسلمان پر فرض ہے پھر ان کی دوات کی طرف اس  
 قسم کے واقعات کو منسوب کرتا کہ انہوں نے خلیفہ وقت کے خلاف ظالم جرح کر کے اسے کی درپردہ مدد کی ایک  
 عظیم افترا اور بہتان ہے۔

(اس موضوع پر پروفیسر سید علی احمد عباسی کی تالیف سیرۃ امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف رجوع کیجئے)



متاثر ہو کر آخر عباسیوں نے اپنی سلطنت مضبوط کرنے کے لئے فتنہ خلقِ قرآن کی طرح ڈالی۔  
عباسیوں کا تیسرا خلیفہ المہدی ۱۵۹ھ تا ۱۶۹ھ اور چوتھا خلیفہ المہادی ۱۶۹ھ تا ۲۰۰ھ  
ان ہی ریشہ ددانیوں کی سرکوبی میں الجھے رہے۔ آخر ہارون الرشید کی باری آئی اسے بلا مزد  
معلوم دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہی حاصل ہوئی تھی اس کے زمانہ تک حکم متقنع، نقیب  
یحییٰ بن زید حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ، خروج کر چکے تھے۔

براکمہ ۱۔ ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد برمک کو اپنا وزیر اعظم بنایا یہ لوگ ایران کے  
بڑے آتش کدہ نو بہار کے منج کی اولاد میں سے تھے۔ ان لوگوں کو ایران کے شہنشاہ کی  
بربادی اور بے کسی کے منتقامانہ جذبات وراثتہ ملے تھے۔ ۸۶ھ میں قیس بن مسلم نے  
بلخ پر چڑھائی کی۔ چند لوندیاں گرفتار ہوئیں ان میں برمک دم کی بیوی بھی تھی۔ یہ عورت  
عبداللہ برادر قیبتہ کے حصے میں آئی مگر عبداللہ کو یہ عورت واپس کرنا پڑی اس وقت  
وہ حاملہ تھی اس سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام خالد رکھا گیا۔

خالد متوفی ۱۶۳ھ

تبعی

جعفر برمکی

نقل

خالد امام ابراہیم عباسی کے مشہور نقیب ابو مسلم خراسانی کا دست راست تھا۔  
خالد ترقی کرتے کرتے خلیفہ مہدی کا اتالیق بن گیا اس نے اور اس کے بیٹے یحییٰ نے  
اپنی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے انقلابات دیکھے وہ اپنے باپ دادا کی بربادی  
اپنے خاندانی احترام اور ایرانی شہنشاہی کے افسانے نہایت عقیدت اور حسرت سے مٹی  
چکا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ایرانی قوم کا نمائندہ اور پیشوا سمجھتا تھا۔ انقلابات زمانہ  
نے اسے نہایت محتاط بنا دیا تھا۔ یحییٰ کو ہارون کی اتالیقی کا مرتبہ مل گیا۔ یحییٰ اس قدر  
چالاک تھا کہ اس نے ہادی کی ماں خیزران کو بیٹے کا دشمن بنا کر ہادی کو ماں کے ہاتھ  
سے قتل کر دیا۔ اس نے نہایت چالاک مگر غیر محسوس انداز سے تمام ملکی عہدے اپنے  
بھائیوں بھتیجیوں اور ہم خیال ایرانیوں کے حوالے کر دیئے۔ فضل کو ۸، احمد کو خراسان  
کو گورنری مل گئی۔ یحییٰ کے مرنے کے بعد جعفر نے تمام عہدوں اور تمام صیغوں پر پورا تسلط



عائیا آل برک نے اپنا دست سخاوت اس حد تک دراز کیا کہ لوگ حاتم کو بھول گئے۔  
 آہستہ آہستہ ہارون کے کانوں میں یہ بھنگ پڑنا شروع ہوئی کہ آل برک عباسیوں  
 سے خلافت چھین کر علویوں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں مگر ہارون ٹھوس ثبوت چاہتا تھا۔  
 آخر وہ موقع بھی جلد ہی مل گیا۔

محمد مہدی کے قتل کے وقت ادیس اور یحییٰ پسران عبداللہ بن حسن برادر محمد مہدی  
 فرار ہو گئے تھے ادیس نے بلاد مغرب میں پہنچ کر سلطنت ادیسیہ کی بنیاد رکھی یحییٰ بن  
 عبداللہ نے دیلم میں خروج کیا۔ مگر گرفتار ہو گیا۔ ہارون نے یحییٰ بن عبداللہ کو جعفر کے  
 حوالے کیا کہ اسے نظر بند رکھا جائے جعفر نے یحییٰ کو آزاد کر دیا اگر کبھی ہارون یحییٰ کے متعلق  
 جعفر سے پوچھتا تو وہ جواب دیتا کہ یحییٰ نظر بند ہے اسی زمانہ میں آل برک کے ہاں مجوسی  
 النسل نو مسلموں کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی جس میں کسی نے کہا کہ ابو مسلم نے کیسی قابلیت سے  
 سلطنت ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل کر دی۔ جعفر نے جواب دیا یہ کوئی  
 قابل تعریف کام نہ تھا۔ کیونکہ چھ لاکھ آدمیوں کا خون بہا کر سلطنت ایک خاندان سے  
 دوسرے خاندان میں منتقل کرتا کوئی خوبی نہیں۔ خوبی یہ ہے کہ سلطنت ایک خاندان سے  
 دوسرے خاندان میں منتقل ہو جائے لیکن کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ اس مجلس کی کاروائی  
 کسی طرح ہارون تک پہنچ گئی۔ اس نے جعفر سے ایک روز پھر یحییٰ کے متعلق پوچھا جعفر  
 سے انکار نہ ہو سکا اور اس نے کہہ دیا کہ میں نے اسے بے ضرر سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ اس  
 وقت ہارون خاموش ہو گیا۔ اور حج کے ارادے سے دار الخلافہ سے روانہ ہوا۔ انبار  
 کے مقام پر پہنچ کر جعفر کو قتل کر دیا اور پھر تمام خاندان براکہ کا خاتمہ کر دیا۔ اگر ہارون  
 اس وقت دورانہیشی سے کام نہ لیتا تو امر خلافت یقیناً عباسیوں کے ہاتھ سے نکل  
 کر براکہ کے ذریعہ علویوں کی طرف منتقل ہو جاتا۔

اسی زمانہ میں یحییٰ بن عباد السیمی اور ابن ابی داؤد کی قسم کے لوگوں کی عباسی خلفا  
 نے سر پیکر کی شروعات کی جنہوں نے خلق قرآن کی بدعت جاری کی اسی زمانہ میں اسماعیلیوں  
 نے اخوان الصفا کے نام سے رسائل لکھے۔ اسی زمانہ میں امام احمد بن حنبل چٹان بن کر  
 اس بدعت کے سامنے سینہ سپر ہوئے۔ اسی زمانہ میں عبدالعزیز الکنانی مکہ سے چل کر  
 بغداد پہنچے اور اپنے کمن بیٹے کو ہمراہ لے کر اس بدعت کے مدعیوں کا ناطقہ بند کر کے



رکھ دیا۔

دین میں اندھی عقلیت کی چیتائی کار دانیوں کا ظہور اسی دور میں ہوا اور اگر ذرا غور سے اس بات کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ حق پرست گردہ کا ایک حصہ جنگ صفین سے ہی گوشہ نشین چلا آ رہا تھا۔ وقت گزرتا رہا کہیں سے قیاس و اجتماع نے سر نکالا کہیں سے خلافت بلا فصل کے عقیدہ کے شجر ممنوعہ نے اپنے برگ و بار سے دین حق کو ڈھانپنے کی کوشش کی۔ آج ایک کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں کل پہلی بیعت کو مسخ کر کے دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کی جا رہی ہے۔

علم و فضل کے ان ٹھیکیداروں نے عوام کو تو کالانعام کہہ کر درخور اعتنائی نہ بھاگراں بزرگانِ عظام کے راہنما و مقتدا بھی اپنے دامن کو ان آلودگیوں سے نہ بچا سکے۔ ابو مسلم خراسانی ہو یا برک جیسے دین و ملت کے دشمن، امام ابو حنیفہ جیسے فقیہ یا موطا جیسے اہم ترین حدیث کی کتاب کے مصنف خلافت و ملوکیت کا اسلامی نظریہ سمجھنے سے وہ بھی قاصر رہے۔ ایک صاحبِ فراست آدمی اس حقیقت سے قطعاً انکار نہیں کر سکتا کہ یہ ذہنی انتشار، یہ قتل و غارت، یہ تباہیاں اور بربادیاں سب کتاب و سنت سے بیگانگی اور دوری کا نتیجہ تھیں۔

شیعہ داعی ایران میں واقعات کر بلا بیان کر کے لوگوں کو ہم خیال بناتے پھر ہستہ ہستہ ان کے دلوں میں امولیوں اور عباسیوں کے خلاف زہر بھرتے۔

حسن نظامی دہلوی لکھتا ہے کہ ۱۔

ایران کے اسماعیلیوں میں بہت سے ایسے فرقے پیدا ہو گئے تھے جو حضرت علیؑ کو خدا یا خدا کا اوتار سمجھتے تھے۔ اور عجیب عجیب عقائد حضرت علیؑ اور خاندانِ نبوت کے متعلق ان میں پھیل گئے تھے اس کے علاوہ ایران کی قدیم مذہب زردشتی وغیرہ سے مل کر فاطمی داعیوں نے ایمان کے اندر اسلام کی بالکل نئی صورت بنالی تھی اور وہ ایسی صورت تھی جو ایران کے مذہبی عقائد سے بہت مشابہت رکھتی تھی اس واسطے ایرانیوں نے بہت جلدی شیعیت قبول کر لی۔ یہ لوگ بظاہر مسلمان تھے مگر زردشتی عقائد اور شیوہ نقیبوں کے عقائد کا مغلوبہ تھے۔



**بریدی** عباسی خلافت عبداللہ السناج ۱۲۲ھ سے فیکر آخری خلیفہ المتقی باللہ عباسی ۲۲۹ھ تا ۲۳۲ھ تک محیط ہے ۱۲۲ھ سے لے کر ۲۳۲ھ یعنی ۲۸ سال کے طویل دور میں اکیس خلفاء تخت خلافت پر حکم فرمائے اس عرصہ میں سینکڑوں علوی اور غیر علوی خروج کرتے رہے اور اس سے بعض قتل ہوئے بعض قید ہوئے اور قید میں مر گئے ابو مسلم خراسانی اور آل برمک نے اس دور میں خلافت بنو عباس سے چھین کر بنو فاطمہ کی طرف منتقل کرنے کا کوششیں کیں مگر ناکام رہے اور اکثر شیعہ تحریکیں یا تو بالکل زیر زمین رہیں یا آبھرتے ہی ختم کر دی جاتی رہیں۔ اس لحاظ سے یہ ۲۸ سال کا زمانہ خالص عباسی خلافت کا زمانہ رہا۔ المتقی باللہ پہلا بد نصیب عباسی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں ۲۲۹ھ میں خراسان سے ابی برید نامی ایک شیعہ ماہی گیر نے خروج کیا اور بغداد میں داخل ہوا۔ المتقی باللہ سے پانچ لاکھ دینار وصول کئے اور واپس چلا گیا اس رقم سے اس نے واپس اپنے مستقر ہونے کا ارادہ کیا اور نہایت مضبوط کی اور نہایت اعلیٰ ۲۳۰ھ میں دوبارہ بغداد پر حملہ آور ہوا۔ المتقی معا اپنے وزیر ابی رائق اور ولی عبدالہ منصور کے موصل کی طرف بھاگ گیا۔ بریدی کے ساتھ اس غارت گری میں قریب ۱۰۰۰ قیدی بھی بھر پور حصہ لیا۔ شہر شہر کو اذیت ناک سزائیں دیں شاہی خاندان کے لوگوں پر تشدد کر کے خزانے برآمد کر لئے۔ علماء کرام، شرفائے شہر کو قتل کر دیا جیل خانوں میں بند کر دیا۔ عجمیتیں ٹوٹی گئیں غرضیکہ جو ہو سکا اس نے کیا مگر ابھی وہ مکمل طور پر سنبھلتے نہ پایا تھا کہ خلیفہ موصل سے ایک فوج لے کر پہنچ گیا۔ بریدی کو شکست ہوئی اور بھاگ گیا۔ المتقی اس صدمہ سے جا بزنہ ہو سکا اور تھوڑے دنوں میں مر گیا۔

**آل بویہ** اس کے بعد المتقی باللہ سربراہان خلافت ہوا۔ بریدی کی غارت گری سے بغداد ابھی سنبھلتے نہ پایا تھا کہ ابوازی سے ایک اور طوفان اٹھا ۲۳۳ھ میں احمد بن بویہ ایک ماہی گیر نے معز الدولہ کا لقب اختیار کر کے بغداد پر حملہ کر دیا یہ تین بھائی تھے۔ احمد، حسن اور علی۔

احمد نے معز الدولہ حسن نے رکن الدولہ اور علی نے حماد الدولہ کا لقب اختیار کیا۔ احمد بغداد پر حملہ آور ہوا حسن نے اصفہان اور طبرستان پر حملہ کیا اور اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی علی فارس پرتنا بعض اور متصرف ہو گیا۔ احمد معز الدولہ نے بغداد پر متصرف اور قابض ہو کر خلیفہ



کو ایک طرح سے نظر بند کر دیا اور تمام حکومت پر قبضہ کر لیا اپنے نام کے کئے مسکوک کرائے خلیفہ کو گرفتار کر کے گھیسے ہوئے منگوا دیا اور اُسے اندھا کر کے نظر بند کر دیا یہ واقعہ جمادی الاول ۳۳۲ھ کا ہے۔

یہ ماری گیر خاندان جو اُسے چل کر دیلمیوں کے نام سے مشہور ہوا غالی قسم کا شیعوہ خاندان تھا۔ معز الدولہ عصبیت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ مشکفی کو قید کرنے کے بعد اُس نے چاہا کہ کسی علوی کو تخت خلافت پر بٹھائے مگر اس کے مشرعوں نے اُسے اس ارادہ سے باز رکھا کہ اگر خلیفہ کوئی علوی ہوا تو آپ کی نسبت لوگ علوی خلیفہ کی زیادہ عزت کریں گے۔ اور دیلمیوں پر جو آپ کا اثر ہے جاتا رہے گا۔ بہتر ہے کہ کسی عباسی کو ہی تخت خلافت پر بٹھایا جائے تاکہ شیعوہ اُسے غیر مستحق خلافت سمجھ کر آپ کی عزت کرتے رہیں۔ چنانچہ ابوالقاسم فضل بن مقدر کو بلا کر مطیع اللہ کے لقب سے ۳۳۴ھ میں خلافت کے تخت پر بٹھایا گیا۔

۳۳۸ھ میں معز الدولہ نے خلیفہ مطیع سے ایک حکم لکھوایا کہ علی بن بوریہ، عماد الدولہ اپنے بھائی معز الدولہ کے ساتھ کام کرے گا اور عہدہ سلطانی میں شریک رہے گا۔ عماد الدولہ کے مرنے کے بعد کن الدولہ کو یہ عہدہ ملا۔

۳۳۹ھ میں جبراسود پھر خانہ کعبہ میں لا کر نصب کیا گیا۔ یہ بھی اکیسے ہوا کہ اب شیعوہ مطمئن ہو چکے تھے کہ تمام عالم اسلام ایک طرح سے ہمارے قبضہ میں آچکا ہے اب جبراسود کو کعبہ میں پہنچا دیا جائے اور یہ بات ہمارے حق میں زیادہ مفید رہے گی۔ ۳۴۱ھ میں ایک اور شیعوہ گردہ کا ظہور ہوا یہ لوگ تنازع کے قائل تھے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ علیؑ کی روح نے مجھ میں حلول کیا ہے۔ اس کی بیوی نے دعویٰ کیا کہ فاطمہ کی روح مجھ میں حلول کر گئی ہے۔

ان کے ایک مشر نے دعویٰ کیا کہ مجھ میں جبرائیل کی روح ہے۔ ان دعویٰ کو سن کر

۱۔ بغداد کی سلطنت فارس، اصفہان اور طبرستان پر تین شیعوہ بھائی حکمران ہیں اور حکومت اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ حق، حقدار کو پہنچا یا جائے یعنی خلافت علویوں کو لوٹانی جائے مگر حکومت حاصل کرتے ہی علویوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں شیعوہ مجتہدین اس مسئلہ خلافت بلا نعل میں۔



لوگوں نے ان کو مارنا پیشا شروع کیا مگر معزالدولہ نے فوراً لوگوں کو ان کی ایذا رسانی سے روک دیا اور ان کی تعظیم اور ادب کا حکم دیا اور کہا کہ یہ لوگ جو تکو اپنے آپ کو اہل بیت کہتے ہیں اس لئے ان کی تعظیم لازمی ہے۔

## معزالدولہ کی لعنتی کاروائیاں

۳۵۱ میں معزالدولہ نے جامع مسجد بغداد کے دروازے پر نعوذ باللہ من ذلک نقل کفر، کفر نباشد، یہ عبارت کھوائی۔

۱۸ سال ۱۸ ذی الحجہ کو بغداد میں عید منانے کا حکم دیا گیا اور اس کا نام عید غدیر رکھا۔ خوب ڈھول بجائے گئے اور خوشیاں منائی گئیں چونکہ اس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے تھے۔ احمد بن یوسف معزالدولہ کی یہ ایجاد آج تک شیعوں میں مردج ہے۔ اور شیعہ اسے عید الاضحیٰ سے بھی بلند مقام دیتے ہیں۔

۳۵۲ میں ۱۰ محرم کو حضرت حسینؑ کی شہادت کے غم میں تمام دکانیں بند کرادی گئیں تمام سلطنت میں ماتمی لباس پہننے کا حکم دیا عورتوں کو حکم دیا کہ بال کھول کر چہروں کو سیاہ کر کے کپڑے پھاڑتی ہوئی سڑکوں اور بازاروں میں مرثیے پڑھتی منہ توجہی اور چھاتیاں دھبتی ہوئی نکلیں۔ شیعہ ان احکام سے بڑے خوش ہوئے مگر سنی دم بخود رہ گئے۔ اگلے سال پھر بھی حکم دیا گیا اور اعلان کیا کہ تمام سنی شریک ہوں۔ اس پر شیعہ سنی نساہ ہو گیا۔ بڑی خونریزی ہوئی اس کے بعد شیعوں نے تعزیر داری کو شعار اسلام کا درجہ دیا۔ عباسی خلیفہ

۱۔ آج بھی متعدد مقامات پر غالی حنفی بائشائے مردود عورت کئی مقامات پر اس قسم کے دعوے کرتے دیکھے گئے ہیں کہ ہم میں فلاں بزرگ کی روح حلول کر گئی ہے اور عوام کا الانعام ان کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس تعظیم کا وہ بزرگ زندگی میں حقدار تھا۔



کا نام خطیب سے نکال دیا اور فاطمی خلیفہ کا نام پڑھنے کا حکم دیا۔ حیرانی کی بات ہے کہ پاک بھارت  
 میں سنی بھی تعزیر داری میں اسی طرح شرکت کرتے ہیں جس طرح معزالدولہ نے یہ بدعت  
 جاری کی تھی۔ معزالدولہ کے بعد اس کا بیٹا معزالدولہ اس کا جانشین ہوا وہ رد پر وصول کرنے  
 کے لئے ابواذ گیا۔ وہاں سنی ترکوں اور شیعہ دیلمیوں کے درمیان فساد ہو گیا۔ بکنگین جو  
 اس وقت بغداد میں تھا اس نے معزالدولہ کے مکان کو لوٹ کر اس کے خاندان والوں کو  
 قید کر کے واسطہ بھیج دیا۔ یہ ذی قعدہ ۳۶۳ھ کا واقعہ ہے گویا اب بغداد میں بکنگین کی  
 حکومت تھی اُس نے خلیفہ مطیع کو معزول کر کے جو مغلوج ہو چکا تھا اس کے بیٹے عبدالمکریم  
 کو طائع اللہ کے لقب سے تخت خلافت پر بٹھایا۔ اس کے بعد بغداد میں کبھی سنی کبھی شیعہ  
 وزیر اعظم ہوتے رہے ۳۸۱ھ میں طائع اللہ نے دربار عام کیا۔ بہاؤ الدولہ دیلمی وزیر اعظم  
 تھا۔ اس کے اشارے سے وہ دیلمیوں نے خلیفہ کو گھسیٹ کر باندھ دیا۔ بہاؤ الدولہ نے  
 خلیفہ سے خلع خلافت کا اعلان کر کے ابوالعباس احمد بن اسحاق بن مقتدر عباس کو قادر باللہ  
 کے لقب سے تخت خلافت پر بٹھایا۔ بہاؤ الدولہ اور قادر باللہ نے ایک دوسرے کا وفادار  
 رہنے کی قسمیں کھائیں بہاؤ الدین نے فارس کی حکومت حاصل کر کے ابو جعفر مجاہد بن ہرمز  
 ایک نو مسلم مجوسی کو اپنا عہدہ سپرد کیا۔ فارس چلا گیا یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ ۴۲۵ھ  
 میں بسا سیری نامی ایک شیعہ کو یہ منصب ملا۔ اس نے اہل بغداد کو بڑا تنگ کیا۔ قائم باللہ  
 خلیفہ کو بالکل بے دست و پا کر کے مثل قیدی کے بنا دیا۔ اس کے زمانہ میں بھی شیعہ سنی  
 فسادات ہوئے اس لئے سنیوں کو بڑے بڑے نقصانات برداشت کرنے پڑے ۴۲۵ھ  
 میں پھر شیعہ سنی فساد ہوا اور بغداد کے کئی محلے اس فساد میں جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔

## بنی یوہیہ پر ایک نظر

یہ لوگ ذات کے ماہی گیر اور نہایت متعصب شیعہ تھے۔ انہوں نے عباسی خلافت  
 کا وقار خاک میں ملا دیا۔ تقریباً سو سو سال تک بغداد، عراق اور فارس پر قابض رہے  
 یہ سو سال کا عرصہ سنیوں کے لئے نہایت درد انگیز اور اذیت ناک تھا ان سے علویوں  
 کو بھی کوئی خاص نائدہ نہ پہنچا۔ انہوں نے کسی علوی کو برسر اقتدار لانے کی کوشش نہ کی  
 ان کے زمانے میں عربی سیادت کے تمام نقوش مٹ گئے انہوں نے تمام ملک میں شیعہ سنی



فسادات کو پروا دینے میں ہی مصلحت سمجھی انہوں نے جو شرکیہ رسمیں جاری کیں وہ آج تک شیعوں کے علاوہ بعض جاہل مسلمانوں کے لئے بھی طوق لعنت بنی ہوئی ہیں ان کا حکمرانی کے سوا سو سال بد نظمی، لوٹ مار، فتنہ و فساد اور قتل و غارت سے گزر رہے ہیں ۴۲۷ء میں قائم بلخ شہ کے زمانہ میں طغرل بیگ نے اس منہاں خداوندی سے لوگوں کو نجات دلائی۔

**مستعم بالحدیث کی ایک غالی شیوہ ابن علقمی کو وزیر بنایا ابن علقمی نے طہران وزارت سنبھلتے ہی خلیفہ کو عضو معطل بنا کر رکھ دیا شیعوں کو آگے بڑھانا شروع کیا۔ دیلمیوں کے زماں کے گھبراہٹوں کو دوبارہ زندہ کی گئیں نتیجہ یہ نکلا کہ دوبارہ شیوہ سنی فساد شروع ہو گئے ابن علقمی نے بڑی سوج بچار کے بعد اپنے ذہن میں عباسیوں کی خلافت کر کے علویوں کی خلافت قائم کرنے کا منصوبہ بنایا بعض مجاہدوں نے اس کے اس خیال سے خبردار ہو کر خلیفہ کو علقمی کی غدارانہ کوششوں سے مطلع کیا مگر اس پست ہمت اور احمق خلیفہ نے سب کچھ ابن علقمی کو بتا دیا علقمی اب زیادہ ہوشیار ہو گیا اور اسلام کے خیر خواہوں کی زبانیں بند ہو گئیں۔ اس کے بعد علقمی نے خلیفہ کو لہو و لعب اور شراب نوشی کی طرف مائل کیا شیعوں کی خرمستیاں بھی روز بروز بڑھتی جا رہی تھیں علقمی نے چکر خان کے پوتے ہلاکو خان سے جو تاتاریوں کا سردار عظیم اور خراسان کا بادشاہ تھا خط و کتابت شروع کی، ہلاکو کے دربار میں نصیر الدین طوسی کو بڑا دخل تھا اور ہلاکو کا وزیر تھا۔ وہ بھی علقمی کی طرح غالی شیوہ تھا نصیر الدین بھی علقمی کی طرح عباسیوں کو بر باد کر کے شیوہ خلافت قائم کرنا چاہتا تھا۔**

ہلاکو کے پاس علقمی کے خطوط آئے وقت پہنچے جب وہ قلعہ الموت فتح کر چکا تھا۔ اس نے نصیر الدین سے مشورہ طلب کیا۔ نصیر الدین نے کہا کہ نجوم کے ذریعہ تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ بغداد پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا۔ ہلاکو لشکر جرار کے ساتھ بغداد کی طرف بڑھا۔ راستہ میں چند جھڑپیں ہوئی مگر وہ بغداد کی دیواروں کے نیچے پہنچ گیا۔ علقمی اسے دم دم کی خبریں بھیجتا رہا۔ آخر علقمی شہر سے نکل کر ہلاکو سے ملا اور اپنے لئے اس طلب کر کے واپس آ گیا اور خلیفہ کو کہا کہ میں نے آپ کے لئے بھی اس حاصل کر لیا ہے۔ آپ بھی ہلاکو کے پاس



پہنچا۔ ہلاکو نے کہا اپنے شہر کے عہائیدین اور علماء و فقہاء کو بھی بلایجئے اور خلیفہ کو اپنے پاس  
 روک لیا خلیفہ کا حکم سن کر سب اراکین سلطنت ہلاکو کے پاس پہنچ گئے۔ ہلاکو نے ان  
 سب کو قتل کرادیا۔ پھر خلیفہ کو کہا کہ شہر میں پیغام بھیجو کہ سب لوگ غیر مسلح ہو کر باہر نکل  
 آئیں۔ جب اہل شہر باہر نکلے تو ان کا قتل عام شروع ہو گیا۔ کئی لاکھ مقتول ہوئے شہر  
 کی خندق ان لاشوں سے ہموار ہو گئی پھر مقتولوں کے خون نے دریائے دجلہ کو سرخ  
 کر دیا۔ بغداد اور اس کے مضافات میں قتل عام کا حکم دیدیا صرف وہ چند آدمی بچے  
 جو کسی کنویں یا پوشیدہ جگہ چھپ سکے۔ ۹ جمادی الثانی ۶۵۶ھ کو ہلاکو خان خلیفہ کو لے  
 کر شہر میں داخل ہوا اور قصر خلافت میں اجلاس کیا۔ خلیفہ کو سامنے بلا کر کہا کہ ہم تمہارے  
 مہمان ہیں ہمارے لئے کچھ لاؤ خلیفہ پر اس وقت دہشت طاری تھی کہ وہ کنبیوں کو نہ پہچان  
 سکا۔ آخر قتل توڑے گئے اور لاکھوں روپے کا مال نکالا گیا پھر مدفنوں خزانوں کی باری  
 آئی۔ زمیں کھود کھود کر جواہرات اور اشرافیوں کے انبار نکالے گئے۔ بغداد اور اس کے  
 مضافات میں بقول اکبر شاہ خان ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان قتل ہوئے اور یہ تمام زہرہ گلاز  
 مناظر خلیفہ کو دکھنے پڑے خلیفہ کو ہلاکو نے نظر بند کر دیا تھا۔ جب اس نے بھوک کا  
 تقاضا کیا تو اس کے سامنے جواہرات کے طشت پیش کئے گئے۔ خلیفہ نے کہا میں ان کو  
 کیسے کھا سکتا ہوں تو ہلاکو نے جواب دیا کہ اس دولت کو اپنی اور مسلمانوں کی جان بچانے  
 کے لئے کیوں خرچ نہ کیا اس کے بعد مستعصم کے قتل کرنے کے متعلق اراکین سے مشورہ  
 کیا نصیر الدین اور علقمی نے اس وقت بھی ستم ظریفی کا دامن نہ چھوڑا ہلاکو خان کو کہا کہ  
 مستعصم مسلمانوں کا خلیفہ ہے اس کے خون سے تلوار کو اودھ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ نہدے  
 میں پیٹ کر لاتوں سے کچلوانا چاہیے۔ یہ کام علقمی کے سپرد ہوا اور اس تک حرام نے  
 اپنے آقا اور ولی نعمت کو نہدے میں پیٹ کر ایک ستون سے باندھ کر اس قدر لائیں  
 لگوائیں کہ اس کا دم نکل گیا۔ پھر اس کی لاش کو مغل سپاہیوں کے پاؤں سے کچلوا کر  
 پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کرادیا ابن علقمی یہ دیکھ کر خوش ہوتا رہا اور کہتا رہا کہ میں علقمیوں  
 کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں۔

اس کے بعد ہلاکو خان نے شاہی کتب خانہ کی طرف توجہ کی اور تمام کتابیں دریائے  
 دجلہ میں پھینکوا دیں دجلہ کا پانی جو چند روز پہلے سرخ ہوا تھا اب سیاہ ہو گیا اور



کئی چہینے سیاہ رہا۔ علقی اور نصیر الدین طوسی کی وجہ سے بغداد میں جو خونریزی ہوئی اس کی مثال تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ اب علقی کی باری آئی۔ اس کا خیال تھا کہ ہلاکو عثمان کی علقی کو خلیفہ بنا کر مجھے نائب السلطنت بنادے گا۔ لیکن جب ہلاکو نے عراق کے مختلف حصوں میں اپنے نائب مقرر کر دیئے تو علقی بڑا پریشان ہوا اور بڑی بڑی چالیں چلا۔ اپنی مقصد برآری کے لئے ہلاکو کے حضور میں گڑگڑایا التجائیں اور خوشامدییں کیں مگر ہلاکو نے اسے دھتکار دیا۔ چند روز تا تااریوں کے ساتھ ان کی جوتیاں سیدھی کرتا رہا۔ آخر اسی صدمے سے مر گیا۔

۶۵۶ء سے ۶۵۹ء تک بدخلافت سنالی رہا اور ۶۵۹ء میں مستعصم کے چچا ابوالقاسم کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

### خلافت عثمانیہ

۶۶۱ء سے ۶۵۶ء تک سلطنت عباسیہ شیعوں کی ریشہ دوانیوں کا وجہ سے اندرونی طور پر کھوکھلی ہو چکی تھی نظام سلطنت تمام کاتام شیعوں کے ہاتھ میں تھا۔ اس زمانہ میں قونیہ میں اللہ تعالیٰ نے سلجوقیوں کو مردج بخشا۔ صورت یہ ہوئی کہ سبائی اور مجوسی گھڑ جوڑنے تا تااریوں کو قونیہ کی طرف متوجہ کیا۔ تاکہ سلجوقیوں کی یہ طاقت تباہ ہو جائے۔ قریب تھا کہ علاؤ الدین کی قیاد اس سیلاب کے سلنے بندہ باندھنے کی بجائے خود ہی اس سیلاب کی نذر ہو جاتا کہ ایک ترک سردار سلیمان خان اپنی معمولی سی جمعیت کے ساتھ سلجوقیوں کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ اب میدان جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ علاؤ الدین سلجوقی نے ترک سردار کو فوج کا سالار بنادیا ۶۴۴ء میں علاؤ الدین اور سلیمان دونوں مر گئے اور بالترتیب غیاث الدین اور الطغرل انکے جانشین

رہے۔ یہ وہی نصیر الدین طوسی ہے جس کی علم اخلاق میں۔ اخلاق نامہ مشہور تالیف ہے اور مرصعہ نگار پنجاب یونیورسٹی کے امتحان منشی فاضل میں داخل تعاب رہی اسی طرح اخوان الصفا کے مسائل بھی مختلف اسماعیلی داعیوں کی تعینفات میں سے ہیں یہ نصیر الدین سینوں کے نزدیک علم اخلاق کا بہت بڑا محسن ہوا ہے۔



بنے۔ ارطغرل میں عالم جوانی میں مر گیا۔ غیاث الدین نے اس کے بیٹے عثمان خان کو اپنی افواج کا سہارا بنادیا۔ ۶۹۹ھ میں غیاث الدین کے فوت ہونے پر قوم نے عثمان خان کو اس کا جانشین منتخب کیا۔ یہی عثمان خان آگے چل کر خلافت عثمانیہ کا بانی ہوا۔

## شیعہ اور خلافت عثمانیہ

عثمان خان - ۶۹۹ھ میں غیاث الدین کیخبر دے کے قتل ہونے پر قونیہ کا بادشاہ بنا ۷۲۷ھ میں بردصہ میں دفن ہوا۔

ارخان - ۷۲۷ھ سے ۷۲۸ھ تک ساٹھ سال کی عمر میں قیصر کی اٹھارہ سالہ لڑکی تھیودورا سے شادی کی۔

مراد خان اول - ۷۲۸ھ اگست ۱۳۸۹ء کسودا کی فتح کے بعد فوت ہوا۔

بایزید پلدرم ۷۹۲ھ

بایزید نے اٹلی، فرانس، انگلستان، آسٹریا، ہنگری، پولینڈ، جرمنی، بوسینا وغیرہ کی متحدہ طاقتوں کو ۷۲۴ھ دسمبر ۱۳۹۶ء کو شکست دے کر پچیس عیسائی شہزادوں اور فرمانرواؤں کو گرفتار کیا انہیں بردصہ لا کر آزاد کر دیا پھر خود یورپ پر حملہ کیا۔ ۸۰۰ھ میں یونان کو فتح کیا۔ آسٹریا اور ہنگری کی طرف اپنی فوجیں بھیجیں۔ بایزید خود آگے بڑھ رہا تھا کہ قیصر قسطنطینہ تیمور لنگ سے مدد کا طالب ہوا جو اس وقت ہندوستان کی فتح کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اب آگے شیعوں کے قدوۃ الابرار زبدۃ الاخیار مولانا حاجی آل محمد مدظلہ الصمد کی مشہور تصنیف تصویر کر بلا جس پر مورد الطاف رب ذوالمنن سید نفیس حسن نقوی اور متعدد دیگر شیعہ علماء کی تقریظیں لکھی ہوئی ہیں کا صفحہ ۱، دیکھئے۔ نویں صدی ہجری کے حالات کے تحت لکھتے ہیں کہ جناب مرزا محمد حیدر شکوہ ابن مرزا محمد کام بخش ابن مرزا محمد سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم بادشاہ دہلی نے اپنے رسالے علم حیدری میں جو عبارت ترک صاحبقرانی تحریر فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ از جملہ تائیدات ربانی میں سے کہ میں موید ہوا یہ ہے کہ:-

۸۰۴ھ میں شاہِ روم نے چار لاکھ فوج جمع کر کے جبر پر حملہ کا ارادہ کیا میں صف آرائی میں مشغول ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سادات کربلا و نجف کی فوج عراق



کا طرف سے چلا آرہا ہے اس فرخ کے سردار سید محمد قانع تھے۔ انہوں نے کہا کہ علیؑ ابی ابی طالب کو ہم نے خواب میں دیکھا ہے۔ انحضرتؐ نے فرمایا کہ علم بیضا التزک کے پاس پہنچا دو اصحاب نجف نے کہا کہ ان التزک امیر تیمور ہے کہ جس سے اور شاہِ روم سے لڑائی کا سامان ہے میں اس وقت شکر کا بجرہ بجالایا جو علامہ اس وقت میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے مجھے بشارت دی کہ قرآن شریف میں ہے کہ روم ۵۰۔ ۵۱ میں منسوب ہوگا اور اس میں ایک لطیفہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے۔

کہ روم اذلتہ عرب میں منسوب ہوں گے  
دہان کے مکان نے خاک پاک کر بلا کا علم مجھے دیا۔ پھر پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ تین روز مجھے ہوش نہ رہی۔ یہاں سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اہل کریمانے ہر روز کی زیارت کے واسطے ایک خزیج خاکِ شفا کی مجھے دی۔ اس خزیج کو میں ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اب ادلِ محرم میں اس خزیج کو ایک مقام پر رکھ کر تعزیہ داری کرتا ہوں بمشورہ سید مدنی اس خزیج سے حضرت فاطمہؑ کے اشعار عربیہ کی آواز آتی تھی۔

تیمور لنگ کو قیصرِ قسطنطنیہ کا اشارہ کافی تھا۔ چہ جائیکہ جب اس نے ایک طویل مراسلہ لکھا۔ اگر قیصر اس وقت تیمور لنگ سے رابطہ قائم نہ کر سکتا تو سلطانِ بایزیدِ بلام تمام پورپ کو اسلام کے جھنڈے تلے لے آتا اس کے شاہِ سوار برق و باد کی طرح بوسینا سے لے کر ڈینوب تک تمام ملک اپنے گھوڑوں کے ٹاپوں سے روزِ چکے تھے کہ اسے تیمور کی پیش قدمی کی اطلاع ملی۔ بایزید کا بیٹا طغرل سیواس کا گورنر تھا۔ تیمور نے اسے شکست دے کر چار ہزار سرباز آوردہ آدمی اس کے ساتھ زندہ درگور کر دیئے اس نے اپنی بد طینتی، بد فطرتی اور خبیث باطن کا اس موقع پر پور مظاہرہ کیا۔ یعنی ان چار ہزار شرفا کی تشکیں کسوا کر ان کے سر گھٹنوں کے درمیان پھنسا کر گھڑیوں کی طرح بندھوا کر بڑے بڑے گڑھوں میں ڈال کر اوپر سے انہیں پاٹ دیا اور طغرل بھی انہیں میں تھا۔ بہمیت، شجاعت، سنگملا اور قناتِ قلبی کا اس سے بڑھ کر تاریخِ عالم میں کوئی نمونہ نہیں ملتا بایزید اپنے بیٹے اور چار ہزار ترک سرداروں کے اس حال سے جب آگاہ ہوا تو ہوش میں



نزد ہوا۔ یلغار یلغار کرتا ہوا آگے بڑھا ۱۹ ذی الحجہ ۸۰۴ھ بمطابق ۲۰ جولائی ۱۴۰۲ء خنسی کو انگورہ کے میدان میں تیمور اور بایزید کی مٹھ بھڑ ہوئی تیمور کی فوج پانچ لاکھ اور بایزید کی فوج ایک لاکھ بیس ہزار تھی پہلے حملوں میں بایزید کا پلہ بھاری رہا۔ مگر اس کی فوج کے مثل دستے تیمور سے مل گئے اور یہ شیر بیشہ اسلام فاتح یورپ، شیدائی اسلام سے اپنے بیٹے موسیٰ تیمور کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔

تیمور میں اگر شرافت کی رمق۔ انسانیت کا ایک ذرہ غیرت کا ایک قطرہ بھی ہوتا تو وہ بایزید کے ساتھ بادشاہوں جیسا سلوک کرتا مگر وہ ڈاکو ابن ڈاکو غدار ابن غدار اس کا میاں پر اس قدر آپے سے باہر ہو گیا کہ بایزید کو اس کے بیٹے موسیٰ سمیت ایک آہنی بجنبرے میں بند کر کے ساتھ لئے پھرا۔ اس کی سیرت اس قدر سخی ہو چکی تھی کہ اس نے تمام انسانی اقدار کو پاؤں تلے مسل کر رکھ دیا۔

مشہور مؤرخ اسلام اکبر شاہ خان نجیب آبادی اس موقع پر لکھتے ہیں کہ انگورہ کے میدان میں اگر تیمور کو شکست ہوتی تو وہ صرف ایک آدمی کی شکست تھی۔ مگر بایزید کی شکست پوری قوم اور پوری ملت کی شکست تھی۔ اگر تیمور اس وقت ایک عیسائی بادشاہ کے کہنے میں آکر بایزید کے خلاف یہ جنگ نہ کرتا تو آج تمام یورپ مسلمانوں کے قبضے میں ہوتا مگر تیمور کی شیعیت یہ گلارہ نہ کر سکی۔

انگورہ کی فتح سے واپسی پر کر بلا میں پہنچ کر خاک کر بلا کی بجائے ۲۴ توڑے سونے کی ضرب بنوا کر ساتھ رکھی اور تعزیر کی رسم کو ترستی دی بایزید آٹھ مہینے تیمور کے ساتھ آہنی بجنبرے میں ذلت کی زندگی گزار کر قید حیات اور قید قفس سے رہا ہو کر مالک حقیقی سے جا ملا۔ موسیٰ کو اجازت مل گئی کہ اپنے باپ کی نعش کو لے جا کر اپنے ملک میں دفن کر دے۔

بظاہر عثمانیہ سلطنت ختم ہو چکی تھی۔ تیمور نے سلطنت عثمانیہ کے حصے بجنبرے کر کے متعدد سلجوقی رئیسوں کو تقسیم کر دیئے تھے۔ جو مختصر سا ملک باقی رہ گیا تھا اس میں بایزید کے بیٹوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ طویل کشمکش کے بعد سلطان محمد خان اقل ابن سلطان بایزید ۸۰۶ھ میں ایڈربازر میں تخت نشین ہوا اس کے زمانہ میں عبداللہ بن سیا کی قسم کے ایک یہودی نے قاضی بدرالدین کو ساتھ ملا کر مصطفیٰ تائی ایک ترک کو اپنا پیشوا بنا کر جمہوریت کی آواز پیدا کی سلطان نے ان کی گوشالی کی طرف توجہ کی تو وہ قیصر کے پاس



بھاگ گیا ۸۲۵ء میں سلطان محمد خان مرگیا۔

مراد خان ثانی۔ ۲۵۷ء تخت نشین ہوا۔

مصطفیٰ کو قیصر نے چھوڑ دیا اور اس نے طاقت ہم پہنچا کر سلطان کو سخت زخم کیا۔

آخر گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ ۸۵۵ء میں مراد خان مرگیا اور فارخ قسطنطنیہ محمد خان ثانی بادشاہ بنا۔

فتح قسطنطنیہ کے بعد اس نے طرابزون کی طرف رخ کیا، طرابزون کا عیسائی حکمران

ایران کے ترکان بادشاہ حسن طویل کا غمخیز تھا جس طویل نہایت متعصب شیعہ تھا۔

سلطان کے سامنے اب تین نہیں تھیں۔ پہلی حسن طویل کی گوثالی کہ اس نے سلطان

کے بیٹے یازید کے ساتھ جھڑپ چاڑ شروع کر دی تھی۔ دوسری وہ نہیں یورپ سے متعلق

تھیں کہ ۸۸۶ء میں فوت ہو گیا۔ ۸۸۶ء سے لے کر ۹۱۸ء تک یازید ثانی نے

حکومت کی۔

۹۱۰ء میں یازید نے حکومت سلیم کے حوالے کر دی اور ۹۱۸ء تک بھائیوں سے

آلبارہا۔ تیمور کی وجہ سے شیعیت دولت عثمانیہ میں پہنچ چکی تھی۔ اب اسماعیل صفوی

نے ایران پر قبضہ کر کے شیعوں کے گردہ ایشیائے کوچک میں پھیلاتے شروع کئے شاہ ایران

کی پشت پناہی میں ان لوگوں نے ایشیائے کوچک میں رہزنی، قزاقی اور غارت گری سے

تمام ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ان لوگوں سے قرود احمد عثمانی عامل کی متعدد جھڑپیں ہوئیں

مگر وہ انہیں دبا نہ سکا۔ اب اسماعیل صفوی نے شاہ قلی کو باقاعدہ فوج دے کر بھیجا۔ ۹۱۷ء

میں سلطانی وزیر سے اس کی جھڑپ ہوئی اور دونوں مارے گئے۔

یازید ثانی کے بعد سلیم عثمانی ۱۵۱۲ء میں حکمران ہوا پہلے تو یہ اپنے بھائیوں سے الجھا

رہا۔ آخر ان سے ناراض ہو کر اسماعیل صفوی کی فوجوں سے زبرد آئے ماہ ہوا۔ اگر اس وقت سلیم

ایران کی سلطنت کے خلاف مستعدی کا اظہار نہ کرتا تو سلطنت عثمانیہ کے درہم برہم ہو

جلنے میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ اسماعیل صفوی اپنے آپ کو حضرت امام جعفر (صادق)

کی اولاد سے بتاتا تھا۔ اسماعیلی دعوت کی وجہ سے شام اور ایشیائے کوچک میں بہت

لوگ شیعہ ہو چکے تھے اس لئے اسماعیل کے جاسوسوں اور لوٹ مار کرنے والی ٹریبون کو متاعی

لوگوں سے بڑی مدد مل جاتی تھی۔ پھر اسماعیل کی نانی طرابزون کے عیسائی بادشاہ کی بیٹی تھی



یہ طرابلس عثمانیہ سلطنت کا ایک صوبہ بن چکا تھا اس وجہ سے عیسائیوں کی ہمدردیاں بھی اسماعیل کے ساتھ تھیں۔ اسماعیل نے بڑی گہری نظر سے حالات کا مطالعہ کیا۔

اسے معلوم تھا کہ کس طرح سو سال پہلے تیمور نے بایزید کو شکست دی تھی اور کس طرح شیعوں نے بغداد کو تباہ کیا تھا وہ نہایت الوا العزم و دور اندیش بادشاہ تھا اور نتیجہ کر چکا تھا کہ سلطنت عثمانیہ کو ختم کر کے ہی دم لوں گا اسی لئے اس نے بایزید ثانی کے زمانہ میں اس سے چھوٹا چھوٹا شروع کر دی۔ اس نے اسماعیلیوں کی طرح تمام عثمانی مقبوضات میں اپنے جاسوس پھیلا دیئے اسماعیل نے بعض سرحدی علاقوں پر قبضہ کر لیا جب سلیم اپنے بھائیوں سے اٹھا ہوا تھا تو اسماعیل ان پر نہایت گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔ اسماعیل نے اس حد تک اپنا جلال پھیلا کہ جب سلیم اپنے بھائیوں سے اٹھا ہوا تھا اسماعیل کی گہری سازش کے فریب میں آ کر سلیم کے بھائی احمد کا ایک بیٹا مراد اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسماعیل نے مراد کو گمانٹھا۔ وہ مراد کو آگے بڑھانا چاہتا تھا کہ سلیم اس خانہ جنگی سے فارغ ہو کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے تمام ملک میں اپنے جاسوس پھیلا دیئے اور حکم دیا کہ شیعیت کی تبلیغ کرنے والوں اور اسماعیل کے جاسوسوں اور داعیوں کی فہرستیں تیار کریں یہ فہرستیں جب سلیم کے سامنے پیش ہوئیں تو معلوم ہوا کہ ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو اسماعیل صفوی کے حملہ آور ہوتے ہی اس کی فوجوں کے ساتھ مل جائیں گے۔ یہ دیکھ کر سلطان کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی مگر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بالکل کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا اس نے نہایت احتیاط سے ہر باغی کے لئے ایک ایک مسلح آدمی منتخب کیا اور ہر جگہ کے غداروں کی فہرستیں اپنے مسلح آدمیوں کے سالاروں کو دے کر روانہ کیا۔ اور سب کے قتل کی ایک تاریخ مقرر کر دی اور سخت تاکید کی کہ قبل از وقت یہ مازہ رگز فاش نہ ہو۔ غرضیکہ ملک کے طول و عرض میں بیک وقت ستر ہزار افراد اس طرح قتل کر دیئے گئے کہ کسی عثمانی سپاہی کی تکبیر تک نہ پھوٹی۔ اسماعیل نے جب یہ سنا تو سخت چہچہ دتا بکھایا اس کے روحانی اجداد کی صدیوں کی محنت اور اس کی سالہا سال کی کوششوں پر اس طرح پانی پھر گیا کہ وہ سٹلٹے میں آ گیا۔ اب اس نے الاعلان لشکر کی فراہمی اور جنگ کی تیاری شروع کر دی اور سلیم عثمانی نے اعلان کیا کہ میں ایران پر حملہ کرنا چاہتا ہوں مگر اسماعیل اس سے پہلے ترکستان کے بادشاہ شیبانی کو قتل کر چکا تھا اور اسماعیل پر حملہ کرنا



عثمانی امرا خطرناک تصور کرتے تھے۔ سلیم کے اس اعلان پر سب درباری شاملا ہوا۔  
اب ذرا اسماعیل صفوی کے ذاتی حالات بھی سن لیجئے۔

اسماعیل کا مورث اعلیٰ صفی الدین میری مریدی کرتا تھا۔ تیمور جب بایزید کو گرفتار کر کے اردبیل پہنچا تو صفی الدین کے بیٹے صدر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اگر میرے لائق کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ صدر الدین نے کہا ترک قیدی رہا کر دو وہ لوگ واپس جانے کی بجائے صدر الدین کے پاس ہی اقامت کریں ہوں گے۔

وقت گزرتا رہا یہ لوگ بڑھتے رہے۔ صدر الدین کے پوتے جنید کے زمانہ میں جہاں شاہ حاکم اردبیل نے جنید کی اندرونی سازشوں سے متاثر ہو کر اسے اردبیل سے نکال دیا جنید وہاں اپنے مریدوں کے دیار بکر کے حکمران حسن طویل کے پاس پہنچ گیا حسن طویل نے جنید سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔ شیخ جنید اب درویش نہیں بلکہ شاہی خاندان کا فرد بن گیا جنید نے انتقاماً اردبیل پر حملہ کیا مگر مارا گیا۔ اب اس کا جانشین حیدر ہوا۔ حسن طویل کی بیوی طرابزون کے عیسائی بادشاہ کی بیٹی تھی جسے عثمانیوں نے طرابزون سے نکال کر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ حسن طویل نے اپنی لڑکی حیدر سے بیاہ دی جس کے بطن سے علی، ابراہیم اور اسماعیل پیدا ہوئے۔ ان بھائیوں نے جب پڑ پڑ سے نکلنے شروع کئے تو حسن طویل نے انہیں نظر بند کر دیا۔ مگر یہ بھاگ نکلے۔ دد مر گئے اسماعیل گیلان پہنچ گیا۔ ۹۰۶۰ء میں جبکہ اسماعیل کی عمر چودہ سال تھی اس کے مرید اس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ چند سال میں اس کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ ترک سپاہیوں کی ادا لاد کی ادا لاد کی مدد سے اس نے اردگرد کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اسی عرصہ میں اس نے ایشیائے کوچک میں اپنی ریشہ دوانیوں کا حال پھیلاتا شروع کیا گویا جن ترکوں کی مدد سے اسے بادشاہی ملی تھی انہیں کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے کے منصوبوں میں مہمک ہو گیا۔ اندرون ملک اس نے تینوں کی مسجدیں منہدم کر دیں، مقبرے گرا دیئے۔ انہیں ذلیل سے ذلیل کرنے کا کوئی حربہ نہ چھوڑا اپنی تمام قلمروں میں جبراً شیعہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی اور جی راہی العقیدہ مسلمانوں نے انکار کیا ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ سلسلہ عثمانی حکمت تک پھیلا گیا۔

اس کے بعد کے حالات اوپر بیان ہو چکے ہیں اب اس نے براہ راست عثمانی حکومت



سے مکر لینے کا پروگرام بنایا۔ سلطان سلیم کو معلوم ہوا تو وہ ربیع الاول ۹۲۰ھ اسماعیل کی  
کی فتنہ انگیزوں سے اللہ کی مخلوق کو پہچانے کے لئے دارالحکومت سے نکلا سب سے  
پہلے اسے ایک طویل خط لکھا جس میں لکھا کہ تو نے نفسِ امّارہ سے مغلوب ہو کر بہت  
بڑی زیادتیاں اور میسوب باتیں کی ہیں۔ اصحابِ طاغوت پر تبرا کرنے کی کھلی اجازت دے  
رکھی ہے۔ ہمارے علمائے دین نے تیرے قتل کا فتویٰ دیدیا ہم تجھ سے خواہاں ہیں کہ خود اپنے  
احمالِ بد کا محاسبہ کر کے صدقِ دل سے تائب ہو اور آئندہ کے لئے اپنی بد اعمالیوں کو  
ترک کر دے۔

اسماعیل نے چند لفظوں میں مختصر سے جواب کے ساتھ ایفون کا ڈیر سلطان کے پاس  
بھیجا۔ یعنی تم ایفون کھاتے ہو اور ہسکی ہسکی باتیں کرتے ہو۔  
اب سلطان آگے بڑھا تو معلوم ہوا کہ تمام ویران پڑا ہے اسماعیل نے تمام علاقے کی  
کھیتیاں برباد کر دیں، کنوئیں ٹپاٹ دیئے درخت جلا دیئے تاکہ سلطان کی فوج تنگ آ  
کر واپس چلی جائے۔ مگر سلطان بڑھتا ہی چلا گیا۔ آگے آگے اسماعیل اور پیچھے پیچھے سلم ایک  
مقام پر فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تو سلطان نے اس امیر کی گردن مار دی جس  
نے فوج کی ترجمانی کی تھی۔ پھر ان کے سامنے ایک پردہِ تقریر کی اور آخر میں کہا کہ اگر تم  
سب بھی واپس چلے جاؤ گے تو میں اکیلا ہی آگے بڑھوں گا۔ اب اسماعیل تبریز سے بیس  
کوس کے فاصلے پر دادی خالہ ران میں ٹرک گیا۔ اسماعیل کی فوج تازہ دم تھی اور سلطنت  
کی فوج سخت تھکی ہوئی تھی۔ سلطان نے دہاں پہنچتے ہی اسماعیل نے حملہ کر دیا یہ جنگ  
۲۳ اگست ۱۵۱۲ء مطابق ۲۰ رجب ۹۴۰ھ کو ہوئی سلطان اسی ہزار پیدل اور چالیس  
ہزار سوار لے کر چلا تھا جس میں سے آدمی فوج عقب کی حفاظت اور رسد کے بندوبست  
کے لئے راستہ کی چوکیوں پر چھوڑ دی گئی۔ اسماعیل کی فوج اسی ہزار تھی۔ اس حساب سے  
ساتھ ہزار تھکی ہوئی فوج کا اسی ہزار تازہ دم فوج کے ساتھ مقابلہ تھا۔ مگر عثمانیوں  
نے صفوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اسماعیل گرفتار ہو چکا تھا کہ اس کے کسی ہمراہی نے  
کہا میں اسماعیل ہوں۔ گرفتار کرنے والے آدھر متوجہ ہوئے اور یہ بھاگ نکلا سلطان  
آگے بڑھ کر اسے کردستان اور عراق سے بھی نکالنا چاہتا تھا مگر اس کے دار الخلاف  
سے فوج کی سرکشی کی خبریں آنے لگیں اور وہ اسماعیل کے آدمی ملک کو ہی اپنی سلطنت



میں شامل کر کے واپس ہو گیا۔

اسماعیل صفوی مسلمانوں کے لئے ایک مسلسل عذابِ خداوندی سے کم نہ تھا اگر وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو جاتا تو سلطنت عثمانیہ کا دنیا پر نام و نشان نہ رہتا اور آج اُدھی دنیا پر شیعیت کی حکمرانی ہوتی مگر اللہ تعالیٰ نے سلطان سلیم کے ہاتھوں اس دشمنِ اسلام کو نیست و نابود کر دیا اس نے معرچہ کیا اور وہاں سے عباسی خلیفہ المستول علی اللہ الثالث سے ان چند تبرکات کو بھی کو بطور نشانِ خلافت اپنے ماتم رکھتا تھا لے کر واپس آیا اور خلیفہ المومنین ہونے کا اعلان کیا یورپ میں پورے ہندوستان میں کبیر اس اسی کے زمانہ میں ہوتے آخر یہودی ریشہ دوانیوں نے انجمن اتحاد ترقی کی بنیاد رکھ کر مصطفیٰ کمال کو پچلا مہرہ بنا کر ۱۳۴۱ء میں خلافت عثمانیہ کو ختم کر دیا اور مصطفیٰ کمال نے اسلامی وحدت کے تمام علمی، ادبی، مذہبی، دینی اور ثقافتی نشانات شاکرِ عالمِ اسلام کی دھڑکنوں کے مرکزی مقام کو ہی سرے سے ختم کر دیا۔ جس کا مداوا آج تک نہیں ہو سکا۔

## مغلیہ دور میں شیعہ

### شیعیت نے جاہل سنیوں پر کیا اثر ڈالا

انگورہ کے المیرہ کے ایک سو چوبیس سال بعد اسی تیمور کی نسل سے ۱۵۲۶ء میں بابر نے ہندوستان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہندوستان میں حنفیت کا دور دورہ تھا قطب الدین بیک فخر الدین کو فی کا پردہ تھا۔ فخر الدین کو فی حضرت ابو حنیفہ کی اولاد سے تھا۔ قطب الدین سے پہلے ہندوستان میں تمام غیر مقلد تھے اور یا خال خال شوافع اور باطنی یعنی اسماعیلی تھے۔ خاندانِ غلامان کے بعد جلی، تعلق اور لودھی بھی حنفی تھے۔ البتہ خاندانِ ساداتِ نقیہ کی اڑ میں حنفی تھے۔ بابر کو مذہب سے لگاؤ تھا نہ تعلق البتہ دربار میں ملی ہوئی شیعیت کے جراثیم سے خالی نہ تھا۔ اس لئے اس نے تورہ جنگیزی کو اپنا دستور العمل قرار دیا۔ بابر کے مرنے کے بعد سلطنت ہمایوں کو ملی جب اسے شیر شاہ سوری نے یہاں سے



مار بھگایا تو اس نے ایران کے شیعوں بادشاہ ملہا سپ کے ہاں پناہ لی ملہا سپ کے لئے یہ ایک سہری موقع تھا اس نے ہمایوں کی بڑی اذیت کی اور اپنی فوج دے کر اسے ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ ہمایوں کی فوج میں بقول مولف دربار اکبری گدا علی، میکین علی، زلف علی، پیچہ علی اور کشف علی وغیرہ کی اکثریت تھی۔

جس پر حمید سنبھلی نے بادشاہ کو کہا کہ ہمہ لشکر شمارا غرضی جنم بندہ علی۔ کلب علی، پیچہ علی کے ساتھ "یا علی مدد" کا نعروں بھی جاری ہو گیا مشہور شیعوں مورخ جسٹس امیر علی نے جات احکام فی حق الاسلام میں لکھا ہے کہ ہمایوں کے زمانہ تک شیعہ مذہب کو لگندہ اور بجا پور کی ریاستوں تک محدود تھا مگر ۱۵۵۵ء میں جب ہمایوں شاہ ایران سے مدد لے کر واپس لوٹا تو اس کے ساتھ ایران سے جو شیعوں آئے تھے انہوں نے اپنا رنگ جانا شروع کیا اور مذہب شیعہ شائع ہونا شروع ہوا۔

۱۵۷۶ء میں شاہ اسماعیل ثانی نے شیعیت ترک کر کے سنی مسلک اختیار کیا تو دربار کے شیعوں وزراء و اُمراء نے مخالف کی اس وجہ سے اس نے سختی کا برتاؤ کیا۔ تو وہ تمام شیعوں اُمراء ایران سے بھاگ کر ہمایوں کے پاس پہنچ گئے۔ مشہور شاعر مرثیہ اند نظیری، مشہور مصور عبدالصمد، میر علی فرخ مشہور مدبر علی مروان اور آصف خان بھی شیعہ تھے ہمایوں کی یہ باعلی تمام تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔

ہستیم ز جان بندہ اولاد علی رحم  
ہستیم ہمیشہ شاد با یاد علی رحم  
چوں سہر دلایت ز علی تلا ہر شد  
کردیم ہمیشہ درد خود ناد علی رحم  
ہمایوں کے زمانہ میں ہی سادات بارہہ کو عروج حاصل ہوا جن کا ایک بزرگ محمود خان بارہہ مانا سانگا کے خلاف ہمدی گھاٹ کے معرکہ میں بابر کی فوج میں تھا۔  
اکبر کے زمانہ میں شیعوں نے اس قدر مستحکم حیثیت حاصل کر لی تھی کہ اکبر کے دین الہی کا ایجاد پران کے ایک مجتہد ملا محمد یزدی قاضی القضاۃ نے فتویٰ دیا کہ اکبر کافر ہو گیا ہے جسے اکبر نے قتل کر دیا۔ قیام اکبر آباد کے زمانہ میں شیعہ تمام عہدوں پر قابض تھے

۱۔ دربار اکبری محمد حسین آزاد کی تالیف ہے۔ محمد حسین آزاد بھی شیعہ تھا جسے انگریزوں نے ایک جاہلی مشن پر انڈیا میں اتار دیا اور یارمند وغیرہ کی طرف بھیجا تھا۔







قاضی کی مدد بھی کرتے تھے۔ مگر اہل سنت کو اب قاضی مذکور کھٹکنے لگا چنانچہ ایک آدمی شیعوں  
 بن کر قاضی مذکور کے پاس پہنچا اور اس سے مجالس المؤمنین مستعارے کر نقل کی اور بادشاہ  
 کے پیش کر دی۔

قاضی کے لئے حکم ہوا کہ در سے مارے جائیں ۶۳ سال کی عمر میں قاضی اس سزا سے مر  
 گیا۔ اس کا مزار اگر وہیں ہے (تلمیض از ترجمہ نجوم السہد ص ۱۵-۱۶) یہ قول مصنف کو مسموم  
 کہ ہے در نہ قاضی کو در سے اس درجہ سے مارے گئے تھے کہ اس نے جہانگیر کے پیر شیخ سلیم  
 کے حق میں ناجائز کلمات استعمال کئے تھے بعد میں جہانگیر نے نور جہاں کے کہنے پر ان تمام  
 علماء کو قتل کرادیا۔ جنہوں نے قاضی نور اللہ کی سزا کا فتویٰ دیا تھا۔

(نور المجالس مصنفہ منشی نور الحسن)

نور جہاں نے قاضی نور اللہ کے مرنے کے بعد نور محمد مجتہد کو آگے بڑھانے کی کوششیں  
 شروع کر دیں اور اسے ہر طرح سے تیار کر کے جہانگیر کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ نور محمد مجتہد کا  
 مولانا ابوالحسن سے مناظرہ کرایا جائے بادشاہ کی موجودگی میں مناظرہ ہوا۔ نور محمد شیعوں مجتہد  
 مولانا ابوالحسن سے پوچھا کہ علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ مولانا نے کتاب دسنت کے مطابق  
 آپؑ کی تعریف کی پھر مولانا نے نور محمد مجتہد سے پوچھا در حق سلیم چشتی چہ میگوئی؟ شیعوں  
 مجتہد نے اول قول یکنہ شروع کر دیا۔ جہانگیر شیخ کا بڑا معتقد تھا اس نے شیعوں مجتہد کی زبان  
 گدے سے کھنچوا دی۔ نور جہاں بہت چھنی چلائی مگر اس کا کوئی بس نہ چلا۔

جہانگیر کے بعد شاہجہاں کی باری آئی اس کی چشتی حکم ممتاز محل شیعوں تھی جس کے مرنے  
 پر اس نے قوم کے خزانے کا کرڈروں ردیر اس کی قبر پر خرچ کر دیا۔ قوم کے ردپے سے  
 تحت طاؤس بنوایا۔ باغات گرائے بارہ دریاں بنوائیں محلات تعمیر کرائے غرضیکہ تعیش  
 کا کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا چار پشتوں کی جمع شدہ دولت بے دریغ ٹٹوئی اس کے دین  
 کے متعلق اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کی چشتی حکم شیعوں تھی ایسے بادشاہ کے  
 گھر میں جو کچھ ہوتا رہا ہو گا وہ گوہیں تازہ نئی شواہد سے معلوم نہ ہو سکے۔ مگر ہم اس کے اثرات  
 دیکھ سکتے ہیں اس کے بیٹے شجاع کے عقائد اشاعری عقائد کا چر بہ تھے۔ دارا کے عقائد  
 باطنیوں اور قمریوں کے عقائد کا طغور بہ تھے۔

اور رنگ زیب پر اپنا رنگ چڑھا ہوا تھا جس نے باپ کو بخشنا نہ بھائیوں کو یہ سب



شاہ جہاں کی تربیت کا اثر تھا۔

شاہ جہاں کے بعد اورنگ زیب سرحد آئے سلطنت ہوا آج اورنگ زیب کو مجدد  
دقت کہنے والے بھی موجود ہیں اور اسے بڑا پکا اور پکا مسلمان کہنے والے بھی اگر کسی کے پاس کی  
کی سلائی ماپنے کا کوئی آلہ ہو تو اسے ہی معلوم ہوگا مگر ایک مسلمان کی حیثیت سے جب کوئی  
شخص ایک غیر جانبدار سے انداز سے نظر ڈالے گا تو صاف نظر آئے گا کہ اورنگ زیب نے  
جو کچھ کیا اس سے سرزد ہوا بحیثیت مجموعی وہ ہندوستانی مسلمانوں کے زوال کی خشتِ اول  
کہا جاسکتا ہے۔ میرا موضوع سخن اس وقت ہوتا ہے کہ صرف شیعیت ہے اس لئے میں صرف اسی  
موضوع کی طرف تاریخی کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

اورنگ زیب کو جس وقت حکومت ملی اس وقت دکن کی شیعہ سلطنتوں کے ساتھ  
ساتھ مرہٹے بھی زور پکڑ چکے تھے۔ شمالی ہند میں سکھ اور جاٹ پر ترزے نکال رہے تھے۔  
اورنگ زیب نے ان خطرات سے آنکھیں موند کر پہلے مجاہدوں کی گوشمالی کی اور ان کا کاشا  
درمیان سے نکالا اس کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے گھر کی خبر لیتا مرہٹوں پر چڑھ دے اور وہ  
جانتا تھا کہ میری فوج میں شیعوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے اس نے آنکھیں موند کر ان  
لوگوں کو اوپر اٹھایا۔

بالشرکت ہے کہ اورنگ زیب کے امراء کی کثرتِ شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اگرچہ  
احتیاط کے طور پر بعض نے اپنے عقائد پر مصلحت کوئی کا پردہ ڈال رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ  
اورنگ زیب مرہٹوں کے مقابلے میں ناکام رہا۔ اورنگ زیب خوب جانتا تھا کہ جس  
گھر میں میری پرورش ہوئی ہے وہ گھرانہ رخص کے جراثیم سے خالی نہیں۔ مگر بجائے اس طرف  
توجہ کرنے کے اس کی سلی ذہنیت نے اسے ایک اور ہی راستہ پر ڈال دیا۔ یعنی اس نے ملک  
کے تمام جلیل القدر علماء کو اکٹھا کر کے سو سے زائد جناتی۔ مجہول الاسم غیر معروف اور غیر متداول  
کتابوں سے ایک اور ناقابلِ عمل قطعاً غیر ضروری کتاب کی تدوین پر وقت، دولت اور بہترین  
دماغوں کے ضیاع کی بنیاد رکھی کا شکر اورنگ زیب قنادی عالمگیری کی تدوین کی بجائے کتابِ دست

۱۔ شیخ محمد اکرم ایم نے رود کوثر میں قنادی عالمگیری کے متعلق کیا خوب لکھا ہے کہ قنادی عالمگیری ایک  
معرفتہ اللہ کتاب ہے لیکن ماحول اور نقطہ نظر کا فرق ہے آج اگر اس کے باب تکفیر پر عمل کیا جائے تو  
قوم کا شیرازہ بکھر جائے ۴۲ (کل تعارف حقہ آدل میں گزر چکا ہے)



کی روشنی میں بدعات، منکرات اور مشرکانہ رسوم در داغ اور عقائد کے رد میں کوئی کتاب  
تالیف کرتا تو شیعوں کا خود ہی زور ٹوٹ جاتا مگر اس مرد خدا نے امت کے راستہ میں ایک  
اور رنگ گراں لڑھکا دیا۔

اورنگ زیب کو شیعہ دشمن کہا گیا ہے مگر یہ قطعاً غلط اور اس پر بہتان ہے اُسے  
شیعیت سے نفرت فرد تھی۔ مگر اس ضمن میں وہ چند سو قیامت قسم کی دقتی حرکات سے  
اُس کے زیرِ طرہ سکا۔

کہ نہ نوحہ کرو، نہ ماتم کرو، صحابہؓ کو برا نہ کہو اس کی سطحی ذہنیت ای خطرات کا اندازہ  
نہ کر سکی کہ اگر ان لوگوں کا تعاقب قرآن و سنت کی روشنی میں نہ کیا گیا تو اُسے چل کر یہ پودا  
بشجرِ عظیم بن جائے گا۔ ہمیں کسی تاریخ کی کتاب سے اورنگ زیب کی شیعہ دشمنی کا ایک واقعہ  
بھی نہیں ملتا اس نے اگر بھائیوں کو قتل کرایا تو حکومت کے لئے قتل کرایا دکن کی شیعہ سلطنت پر  
ختم کیں تو وہ جو عارضی یا اپنا بچاؤ۔ اگر وہ شیعہ دشمن تھا تو اُس نے بقول ہالٹ فوج کے  
بڑے بڑے عہدے شیعوں کو کیوں دے رکھے تھے اور آخر وہی شیعہ طبیبان اور اس  
علمی ثابت ہو کر رہے جن کو اُس نے اہم عہدے تفویض کر رکھے تھے۔

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب مرگیا تو اُس کے جانشین نے خطبہ جمعہ میں "علی غفرہ" دل اللہ  
دوستی "رسول اللہ" کے الفاظ کے اضافے کا حکم دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اورنگ زیب  
کے گھر میں شیعیت پر دان چڑھتی رہی۔

۱۔ بابر کے ہندوستان میں وارد ہونے سے ۲۶۰ سال پہلے یعنی ۱۴۴۱ء میں صفی شاہ نے دکنی سلطنت کی  
بنیاد رکھی یہ ہندوستان میں پہلی شیعہ سلطنت تھی جو ۱۴۸۲ء کے گل بگ یعنی بابر سے سوا سو سال پہلے ہی ختم  
ہو گئی اس کے بعد عادل شاہ نے بیجاپور میں نظام شاہی محلہ نگر میں عماد شاہ نے برار میں برید شاہ نے  
بیدریں قلعہ شاہ نے گوگنڈہ میں آزاد شیعہ سلطنت قائم کیں یہ تمام سلطنتیں محل حکمرانوں کے سامنے پروان  
چڑھیں مرہٹوں کے لئے یہ ریاستیں جلتے پناہ تھیں مرہٹے غلیہ سلطنت میں لوٹ مار کر کے ان ریاستوں  
میں پناہ گزین ہو جاتے تھے اور اورنگ زیب ان جوہر سے انہیں ختم کرنے پر مجبور ہو گیا ان شیعہ  
ریاستوں کا سقوط شیعہ مرہٹہ گھٹ جوڑ تھا اور بنیادی وجہ مرہٹوں کی خود سری تھی نہ کہ شیعہ دشمنی۔ تفصیل  
کے لئے مہرِ تالیف سلطان پور شہید دیکھئے۔



احمد آباد کے خطیب نے اس حکم پر عمل کیا تو غازیوں نے اسے قتل کر دیا مگر بہادر شاہ  
 باز نہ آیا لاہور کے حاجی یاد محمد نے کمری کمری سنگھ کی مدد سے شادی بڑی طرح یہ خط  
 سوار تھا یہاں تک کہ قونچانہ کی حدود سے قلعہ بھیج دیا ۲۲ اکتوبر ۱۸۱۰ء جمعہ کے روز  
 اس بدعت کے اجراء کا فیصلہ کیا مگر پٹنہ سرکٹ میدان میں نکل آئے اور بہادر شاہ  
 کا دماغ ٹھکانے آگیا۔ اب ہندوستان میں نئی ریاستیں اور حکومتیں قائم ہو رہی تھیں۔  
 مرشد آباد، کھنور، رام پور، عظیم آباد، جہانگیر، شیعیت کے مرکزی مقام بن چکے تھے۔  
 بہادر شاہ کا وزیر اعظم منعم خاں دہلی میں وہی کردار ادا کر رہا تھا جو ابی علی نے بغداد میں کیا  
 تھا اور نگ زیب کی بیٹی زیب النساء کا استاد ایک شیعہ عالم محمد سعید اشرف مازندرانی تھا۔  
 جس کے چند روز ایران جانے پر زیب النساء نے نہایت افسوس کا اظہار کیا۔ افریقی مغیرہ  
 حکومت اب شیعوں کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی کی طرح تھی۔ منعم خاں کے بعد دہلی میں حبیب علی  
 اور عبداللہ کا ستارہ چمکا ۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۹ء تک فرخ یسر کے زمانے میں ان کا طوطی لونا  
 رہا۔ مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سکھوں کا ایک حیلہ بندہ میراگی کے نام سے سرہند  
 میں ستر ہزار مسلمانوں کو شہید کرنے کے بعد آگے بڑھنے کے لئے پُر قول رہا تھا کہ فرخ یسر نے  
 اسے گرفتار کر لیا اب اس نے سید برادران کی طرف توجہ کی وہ مرہٹوں کو چڑھا لائے۔  
 یہ انتشار تمام کا تمام شیعوں کا پیدا کردہ تھا اور مسلمانوں کے لئے یہ پوری صدی گویا ایک  
 قسم کا عذاب الہی تھا۔ آج یہ حکمران ہے کل وہ، ادھر جاٹ ہیں ادھر سکھ۔ ایک طرف  
 مرہٹے ہیں دوسری طرف انگریز اور ان سب کو آگے بڑھانے اور پیچھے ہٹانے والے ہاتھ  
 اس وقت تک پس پردہ ہیں جب تک ادھر میں اپنی حکومت مستحکم نہیں کر لیتے۔  
 سید برادران نے ۱۸ فروری ۱۸۱۹ء سے ۱۴ اگست ۱۸۱۹ء تک یعنی صرف چھ ماہ  
 یکے بعد دیگرے تین بادشاہ تخت پر بٹھائے۔ مگر حسین علی اور عبداللہ کے وجود میں  
 ہزاروں شیعہ دربار میں موجود تھے وہ مرہٹوں کو چڑھا لائے۔ یہ گویا حسین طباطبائی،  
 ابی علی اور شاد کے کردار کا اعادہ تھا۔ شاہ ولی اللہ کی تحریک پر احمد شاہ ابدال  
 مرہٹوں کا روز توڑنے کے لئے پانی پتہ پہنچا تو ابراہیم گارڈی نامی ایک شیعہ مرہٹوں  
 کے توپخانے کا افسر اعلیٰ تھا۔ اور آخر مرہٹوں کے ساتھ خود بھی مجسم ہو گیا۔  
 اس دور کی تاریخ صاف بتاتی ہے کہ قلعہ کی آڑ میں چھپے ہوئے شیعہ کھل کر سامنے



اچکے تھے اور آخر انہوں نے سعادت علی خان کو ادھر کی حکومت دلا کر ہی دم لیا۔  
 بندہ بیراگی جس نے سرہند کے مقام پر شہزاد مسلمانوں کے گھر گھر شہید کیا اسے  
 شیعہ سازشوں نے ہی جرات دلائی تھی اور پھر قانون کی ایک نیرنگی دیکھتے کہ یہ  
 سب کچھ خواجہ احمد فاروقی کی قیومیت کی بٹی اور چوتھے قائم کی موجودگی میں ہوا۔  
**قتل مکرر** مقلوں کے مورث اعلیٰ نے سلطان بایزید کو اس وقت گرفتار کیا جب وہ  
 تمام یورپ کو فتح کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلا تھا۔ امیر تیمور نے وہ  
 بھر بھی دینی حیثیت ہوتی تو وہ عیسائیوں کا ساتھ دیتے ہوئے ہرگز بایزید سے جنگ  
 نہ کرتا پھر اس کے بعد بابر سے لے کر معراج الدین ظفر تک شیعوں نے ہر مقام پر اپنی  
 بالادستی کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

محمد شاہ کے زمانے میں نادر شاہ درانی دہلی میں جو قتل عام کیا اس کی نظیر اس کے  
 پیش رو شیعہ فاتحین یعنی آل بوری، تیمور، ابن علقمی حسین طباطبائی وغیرہ کے علاوہ کہیں  
 نہیں ملتی۔ قاضی نور اللہ کے قتل کا رد عمل مغل حکمرانوں کی ذہنیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔  
 قاضی مذکور کے خلاف فتوے صرف درے لگانے کا تھا اس وقت اس کی عمر ۶۳ سال  
 کے قریب تھی وہ اس سزا میں مر گیا یعنی قتل نہیں کیا گیا بلکہ خود مرا مگر اس کے مرنے کے جرم  
 میں جہانگیر نے اپنی دعوت کے کہنے پر ان تمام علماء کو قتل کر دیا جنہوں نے قاضی مذکور کے  
 خلاف درے لگانے کا فتویٰ دیا تھا۔ اکبر کا دین الہی بھی شیعیت کی تبلیغ کا اثر تھا جس  
 نے اسلام میں امامت کا تصور پیدا کیا تھا۔

(سید محمد جوہر پوری)

دکن کی مہدوی تحریک بھی اسی دور کی پیداوار ہے نظام شاہی خاندان کے چھٹے بادشاہ  
 اسماعیل نے مہدوی عقائد اختیار کئے اور ۱۵۹۰ء میں شیعوں نے اسے قتل کر دیا اور دو  
 سال کے بعد احمد نگر میں پھر شیعہ اثرات غالب آگئے۔

اس تحریک کے بانی سید محمد جوہر پوری ۱۴۴۲ء میں پیدا ہوئے ظاہری باطنی علوم میں  
 دستگاہ کامل رکھتے تھے ۱۴۹۵ء میں تین سو ساٹھ ہجریوں کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں  
 جہر اسود اور رکن یحیٰی کے درمیان مہدوی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ واپسی پر کھپا تپہ پنچے  
 وہاں سے پٹن۔ جالور۔ ناگور۔ جیسہ سے ہوتے ہوئے ٹھٹھہ پنچے کس مخالفت ہوئی اور



کیس موافقت آخر خراسان کی طرف روانہ ہوئے اور فرو کے مقام پر ۲۲ اپریل ۱۸۵۱ء میں  
وقات پائی۔

مہدی تحریک کے دکن کی عسکری اور سیاسی زندگی میں بھی بھرپور حصہ لیا مہدی پیاری  
اور افسر بڑے بہادر اور جاثار، جوشیلے اور سرسبز الغضب ہوتے تھے۔ راجہ چند دال  
کے زمانہ میں حیدر آباد مہدی گروہ کا مرکز تھا محمود بن لطیف خان ۱۸۴۲ء کے زمانہ  
میں مہدیوں کا طرز عمل بالکل حسی بن صباغ کے فتایتوں کی طرح تھا۔ شیخ طائی بھی اسی  
سلسلہ کے پُر جوش داعی تھے۔ نواب بہادر پار جنگ بھی مہدی تھے آج کل کراچی میں  
ان کی ایک انجمن ”ذکر مہدی انجمن“ موجود ہے۔ گجرات، بے پور، حیدر آباد میں بھی  
لوگ موجود ہیں۔

شیخ محمد اکرام ایم۔ اے رد کوثر میں لکھتے ہیں کہ بابر نے ہمایوں کے لئے جو وصیت  
لکھی اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ شیعہ تثنی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہو۔  
مذہب میں محمد بن قاسم نے جو مبارک طریق کار شروع کیا تھا بعد کی فقہی تدبیریں  
نے اس میں رخنے ڈال دیئے (اور مغلوں نے سب کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

(المؤلف)

مغلیہ دور میں شیعیت کے بڑھتے ہوئے خطرہ کو بھانپ کر حضرت احمد فاروق سرہندی  
نے رد و رافضی میں ایک رسالہ لکھا یہ رسالہ دراصل اس رسالے کا جواب تھا جو علامہ  
شیعہ نے علامہ مودر النہر کو اس وقت بھیجا جب عبداللہ خان اوزبک نے شہید کا  
محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن اس کی تصنیف کا نوری وجہ یہ تھی کہ ہندوستان میں کئی شیعہ  
علامہ شہید کے مضامین دہراتے اور اُمراء سلاطین کی مجلسوں میں انہیں بڑے فخر سے  
بیان کرتے حضرت خواجه ان محفلوں میں اس کی تردید کرتے مگر عوام الناس کے فائدہ کے  
لئے رسالہ ہی لکھنا ضروری سمجھا۔

ہندوستان میں جہانگیر کی مقبول نظر ملکہ نور جہاں شیعہ تھی۔ بادشاہ کا وزیر شیعہ تھا۔  
شیعہ عقائد ملک میں شروع ہو گئے تھے اگر کو خیال ہو کہ کسی حرم کو رخصت کئے بغیر زیادہ  
عورتوں سے کس طرح تمتع ہوا جائے ایک دوسرے متفقہ کاراستہ دکھایا دوسروں نے اس  
کی صحت فقہ کی رو سے مخالفت کی۔ اس پر بدایونی نے کہا کہ اگر ایک مالکی قاضی اس کے



حق میں اپنے اہل کی رد سے فتویٰ دیدے تو ایک حنفی کے لئے بھی متعجبانہ ہے۔ بادشاہ کو اور کیا چاہیے تھا۔ حنفی قاضی کو رخصت کر دیا گیا اور مالکی قاضی کو تعیناتی کا پرزہ مل گیا۔ جس نے حسب الطلب فتویٰ دیدیا یہ بھی گویا شیعیت کا فتح تھی۔

مغلوں کا بے دینی نے ہندوؤں کو اس قدر جرأت دلائی کہ انہوں نے کئی مقامات پر مساجد کو منہدم کر کے اپنے معبد اور مندر تعمیر کئے چنانچہ تھانیس میں ایک مسجد اور ایک بزرگ کا مزار گرا کر بڑا بھاری مندر تعمیر کر لیا۔ رمضان میں برطانوی و طعام کے دور چلتے تھے مگر مسلمانوں کو ہندوؤں نے ایکادشی کے موقع پر روٹی پکانے اور بیچنے سے روک دیا۔

بدایونی لکھتا ہے کہ تاج الدین بنعلی نقشبندی اکبر کے ہاں آزادانہ آمد و رفت رکھتا تھا اور بعض اوقات پوری راتیں سطحیات و ترہات کی نذر ہو جاتی تھیں۔

خانی خان ۱۶۲۹ء کے ضمن میں صوبہ کابل کے متعلق لکھتا ہے کہ یہاں ایک گمراہ پیر کے احکام کو قرآن و حدیث کا درجہ دیکر عوام نے طہودوں کے طریقے اختیار کر رکھے ہیں حضرت میاں میر کے ایک خلیفہ ملا شاہ کی وارستہ کوئی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ ایک بار کہہ اٹھا (نقل کفر، کفر نہ باشد)

پنجہ در پنجہ خدا دارم من چہ پردائے مصطفیٰ دارم  
علامہ کشمیر کے دادیلا پر شاہجہاں نے میاں میر سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک حال ہے اس کی وجہ سے اس کا قتل واجب نہیں اور ملا شاہ بچ گیا۔ آخر داراشکوہ اور اس کی بہن جہاں آرا ملا شاہ کے مرید بن گئے۔

مغلیہ دور کا ایک اور شاہکار سرمد نامی یہودی النسل ہے۔ یہ شخص گویا منصور حلاج کا مشنی تھا عام طور پر ننگار ہوتا تھا۔ اور خلافت شرع اشعار کہتا رہتا تھا۔ عوام کے پر زور احتجاج پر قتل ہوا۔

مصنف دہستان مذاہب لکھتا ہے کہ اس دور میں عجیب عجیب قسم کے فرقے اور مذاہب نمودار ہو گئے تھے۔ ہیراگی ایک گروہ تھا جس میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے اور دشمنوں کی پوجا کرتے تھے۔

ڈاکٹر ہنرٹ لکھتا ہے کہ الحاد و تشکک اس حد تک بڑھ چکا تھا اور بد چلنی و بد اخلاقی



اس مقام پر پہنچ چکی تھی کہ اس کا ستر باب کسی کے میں کا رنگ نہ تھا۔  
 دلی کے محلہ شیطان پور میں پیدا ہوئے کے ساتھ تو ہم پر کسی بھی آگئی تھی جاود گردوں۔  
 مالوں اور کرامت کے دعویداروں سے دارالافتاء ہجرا پڑا تھا۔ (آج کل کے نقاش اور  
 رمال انہیں کی روحانی قدرت ہیں مؤلف)

• ایک دفعہ اورنگ زیب نے کہا تھا کہ تمام ہندوستان میں صرف دو شخص ایسے ہیں  
 جو شراب نوشی سے جتنب رہے ہیں ایک میں خود اور دوسرے قاضی عبد الوہاب۔  
 منوچھی لکھتا ہے کہ قاضی کو تو میں خود شرابیدہم پہنچا تا رہا اور پھر قاضی کے مرنے  
 کے بعد اس کے گھر سے ایک لاکھ اشرافیاں اور پانچ لاکھ روپیہ نقد کے علاوہ جواہرات  
 اور بے حساب مال نکلا (یاد ایام مولانا عبدالحی ص ۶۸)

اورنگ زیب بیچارے کو قاضی صاحب کی اندرونی زندگی کی کیا خبر تھی مسائل الشائخ  
 میں لکھا ہے کہ بنگال میں شطاری درویشوں نے اودھم مچا رکھا تھا اور ان کے ساتھ مدلیہ  
 فرقہ تو بنگال پر پیرتسمہ پانکر پٹا ہوا تھا۔ آج تک ڈھاکہ میں مدار جھنڈا کی گلی، مداری  
 پور نداری کی بستیاں موجود ہیں۔ موضع بلیا ضلع دیناج پور ایسے غیر شرعی فقیروں کا مرکز  
 تھا جنہوں نے ہندو لوگ اسلامی تصوف اور اخلاقی آزادی کی ایک کچھڑی بنا رکھی تھی۔ یہ  
 لوگ صرف ایک لنگوٹی میں رہتے۔ پاؤں میں بیڑیاں پہنتے (آج کل بھی علی گڑھ کے اکڑ ملنگ  
 اسی ہشت میں گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں مؤلف) ان کے مورث اعلیٰ کوئی شاہ سلطان  
 حسنی تھے جنہوں نے ایک ہندو راجہ کو کرے بلیا سے بھگا کر دہاں قبضہ کر لیا تھا۔  
 ان شاہ سلطان اور ان کے خلفائے اپنے چیلوں کو اجازت دے رکھی تھی کہ تم جہاں  
 جاؤ۔ علم، جھنڈے، پھر پیسے، بانس، عصا، باجے، ماہی مراتب اپنے ساتھ رکھو۔  
 اٹھارہویں صدی میں جب ان کی حکومت کا نظم و نسق ڈھیلا پڑ گیا تو ہزاروں کی تعداد  
 میں ”مولا علی“ کے یہ تنگ دھڑ تنگ ملک آبادیوں اور بستیوں پر ٹوٹ پڑتے۔

اصل میں یہ دیہی مجوسی اور یہودی تحریک کی مختلف صورتیں تھیں جن کا اصل مقصد  
 اسلام کو مٹانا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مٹانا تو ہمارے بس میں نہیں البتہ اسلامی  
 تعلیمات کو بگاڑنا آسان ہے تو یہ لوگ ہمہ تنی اس کام میں جھٹ گئے۔ آج مسلمانوں میں  
 جتنی مشرکانہ رسومات ہیں اسلام بھی جاتی ہیں وہ سب مغلیہ دور کے ان مسلمان نماز



”رد شتی اور یہودی“ لوگوں کی پیدا کردہ ہیں اور ہمارے وہ بھائی جنہوں نے شیعیت کو ایک مذہب کے طور پر پایا اور قبول کیا وہ آج تک اس سازش سے بے خبر ہیں۔

اس مذہبی انتشار، من چلوں کی آنکھ چھو لیوں، قسمت آزمائوں کی ریشہ دوانیوں میں اور رنگ زیب جیسا آدمی کہاں تک کامیاب ہو سکتا تھا۔ پھر وہ اصل مرض کی بنیاد ہی نہ سمجھ سکا کہ یہ سب ہنگامے بالواسطہ یا بلاواسطہ شیعیت کی پیداوار ہیں۔ اور شیعیت اس کی گود میں پلتی، بڑھتی، پھلتی اور پھولتی رہی اور اس نے یہاں تک ترقی کی کہ اور رنگ زیب کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے جانشین نے علی دلی اللہ دمی رسول اللہ کا فرہ لگا دیا کیا ان حالات میں کوئی عقلمند اور رنگ زیب کو شیعو دشمن کہہ سکتا ہے؟

آج شرک و بدعت کی جتنی صورتیں ہمارے درمیان موجود ہیں یہ سب شیعیت کی پیدا کردہ اور اور رنگ زیب کے زمانہ کی پیداوار ہیں۔



## شجرہ نوابان اودھ

۱۷۲۳ء تا ۱۸۵۶ء (۱۳۲ سال)

۱۔ بانی ریاست نواب برہان الملک سعادت خان نیشاپوری

۱۱۳۵ھ تا ۱۱۵۱ھ  
۱۷۲۳ء تا ۱۷۳۹ء (۱۶ سال)

۲۔ نواب صفدر جنگ منصور علی خان شوہر - صدر النساء بیگم دختر

۱۱۵۱ھ تا ۱۱۶۷ھ  
۱۷۳۹ء تا ۱۷۵۳ء (۱۴ سال)

۳۔ نواب شجاع الدولہ مرزا جلال الدین حیدر

۱۱۶۷ھ تا ۱۱۸۸ھ  
۱۷۵۳ء تا ۱۷۷۵ء (۲۱ سال)

۴۔ نواب آصف الدولہ مرزا یحییٰ عرف مرزا آمانی

۱۱۸۸ھ تا ۱۲۱۲ھ  
۱۷۷۵ء تا ۱۷۹۷ء (۲۲ سال)

۵۔ نواب یحییٰ الدولہ مرزا سعادت علی خان پسر شجاع الدولہ

۱۲۱۳ھ تا ۱۲۲۹ھ  
۱۷۹۸ء تا ۱۸۱۴ء (۱۶ سال)

۶۔ غازی الدین حیدر بادشاہ (۸) محمد علی پسر سعادت علی خان

۱۲۲۹ھ تا ۱۲۴۳ھ  
۱۸۱۱ء تا ۱۸۲۷ء

۷۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ (۹) امجد علی شاہ ۱۸۲۲ء تا ۱۸۴۷ء

۱۲۴۳ھ تا ۱۲۵۳ھ  
۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۷ء (۱۰) واجد علی شاہ ۱۸۳۷ء تا ۱۸۵۶ء

۸۔ آصف الاول لاؤلہ مرگیا۔ ایک مجہول الحال غریب علوی لڑکے کو اپنا متبنی بنایا۔ ان کے مرنے کے بعد وہی جانشین ہوا مگر قہر طے کر کے بعد معزول کر کے شجاع الدولہ کے بیٹے سعادت علی خان کو بادشاہ بنایا گیا۔



## ۱۔ برہان الملک

سلطان اودھ جس کا دار الحکومت لکھنؤ تھا اس کا بانی برہان الملک سادات خان تھا۔ جب اورنگ زیب نے دکن کی شیعہ سلطنتوں کو زیر کر لیا تو اس کے بعد اودھ میں ایک اور شیعہ سلطنت ۱۷۲۲ء میں قائم ہوئی۔ سادات علی کو کھنچ تان کر شیعہ موثر خوں نے زید بن موسیٰ بن جعفر صادق کی ادلا دے قرار دیا ہے۔ زید کو بعض نساہین نے غیر معقب قرار دیا ہے۔ اور جنہوں نے ان کی ادلا دیان کی ہے انہوں نے بھی چار بیٹے حسن، حسین، جعفر اور موسیٰ الاظم بیان کئے ہیں مگر سادات خان کے شجرہ میں پانچواں بیٹا فخر الدین بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس دور میں بلکہ اس سے چند صدیاں بعد بھی اس قسم کے نام تارخوں میں نہیں ملتے۔ بہر حال سادات خان علوی تھا۔ یا جمہول النسب تھا۔ اس کی پیدائش نیشاپور میں ہوئی ہندوستان میں وارد ہونے کی تاریخ نہیں ملتی ۱۷۱۱ء میں مر بلند خان کا فوجدار تھا فرخ سیر کے زمانہ میں ۱۷۱۹ء میں بیان کا فوجدار بن گیا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ سادات خان میں حب جاہ اور مطلب پرستی ہے انتہائی حبس علی خان جیسے شخص کو جس کا حاشیہ نشین اور مورد عنایت رہا تھا اس کو بھی زرخشا اور باد جود بیتہ اور شیعہ ہونے کے اسے قتل کر دیا (جلد اول صفحہ ۱۳) اس صلہ میں محمد شاہ کی طرف سے پنہزاری کے منصب پر فائز ہوا۔ ۱۱۳۲ھ میں اکبر آباد کا منصب دار بن گیا۔ دو سال بعد اودھ کی صوبیداری پر تقرر ہوا۔ اب اپنی شہیت کے جوہر دکھانے لگا۔ شخراذگان لکھنؤ کو میدردی سے کچلا جوہر پور اور غازی پور کے علماء شرفا کے وظائف بند کر دیئے اہل سنت کے مدارس بند کر دیئے جو قدیم سے علم و فضل کے مخزن تھے۔ (بحرۃ المرجان)

۱۱۴۵ھ میں مرہٹوں کی یورش کا استیصال کیا مگر ساتھ ہی بقول غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر المتاخرین نادر شاہ درانی سے ساز باز کر کے محمد شاہ پر حملہ کر دیا اس کا مقصد مغلیہ سلطنت کو شیعہ حکومت میں بدلنا تھا۔ نادر شاہ نوے کرور کی مالیت کا نقد جنس اور تخت و طاؤس لے کر واپس چلا گیا۔ مگر ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کو تباہ کر گیا۔ نادر شاہ کے قتل عام سے ایک دن پہلے ہی سادات خان عارضہ سرطان مر گیا تاریخ وفات ایک عدد کی زیادتی سے۔ بے سادات نکر ام ہرد ہوئی



سادت خان صرف شہنشاہ کی نہیں تھا بلکہ شہنشاہ کی بھی تھا۔ خواجہ مولیٰ خان نقشبندی  
اس کی صحبت میں شہنشاہ ہوا اور اس کو اللہ کو کھٹو دیا گیا۔

## ۲۔ صفدر جنگ ۱۱۵۱ھ سے ۱۱۵۲ھ تک۔

سادت خان لاہور مر گیا۔ اسی کے بعد حکومت صفدر جنگ کو ملی جو اس کا بھائی  
اور داماد تھا۔ بھول اللہ تھا۔ مولف تاریخ اودھ اسے ایک کامر سار کا بیٹا بیان  
کرتا ہے نہایت غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ سادت خان نے ہمیں اور بھائی  
کو ہندوستان بلا کر اپنی بیٹی صفدر جہان اس کے نکاح میں دی (آخر تاجدار اودھ مر گیا)  
نادر شاہ نے ۱۱۵۰ھ میں محمد شاہ بادشاہ دہلی سے خلعت صوبیداری دلویا۔  
صفدر جنگ نے اپنے ماموں کی نسبت زیادہ عروج پایا ۱۱۵۶ھ میں دہلی میں بادشاہ  
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اودھ کی صوبیداری کے علاوہ صوبہ بجات کشمیر اور الہ آباد  
کا انتظام بھی اس کے سپرد ہوا اور شاہی توپ خانہ کا انتظام بھی اس کے ذمہ ہوا۔

لطیفہ ۱۔ سادت خان کو یارانی طریقت نے علوی بنادیا اور اس کے داماد اور بھائی  
کو ایک غریب کامر سار کا بیٹا یعنی سادت خان کی بہن کی ٹھٹھیا رے سے بیاہی  
گئی۔ اور اس ٹھٹھیا کا بیٹا سادت خان کا داماد بنا جو بعد میں اودھ کا صوبیدار ہوا۔  
۱۱۶۱ھ میں احمد شاہ ابدالی کے لشکر کو شکست دی (امیر المتاخرین ج ۲ ص ۱۲)

اور اس سلسلہ میں لاہور اور ملتان کا ناظم مقرر ہوا۔ صفدر یار جنگ دلی عہد احمد شاہ  
کو شکست دینے کے بعد بھی نواح پانی پت میں تھا کہ محمد شاہ مر گیا اب دلی عہد احمد شاہ  
کے نام سے بادشاہ بن گیا۔ صفدر جنگ وزیر (رجب ۱۱۶۱ھ میں)

جملہ الملک مدار المہام وزیر الممالک برہان الملک ابو المنصور خان بہادر صفدر جنگ  
کے خطاب ہشت ہزاری کے منصب پر فائز ہوا۔

اس زمانہ میں مرہٹے اور انگریز ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ صفدر جنگ نے  
ان سے لڑنے کی بجائے جنگل خان، افغانوں اور ردہیلوں کے خلاف جنگ شروع  
کر دی۔ احمد خان جنگل سے شکست کھا کر دہلی کے علاقے پر مرہٹوں کو مسلط کر دیا۔  
پھر محمد شاہ برادر خوردا احمد شاہ بادشاہ کو جو مسلک شیعہ تھا قتل کرانے کی سازش کی بادشاہ



نے انتظام الدولہ کو وزیر مقرر کر دیا اب ہر طرف سے آوازیں اٹھنے لگیں کہ صفدر جنگ  
شیعہ ہے اسی حالت میں ۱۷۷۱ء کی لڑائی ہوئی اور مرہٹوں سے مر گیا۔

### ۳۔ شجاع الدولہ ۱۷۵۳ء سے ۱۷۷۵ء تک

۲۳ سال کی عمر میں مسند وزارت پر بیٹھا لہو و لعب اور صحبت زنان اور دیگر افعال  
مذمومہ میں بے باک تھا۔ شاہ عالم سے وزیر الممالک کا خطاب پایا۔ دغا، فریب،  
بد عہدی، ظلم و تعدی، بے رحمی و فسادات کے کئی واقعات ہم عصر مورخین نے لکھے ہیں۔  
قاسم علی خان حاکم بنگالہ انگریزوں سے شکست کھا کر خزانہ اور دیگر قیمتی اشیاء  
لے کر اس کے پاس پہنچا اس نے عزت طاہرہ عباس بن علیؑ کے نام کی تمیں کھا کر  
حفظ جان و مال اور عزت و آبرو کا معاہدہ لکھ دیا۔ پھر قاسم علی خان کو ساتھ لے کر  
انگریزوں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ بکسر کے مقام پر شکست کھائی کسی نے رو بند شیدا  
فرنگی ۱۷۷۸ء تاریخ لکھی۔ انگریزوں کے تمام مفتوحہ علاقے کا انہیں حکمران تسلیم کر  
کے ان سے صلح کر لی اور قاسم علی خان سے سب کچھ حصین لیا اور اسے گولے محتاج بنا دیا۔  
ردہیلوں کو ملنے میں بھی ظلم و شقاق کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ حافظ رحمت  
خان ردہیلہ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۱ صفر ۱۱۸۸ھ کا ہے اس کے بعد ردہیلوں کی  
جائدادیں ضبط کیں شجاع الدولہ کی فوجیں قہر اہلی بن کر ردہیلہ بستیوں میں داخل ہوئیں  
مدرسوں، خانقاہوں، مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی۔  
جو کچھ سعادت خان نے جوہنپور، غازی پور اور کڑہ مانک پور کے سنی رؤسا سے کیا تھا  
اس نے اس پر اور زیادتیاں کیں۔

پدر نتواند پسر تمام کند کے مصداق اس نے سنیوں کی بستیاں جلا کر اکھ کا  
ڈھیر بنا دیں۔

سنیوں کی ضبط کی جائداد کے سینکڑوں واقعات شیعہ مورخ طباطبائی اور دیگر  
مورخوں نے لکھے ہیں۔ مخدوم شاہ مینا عباسی کی جائداد باپ نے ضبط کی شاہ اجل  
عباسی کے ۲۲ دیہات بیٹے نے ضبط کئے شاہ صاحب نے ایک نظم میں یہ واقعہ  
بطور دعا لکھا جس کا ایک شعر ہے۔



نشیندنی شنیدم خادیدنی بدیدم !

در رنج و غم تپیدم فریاد میں اہلی

اس واقعہ کے تھی ماہ بعد اس کے جوڑ میں پھوٹا نکلا۔ دروسے بے تاب لوٹ پلوٹ ہوتا رہا۔ ماں نے ہر چند بھایا کہ روسیوں کے اہل و عیال جو قید میں ہیں آزاد کر دو۔ جن لوگوں کی جائیدادیں ضبط کی ہیں مانگدار کر دو۔ مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ سیرات خوں کا شیوہ مصنف لکھتا ہے کہ اپنے بڑے کاموں کی وجہ سے عین عالم جوانی میں ۱۵ ذی قعد ۱۱۸۸ھ کو اس دن سے چل بیا (جلد ۲ صفحہ ۹۴)

## مزید چند بد کرداریاں :-

شجاع الدولہ کے ظلم و ستم مذہبی تعصب اور ہمدردی و غبرہ کی فہرست طویل ہے اختصاراً چند باتیں سن لیجئے۔

- ۱۔ قاسم علی کو باوجود پختہ عہد و پیمان کے لوٹ لیا۔
- ۲۔ رد ہیلوں پر بلاوجہ بے پناہ ظلم کئے۔
- ۳۔ خواہش نفس کا اس قدر حریص تھا کہ راستہ میں سواری پر ہی بے تاب ہو کر صحبت کر لیتا تھا۔ اور اس غرض کے لئے ہر وقت عورتیں ساتھ رکھتا تھا۔
- ۴۔ کھڑی قوم کی ایک ہندو دد شیزہ کو جبراً اٹھوا کر منگوا یا اور منہ کالا کیا۔
- ۵۔ مدخلہ متاعی اور غیر متاعی عورتوں کی دد ہزار بتائی جاتی ہے۔
- ۶۔ اس کی ان بے حیائیوں سے تمام ملک میں رند لیوں نے وہ زور پکڑا کہ منکوحہ عورتیں بے بس ہو کر رہ گئیں۔

## ۴۔ آصف الدولہ ۱۱۹۵ء سے ۱۱۹۹ء تک

شجاع الدولہ کے مرنے کے بعد منہ نشین وزارت ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ خوش قامت نہ تھا۔ اوپر کا دھڑ بڑا اور نیچے کا اس قدر چھوٹا کہ گھوڑے کی سواری نہیں کر سکتا تھا۔ بچپن سے ہی بد وضع خواجہ سراؤں کی صحبت میں نہایت بڑی عادتوں اور بد اخلاقیوں کا عادی ہو گیا۔ اس وقت اودھ کے علاوہ تمام رد ہیلکنڈ صوبہ الہ آباد چکھوٹرا، چکاٹا



فارس کا علاقہ، اضلاع جو پور، غازی پور وغیرہ اس کی مملداری میں تھے۔ آخری تین اضلاع شروع میں ہی انگریز کمپنی کے حوالے کر دیئے۔

ہندوؤں کی مصاحبت اختیار کی۔ فضول خرچیوں کی وجہ سے ماں اور دادی سے خود بھی دولت چھینتا رہا اور انگریزوں سے بھی چھنوا تا رہا۔ یعنی بہو بیگم کو آخر میں اس سے سخت نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ لہو دلہب مثل شراب نوشی، چوپڑ بازی، ہاتھیوں اور کبوتروں کا جنگ مرغیوں کی لڑائی۔ پتنگ بازی اور کھیل تماشوں کے علاوہ ہولی اور بھت کے پیشوں پر سالانہ تیس تیس لاکھ روپیہ خرچ کر دیتا ماں اور دادی سے علیحدگی اختیار کر کے فیض آباد کی جگہ لکھنؤ کو دار الحکومت بنایا۔

شیعہ مورخ طباطبائی دو دفعہ اس سے ملا وہ لکھتا ہے کہ آصف الدولہ کے تمام مصاحب اور تدیم ارادہ اور پوچھ قسم کے لوگ تھے بے محابلی مشرور اور خارج از غیرت کاموں میں اس نے یازاری لوگوں کو بھی مات کر دیا تھا۔ مگر ان باتوں کے باوجود فروغ شیعیت میں بڑا ہوشیار تھا۔

۱۔ اس کی کوششوں سے ہزاروں سنی خاندان شیعہ ہو گئے اور جو اپنی ضد پر قائم رہے ان کی جاگیریں ضبط کر لیں (گل رعنا ص ۱۵۳)

۲۔ روہیلکھنڈ میں شیعیت کی تبلیغ و تحریر میں محالئے جائداد کو الہ کار بنایا (تاریخ اودھ جلد ۱ ۱۹۲۰ء)

۳۔ اس سے پہلے بگرام میں ایک شیعہ نہ تھا مگر اس کے زمانہ میں سب شیعہ ہو گئے۔ (ماثر اکرام)

اس سلسلہ میں محمد الوب قادری ایم اے کا مقدمہ فضائل صحابہ دایلیت مولیٰ آل حسن مودودی کی نختہ التواریخ، تذکرۃ اکرام، تاریخ اودھ قیصر التواریخ، شیعان ہند، سیر التاخرین کا مطالعہ کیجئے کہ آصف الدولہ نے تبلیغ شیعیت میں کیا کیا حربے استعمال کئے۔

۴۔ آصف الدولہ نے لکھنؤ میں امام باڑہ بنانے کی بنیاد رکھی بقول ابوطالب مؤلف نقیصہ الغافلین لوگوں کے مکان جبراً چھینے جس کے مکان میں کوئی اچھا طبع ملا اس کے لئے وہ مکان منہدم کرادیا۔ بقول سر سید مؤلف اشارۃ الصنادید دہلی کا ایک



مقبرہ منہدم کر کے یہاں کے سرخ پتھر کھنڈوں کو اس کے مکانوں کے علاوہ مسجدوں اور مزاروں کو بھی منہدم کر کے سامان حاصل کیا (معارف ۲۸، دسمبر ۱۹۳۱ء)۔

۵۔ فقیرانہائی ایک مئی چلے گئے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے دفن کر دیا پھر مشہور کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ فلاں مقام پر عباس کا علم مدفون ہے پھر اُسے نکالا جو بھرت کاسر شاخہ تھا اور ستادی کرائی کہ یہ عباس کا علم ہے۔

(تاریخ اودھ جلد ۴ ص ۳۲)

آصف الدولہ نے فقیر کو ایک ہزار روپیہ دیا اب علم کی درگاہ بن گئی جہاں باقاعدہ میلہ لگتا تھا اور ہزاروں پری پکری اگر دعوتِ نظارہ دیتی تھیں۔

۶۔ مرضِ موت کے وقت بار بار کہتا تھا یا عباس میری مدد کرو اور مجھے اس وقت بچالو۔ (قیصر التواریخ ص ۲، جلد ۲)

۷۔ اس کی دیکھا دیکھی اُمراء نے بھی حسبِ استطاعت امام باڑے تعمیر کرائے۔

۸۔ تبرّایازی شجاع الدولہ کے زمانے سے شروع ہو گئی تھی مراب یا قاعدہ ایک ایک فریضہ کے طور پر بجالائی جانے لگی دہلی کا مغل شہزادہ عباس مرزا اس کا بہمان تھا۔ جو مسلگاشنی تھا۔ ایک مجلس میں جب تبرّایازی شروع ہوئی تو وہ اٹھ کر چلا گیا۔ آصف الدولہ نے اس کا وظیفہ بند کر دیا۔ (قیصر التواریخ جلد ۵ ص ۱۶)

۹۔ لکھنؤ میں سنی کا شیعہ قاتل پچانسی کی سزا نہیں پاتا تھا۔ مسٹر سلیم جو ۱۸۴۹ء سے ۱۸۵۶ء تک لکھنؤ میں ریزیڈنٹ رہا لکھتا ہے کہ لکھنؤ میں کوئی شیعہ قتل کرنے کے جرم میں خواد کی سزا ہی کو کیوں نہ قتل کیا ہو ہندو کا توذکر ہی کیا پچانسی کی سزا نہیں پاتا تھا۔ (شیدان ہند ص ۱۶۲ بحوالہ رپورٹ سلیم)

۱۰۔ مولانا شرر نے گزشتہ لکھنؤ میں اس قسم کے واقعات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

۱۱۔ لکھنؤ سے تبرّا اور سب صحابہ و خلفاء کی دبا ایک فن بن کر تمام ملک میں پھیل گئی اور شیعہ مبغین اور مقررین نے اس پردہ وہ حاشیہ آرائیاں کیں کہ گویا شیعہ مذہب اصل میں صرف صحابہ کرام کو گالیاں دینا بن کر رہ گیا۔

۱۲۔ آصف الدولہ کے زمانے میں ہی سنہ ۱۲۰۰ھ میں نماز جمعہ و جماعت شیعہ کی ابتداء ہوئی۔



اس سے پہلے تمام ہندوستان میں شیعہ سنیوں کے پیچھے ہی نمازیں پڑھتے تھے اور  
مرزا حسن رضا نائب آصف الدولہ کی تحریک پر نجف جا کر سند اجتہاد لے کر آئے تھے۔  
خطیب و پیش امام مقرر ہوئے یہ تمام واقعات مولوی دلدار علی نے اپنے رسالہ اجازہ  
میں قلمبند کئے ہیں۔

۱۳۔ اسی دور میں شیعوں نے خود ساختہ اذان شروع کی۔ تفصیل اسی کتاب کے گذشتہ صفحات  
میں بیان ہو چکی ہے۔

۱۴۔ آصف الدولہ کے زمانہ میں ہی عید بابا شجاع کی بدولت جاری ہوئی۔

۱۵۔ تعزیر سازی اور ماتم اسی کے زمانہ میں شروع ہوا۔

۱۶۔ مرثیہ گوئی اسی کے زمانے میں شروع ہوئی اور اس نے باقاعدہ ایک فن کی شکل  
حاصل کی۔ تحت اللفظ خوانی، ردھنہ خوانی، حدیث خوانی، سوز خوانی، رقتہ رقتہ  
مستقل فن بن گئے۔ سینکڑوں تنخواہ دار اس کام کے لئے نوکر رکھے گئے۔ بے شمار  
دعویٰ اور من گھڑت روایات مرثیوں کے ذریعے بیان ہونے لگیں۔ کسی شخص نے  
ایک بار مشہور مرثیہ گو شاعر انیس سے پوچھا کہ وقائع نگاری سے بے نیاز ہو کر  
تم کیسے من گھڑت واقعات بیان کرتے ہو تو انیس نے جواب دیا کہ کوئی صاحب  
دس بندہ کی ایسے کہہ کر سنا دیں جن میں صحیح روایات سے مطلق تجاوز نہ ہو۔ اور  
پھر بھی کلام موثر ہو تو میں مان لوں گا کہ وہ بہت بڑا شاعر ہے (یادگار انیس)  
۱۷۔ متعہ کو رواج دیا جس سے غیر دائم متعہ کے کاروبار کو اس حد تک رونق ملی کہ  
طوائفوں اور رنڈیوں کے ہاں شرفاء اور مہذب لوگ بھی بے جھجک جلنے  
لگے چنانچہ شرر لکھتے ہیں کہ لکھنؤ میں عورتوں کو رتبہ حاصل ہو گیا کہ مہذب و شائستہ  
امراء کی محفلوں میں ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے لگیں۔ اور رنڈیوں کے مکان شرف کے  
اچھے خاصے کلاب بن گئے۔ (گذشتہ لکھنؤ ص ۲۲۹)

متعہ کے اس رواج نے شاہان بازاری کو متصوفین کی سماعت کی مجلسوں تک پہنچا  
دیا اور یہ سلسلہ اجیر اور دوسری درگاہوں تک چا پہنچا۔ غالی حنفیوں کے ہاں  
آج کل جو قبوری بدعتیں نذر دنیا ز، عرس، رنڈیوں کے مجرے، ہیری مریدی  
کے گورکھ دھندے، توالی کی محفلیں یا غریب نواز کے نعرے ملتے ہیں یہ اسی متعہ



برگ و بار ہیں۔

۱۸۔ فرقہ وادیت کا غدا بیار بھی اسی دور کی پیداوار ہے۔ مغلیہ دور میں لوں تو شیوہ کافی تھے مگر ان کے تعلقات ایک دوسرے سے بظاہر خوشگوار تھے مگر شیوہ کی برابری اور اس کے مقابلہ میں شیوہ کے چار یاری نعرے نے دونوں فرقوں کے درمیان شدید مخایرت اور دشمنی پیدا کر دی۔

## ۵۔ نواب بہمن الدولہ مرزا سعادت علی خان پسر شجاع الدولہ ۱۷۹۸ء سے ۱۸۱۳ء تک

آصف الدولہ لاہور مرگیا۔ ایک مجہول الحال غریب علوی لڑکے کو اپنا متبلی اور جانشین بتایا۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد اسے معزول کر کے شجاع الدولہ کے بیٹے سعادت علی خان کو بادشاہ بنایا گیا۔ آصف الدولہ کے زمانہ میں سعادت علی خان نے کمزوری میں قیام مناسب نہ سمجھا بلکہ کچھ عرصہ دہلی اور پھر آخر بتارس جا رہا تھا ہاں بنجم الملک ایک رضوی سید کی بیٹی کی تعریف سنی اپنے بیٹے غازی الدین کے لئے بنجم الملک سے لڑکی کا رشتہ طلب کیا، ۱۷۹۲ء میں بڑی دھڑ دھوپ کے بعد یہ نکاح ہو گیا۔ سعادت علی خان ۱۱ جولائی ۱۸۱۳ء کو مرگیا۔

## ۶۔ غازی الدین حیدر بادشاہ ۱۸۱۳ء سے ۱۸۲۴ء تک

”کپنی بہادر“ کے نمائندے کی مدد سے نواب ذریعہ الملک رفعت الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان بہادر شہامت جنگ کے خطاب سے ملقب ہو کر مسند حکومت پر بیٹھے۔

بادشاہ بیگم سے شادی کے کچھ عرصہ بعد اپنی بیوی کی باندی صبح دولت پر طبیعت آئی اور اسے حمل ہو گیا۔ بادشاہ بیگم آپ سے باہر ہو گئی ۱۲۱۸ جمادی الاول کو لڑکا پیدا ہوا مگر بادشاہ بیگم نے صبح دولت کو مردادیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ماں کو مردادیا مگر اس کے بیٹے پر بادشاہی پران ہو گئی۔



ہی لڑکا آگے چل کر نصیر الدین حیدر کے نام سے سلطنت اودھ ساتواں حکمران تھا۔  
**بادشاہ بیگم** | بادشاہ بیگم نہایت تند مزاج، سرکش، من چلی اور بیجانی غصہ  
 کی مالک تھی۔ یہاں تک کہ اس کا شوہر غازی الدین حیدر بھی  
 اس سے کنارہ کشی پر مجبور ہو گیا۔ اپنے جاہ و جلال اور قوت اقتدار بڑھانے کی وہ  
 حد درجہ حریص تھی وہ چاہتی تھی کہ تمام اودھ کی سلطنت اس کی مٹھی میں ہو۔ مذہب  
 کے معاملہ میں وہ صرف متشدد ہی نہ تھی بلکہ اس نے اس ضمن میں عجیب و غریب بدعتیں  
 شروع کیں و قانع دلپذیر مصنفہ عبدالحق صاحب مولانا شریعہ مرحوم کا گذشتہ لکھنؤ محمد تقی  
 احمد کی تصنیف مبلغ سٹریٹسٹر کی تصنیف شیعان ہند میں یہ تمام خرافات تفصیل  
 سے مذکور ہیں۔

چند باتیں آپ بھی سن لیجئے ۱۔

- ۱۔ تاریخ کی کتابوں سے دو زندہ آئیمہ کی شادیوں کی تاریخیں چھانٹ لیں اور ان کے  
 مطابق ساچن اور حنا بندی کی رسمیں شروع کیں حتیٰ کہ جس روز حضرت فاطمہ کا  
 نکاح ہوا تھا اس روز مورتیاں تیار کراتی۔ ایک علیؑ کی اور دوسری فاطمہؑ کی  
 اور ان کی باقاعدہ شادی کراتیں تدریس پیش ہوتیں خود تعظیماً کھڑی رہتی۔
- ۲۔ ایام محرم کی مدت سعادت علی خان کے زمانہ تک ۱۰ محرم تھی اس نے ۲۰ صفر  
 تک بڑھادی اور اس عرصہ میں تمام کام اپنی عملداری میں بند کر دیئے۔
- ۳۔ امام مہدیؑ کی جھٹی کی بدعت شروع کی یہ رسم ہندوؤں میں مردج تھی یعنی بچہ  
 پیدا ہونے کے بعد چھٹے روز دعوتیں ہوتیں اور خوشیاں منائی جاتیں ہر سال  
 ماہ شبان میں یہ رسم منائی جاتی۔
- ۴۔ سیدوں کی خوبصورت لڑکیاں حاصل کر کے ان کی پردہ نش کرتی اور گیارہ اماموں  
 سے منسوب کر کے ان کی بیویاں بنائی جاتیں۔ اگر والدین لڑکی کو خوشی دیتے تو  
 جبراً حاصل کی جاتی۔ ہر لڑکی کا نام کسی کی بیوی کے نام پر رکھا جاتا۔ انہیں اچھوتیاں  
 کہا جاتا۔ ہر اچھوتی کے لئے تین تین باندیاں مقرر کی گئیں۔ بادشاہ بیگم خود ان  
 اچھوتیوں سے جھک کر ملتی ان کے لئے بیش قیمت لباس اور اعلیٰ کھانے مہیا  
 کئے جاتے۔



یہ زہوان لڑکیاں اپنے آپ کو سخت مجبور باتیں کہتے ہیں ایک دن ایک اچھوتی نے مات کو رونا پیشنا شروع کر دیا۔ بادشاہ بیگم آگیش پوچھنے پر اچھوتی نے بتلایا کہ مجھے تو امام نے طلاق دے دی ہے۔ بادشاہ بیگم نے اسے معذرتا ہوا اس کے والدین کے گھر بھیج دیا اور اس طرح وہ غریب لڑکی اپنی غلطی اور حاضر دماغی سے اس قید سے چھوٹی۔

۵۔ اچھوتیوں کی طرح اچھوت بھی تھے محل کے مخصوص کمرے مخصوص اماموں کے ناموں سے موسوم کر کے ان کو ہر طرح بچایا جاتا۔ بادشاہ بیگم خود بھی وہاں جھک کر جاتی امام کی مفروضہ بیوی کو اس کے مفروضہ خاوند کے کمرے تک بڑی عزت و تکریم سے پہنچایا جاتا۔

۶۔ بیگم نے اپنے محل میں ہر امام کے نام کا الگ الگ مقبرہ تیار کر رکھا تھا یہ بدعت اس وقت بھی پاکستان کے مختلف قصبات میں دیکھنے میں آئی ہے۔ اور ہر امام کے مقبرے کے ساتھ چھوٹی سی مسجد بھی تیار کرائی۔ حضرت عباس کا مقبرہ الگ تیار کیا گیا ہے۔

۷۔ بادشاہ بیگم کبھی کبھی بن عث کر نہایت شہنائی اور صفائی سے تخت پر بیٹھتی اور کہتی کہ مجھ پر شاہ جناب آیا ہے لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتی اور غیب کی باتیں بتاتی۔ (اس کی یہ بدعت آج تک پاکستان کے متعدد مقامات پر کئی من چلی عورتوں کے ذریعہ معاش کا سبب بنی ہوئی ہے)

۸۔ اماموں کی فرضی بیویوں کو زچگی کے تمام درجے گزارا جاتا۔ سونے کی گڑیاں بنا کر بچے کی شکل دی جاتی۔

بادشاہ بیگم کی ان ہی خرمستیوں کے پس منظر میں ردپوش غازی الدین جید مر گیا۔

۹۔ قبر بھلوان میں امام موسیٰ کاظم کے نام کا مزار ایک شیعہ نے بنوا رکھا ہے۔ چکوال اور ڈھڈیاں کے درمیان ایک سنی زینے نے بھی اس قسم کا مزار تیار کر کے لوگوں کو لوٹنے کا جال بچھایا اور لطف برکھ زینحہ حافظ عبد الکریم صاحب راولپنڈی واسطے کی مریدی کا مدعی تھا۔

۱۰۔ ایسی ہی ایک عورت قبر رتناس ضلع جہلم میں بھی ہے۔



## ۱۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۷ء تک

”گزشتہ لکھنو“ میں مولانا شرر لکھتے ہیں کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ میں عورتوں میں رہتے رہتے اس درجہ زنا مزاجی پیدا ہو گئی تھی کہ عورتوں کی سی باتیں کرتا۔ عورتوں کا سلباس پہنتا۔ زنا مزاجی کے ساتھ مذہبی عقیدت نے یہ شان پیدا کر دی کہ اکثر عشرہ کی فرضی بیبیوں کی طرح خود حاملہ عورت بن کر زچہ خانہ میں بیٹھتا۔ چہرے اور حرکات سے وضع عمل کی تکلیف ظاہر کرتا۔ اور پھر خود ایک فرضی امام جنتا۔ جس کے لئے ولادت چھٹی اور نہانے کے تمام سامان اصل کے مطابق کئے جاتے یہ تقریبیں اس قدر زیادہ تھیں کہ بادشاہ کو سال بھر انہیں سے فرصت نہ ملتی تھی۔ سلطنت کی طرف کون توجہ کرتا۔ مگر ان زنا مزاجی اور طفلانہ حرکتوں کے باوجود نہایت ظالم تھا۔ چونکہ تمام زندگی عورتوں میں ہی گزری تھی اس لئے اس کے ظلم کی شکار اکثر عورتیں ہی ہوتیں سینکڑوں عورتوں کو ادنیٰ قصور اور معمولی بدگمانی پر زندہ دیوار میں چنوا دیا۔ (ملخصاً) اس نے بادشاہ بیگم دہا تھ بڑھ کر قاسم اور عباس کی بھی فرضی بیویاں نامزد کیں۔ نصیر الدین حیدر کی موت اور بیگم کے معاملات کی بربادی کے بعد یہ ظلم ٹوٹا اور زندہ درگور توجوان عورتیں آزاد ہو کر شادیاں کر کے زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونے لگیں۔

غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کا زمانہ ایک طرف بدعات و اختراعات میں اپنی مثال آپ تھا اور دوسری طرف اس ندر میں بیگمات اور دھ کی نہایت دردناک تاریخ دہرائی جاتی رہی۔

بیگمات اور دھ میں سے پہلی نواب صدر الشاہ بیگم جو سعادت خان کی بیٹی تھیں جنگ کی بیوی اور شجاع الدولہ کی ماں تھیں۔

دوسری بیوی بیگم جو دہلی کے ایک شہنشاہ کی لاڈلی بیٹی تھیں محمد اسحاق خان بہادر کی بیٹی اور شجاع الدولہ کی بیوی تھیں۔

تیسری، ضعیف العقل غازی الدین حیدر کی جو شیلی بیوی بادشاہ بیگم تھیں۔ جو تھی، حضرت نعل جو واجد علی شاہ جیسے سادہ لوح مگر عاشق مزاج نواب کی



الوازعزم بیگم بیس۔

پہلی دوسری اور چوتھی کا حال انگریزی ریوٹوں میں بڑی تفصیل سے آیا ہے اور بادشاہ بیگم کا صرف متناخان کے سلسلہ میں۔

## ۸۔ محمد علی پسر سعادت علی خان ۱۸۳۱ء سے ۱۸۴۲ء تک

نصیر الدین حیدر کے مرنے کے بعد متناخان کے ایک طویل المیہ کے بعد محمد علی کو مسند آرائے حکومت کیا گیا۔ یہ دور بادشاہ بیگم کے لئے نہایت عبرتناک ثابت ہوا

## ۹۔ امجد علی شاہ ۱۸۴۲ء سے ۱۸۴۶ء تک

محمد علی اور امجد علی کے زمانہ میں مردوجہ بدعات میں کی حد تک کمی آئی۔ مگر تہرآ۔ متعہ، تفریہ، مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کے علاوہ فحاشی، بے حیائی اور جنسی آوارگی میں پہلے کی نسبت ترقی ہوئی۔

## ۱۰۔ واجد علی شاہ ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۶ء تک کے حالات

اس کی اپنی زبان سے سنئے۔

معنی نذر ہے کہ خداوند عالم نے ہر منتفخ کو لذت عشق عطا فرمائی ہے بنا براں میرا خیر بھی اسی آب دگل سے بجا ہوا ہے اور یہی درد جگر و ذرازل سے نچھو کو بھی ملا ہے اب میری عمر کا چھبیسواں سال ہے اور میں اس مہر اسے پُر فضا میں بہت کچھ بادیہ پیمانی کر چکا ہوں۔

جب میرا سن آٹھ برس کا تھا اس دن میں ایک عورت (جس نامی جس کی عمر تقریباً ۴۵ سال تھی) میری خدمت کے لئے متعین تھی۔ ایک روز اس نے عین عالم خواب میں مجھے پھیڑنا شروع کیا اور پھر اس کا روز کا معمول ہو گیا۔ یہاں تک کہ

لے تازہ بخ اودھ کا یہ ایک طویل اور دردناک باب ہے مگر یہاں چونکہ ہمارے موضوع سے باہر ہے اس لئے نظر انداز کیا جاتا ہے۔



یہ دس سال کا ہو گیا۔

پھر امیر نامی ایک عورت جس کی عمر ۲۵/۴ سال تھی۔ گیارہ برس کی عمر تک اس کا خیال رہا۔ گیارہ سال کی عمر میں ہر عورت سے محبتاً نہ چھڑھٹا کرتا تھا اس زمانہ میں بنو نامی ایک شوہر دار عورت کے عشق میں گرفتار ہوا اسی زمانے میں حاجی خانم جس کی عمر بائیس سال تھی اور گود میں پنج سالہ بچہ بھی تھا کے عشق میں گرفتار ہوا۔ امامی خانم کے ذریعہ اس سے تعلق پیدا کرنا چاہا مگر امامی خانم جو نہایت بد شکل تھی مجھ پر ڈر سے ڈالنے لگی مگر میں نے توجہ نہ کی میں تو حاجی خانم کے عشق میں گرفتار تھا۔ حاجی خانم جب کبھی اپنے خاوند کا ذکر کرتی تو میں از حد طول اور افسردہ خاطر ہوتا پندرہ سال کی عمر میں نواب علی نقی خان مرحوم کی بیٹی سے میری نسبت قرار پائی۔ دو ماہ بعد شادی ہو گئی شادی کے پانچ ماہ بعد نصیر الدین حیدر مرگئے اور میرے دادا نصیر الدولہ محمد علی تخت حکومت پر بیٹھے اور میرے والد امجد علی شاہ کو اپنا دل عہد بنایا۔ میرے والد تریا جاہ نے پانچ سو روپیہ میرا اور چار سو روپیہ میرے محل کا ماہانہ اپنی جیب سے مقرر فرمایا۔

میں اس عرصہ میں پوشیدہ طور پر اکثر اپنے محل کی خادماؤں سے چھڑھٹا کرتا رہتا تھا۔ اس سبب سے میرے محل نے اکثر عورتوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ میرے والد کی ولی عہدی کو ایک سال گزار تھا کہ نواب اعظم بہو صاحبہ محل کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام مرزا نوشہرہ داں قدر بہادر رکھا ۱۲۵۵ھ میں محل مذکور کے بطن سے مرزا فلک قدر بہادر پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں میری عمر سترہ برس کی تھی ازبکہ عنفوان شباب تھا۔ مجھے جوش جوانی اور دولہ طبیعت کی وجہ سے خیال گزرا کہ کسی طرح آیام شباب حسین و خوش جمال عورتوں کی صحبت میں بسر کرنا چاہیے۔ آخر وحشت قلب و خوش سودا نے یہ ترکیب ذہن نشین کرائی کہ میں اپنی راحت کے واسطے عورتوں کو بطریق خدمت گزارہ رکھ کر ان سے پوشیدہ رابطہ محبت پیدا کروں میں نے حکمت عملی سے کام لے کر موتی خانم نامی ایک عورت نوکر رکھی۔ مگر میرے محل نے اُسے نکلا دیا۔ اس کے بعد مجبوراً میں نے شعر و شاعری کی طرف اپنے دل کو منعطف کیا۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک وہ عورت مجھے نہ ملے گی مجھ پر کھانا پینا حرام ہے میں نے اُس عورت کے عشق میں دو دیوان اور تین مشنریاں لکھیں اور کبھی چشم لطف سے اپنے محل کی



طرف نہ دیکھا۔ انہوں نے منت و خوشامد سے لاکھ لاکھ پوچھا مگر میں نے کوئی جواب نہ دیا۔  
اسی زمانہ میں قیسراڑ کا مرتا کیوں قدر بہادر پیدا ہوا۔

ان ہی دنوں صاحبِ قائم ایک عورت جو والد ماجد کی ملازم اور شوہر دار تھی میری  
نظر سے گزری اس کا سن ۲۲ سال یا اس سے کچھ زیادہ تھا اور نہایت حسین تھی یہیں  
ایک دوسرے کے ساتھ از حد محبت پیدا ہو گئی۔ ہر وقت میرے پاس بیٹھی ہوتی گنجھ کھیلا  
کرتا یا گانے بجانے میں مصروف رہتی۔

ایک دن اس نے میری مندری سے کراگ میں گرم کی اور اپنی ران پر لگا دی جو اس  
کے گوشت میں پیوست ہو گئی اس کے بعد ایک برس تک ہم دونوں کے درمیان لیلیٰ بجنوں  
کی طرح رابطہ محبت قائم رہا۔

اس کے بعد عہدہ بیگم جو پہلے نصیر الدین حیدر کے یہاں نوکر تھی اور اس کی عمر ۲۴ سال  
تھی اس کی محبت میرے دل میں گھر کرنے لگی۔

اسی زمانہ میں والد ماجد کے یہاں تین بہنیں جو مرثیہ خوانوں میں ملازم تھیں اور انشاء  
کی نواسیاں تھیں حیدری بیگم۔ محمدی بیگم اور نختی بیگم ان سے تعلق پیدا ہوا۔ والد ماجد کو سلطنت  
مل چکی تھی اور میں دلی عہدہ بن چکا تھا۔ میری دلی عہدی کے زمانہ میں عہدہ بیگم خورد محل بن گئیں  
پہلے تو اس نے انشاء کی نواسیوں کو ٹکنے نہ دیا مگر آخر میں نختی بیگم بھی محل بن گئیں۔ اسی زمانہ میں  
نجم النساء بیگم میرے محل میں وارد ہوئی کے عہدہ سے پر سرفراز تھیں۔

اس کے بعد امن اور امان نام کی دو عورتیں جو پہلے رئیس فرخ آباد کے گانے پر ملازم  
تھیں میرے پاس پہنچیں انہیں "سرور محل دایاں" کے خطاب سے سرفراز کیا۔ پھر داروغہ  
نجم النساء بیگم اور ان گانے والیوں کے ذریعہ وزیرن کو گھیرنا شروع کیا مگر کامیابی نہ  
ہوئی آخر ایک روز پہنچے "بادشاہ منزل" پر چڑھ گیا۔ اندر سے چٹھنی لگا کر چاہا کہ  
اپنا کام تمام کر دوں۔ آخر شیخ غلام علی آسے آیا میں نے ددڑ کر کے گود میں اٹھایا اور  
رات بھر اس کی شمع جمال پر بردارہ دارتشار ہوتا رہا۔

اس کے آنے پر مشکل کشا کا دسترخوان کیا۔ ملازموں نے نذریں گزاریں اور سب  
حسب مراتب سرفراز کئے گئے اس وقت میری عمر بائیس سال تھی۔ اسی عرصہ میں اٹھارہ نفر  
اسامیاں چنور بردارہ داروغہ نجم النساء بیگم کی معرفت ملازم ہوئیں انہیں حضور دایاں



کے خطاب سے سرفراز کیا میں دو برس تک ہزار جیل و فریب کے ساتھ ہر ایک سے محبت کرتا رہا اسی عرصہ میں بشیر خواجہ سرا کی بدولت ایک ماہ تاباں کے وصل سے کامیاب ہوا پھر گانے بجانے کی طرف طبیعت راغب ہوئی۔ قطب علی خان ستار باز کو استاد مقرر کیا اب صرف گانے بجانے والی عورتوں سے محبت رہ گئی جہد ری اور دلبر و دطوائفوں سے تعلقات پیدا ہوئے۔ دبیر کی بڑی بہن پہلے ہی میرے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔

اُس نے دلبر کو میری نظر گزارا اور میں نے اُسے سلطان پری کا خطاب دیا اس کے بعد بشیر خواجہ کے ذریعہ یا سمین پری اور میرا کبر علی کے ذریعہ سلیمان پری۔ نواب خاص محل کے ذریعہ عزت پری و اردو غم نجم النہاد کی معرفت مجھ تک پہنچیں اس کے بعد داروغہ ارباب نشاط جس کا نام مہدی تھا محبوب جان کو جو سردر بجانے میں شہرہ آفاق تھی جیل سے میرے گھر پہنچایا۔ اُسے ماہ رخ پری کا خطاب دیا۔ ایک روز اس کے عزیزوں میں سے ایک عورت نے اپنے آپ کو میری گہی کے آگے ڈال دیا دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ داروغہ ارباب نشاط جبری میری بڑی کولایا ہے میں نے پانچ صد روپیہ ماہ رخ پر تصدق کر کے اس کے حوالے کیا اور اپنی جان چھڑائی۔

مجھ کو جلسہ ترتیب دینے اور گانے دایوں کے جمع کرنے کا بہت خیال تھا۔ اس سبب سے سازندے اور علم موسیقی کے کاملوں کی تلاش بہت تھی۔ ہر شخص سے یہی فرمائش تھیں کہ اس قسم کی عورتیں تلاش کر دو۔ اب جو ادنیٰ اس قسم کی عورت پیش کرتا وہ لفظ ”مردضہ“ معرض کرتا یعنی فلاں مردضہ حاضر ہے۔

اس کے بعد متا جان کے عشق میں گرفتار ہوا نجم النہاد بیگم اُسے گھر کر لائی اور اس کے عشق سے شاد کام ہوا اور اُسے امتیاز پری کا خطاب دیا ایک دن وہ اپنے گھر گئی اور واپس نہ آئی میں نے محمد علی خان خواجہ سرا بھیجا وہ گھسیٹ کر لایا اور میں نے اُس کے منہ پر تھوک دیا۔

ایک دفعہ اکبرالدولہ کے وسیلہ سے چنی نامی ایک طوائف مجرا کے لئے حاضر ہوئی میں اس پر عاشق ہو گیا۔ اُسے دربار پری کا خطاب دیا۔

میں نے اپنی پریوں کے لئے رنگ برنگے لباس تیار کرائے۔ کئی لاکھ روپیہ سالانہ ان اشغال و افعال میں صرف ہوتا تھا۔ ایک روز ایک کبیرہ عورت جس کا نام گنا تھا اور



شہر دار تھی بھر پر عاشق ہو گئی۔ میں نے مجتہد العصر وال زمان سے اس کی طلاق کا فتویٰ لے کر گھر میں داخل کر لیا اور سر در آڑ پر ی کا خطاب دیا۔

اسی زمانے میں اسن دامان کی معرفت مجرب طوائف کی گیارہ سالہ خوبصورت لڑکی کو سردار پر ی کا خطاب دیکر بیویوں میں شامل کیا۔

ایک روزان تمام بیویوں کو عمدہ عمدہ لباس اور مرصع زیورات سے آراستہ کر کے پرتکلف فینسوں اور نفیس نفیس پالکیوں میں سوار کر کے درگاہ زیارت حضرت عباسؑ میں بھیجا۔ درگاہ کے تمام ستولی حیران ہو کر دیکھنے لگے حیدر حسین خان سے نظارہ بازی کے سلسلہ میں جھگڑا بھی ہو گیا۔

اسی عرصہ میں نواب نشاط محل سے مرزا پسر قدر اور سلیمان محل کے بطن سے پہر آرا کمرائے بیگم نواب خاص محل کی بطن سے مرزا یسار تخت فرخندہ خانم کے بطن سے شمس آراد بیگم پیدا ہوئے۔

اسی عرصہ میں اچھے صاحب بیبا والی طوائف کو دیکھ کر فریفتہ ہوا اور اپنے گھر میں داخل کیا۔ مستوق پر ی کو محل بنایا اس سے فریدیوں قدر بہادر پیدا ہوا۔ کوئی کہاں تک ملتا جائے" (لشوف)

اسی عرصہ میں تیس عورتوں کی ایک فوج بنائی۔ یہ اس لئے کیا کہ مردوں کی فوج کے لئے تنخواہ ہم نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس فوج کے سردار محمد شریف علی کو خان بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا۔

اس تماشائی بنی کے باوجود شیعیت سے کسی قدر اُنس تھا یہ بھی من لیجئے۔

چونکہ مجھ سے غلام رضا وغیرہ اُن کے عزیز واقارب سے روز بروز اختلاف و ارتباط بڑھتا جاتا تھا اور یہ سب سنت جماعت تھے اور قطب الدین خان کبیر استاد بھی تھے، مذہب تھے، مجھ کو رات دن یہی تشویش و فکر رہتی تھی کسی طرح یہ لوگ میرے مذہب میں آجائیں۔ جب اس امر میں ان لوگوں کا عندیہ لیتا تھا تو انہیں ناراض پاتا تھا۔ آخر ایک روز برسات کی فصل میں میں نے نہایت دلجوئی و درمندوگاہت اور طمع سے کر ان لوگوں کو تبدیلی مذہب کے لئے پھر فرمایا۔ چونکہ اس کا رخیہ انجام میرے ہاتھوں ہوتا تھا۔ سب نے منظور کیا میں نے اُسی وقت سوار کر دیا کہ سب کو



سلطان العلماء مولوی سید محمد مجتہد وقت کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور دہلیاں یہ سب برہمدق  
دل مذہب امامیہ سے سرفراز ہوئے۔

انہی دنوں میں مہک پری کے بطن سے مرزا برجیس قدر پیدا ہوا۔ اس زمانے  
میں گانے والیوں کا مجمع پریوں کا ہجوم میرے عشق کا دلورہ اور زمانہ شباب اس درجہ  
پر تھا کہ دن کا رات اور رات کا دن ہوتا معلوم نہ ہوتا تھا۔ میں ہمیشہ شاہد عشرت  
سے ہم آغوش رہتا تھا۔

اسی زمانہ میں پریوں کو رہس دھاری کی تعلیم دی۔ رہس دھاری ایک ناچ کا  
سامان ہے ہندوؤں کے مذہب میں اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس میں کنہیا اور  
اس کے معشوقوں کی شبہیہ بناتے ہیں۔ سلطان پری کو رادھا بنایا۔ ماہ رُخ کو کنہیا  
بنایا اور کئی لاکھ روپے سے لوازمات فراہم کئے، یاسمین پری، عزت پری، دلربا  
پری، حور پری وغیرہ کو کنہیا کے دوسرے معشوق کی صورت بنیں جنہیں سنکرت میں  
لوانیس کہا جاتا ہے۔ ان کا ناچ شل شگیت لچھی اور برم کے ہے جو نام تالیوں کے  
ہیں اس ناچ میں صرف کنہیا اور رادھا کے مباحثے کی کیفیت ہوتی ہے اس کے پریوں  
کا مینا بازار لگوانا۔

بادشاہوں نے رسم قدیم کے مطابق اپنے نظر کردوں کو ہر  
**سابقین کا پابند** حق کی تعلیم دلوائی اور اسے درجہ کمال تک پہنچانے میں بہت  
کوشش کی ہے من جملہ ان کے محمد شاہ بادشاہ دہلی، ابراہیم بادشاہ، سلطان  
بیجا پور وغیرہ شاہان سلف (یہ دونوں شیعہ تھے سنیوں کو اللہ تعالیٰ نے ان  
بے حیائیوں سے بچائے رکھا۔ (للمؤلف)

اکثر جیل و شکیل عورتوں کو علم موسیقی کی تعلیم دلوا کر گائیکوں کے لقب سے ملقب  
کیا۔ مابعد ویت نے بھی سابقین کا پابند ہو کر کئی ماہ تمثال کو گانے کی تعلیم دلوائی  
اور ایک دن اس کا مظاہرہ کرایا اس میں سلطان پری نے ایسے کمال کا اظہار کیا  
کہ غش کی نوبت پہنچی۔

رمضان میں ایک سحری کھا کر سویا کہ محمد معتمد علی خان خواجہ سرانے بیدار کیا۔  
پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ایک حور تمثال حضور کے عشق میں مبتلا ہو کر خدمت میں پہنچی



ہے۔ میں اٹھا تو وہ میرے گے سے چمٹ گئی۔ رخصت کے وقت اس سے پوچھا کہ پھر  
ملنے کا کیا طریقہ ہوگا۔ کہنے لگی کہ ماتم کے دن ختم ہونے کے بعد خود کو تم تک پہنچاؤں گی۔  
بے وفائی!۔ دل عہد کے زمانے میں ہی پریوں کی بے وفائی ظاہر ہو چکی تھی سب کو  
دے پے کالا لٹ دے کر پردے میں بٹھانے کی کوشش کی لیکن اکثر بھاگ گئیں۔

خفقان!۔ اس عمر میں دل کو خفقان ہو گیا۔ رفع خفقان کھانے اور سوئے گئے  
بچانے کے لئے چند عورتیں نوکر رکھیں۔

سر بگریبان!۔ نواب سکندر محل سے ایک روز کہا سب حسرتیں پوری ہو گئیں صرف  
آپ سے نکاح کی خواہش باقی ہے (اتنا عمر وہ بلا نکاح جھک ہی مارتے رہے مٹوف)  
جس نے کہا تمام لوگ نہیں گئے کہ یہ بھی نصیر الدین حیدر کی طرح دیوانہ ہو گیا ہے۔

سنگ تفرقہ!۔ تنگ آ کر ایک روز سب محلوں اور پریوں کو کہا کہ جو جہاں جانا چاہتی  
ہے چلی جائے۔ میرا خیال تھا کہ قیصر بیگم بھر پر مرتی ہے۔ مگر باقی کے ساتھ وہ بھی چلی  
گئی۔ یہ بھڑے سے اب کیا غرض۔ (لمٹوف)

رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ!۔ اسی زمانہ میں قیصر بیگم کی عنایت سے نار تار کی  
(آتشک) کے عارضے میں مبتلا ہوا۔ مرض بڑھتا گیا زخم آگ کی طرح جلتے تھے۔

طرہ یہ کہ محبوب گھر خوں کا رنج میرے دل سے نہ جاتا تھا۔ ایک روز نواب محل  
صاحبہ نے اپنا ہاتھ لگایا اور بعد میں جین مل کر دھویا۔ دل میں سخت ٹھیس لگی  
رات بھر زخموں کی تکلیف سے جاگا کرتا تھا۔ کئی بار سہل حب السلاطین کھائی  
کئی مرتبہ نصہ کرائی۔ آخر بہ ہزار مصیبت ۱۲۶۵ھ میں چند زخم خشک ہوئے۔

سید الشہداء کے چہم کے بعد ہرڑ کھائی اس سے خفقان پیدا ہو گیا۔ گریبان  
چاک کر ڈالا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے دوسرے روز غشی آ گیا۔ اس روز سے آج تک  
ذہن نکل رہے ہیں (دہی خاندانی مرض لمٹوف) اسی بھگڑے میں گرفتار ہوں۔  
اگر کسی وقت ہوش آجاتا تو شعر و شاعری کا شغل شروع ہو جاتا۔ پھر غفلت ہو  
جاتی ہے اور تمام اعضاء مومہ آنکھیں بید کی مانند لرزتے ہیں۔

(لمٹوف از خود نوشت واجد علی شاہ)



## برصغیر میں شیعیت کی مختلف شکلیں

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ اہل سنت میں فرقہ بندی کا ابتداء ڈیڑھ صدی پجری سے بہت بعد شروع ہوئی۔ گویا ڈیڑھ سو سال تک تمام اہل سنت و جماعت کا مسلک وہی تھا جو آج جماعت اہلحدیث کا مسلک ہے مگر شیعیت کی ابتداء سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شروع ہو چکی تھی۔ برصغیر کے جنوبی حصوں یعنی سیلون اور ملیسار میں مسلمان تاجر خلیفہ اقل کے زمانے میں پہنچ چکے تھے فاروق اعظم کے دور میں مکران فتح ہوا دلید بن عبد اللہ کے زمانے میں عبید اللہ بن نہبان اور بدل نے سندھ کا کچھ حصہ فتح کیا۔ ۱۲ھ میں محمد بن قاسم نے ملتان تک کا علاقہ فتح کیا اس تمام دور میں جتنے مسلمان سندھ میں آئے تمام اہلحدیث تھے اس کے بعد ۹۹ھ سے ۱۰۳۰ھ تک محمود غزنوی نے برصغیر پر ۱۷ حملے کئے محمود غزنوی شروع میں حنفی تھا مگر ابورغال کی وجہ سے بعد میں شافعی ہو گیا تھا۔

اس کے بعد ۱۱۷۵ء سے ۱۲۰۶ء تک شہاب الدین محمد غوری نے ہندوستان پر گیارہ بار حملہ کیا ۱۲۰۶ء میں قطب الدین کو دہلی کی گورنری ملی قطب الدین قاضی القضاۃ امام فخر الدین کو فی کا جو امام ابو حنیفہ کی اولاد سے تھے۔ پروردہ تھا اس وجہ سے وہ حنفی تھا اور اس نے حنفیت کی ترویج و اشاعت شروع کی۔

محمود غزنوی کا پہلا حملہ ملتان پر ہوا اور اس نے حاکم ملتان ابوالفتح کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کیا۔ گویا محمود کا پہلا حملہ باطنیوں یا قرامطی شیعہوں پر ہوا تمام تاریخ نویس گواہ ہیں کہ محمود نے ابوالفتح پر اس لئے حملہ کیا تھا کہ اس نے یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو مصر کے فاطمیوں نے اہل سنت کے ساتھ حسن بن صباح نے تمام عالم اسلام کے ساتھ یا بعد میں اودھ کے حکمرانوں نے اہل سنت کے ساتھ رد دار کھا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۹۹۱ھ سے بہت پہلے شیعہوں کے یہ فرقے برصغیر میں پہنچ کر اپنے قدم مضبوط کر چکے تھے۔ اس کے بعد دہلیک منہج جہلم کے مقام پر شہاب الدین محمد غوری بھی باطنیوں کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ سلطان رفیعہ کے



زمانے میں ہزار ہا باطنیوں نے اکٹھے ہو کر عین زمانہ جمعہ میں مشغول ہزار ہا اہل سنت کو تیار  
کی دھار پر رکھ لیا مگر چند سربراہ اور ہمارے پہنچ کر حالات کو بحال لیا اور ان کا  
خاتمہ کیا گیا۔

تصریحات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ محمود غزنوی سے بہت پہلے شیوہ لوگ  
برصغیر میں پہنچ چکے تھے اور ملتان میں انہوں نے اپنی سلطنت بھی بنالی تھی اور سان کی  
تمام کوششیں برصغیر سے اہل سنت و جماعت کو ختم کرنے کی تھیں۔ مگر جب ملتان میں  
محمود غزنوی نے انہیں ختم کیا۔ وہابی میں سلطان رضیہ کے زمانے میں ان کی طاقت پارہ  
پارہ کر دی گئی۔

اس کے بعد جلیجیوں، تغلقوں، سیدوں اور لودھیوں کے زمانے میں یہ لوگ شمالی ہندوستان  
سے دکن کی طرف چلے گئے اور چند شیوہ سلطنتوں کی بنیاد رکھنے پر قادر ہو گئے اور نگ زیب  
کے زمانے میں ان کی حکومتیں قباہ ہوئیں تو انہوں نے اپنے پرانے انداز سے کام لینا شروع  
کیا۔ اسکا جلی تو ۹۹۰ھ سے پہلے ملتان میں خود مختار سلطنت قائم کر چکے تھے شیعوں  
شیعوں کے دو فرقوں نے پٹانوں کے دور میں دکن میں آزاد سلطنتیں قائم کر لیں اور  
اور نگ زیب نے ان شیعوں کی سلطنتوں کا خاتمہ کیا تو انہوں نے پرانے انداز یعنی  
خفیہ قتل و غارت، دھوکے فریب اندوزی ریشہ دوانیوں دجل و تبلیس، خود ساختہ تصوف و  
فقر مکاریوں اور حیلوں سے کام لینا شروع کیا۔ ہر دور میں ان لوگوں کی تکنیک اتنی  
گہری ان کی سیاست اتنی پیچیدہ ان کا تبلیغی انداز اتنا تبلیغی رہا کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں  
افراد ان کے ہنجر تبلیس میں گرفتار ہو کر جان، مال، عزت، آبرو، دولت، حشمت اور  
اور وقار سے محروم ہو گئے اور شیعیت کی بھول بھلیوں میں سرچکے مر گئے مگر مجھے  
مڑ کر نہ دیکھ سکے اور نگ زیب کے بھائی۔ اس کا بیٹا بہادر شاہ، حسین علی اور عبداللہ  
اور سرمد کی قسم کے لوگ سلطنت مغلیہ کے زوال کے دور میں یعنی ۱۷۰۰ء سے لیکر  
۱۸۵۰ء تک مختلف شکلوں میں نمودار ہوتے رہے انیسویں صدی یعنی مغلیہ سلطنت  
کے زوال کے دور میں شیعہ پوری مہارت اور کوشش سے اسلام کو نیست و نابود



کرنے پر تلے رہے اور موحد بنگال کے آخری کونوں سے لے کر شمال مغربی سرحد کی آخری سنگلاخ چٹانوں تک اس انار کی اور طوائف الملوک کے درمیان ملک اور قوم کی ڈگمگاتی ناز کو سمجھالا دیئے رکھا۔ میں بڑے دثوق اور یقین سے کہتا ہوں کہ اگر اس وقت جماعت موحدین عملاً میدان جہاد میں نہ کودتی تو آج شاید اس برصغیر کی حالت ہسپانیہ کی طرح ہوتی۔

سلطنت میسور شیعوں کی غداروں سے تباہ ہوئی۔ بنگال میں شیعوں کی غداروں نے انگریزوں کے لئے راستہ ہموار کیا دہلی میں صرف ایک سال ۱۸۱۹ء میں شیعوں نے تین بادشاہوں کو یکے بعد دیگرے تخت سے اتارا پھر مرہٹوں کو چڑھالائے اور ابراہیم گارڈی ان کے تو بچانے کے انچارج کی حیثیت سے ان کے ساتھ تھا۔

اور آخر میں سعادت خان بحیثیت نواب وزیر اودھ کا حکمران بن گیا۔ شیعوں کی سلطنت تو بن گئی مگر وہ گردہ جو تبقیہ کی اڑیں تصرف، پیری، فقری، ولایت کے لباس میں تمام برصغیر میں پھیلا ہوا تھا اس نے تخریب کی ایک نئی طرح ڈالی حسن نظامی دہلوی کی قسم کے بیسیوں پیرنسل عصیت کے کابوس میں گرفتار ہو کر ان شیعہ داعیوں کی سرپرستی کو اپنی ذات کے لئے فخر سمجھتے تھے۔ چنانچہ فاطمی دعوت اسلام اسی ذہنیت کی منہ بولتی تصویر ہے جس میں خواجہ صاحب نے نہایت فخر سے ایسے ایسے بے دین، ملامذہب اور مجہول الاحوال فرقوں کو شیعہ داعیوں کی تبلیغ اسلام کا شاہکار قرار دیا ہے۔ جن کے کے واقعات پڑھنے سے ہی ایک صحیح العقیدہ مسلمان کی رُوح تڑپ اٹھتی ہے اور وہ بے قرار ہو کر پکار اٹھتا ہے کہ الہ العالین کیا محمد کا دین ہی تھا مگر خواجہ صاحب کو باہر اس پر فخر ہے۔

مجھے اپنی فقیرانہ سیاحت کے دوران اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد سے واسطہ پڑا جو نہ ہندو نظر آتے تھے نہ مسلمان مگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے نظر آتے ان میں سے بعض کی مذہبی رسمیں پارسیوں، جینیوں، مسلمانوں، ہندوؤں اور بدھوں کے عقائد کا طغورہ نظر آئیں۔ میں ایک "ہر رنگ" فقیر اور سادھو کے لباس میں جہاں بھی کسی ایسے گدی نشین عالم، فقیر کے متعلق سن کر اس کے پاس پہنچا عجیب رنگ دیکھا، عجیب ڈھنگ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عربی، فارسی، اردو



ہندی اور انگریزی میں ضرورت کے مطابق کام چلا سکتا تھا اس لئے جس مجلس میں بھی پہنچتا اپنا مقام بنالیتا مگر اس وقت تو ہمیں اس بات کا تصور تک نہ تھا کہ کی وقت بچھان بھون مرکب فرقوں کے متعلق کچھ کھتا پڑے گا۔ مجھے آج اس کی یا غلطی کا بھرپور احساس ہے مگر اب اس کا ذکر نہ کیا گیا ہے۔ ساتھ اب لکیر پٹا کرتا کے مصداق بعض تعین اوقات ہے۔

بہر حال  
غز کرتے ہیں۔ ذرہ بھر چکچکا ہٹ نہیں کر آنت مرحومہ کی تخریب کے لئے جن جن ہتھیاروں سے کام لیا گیا ہے۔ ان سے پردہ اٹھا رہا ہوں۔ شاید ایک قاری کہے کہ ان لوگوں نے آخر دین کو کیا نقصان پہنچایا میں کہتا ہوں شرک و بدعت کے یہ دنگل اسی بے دینی کے جنگل کے برگ و بار ہیں اور جن لوگوں نے جس غرض کے لئے اسی بے دینی کی طرح ڈالی تھی وہ اپنے مطلب میں کامیاب ہو گئے ایک پکا اور سچا مسلمان پوری ملت ہے۔

آپ سن چکے ہیں کہ پوری ڈیرہ  
صدی تک چند موجدین نے پورے برصغیر میں انگریزوں کو حواس باختہ کئے رکھا سکھوں کو ناکوں پھنسنے چھوٹے۔ مسلمانوں کے ایک کثیر گروہ نے داسے، درمے، سٹھنے، قلمی انگریزوں کی مدد کی۔ موجد مجاہدین کے خلاف فتوؤں کے انبار کے انہار مع کر دیئے مگر یہ لوگ اپنے مسلک، اپنے ارادے اپنے نظریہ اور اپنے پردہ گرام سے ذرہ بھر نہ ہٹے اور اگر بجائے ان مسمیٰ بھر موجد کے پورے برصغیر میں ایک چوتھائی ہی اس کردار کے حامل مسلمان ہوتے تو اول تو انگریز یہاں حکومت ہی حاصل نہ کر سکتے اور اگر بغرض محال وہ حکومت حاصل کر بھی لیتے تو چند سالوں میں انہیں یہاں سے بھاگنا پڑتا۔

فلسفہ تاریخ کی روشنی میں بنظر عمیق اس بات کا جائزہ لیجئے تو صاف نظر آئے گا کہ شیعوں نے اس بیانیت اور شرک و بدعات کے ذریعہ امارت ملت میں پنچے گاڑ دیئے ان کی پرتعیش اور فقیری میں توازن ٹھاٹھ سے مرعوب ہو کر اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر سنیوں کا ایک پورا گروہ اسی رنگ میں رنگا گیا۔ شیعہ داعی جو کھی مار مارتے رہے ادھر امارت ملت میں اپنے پنچے گاڑتے رہے اور



اور اُدھر ادیانِ باطلہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے رام کرشن، دشمنِ شوجی برہما کی تعریفوں کے راگ الاپتے رہے ہندوؤں کے درنِ شاستر نے شور و دروں کو سطحِ ارضی کے ایک پلید، حقیر اور ناپاک کیڑے کے مقام پر پہنچا دیا تھا۔ ان پچی ذات کے لوگوں کو شیعہ داعیوں کی اس دعوت میں ابھر کر انسانیت کے مقام پر کھڑا ہونے کا موقع ملتا نظر آیا مگر درپردہ شیعہ خود فاطمی اور غیر فاطمی کی عصبیت کو بھری طرح ابھارتے رہے۔ شیعہ کے لئے ہندی اچھوت ان کی پناہ گاہ ثابت ہوئے وہ ان لوگوں کو شیعہ داعیوں کے اس دجل و فریب میں مکنی اور شانتی کے اسباب نظر آئے۔ نتیجتاً چند ایسے فرقے ظہور پذیر ہوئے جو یوں تو دیگر مذاہب کیلئے بے قدر ہی ہیں مگر جاہل اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کے لئے مشرک گر ثابت ہوئے ہیں یہ سب کچھ اپنے تجربات کی بنا پر بیان کر رہا ہوں۔ میں نے چند مقامات پر اب بھی دیکھا کہ جاہل اور اُن پرٹھو مسلمان ایک مسلمان عالم کی نسبت ان مشرک گردوں کو ترجیح دے کر ان سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔ ان سے مشورے لیتے ہیں ان کی عبادت گاہوں میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ ان کے آستانوں پر جانور ذبح کرتے ہیں۔ ان کی دعاؤں پر بھروسہ کرتے ہیں اور انہیں اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں اور جب کسی کو اس کی غلطی سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے لئے یہ دھم جو ابوں سے اچھے بھلے امام بھی خاموش ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اس قسم کے لوگوں میں سرفہرست گرد و نانک ہے جس کی رہبانہ مگر نیم مسلم، نیم ہندوانہ زندگی نے اس کے گرد جم غفیر اکٹھا کر دیا۔ گرد و نانک کی تمام زندگی کے نشیب و فراز پورے طور پر ایک اسماعیلی داعی کے ہتھکنڈوں، عیاریوں اور دجل و تبلیس کے گرد گھومتے نظر

مسٹر الطاف حسن قریشی نے مولانا ظفر احمد انصاری سے انٹرویو لیتے وقت ان کی زبان سے سنا کہ ترکی انجمن اتحاد و ترقی یہودیوں کی انجمن تھی اور مصر کے جمالی انقلاب یا جمالی ذہن کے پیچھے بھی یہودیت کام کر رہی ہے یا روس میں کمونزم کا سیلاب یہودیوں کا لایا ہوا تھا تو قریشی صاحب بھی یہ سنا کہ ایک بار پکار گئے تھے جس طرح اس وقت تمام دنیا کی سیاست یہودیت کے محور پر گھومتی رہی ہے اسی طرح یہودیت کے اس آئینِ پودے نے جو کچھ عالم اسلام میں کیا آپ کے لئے فردِ راجسے کا موجب ہو گا۔



آتے ہیں دقتی طور پر گردنا تک ایک بے غرض قسم کا غیر متاثرہ آگے چل کر گونہ شکر اور جندہ بیراگی کا قسم کے لوگ اسلام کے لئے ایک تباہی ثابت ہوئے دیانند مسرتی ایک مجہول النسب ہندو تھا۔ اس نے مسئلہ توحید جس مسلمان سے یکساں وہ یقیناً شیعہ داعی تھا۔ آگے چل کر دیانند نے ہندوؤں کو اس طرح آریہ نام سے روشناس کرایا اور آریہ فرقے کی طرح ڈالی یہ کسی مجہول النسب دیانند کا کام نہیں بلکہ ایک نہایت ہی چالاک اور عیار قسم کے جہانگیرہ انسان کی صحبت کا اثر ہے۔ قاریہین کے لئے یہ باتیں بالکل نئی اور حیران کن ہیں مگر میں اپنے وسیع تجربات اور معلومات کی بناء پر اپنے اندر ان حقائق کو جھٹلانے یا انہیں نہ ماننے کے متعلق ذرا مبر بھی ٹپک نہیں پاتا۔

میں نے تیس سال کا طویل زمانہ اپنی پوری طالب علمانہ کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے شیعہ سنی چپقلش کے مالہ اور ماہلیہ کے سمجھنے پر صرف کیا ہے۔ بات طویل ہوتی جا رہی ہے۔ میں یہاں صرف برصغیر میں شیعہ تبلیغ کے اثرات بیان کرنا چاہتا تھا۔ نانک سے دیانند تک جتنے من چلے پیدا ہوئے ان کے علاوہ ہندو مت میں جتنے مصلح پاریفامریا بالفاظ دیگر مجدد پیدا ہوئے بالواسطہ یا بلاواسطہ سب کے سب کا مصلح نظر صرف اسلام دشمنی تھا اور مگر حسن نظامی جیسے سید، پیر، منگ، صحافی، فقیر، خواجہ جیسے لوگ بھی اس فخر کرتے ہیں۔ آخر۔۔۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

## چند مثالیں :-

۱۔ ضلع ایڑہ کے قصبہ مارہرہ میں مولانا نور داس جس مہاراج ایک بزرگ تھے جو قادری کہلاتے تھے۔ ستار بجاتے تھے مشنری مولوی ردی، دیوان حافظ اور کبیر کے اشعار گاتے رہتے تھے۔ انہیں ہندو اور بعض مسلمان شوقا اوتار مانتے تھے، بیسویں صدی کے پہلے عشرہ میں زندہ تھے انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کو قادری کی اصطلاح کے چکر میں مرتد کیا اور میں نے خود تقسیم ملک تک لوگوں کو اس چکر میں مبتلا پایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب کیا حالت ہے۔

آغا خان محمد شاہ اپنی سیاسی، مالی اور امیرانہ زندگی کی وجہ سے تمام دنیا میں اچھی پوزیشن رکھتے تھے۔ انہوں نے ہندوؤں کو ہنسوا بنانے کے لئے ایک دفعہ کہا تھا کہ:-



دشنو ہیں	_____	علی
حضرت محمدؐ ہیں	_____	برہما
حضرت آدمؑ ہیں	_____	مہیش
حضرت حواؑ ہیں	_____	شکتی

اور اس کجگ کا اتھروید قرآن ہے اور جگت گرد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں ابتداءً  
افریض سے حضرت علیؑ کا نور اولاد در اولاد منتقل ہوتے ہوتے آغا خان میں حلول کر  
گیا ہے اور اس طرح تا قیامت ہوتا رہے گا۔

جب علیؑ کا نور دشنو بن کر جلوہ افروز ہوا تب حضرت محمدؐ کا نور برہما بن کر  
نمودار ہوا۔

جب علیؑ کا نور ام بن کر نمودار ہوا تب حضرت محمدؐ کا نور دریا بن کر  
ظاہر ہوا۔

جب امام سام تھے تب پیغمبر نوح تھے۔

جب امام ہارون تھے پیغمبر موسیٰ تھے۔

جب امام خزیما اور سمعون تھے تو پیغمبر عیسیٰ تھے۔

اسی طرح علیؑ اور محمدؐ ساتھ رہ کر بشری خیالات کی اصلاح کرتے۔

جب امام علیؑ ہوئے تو پیغمبر محمد مصطفیٰؐ ہوئے۔

**امام شاہی پنتھ** | آج کل پاکستان میں بھی کہیں کہیں امام شاہی فقیر ملتے ہیں اور  
جاہل مقلدان کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اپنے نو مولود

ان کی گود میں ڈالتے ہیں۔ انہیں داصل حق فقیر سمجھتے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ یہ لوگ پیر  
نور دین نورست گرد ہی کے مرید ہیں۔ نور دین نزاری داعی تھے بعد میں نزاریوں سے  
الگ ہو گئے اور اپنا سلسلہ چلایا۔ تمام ہندوؤں میں انہیں انہیں ہیں۔

سنکرت میں جی آدم بمعنی معبود یا رب آتا ہے۔ شیدہ داعیوں نے اس لفظ کا طیر

بگاڑ کر اس طرح لکھ کر علی (علی) بنالیا اور کہا کہ کوئی رسم الخط میں علی اس طرح لکھا جاتا  
ہے جس طرح ہے۔ پھر اسے

(قرآن) سے ثابت کیا۔



آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ لوگ کس قدر دور کی کوٹریاں استعمیل ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی ردی نے مشنوی و مشنوی کے نام سے شروع کیا ہے دشمنوں سے بشتو بنایا اور علی دشمنوں سے دیکھے۔

”بشتوا نے چون حکایت میکند“ کا کس طرح جلیہ بگاڑا گیا ہے۔ امام شاہیوں کا مرکز احمد آباد کے قریب پیرانہ ہے ان کی مذہبی کتاب ست گوردین ہے ان کا موجود پیر کا کا کے نام سے مشہور ہے ان کے دفتر تھے ہیں گیتی جب پر گشتی بن جاتا ہے تو اسے مریں کہتے ہیں۔

امام شاہ کا زمانہ ۸۵۶ھ سے ۸۹۸ھ تک ہے پیرانہ ضلع احمد آباد میں ان کا مزار ہے۔

ان کی ایک شاخ ”توساری“ ہے۔ توساری ست گوردین قرال دین کے مرید ہیں اور دوسرے امام شاد کے۔

نانک پنہر۔ معراج پنہر اور لبیر پنہر وغیرہ اسی پنہر سے نکلے ہیں۔

## پیر مشائخ کے پیروکار۔

پیر مشائخ ۱۰۶۰ھ میں جنترال علاقہ گجرات میں پیدا ہوئے۔ ہندو کافی تعداد میں ان کے مرید تھے۔ پیر مشائخ نزاری اسماعیلیوں کے داعی تھے۔ پیر مشائخ کی تصنیفات میں سے ان کے مریدوں کے پاس مندرجہ ذیل کتابیں ملتی ہیں۔ جلیہ مبارک، نورنامہ، ایمان مفصل دو حصے، جنگ نامہ دو حصے، طریقتی، غزوات سے متعلق ایک کتاب خلفائے راشدین، معراج نامہ، کتاب البخرات، وفات نامہ غالی، حنفیوں کے نورنامے، معراج نامے، وفات نامے انہی کتابوں کے چربے ہیں۔

پیر مشائخ یا ان کے پیرو مذہبی تعصب میں اس قدر غالی نہیں تھے جس قدر دوسرے شیعہ۔

سورت میں سنگ خانا کا ایک مندر ہے اس کا مہنت رنگی لال

ایک ہندو تھا۔ ان کے مندر میں تلزم سروپ نامی کتاب کی پوجا ہوتی ہے یہ لوگ پرنامی کہلاتے ہیں۔ شروع میں تفرقہ کی اثر میں شیعہ داعی تھے اور ان کی اولاد آج پرنامی کے نام سے مشہور ہے۔ ان کی تعداد بھی لاکھوں کے قریب ہے



یہ لوگ کہتے ہیں کہ کرشن مہاراج اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ہیں پہلے کرشن کے روپ میں جلوہ گر ہوئے اب محمد کے روپ میں عرب میں نمودار ہوئے دسویں صدی میں امرکوٹ کے مقام پر دیو چند نامی کسی منجھے نے ایک دھرم کا اعلان کیا۔ معلوم ہوتا ہے وہ کوئی منجھا ہوا اسماعیلی یا امامیہ داعی تھا۔ اس شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور قلمزم دپ الہامی کتاب کے طور پر پیش کیا۔

اس مذہب کا پیروکار چھتر سال نامی ایک راجہ مذہب کے بارہ میں اورنگزیب سے لڑا تھا۔ اس کا مجترہ مہویا میں ہے قلمزم روپ میں ۱۸۷۵ء شعر بیان کئے جاتے ہیں ان میں اکثر عربی کے الفاظ ہیں جام نگر میں ہر سال ان لوگوں کا میلہ ہوتا ہے ان کے نام آج تک ہندوستان میں سکھ لال دھنی داس وغیرہ قسم کے ناموں کے لوگ گدی نشین چلے آ رہے ہیں مگر ان لوگوں کا ہندوؤں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ خود ہندو کہلاتے ہیں۔